ردِّ قادیانیّت

رسائل

- حضرت مولانا ابو عمر عبدالعزیزؒ
- حضرت مولانا عبدالحیٔ امرتسریؒ
- حضرت مولانا حکیم عبدالغنیؒ
- حضرت مولانا حکیم ولی الدین بھاگلپوریؒ
- حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ
- حضرت مولانا محمد الدینؒ کاہنہ کاچھہ
- حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانویؒ
- حضرت مولانا محمد یعقوب رحمانیؒ
- حضرت مولانا سید محمد عرب مکیؒ

احتسابِ قادیانیّت

جلد ۴۸

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوۃ

حضوری باغ روڈ، ملتان - فون: 061-4783486

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ!

نام کتاب : احتساب قادیانیت جلداڑتالیس(۴۸)
مصنفین : حضرت مولانا ابوعمر عبدالعزیزؒ
حضرت مولانا حکیم عبدالغنیؒ
حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ
حضرت مولانامفتی غلام مرتضٰی میانویؒ
حضرت مولانا عبدالحئی امرتسریؒ
حضرت مولاناحکیم ولی الدین بھاگلپوریؒ
حضرت مولانا محمد الدینؒ کاہنہ کاچھ
حضرت مولانا محمد یعسوب رحمانیؒ
حضرت مولانا سید محمد عرب مکیؒ

صفحات : ۵۰۴
قیمت : ۳۰۰ روپے
مطبع : ناصرزین پریس لاہور
طبع اوّل : ستمبر ۲۰۱۲ء
ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

فہرست رسائل مشمولہ......احتساب قادیانیت جلد۴۸

عرض مرتب	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ	۴
۱...... تبلیغی تحفہ	حضرت مولانا ابوعمر عبدالعزیزؒ	۷
۲...... الحق المبین	حضرت مولانا حکیم عبدالغنیؒ	۲۱
۳...... مرزائی حقیقت کا اظہار	حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ	۹۹
۴...... ختم نبوت	حضرت مولانا مفتی غلام مرتضٰی میانویؒ	۱۶۵
۵...... تذکرۃ العباد (لکیلا یفتروا باقوال اهل الحاد)	حضرت مولانا عبدالحئی امرتسریؒ	۱۷۹
۶...... محکمات ربانی، لنسخ القائے قادیانی	حضرت مولانا حکیم ولی الدین بھاگلپوریؒ	۳۰۱
۷...... فیصلہ قرآنی معروف بہ تکذیب قادیانی	حضرت مولانا محمد الدینؒ کاہنہ کاچھ	۳۸۱
۸...... حقیقت مرزا	حضرت مولانا محمد یعسوب رحمانیؒ	۴۵۱
۹...... الکلام الفصیح فی تحقیق الحیات المسیح (الملقب بہ اسم تاریخی ابوتر دید غلام احمد قادیانی ۱۹۳۰ء	حضرت مولانا سید محمد عرب مکیؒ	۴۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

عرض مرتب

الحمدللّٰہ و کفٰی و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی امابعد!

قارئین کرام! لیجئے اللہ رب العزت کے فضل وکرم واحسان سے احتساب قادیانیت کی جلد اڑتالیس(۴۸) پیش خدمت ہے۔اس جلد میں سب سے پہلے:

۱...... تبلیغی تحفہ: جناب مولانا ابوعمر عبدالعزیز نے سوال وجواب پر یہ رسالہ مرتب کیا۔ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۲ء میں اوّلاً لاہور سے شائع ہوا۔اس جلد میں پیش خدمت ہے۔

۲...... الحق المبین: مولانا حکیم عبدالغنی ناظم،جھیورانوالی ضلع گجرات نے اس کو ۱۹۳۴ء میں مرتب کیا۔موصوف کے متناقضات مرزا، واعتقادات مرزا پر بھی دو رسائل ہیں۔لیکن وہ دستیاب نہ ہو پائے۔اخبار''روزنامہ احسان لاہور'' کی اشاعت ۲۴؍دسمبر ۱۹۳۴ء میں قادیانیوں کے نوسوال شائع ہوئے۔جس کا مسلمانوں سے جواب طلب کیا گیا تھا۔مولانا عبدالغنی صاحب نے''الحق المبین'' کے نام سے ہر سوال کا تفصیلی جواب دیا۔جس سے یہ کتاب تیار ہوگئی۔خوب معلوماتی اور ثقاہت سے بھرپور کتاب ہے۔مولانا عبدالغنی صاحب کا ۲۰؍مئی ۱۹۶۶ء کو وصال ہوا۔

۳...... مرزائی حقیقت کا اظہار: حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری حنفی میرٹھیؒ ماریشس میں عرصہ تک قیام پذیر رہ کر خدمت اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔آپ کی تبلیغ حق سے سینکڑوں بندگان خدا غیرمسلم افراد نے اسلام قبول کیا۔ان میں قادیانی بھی تھے جو مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کی تبلیغ اسلام سے مسلمان ہوئے۔ان دنوں ماریشس میں قادیانیوں کا مربی ایک حافظ قادیانی تھا۔مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب کی للکار حق کے باوجود کبھی روبرو آنے کی جرأت نہ کر پایا۔مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب نے ایک جلسہ میں اعلان فرمایا کہ میں اب ماریشس چھوڑ کر دوسرے ملک جارہا ہوں۔ابلیس اعظم نے اس قادیانی مربی کے کان میں پھونک ماردی کہ اب موقع ہے ڈینگ پے ڈینگ مار کر حماران قادیان کے سامنے نمبر بنالو۔اس نے ایسے وقت میں دو پمفلٹ لکھ کر شائع کئے۔جن دنوں مولانا شاہ عبدالعلیم سفر کے لئے پابرکاب تھے ان پمفلٹوں کی تقسیم ہوگئی۔آپ نے پمفلٹ لیا۔بحری جہاز کا سفر تھا۔جتنے دن جہاز میں رہے ان تمام پمفلٹس کا جواب لکھ دیا۔قادیانی پمفلٹوں کا نام اظہار حقیقت نمبر۱،۲،۳ تھا۔مولانا نے سب کا جواب''مرزائی اظہار حقیقت'' کے نام سے یہ جامع کتابچہ مرتب فرمادیا۔یکم؍مئی ۱۹۲۹ء کو یہ مکمل ہوا۔مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کا ۲۴؍اگست ۱۹۵۴ء کو

وصال ہوا۔ مدینہ طیبہ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ زہے نصیب!

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی کے جانشین حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم تھے۔ باپ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے قادیانیت کے خلاف اوائل میں تحریک اٹھائی۔ بیٹے نے قومی اسمبلی میں ان کو کافر قرار دلوایا۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی سے فقیر کے استاذ محترم مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ کے برادرانہ تعلقات تھے۔ مل کر ردقادیانیت پر کام کیا۔ اس لئے مولانا شاہ احمد نورانی، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کو ''چچا حضور'' فرمایا کرتے تھے۔ کہاں رہیں اب وہ محبتیں، اب تو عقربی دنیا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

۴...... **ختم نبوت:** حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب میانی ضلع سرگودھا کے رہائشی تھے۔ نامور عالم دین تھے۔ معقولات ومنقولات پر ان کو بھرپور گرفت حاصل تھی۔ آپ کی ایک کتاب ''الظفر الرحمانی فی کسف القادیانی'' احتساب قادیانیت کی جلد اٹھائیس (۲۸) میں ہم شائع کر چکے ہیں۔ آپ کا یہ رسالہ بھی اسی جلد میں شائع ہونا چاہئے تھا۔ مگر اس وقت دستیاب نہ ہوا۔ اب اس جلد میں پیش خدمت ہے۔

۵...... **تذکرة العباد (لکیلا یفتروا باقوال اهل الحاد):** قادیانی دجل کرتے ہیں کہ عذاب آرہے ہیں جو مرزا قادیانی کی تکذیب کی وجہ سے ہیں۔ مصنف نے جواب دیا کہ عذاب کے نزول کے کئی اسباب ہیں۔ نبی کے انکار سے عذاب شئ دگر ہے۔ ورنہ جب بھی عذاب آئے تو کوئی نبی ماننا پڑے گا۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ مؤلف مولانا عبدالحئی بن مولانا محمد عثمان ہیں۔ برقی مطبع امرتسر سے اوّلاً شائع ہوئی۔ خوب معلوماتی کتاب ہے۔

۶...... **محکمات ربانی، لنسخ القائے قادیانی:** حجة اللہ علی الارض حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے ''فیصلہ آسمانی'' کتاب مرزا قادیانی کے رد میں تالیف فرمائی۔ قادیانیت کے نفس ناطقہ عبدالماجد قادیانی بھاگلپوری نے ''القائے ربانی بتردید فیصلہ ابواحمد رحمانی'' اس کتاب کے رد میں تحریر کی۔ اللہ رب العزت نے فضل کا معاملہ فرمایا کہ عبدالماجد قادیانی کے رشتہ دار حکیم حافظ مولانا ولی الدین پورینی بھاگل پوری نے عبدالماجد قادیانی کی کتاب القائے ربانی کے رد میں ''محکمات ربانی لنسخ القائے قادیانی'' تحریر کر کے قادیانیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ یہ کتاب کم از کم ایک صدی قبل کی ہوگی جو اس جلد میں شامل کی جارہی ہے۔

۷...... **فیصلۂ قرآنی معروف بہ تکذیب قادیانی:** حکیم حافظ مولانا محمد الدین کاہنہ کاچھا لاہور نے ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء مرزا قادیانی کی عین حین حیات یہ کتاب شائع کی۔ ۱۳۲۲ھ میں پہلی بار

شائع ہوئی۔اب ۱۴۳۳ھ ایک سو گیارہ سال بعد اس کی دوبارہ اشاعت ہمارے لئے باعث خوشی ہے۔

۸...... **حقیقت مرزا:** مولانا محمد یعسوب رحمانی نے اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی حقیقت ناواقف مسلمانوں کی اطلاع کے لئے بیان کی ہے کہ مرزا قادیانی کو محض صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ نہیں بلکہ نعوذ باﷲ ان کو خدا کا بیٹا اور اس سے بھی بڑھ کر خدا ہونے کا دعویٰ تھا۔آخر میں مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کی صرفی، نحوی، عروضی غلطیاں بھی دکھلائی گئی ہیں۔ایک صدی قبل کا یہ رسالہ اب دوبارہ یہاں شائع ہورہا ہے۔فالحمدللہ!

۹...... **الکلام الفصیح فی تحقیق الحیات المسیح (الملقب بہ اسم تاریخی) ابواب تردید غلام احمد قادیانی ۱۹۳۰ء:** مولانا مفتی قاری حافظ السید محمد عرب مکی حنفی قادری سنوسی نے حیات حضرت مسیح علیہ السلام اور رفع جسمانی قرآن کریم سے ثابت کیا ہے اور قادیان مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب وافتراء کے ثبوت میں نہایت روشن دلائل اور محققانہ مباحث درج کئے ہیں۔

غرض احتساب قادیانیت جلد اڑتالیس (۴۸) میں:

۱...... مولانا ابوعمر عبدالعزیزؒ	کا	۱	رسالہ
۲...... مولانا حکیم عبدالغنیؒ	کا	۱	رسالہ
۳...... حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ	کا	۱	رسالہ
۴...... حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانویؒ	کا	۱	رسالہ
۵...... حضرت مولانا عبدالحئی امرتسریؒ	کا	۱	رسالہ
۶...... حکیم مولانا ولی الدین بھاگلپوریؒ	کا	۱	رسالہ
۷...... مولانا محمد الدینؒ کاہنہ کاچھ	کا	۱	رسالہ
۸...... مولانا محمد یعسوب رحمانیؒ	کا	۱	رسالہ
۹...... مولانا سید محمد عرب مکیؒ	کا	۱	رسالہ

....

گویا ۹ حضرات کے کل ۹ رسائل

احتساب قادیانی کی جلد ۴۸ میں اشاعت پذیر ہورہے ہیں۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ اگلی جلد کی اشاعت تک کے لئے طلب اجازت کے ساتھ دعائے خیر کی درخواست کرتا ہوں۔

فلحمدللہ علیٰ ذالك! محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا!

۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ، بمطابق ۱۸؍اگست ۲۰۱۲ء

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

تبلیغی تحفہ

حضرت مولانا ابو عمر عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

اس سلسلہ اشاعت ’’حرز ایمان‘‘ کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی ہے کہ مرزائی ایجنٹ مرزا صاحب کے اقوال والہامات جو ملمع کی صورت میں پیش کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان اقوال والہامات کو ان کے اصلی رنگ میں ظاہر کر کے امت مسلمہ کو اس گمراہی سے بچایا جائے۔ مرزا قادیانی کے تمام دعاوی جو خدا کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں وہ آپس میں متضاد ہیں۔

نبوت سے انکار

مرزائیوں کے امیر مولوی محمد علی نے دعوت عمل ص۲۰ پر ایک سرخی ’’دعویٰ نبوت کا غلط اعتراض‘‘ کے ماتحت مرزا قادیانی کا ایک اعلان درج کیا ہے۔ جس سے اس کا مقصد مرزا قادیانی کی نبوت سے انکار ہے۔ ذیل میں منقول ہے: ’’اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں۔ کہ یہ شخص نبوت کا مدعی، ملائک کا منکر، بہشت دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلّی منکر ہے۔ لہٰذا میں اظہاراً للحق خاص وعام اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں اس کو یہ الزام سراسر افتراء ہے۔ نہ میں نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں۔ جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں۔ جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔‘‘ (اعلان ۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۳۰) کو شائع ہوا۔

نبوت کا دعویٰ

۱…… (دافع البلاء ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۲۶) ’’تم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھا گیا کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔‘‘

۲...... ’’طاعون گو ستر برس تک دنیا میں رہے قادیان کو اس کے خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ اس کے رسول کی تخت گاہ ہے اور یہ نشان امتوں کے لئے نشان ہے۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۰، خزائن ج۱۸، ص۲۳۰، دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱) پر۔ ’’سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں رسول بھیجا۔‘‘

۳...... اشتہار مرزا قادیانی ’’پس میں جبکہ میں اس وقت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر چشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کروں اور جبکہ خدا تعالیٰ نے یہ میرے نام رکھے ہیں۔ تو میں کیونکر رد کروں اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں۔ ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلے کھلے وحی پر ایمان رکھتا ہوں جو مجھے ہوئی۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۳۵)

آنحضرت ﷺ کی توہین

(الفضل ۲۷ مئی ۱۹۳۰ء) ’’قرآن میں بعض ایسی پیش گوئیاں ہیں۔ جن کا حقیقی مفہوم رسول اللہ ﷺ پر بھی نہیں کھلا۔‘‘

۲...... (ازالہ اوہام ص۷۴۰، خزائن ج۳ ص۳۱۱) ’’آپ نے امت کے سمجھانے کے لئے خود اپنا غلطی کھانا بھی ظاہر فرمایا۔‘‘

۳...... ’’ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

’’خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

۲...... (ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱) ’’حضرت مسیح کی تین نانیاں اور دادیاں زنا کار تھیں اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔‘‘

۳...... (حاشیہ کشتی نوح ص ۶۵ ،خزائن ج ۱۹ ص ۷۱) ’’یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ شراب پیا کرتے تھے شاید بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔‘‘

۴......

اینک منم کہ حسب بشارت آمدم
عیسیٰ کجاست تابنہد پابمنبرم

(ازالہ اوہام ۱۵۸ ،خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)

۵...... (اخبار بدر مورخہ ۹ رمئی) ’’ایک دفعہ حضرت مسیح علیہ السلام زمین پر آئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے۔دوبارہ آ کر دنیا میں کیا بتائیں گے کہ لوگ ان کے آنے کے خواہش مند ہیں۔‘‘

۶...... (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵ ،خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹) (الف) ’’یاد رہے کہ آپ کو کس قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔‘‘

(ب) ’’عیسائیوں نے بہت سے معجزات آپ کے لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا آپ کے ہاتھ میں سوا مکروفریب کے اور کچھ نہیں تھا۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۶ ،خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)

بہشت اور دوزخ سے انکار

’’دوزخ و بہشت اور ان کے آلام ونعیم کا خارجی وجسمانی وجود نہیں ہے۔ بلکہ صرف ظلی ومثالی وجود ہے۔جو انسان کی روحانی حالتوں کے اظلال وآثار ہوں۔‘‘ (دیکھو لیکچر مرزا قادیانی اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۶۷ ،خزائن ج ۱۰ ص ۴۱۳) ’’اور خداتعالیٰ فرماتا ہے: فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارة اعدت للکفرین وبشر الذین آمنو وعملوا الصلحت ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھار ۔مرزائی صاحبان کو اختیار ہے کہ وہ خدا کی بات مانیں یا مرزا کی۔لیکن بات اس کی ماننی چاہئے جو رب العالمین ہے۔

اب مولوی محمد علی مرزائیوں کے امیر جواب دیں کہ بے شک وہ اعلان تو آپ کے حضرت مجدد مرزائے قادیانی کا ہے کہ: ’’میں نبوت ورسالت کے مدعی کو کافر جانتا ہوں۔‘‘ لیکن

دوسرے اقوال ودعاوی کا مدعی کون ہے؟ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔ انصاف! انصاف! انصاف! اگر مولوی محمد علی انصاف پسند ہیں تو اس کا جواب دیں یا مرزائیت چھوڑ دیں۔

اپنی عمر کے متعلق قادیانی نبی منشی غلام احمد آنجہانی کے متضاد بیانات

کراچی کے مولانا احمد صدیق نے منشی غلام احمد آنجہانی کی عمر کے متعلق ان کے متضاد بیانات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذیل کی دلچسپ داستان مرتب کی ہے۔ (زمیندار)

سوال...... مرزا قادیانی فرمایئے کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے عمر کے متعلق کوئی وعدہ کیا ہے کہ آپ کی عمر کتنی ہوگی؟

جواب...... جی ہاں! ''خدائے تعالیٰ نے مجھے صریح الفاظ میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۷، خزائن ج۲۱ص۲۵۹) اس الہام سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کی عمر ۷۴سال سے کم نہ ہونی چاہئے۔ اگر ۷۴سال سے کم نکلی تو مرزا قادیانی کاذب ثابت ہوں گے اور الہام بھی غلط ہوگا۔

موت

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مرزا قادیانی مئی ۱۹۰۸ء میں مرض ہیضہ میں گرفتار ہوکر بمقام لاہور وفات پاگئے۔

پیدائش مرزا قادیانی

سوال...... مرزا قادیانی آپ کب پیدا ہوئے ہیں؟

جواب...... میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے۔

(حیات النبی ص۱۵۹ کتاب البریہ ص۱۴۶، خزائن ج۱۳ص۱۷۷)

سوال...... مرزا قادیانی اس بات کے گواہ کون کون ہیں کہ واقعی آپ ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے؟

جواب...... اے بے باک سندھی ایک گواہ نہیں بلکہ سینکڑوں گواہ اس بات کے ہیں۔ سن کتاب مذاہب اسلام صفحہ ۷۰۔ کتاب محقق ص۹ رسالہ سوانح مسیلمہ کذاب صفحہ، کتاب اخبار الحکم ۱۹۰۴، ۱۹۰۸ء اخبار بدر ۱۹۰۲ء، ۱۹۰۶ء اور میرا خلیفہ اول مولوی نورالدین کی کتاب نورالدین کے ص۷۰ پر لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی ہے۔

سوال...... اور بھی کوئی معتبر گواہ ہے؟

جواب...... ہاں سن! میری کتاب براہین احمدیہ حصہ اوّل ۶۰ پر لکھا ہے کہ: ’’۱۸۳۹ء مطابق ۱۲۵۵ھ دنیا کی تواریخ میں بہت بڑا مبارک سال ہے جس میں خدا تعالیٰ نے مرزا غلام مرتضٰی کے گھر قادیان میں وہ موعود مہدی پیدا فرمایا۔ جس کے لئے اتنی تیاریاں زمین و آسمان پر ہو رہی تھیں۔ ص۶۰ اور مسیح موعود کی ولادت اور راجہ رنجیت سنگھ کی موت کا ایک ہی سال میں واقع ہونا مرسلانہ بعثت کے نشانات کا مظہر ثابت ہوتا ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کسی سلطنت کا تاج تھا جو مسیح موعود کے پیدا ہوتے ہی ۲۷؍ جون ۱۸۳۹ کو گر کر خاک میں مل گیا۔‘‘

(مسیح موعود کے حالات مرتبہ معراج الدین قادیانی ص۶۰،۶۱، ملحقہ براہین احمدیہ ایڈیشن اوّل)

ان مندرجہ تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی آنجہانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے اگر کسی مرزائی کو شک ہو تو کافر ہو کر مرے۔

نتیجہ

اب معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۸ء میں مر گئے تو اس حساب سے مرزا قادیانی کی عمر ۶۹ برس کی ہوتی ہے نہ کہ ۷۴ برس کی لہٰذا الہام غلط اور مرزا قادیانی کاذب ثابت ہوئے ہائے افسوس جب تقدیر بگڑتی ہے تو اپنا خون ہی دشمن ہو جاتا ہے۔

سوال...... مرزا قادیانی اس وقت ۱۸۹۳ء میں آپ کی کتنی عمر ہوگی؟

جواب...... ’’اس عاجز کی عمر اس وقت پچاس برس سے بھی کچھ زیادہ ہے۔‘‘

(نزول المسیح ص۱۷۸، خزائن ج۱۸ ص۵۵۶ و آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۵، خزائن ج۵ ص۵۷۵)

اس حساب سے معلوم ہوا کہ ۵۰+۱۵=۶۵ برس کی عمر ہوتی ہے۔ نہ کہ ۷۴ برس، لہٰذا الہام غلط اور مرزا قادیانی کاذب ثابت ہوئے۔

سوال...... مرزا قادیانی اس وقت ۱۸۹۶ء میں آپ کی کتنی عمر ہوگی۔ بے ایمانی چھوڑ کر جواب دیجئے۔

جواب...... ’’اس وقت ۱۸۹۶ء میں میری عمر ۶۴ برس کی ہے۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۳، خزائن ج۱۹ ص۱۰۹)

مرزا قادیانی کی قابلیت دیکھئے کہ ۱۸۹۳ء میں ۵۰ برس کی عمر بتاتے ہیں تو ۱۸۹۶ء میں

۶۴ برس کے بن گئے۔ حالانکہ ۱۸۹۶ء میں مرزا قادیانی کی عمر ۵۷ برس کی ہوتی ہے۔ مگر وہ مرزا ہی کیا جو سچ بول جائے؟

سوال...... مرزا قادیانی اس وقت ۱۹۰۲ء میں آپ کی کتنی عمر ہوگی؟

جواب...... ”۶۰ برس کی عمر جو تخمیناً میری عمر کا اندازہ ہے۔“ (کتاب منظور الٰہی)

۱۹۰۲ء میں مرزا قادیانی اپنی عمر ۶۰ برس کی بتاتے ہیں۔ اور ۱۹۰۸ء میں مرجاتے ہیں تو اس حساب مرزا قادیانی کی عمر ۶۶ برس کی ثابت ہوتی ہے۔ نہ کہ ۷۴ برس لہٰذا الہام غلط اور مرزا قادیانی کاذب ثابت ہوئے۔

حل طلب معمہ

مرزا قادیانی ۱۸۹۶ء میں اپنی عمر ۶۴ برس کی بتاتے ہیں اور ۱۹۰۲ء میں ۶۰ کی امید ہے کہ پاپائے قادیان اور حضرت لم یبجھ لال بجھکڑ اس معمہ کو جلد حل کریں گے۔ تم نے بیمار محبت کو بھی کیا دیکھا جو یہ کہتے ہوئے جاتے ہوئے دیکھا دیکھا۔

سوال...... اچھا جناب مرزا قادیانی ۱۹۰۲ء میں آپ کی عمر ۶۰ برس کی ہے تو اس وقت ۱۹۰۳ء میں آپ کی عمر کتنی ہوگی؟

جواب...... ”اس وقت ۱۹۰۳ء میں میں عمر میں ستر برس کے قریب ہوں۔“

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۷، خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۲)

مرزائی دوستو! اپنے پیرو مرشد کو سنبھالو ۱۹۰۲ء میں ۶۰ برس کی عمر بتاتے ہیں اور ۱۹۰۳ء پورے ستر برس کے ہوجاتے ہیں بڑھے تو ایک سال اور لکھتے ہیں دس سال۔

سوال...... مرزا قادیانی اس وقت ۱۹۰۴ء میں آپکی کتنی عمر ہوگی۔ ایمانداری سے کہنا؟

جواب...... ”اس وقت ۱۹۰۴ء میں میری عمر ۶۵ برس کی ہے۔“ (بعدالت لالہ موتی رام مہتہ اخبار الحکم ج ۸ نمبر ۹، مورخہ ۱۷، ۳۱ / مارچ ۱۹۰۴ء ص ۲ بی اے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر درجہ اول گورداسپور ۶ / جولائی ۱۹۰۴ء) اور واقعی ٹھیک عمر یہی ہے۔ اس حساب سے معلوم ہوا کہ ۶۵ + ۴ = ۶۹ برس کی عمر مرزا قادیانی کی ہوتی ہے نہ کہ ۷۴ سال لہٰذا الہام غلط اور مرزا قادیانی کاذب ثابت ہوئے۔

سوال...... مرزا قادیانی میں اس وقت ۱۹۰۵ء میں آپ کی عمر کتنی ہوگی۔ ایمان چھوڑ کر کہنا۔

جواب...... ”اب میری عمر ۱۹۰۵ء میں ستر برس کے قریب ہے۔“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۷ مطبوعہ ۱۹۰۵ء خزائن ج ۲۱ ص ۲۵۸)

غرضیکہ مرزا قادیانی:

۱۸۹۳ء میں اپنی عمر ۵۰ برس بتاتے ہیں۔ ۱۸۹۶ء میں اپنی عمر ۶۴ برس بتاتے ہیں۔

۱۹۰۲ء میں اپنی عمر ۶۰ برس بتاتے ہیں۔ ۱۹۰۳ء میں اپنی عمر ۷۰ برس بتاتے ہیں۔

۱۹۰۴ء میں اپنی عمر ۶۵ برس بتاتے ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں اپنی عمر ۷۰ برس بتاتے ہیں۔

پھر کولہو کے بیل کی طرح ۱۹۰۷ء میں اپنی عمر ۶۸ سال لکھتے ہیں۔

(حقیقت الوحی ۲۰۱ء، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۹)

قادیانیو! جو کچھ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اس کے سمجھنے کے لئے زیادہ عقل کی ضرورت نہیں بلکہ میں مرزا قادیانی کی بات سے ہی مرزا کو کاذب ثابت کرتا ہوں۔

(چشمہ معرفت ص ۵۹، خزائن ج ۲۳ ص ۶۷)

سوال...... مرزا قادیانی یہ آخری سوال ہے اور آپ کو آپ کی منکوحہ آسمانی کی قسم دے کر پوچھتا ہوں سچ سچ بتائیے کہ اس وقت ۱۹۰۷ء میں آپ کی کتنی عمر ہوگی؟

جواب...... ''او حرام زادے۔ کافر'' سوئر جنگلی ''ولد حرام'' سن جبکہ تو نے مجھے منکوحہ آسمانی کی قسم دی ہے۔ تو اس میں جھوٹ نہیں بول سکتا کیونکہ ''وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں ضرور آئے گی۔ خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں ہی آجائے یا خدا تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آئے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۱۹)

سوال...... تو آپ کو اب تک امید ہے کہ وہ منکوحہ آسمانی ضرور آپ کے نکاح میں آئے گی۔

جواب...... ''امید کیسی یقین کامل ہے یہ خدا کی باتیں ہیں۔ ٹلتی نہیں۔ ہو کر رہیں گی۔''

(اخبار الحکم ۱۰ راگست ۱۹۰۱ء، تحقیق لاثانی ص ۷۱ ہاں سن)

''اس وقت ۱۹۰۷ء میں میری عمر ۶۸ سال کی ہے۔''

(حقیقت الوحی ص ۲۰۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۹)

تو اب معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کی عمر ۱۹۰۷ء میں ۶۸ برس کی ہے اور ۱۹۰۸ء میں مر جاتے ہیں۔ تو اس حساب سے مرزا قادیانی کی عمر وہی ۶۹ کی ہوتی ہے۔ نہ کہ ۷۴ برس۔ لہٰذا الہام غلط اور مرزا قادیانی ڈبل کاذب ثابت ہوئے۔

سوال...... مرزا قادیانی بس اب میرا یہ ایک ہی آخری سوال ہے۔ سنئے۔

۱...... آپ نے لکھا ہے کہ: ’’ایک دل سے دو باتیں نہیں نکل سکتیں۔ کیونکہ ایسے طریقے پر انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔‘‘ (ست بچن ص۳۱، خزائن ج۱۰ ص۱۴۳)

۲...... ’’ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹ ثابت ہو جائے۔ تو پھر دوسری باتوں میں اس پر اعتبار نہیں ہوتا۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۲۲۲، خزائن ج۲۳ ص۲۳۱)

۳...... ’’جھوٹ بولنے سے مرنا بہتر ہے۔‘‘ (تبلیغ رسالت ص۳۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۳۴)

۴...... ’’جھوٹ بولنا اور گوکھانا برابر ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۰۶، خزائن ج۲۲ ص۲۱۵)

اور آپ نے اپنی عمر کے متعلق ایک نہیں بیسیوں باتیں بنائی ہیں اور سینکڑوں جھوٹ بولے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے اور کیا سبب؟

جواب...... سنئے! میں نے اپنی عمر کے متعلق ہر ایک کتاب میں اس لئے اختلاف کیا ہے۔ کہ پیش گوئی کے غلط ہونے پر میرے کذب کی پردہ پوشی کا کام دیں۔ فقط والسلام (اینٹ البحر) خوب فرمایا ہے مولانا مولوی سید مرتضیٰ حسن صاحب دیو بندی نے کہ ان مرزائیوں اور مرزا کے کفر میں بھی کوئی شک کرے تو وہ بھی کافر ہے۔

رسول کریم ﷺ پر اعتراض

مرزا قادیانی دجال کی عمر مطابق الہام کے جب پوری نہ ہوئی تو مرزائی کہتے ہیں کہ: سرور کائنات فخر موجودات حضرت رسول کریم ﷺ کی عمر کے متعلق بھی اختلاف ہوا ہے اور اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ قیاس کے مطابق اندازہ لگایا گیا۔ چنانچہ حضرت ﷺ کی عمر بعض ۶۰ برس کی بعض ۶۲ برس کی اور بعض ۶۵ برس کی کہتے ہیں۔ مگر ارباب تحقیق ۶۳ کی کہتے ہیں۔

جب اس اختلاف کی وجہ سے رسول کریم ﷺ پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ تو مسیح موعود غلام احمد کی عمر میں اختلاف کی وجہ سے آپ پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

(الفضل ۱۸ر ستمبر ۱۹۳۲ء)

جواب...... مرزائیو! دیکھو مرزا قادیانی لکھتا ہیں کہ: ’’ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا۔‘‘ (دافع الوساوس ص۲۸۸، خزائن ج۵ ص۲۸۸)

اور مرزا قادیانی نے اپنی عمر کے پیش گوئی کی ہے کہ: ’’اگر مطابق الہام کے میری عمر پوری نہ ہوئی تو میں کاذب ٹھیروں گا۔‘‘ اس لئے مرزا قادیانی کاذب۔

مرزا قادیانی کا علم غیب

’’علم غیب پر مجھے اس طرح قابو حاصل ہے جس طرح سوار کو گھوڑے پر ہوتا ہے۔‘‘

(ضرورت امام ص۱۳، خزائن ج۱۳ص۴۸۳)

مرزا قادیانی کی عمر کے اکثر حصہ کی کارگزاری

’’میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی اور اشتہارات شائع کئے ہیں۔ کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں جمع کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔‘‘

(تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ص۱۵۵)

ایک اشتہار جو مرزا قادیانی نے حسین کامی سفیر سلطان المعظم استنبول کیخلاف چھپوایا تھا۔ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ ناظرین کو اس اشتہار کے تعارف کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ آپ کو اس کے مطالعہ سے پوری پوری واقفیت ہو جائے گی۔ (مؤلف)

حسین کامی سفیر سلطان روم

’’پرچہ اخبار۱۵؍مئی ۱۸۹۷ء ناظم الہند لاہور میں جو ایک شیعہ اخبار ہے۔ سفیر مذکور العنوان کا ایک خط چھپا ہے جو بالکل گندہ اور خلاف تہذیب اور انسانیت ہے اور اس خط کے عنوان میں یہ لکھا ہے کہ سفیر صاحب متواتر درخواستوں کے بعد قادیان میں تشریف لے گئے اور پھر متأسف اور مکدر اور ملول خاطر واپس آئے اور پھر یہی ایڈیٹر لکھتا ہے کہ یہ سنا گیا تھا کہ سفیر صاحب کو اس لئے قادیان بلایا تھا کہ ان کے ہاتھ پر توبہ کریں۔ کیونکہ وہ نائب حضرت خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ان افتراؤں کا بجز اس کے کیا جواب دیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر گواہ ہے کہ مجھے دنیاداروں اور منافقوں کی ملاقات سے اس قدر بیزاری اور نفرت ہے جیسا کہ نجاست سے۔ مجھے نہ سلطان روم کی طرف کچھ حاجت ہے اور نہ اس کے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے……!

میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکرگزاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی میں کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے

زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔شاید بہت سے لوگ اس فقرہ سے ناراض ہوں گے مگر یہی حق ہے یہی باتیں ہیں کہ سفیر مذکورہ کے ساتھ خلوت میں کی گئیں تھیں جو سفیر کو بری معلوم ہوئیں۔ سفیر مذکور نے خلوت کی ملاقات کے لئے خود التجا کی اور اگرچہ مجھ کو اس کی اول ملاقات میں ہی دنیا پرستی کی بدبو آئی تھی۔اور منافقانہ طریق دکھائی دیا تھا۔مگر حسن اخلاق نے مجھے بوجہ مہمان ہونے کے اس کے اجازت دینے کے لئے مجبور کیا۔نام بردہ نے خلوت کی ملاقات میں سلطان روم کے لئے ایک خاص دعا کرنے کے لئے درخواست کی۔اور یہ بھی چاہا۔کہ آئندہ اس کے لئے جو کچھ آسمانی قضاء قدر سے آنے والا ہے۔اس سے وہ اطلاع پائے۔

میں نے اس کو صاف کہہ دیا کہ سلطان کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔یہی وہ باتیں تھیں جو سفیر کو اپنی بدقسمتی سے بہت بری معلوم ہوئیں۔میں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے اور خدا سچے تقویٰ وطہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے۔اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔مگر میں اس کے دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت ہی برا مانتا تھا اور یہ ایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ سلطنت روم کے اچھے دن نہیں ہیں اور پھر اس کا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے کہ زوال کے علامات موجود ہیں۔ماسوا اس کے میرے دعوے مسیح موعود اور مہدی معہود کے بارے میں بھی کئی باتیں درمیان آئیں۔میں نے اس کو بار بار سمجھایا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور کسی خونی مسیح اور خونی مہدی کا انتظار کرنا جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے یہ سب بیہودہ قصے ہیں۔

اس کے ساتھ میں نے یہ بھی اس کو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا۔وہ کاٹا جائے گا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں اور میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعے فرمایا تھا۔وہی کہا تھا۔اور پھر ان تمام باتوں کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کا بھی ذکر آیا اور جیسا کہ میرا قدیم سے عقیدہ ہے۔میں نے اس کو بار بار کہا کہ ہم اس گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکر گزار ہیں۔کیونکہ اس کے زیر سایہ اس قدر امن سے زندگی بسر کر رہے

کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز امید نہیں کہ وہ امن حاصل ہوسکے کیا میں استنبول میں امن کے ساتھ اس دعویٰ کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے کی سب روایتیں جھوٹ ہیں کیا یہ سن کر اس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کریں گے اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کرے گا کہ ان کی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سلطان روم سے کوئی فائدہ ان سب باتوں کو سفیر مذکورہ نے تعجب سے سنا اور حیرت سے میرا منہ دیکھتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خط میں جو ناظم الہند ۱۵؍مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔ میرا نام نمرود اور شداد اور شیطان رکھتا ہے اور مجھے جھوٹا اور مزور اور مورد غضب الٰہی قرار دیتا ہے۔ لیکن یہ سخت گوئی اس کی جائے افسوس نہیں کیونکہ انسان نابینائی کی حالت میں سورج کو بھی تاریک خیال کرسکتا ہے۔ اس کے لئے بہتر تھا کہ میرے پاس نہ آتا میرے پاس سے ایسی بدگوئی سے واپس جانا اس کی سخت بدقسمتی ہے اور مجھے کچھ ضرر نہ تھا کہ میں اس کی یاوہ گوئی کا ذکر کرتا۔ مگر اس نے بپاداش نیکی ہر ایک شخص کے پاس بدی کرنا شروع کیا۔ اور بٹالہ اور امرت سر اور لاہور میں بہت سے آدمیوں کے پاس وہ دل آزار باتیں میری نسبت اور میری جماعت کی نسبت کہیں کہ ایک شریف آدمی باوجود اختلاف رائے کے کبھی زبان پر نہیں لاسکتا۔ افسوس کہ میں نے بہت شوق اور آرزو کے بعد گورنمنٹ روم کا نمونہ دیکھا تو یہ دیکھا اور میں مکرر ناظرین کو اس طرح توجہ دلاتا ہے کہ مجھے اس سفیر کی ملاقات کا ایک ذرہ شوق نہ تھا بلکہ جب میں نے سنا کہ لاہور کی میری جماعت اس سے ملی ہے تو میں نے بہت افسوس کیا اور ان کی طرف علامت کا خط لکھا کہ یہ کارروائی میرے منشاء کے خلاف کی گئی۔

پھر آخر سفیر نے لاہور سے ایک انکساری کا خط میری طرف لکھا کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ سو اس کے الحاح پر میں نے اس کو قادیان آنے کی اجازت دی لیکن اللہ جل شانہ جانتا ہے جس پر جھوٹ باندھنا لعنت کا داغ خریدنا ہے کہ اس عالم الغیب نے مجھے پہلے سے اطلاع دے دی تھی کہ اس شخص کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اب میں سفیر مذکور کا انکساری خط جو میری طرف پہنچا تھا اور پھر اس کا دوسرا خط جو ناظم الہند میں چھپا ہے۔ ذیل میں لکھتا ہوں ناظرین خود پڑھ لیں اور نتیجہ نکال لیں اور ہماری جماعت کو چاہئے کہ آئندہ ایسے اشخاص کے ملنے سے دستکش رہیں۔ آسمانی سلسلہ سے دنیا پیار نہیں کرسکتی۔ المشتہر خاکسار مرزاغلام احمد قادیانی

نقل اس خط کی جو سفیر نے لاہور سے ہماری ملاقات کی درخواست کے لئے بھیجا تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم جناب مستطاب معلیٰ القاب قدوة المحققين قطب العارفين حضرت پيردستگير مرزا غلام احمد صاحب دام کراماته، چوں اوصاف جميله واخلاق حميده آں ذات ملکوتی صفات درشهر لاهور بسمع ممونيت واز مريدان سعادت انتسابان تقارير وتصانيف عاليه آں حجته مقام بدست احترام و ممونيت رسيد لهٰذا سودائے زيارت ديدار ساطع الانوار سويد اے دل ثناء لبريز اشتياق کرده است انشاء الله تعالیٰ۔ از لاهور بطريق امرتسر به خاکپائے روحانيت احتویٰ سامی خواهم رسيدودريں خصوص تلغراف برحضور سراسر نور مقدس خواهم کشيد فقط حسين کامی سفير سلطان المعظم۔ (مهر)

نقل اس خط کی جو سفیر کی طرف سے ناظم الہند ۱۵؍مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔

بحضور سيد السادات العظام وفخر النجباء الکرام مولانا سيد محمد ناظر حسين صاحب ناظم ادام الله فيوضه وظل عاطفته، سيدی ومولائی؟ التفات نامه ذات سامے شمابدست بتجيل واحترام مارسيد الحق ممونيت غير مترقبه عظمیٰ بخشيد۔ فدايت شويم که استفسار احوال غرائب اشتمال قاديان وقاديانی رافرموده بوديداکنوں مابکمال تمکين ذيلاً بخدمت والاتهمت عالی بيان وافاده ميکنيم که ايں شخص عجيب وغريب از صراط المستقيم اسلام برگشته قدم بردائره عليهم الضالين گزاشته وتزوير محبت حضرت خاتم النّبيين رادرپيش گرفته وبزعم باطل خويش باب رسالت را مفتوح دانسته است شائسته هزاراں خنده است که فرق دربين نبوت ورسالت پند اشته است ومعاذ اللّٰه تعالیٰ ميگويد که خدا وند عالم رسول ﷺ راگا هے۔ درفرقان حميد وقرآن مجيد بعنوان خاتم المرسلين معين نه کرده است فقط بخطاب خاتم النّبيين اکتفاء فرموده است۔ القصه اينکه اول خود را ولی ملهم ميگفت بعده مسيح موعود گشته آهسته آهسته بقول مجرد خود صعود بمرتبه عاليه مهدويت

کردہ استعیذ باللہ تعالیٰ خودرا ازخود رائی بپائی معلائی رسالت رساندست بناء علی ھذا ظن غالب مابران است کہ بترفی پنجمین قدم برسریر کشداد نمرود تھا وہ کلاہ الوھیت برسرکش خود کہ کان خیالات فاسدہ ومعدن مالیخولیا وھذیانات باطلہ است میگزار دوعجب ست کہ شاعر معجز بیان در حق این ضعیف الاعتقاد والبنیان چند سال قبل ازیں گویا بطور پیشین گوئی تدوین ایں شعر دردیوان اشعار آبد ارخود کردہ است۔ سال اوّل مطرب آمد سال دویم خواجہ شد، بخت گریاری کندامسال سید میشود، خلاصہ ازیں سخنہادرگزرید اورا بر شیطنشن پسریدہ مارا از پریشان نویسی معاف دارید عزیزا اسلام را مارا بجناب شریعت مدار مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب وجناب داروغہ عبدالغفور خان صاحب برسانید وسانٹمٹر یائی خود راگرفتہ بصوب ماروانہ کنید تاکہ ازدار الخلافۃ اسلامبول کفش مسجدے مطابق آن بطلبم ودرھر خصوص برذات عالی شما تقدیم مراسم احترام کاری کردہ مسارعت براستبتنای طبع عالی می نمایم والسلام!

(الراقم حسین کامی مطبوعہ ضیاء السلام قادیان ۲۴؍مئی ۹۷ء مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۱۲ تا ۴۱۹)

اشتہار کو شروع سے اخیر تک پڑھنے سے مالیخولیا اور ہذیان کے سوا کوئی خوبی نظر نہیں آتی اور ایسے ہی دوسرے مکتوبات ہیں جن پر ملمع چڑھا کر عوام کو شیطان کے پھندے میں پھنسایا جاتا ہے۔ ہمارے مرزائی بھائی بھی سمجھ چکے ہیں کہ واقعی مرزا قادیانی کذاب تھے۔ لیکن محض تعصب اور عار کی بناء پر ان کی تقلید میں غرق ہیں۔ مگر ان کی عقل دشمنی کا کہاں تک ماتم کیا جائے کہ ابو طالب کی روح ودوزخ کی تار کو اپنی عسار پر ترجیح دے کر اپنے کو ہمیشہ کے لئے ضلالت کے گڑھے میں پھینک رہے ہیں۔

حالانکہ خدائی پکار ببانگ دھل تیرہ سوسال سے گونج رہی ھے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ اب ہم تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لئے اسی دین اسلام کو پسند فرمایا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

الحق المبین

حضرت مولانا حکیم عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ۰

وعلیٰ اٰلہ الطاھرین واصحابہ اجمعین۰امابعد!

اخبار’’احسان‘‘ جوایک اسلامی مؤقر اخبار ہے اس کی اشاعت ۲۴؍دسمبر ۱۹۳۴ء میں مرزائیوں کی طرف سے چند سوالات شائع ہوئے تھے جو یا تو کسی متلاشی حق مرزائی نے تحقیق حق کے لئے لکھے ہیں یا کسی متعصب نے جرح قدح کیلئے۔ بہرکیف ہر صورت میں ان کا جواب باصواب لکھنا ضروری ہے۔

وقت کی سب سے بڑی ضرورت اور اسلام کی خدمت یہ ہے کہ مرزائیوں کے ہر قسم کے سوالات کے معقول اور دندان شکن جوابات دیئے جائیں اور ہر فرد مسلم ومرد مومن کو اسلام کی صحیح تعلیم کے ساتھ ساتھ قادیانی مذہب کے عقائد فاسدہ اور خیالات کاسدہ سے پوری طرح واقف کیا جائے تاکہ عام لوگ جو دین سے بے خبر اور سادگی کے سبب مرزائیوں کی چکنی چپڑی باتوں سے ان کے دام تزویر میں پھنس جاتے ہیں وہ مرزائیت کی حقیقت سے واقف ہوکر ان کے پھندے میں نہ آئیں جو لوگ بدقسمتی سے ان کا شکار ہوچکے ہیں وہ دوبارہ اسلام میں واپس آجائیں۔

تجربہ شاہد ہے کہ اکثر سعید روحیں ایسی ہیں۔ جو ناواقفی کی بناء پر مرزائیت کا شکار ہوجاتی ہیں مگر پھر صحیح واقفیت بہم پہنچنے پر دوبارہ صراط مستقیم اختیار کرنے کو عار نہیں سمجھتیں اور علی الاعلان صداقت کو قبول کرلیتی ہیں۔ لہٰذا ایسے مضامین کی اشاعت نہایت ضروری ہے جو عام فہم الفاظ میں مرزائیت کے ڈھول کا پول ظاہر کریں۔ ممکن ہے کہ کوئی صاحب خالی الذہن ہوکر خلوص نیت سے مطالعہ کر کے حقیقت کو پالے اور مرزا سے قطع تعلق کر کے دوبارہ سید المرسلین، خاتم النّبیین، شفیع المذنبین، رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے دامن میں آکر پناہ لے۔

حاشا وکلا: مجھے مرزا قادیانی سے نہ کوئی ذاتی عناد ہے اور نہ دلی پرخاش بلکہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ہاں مطالعہ کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی تعلیم اور ان کے تمام دعاوی اسلامی تعلیم کے برخلاف ہیں اور ان کی جماعت بھی تقلید اعمیٰ میں مبتلا ہوکر

غلط راہ پر جارہی ہے۔ صحیح رستہ وہی ہے جو حضورﷺ نے بتایا تھا ما انا علیہ واصحابی[۱] اور نجات کا دارومدار بھی آپ ہی کی پیروی اور تابعداری پر منحصر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ’’قل اطیعو اللّٰہ والرسول فان تولوا فان اللّٰہ لا یحب الکافرین (آل عمران:۳۲)‘‘ ﴿کہو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ پھر جائیں تو اللہ انکار کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔﴾ اور شیخ سعدیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید

ہرگز بمنزل نخواھد رسید

مگر مرزا قادیانی ہیں کہ اپنی ہی تعلیم اور اپنی بیعت کو مدار نجات[۲] ٹھہراتے ہیں۔ نعوذ باللّٰہ!

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

پس میں مرزا قادیانی کی جماعت کے لئے دل سے چاہتا ہوں کہ وہ اس غلط راستہ کو ترک کر کے راہ راست پر آجائے اور نئی تعلیم کو چھوڑ کر وہی پرانی تعلیم اختیار کرے جو ساڑھے تیرہ سو سال سے چلی آتی ہے۔ کیونکہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار[۳] ‘‘اسی غرض کے لئے چند ایک ٹریکٹ بھی لکھے ہیں اور ان کے سوالات کے

۱؎ ’’وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یا رسول اللّٰہ لقال ما انا علیه واصحابی‘‘ ﴿میری امت تہتر فرقوں پر متفرق ہوگی۔ سوائے ایک گروہ کے وہ سب دوزخی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہﷺ وہ کونسا گروہ ہے جو بہشتی ہے فرمایا جس طریق پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔﴾

(مشکوٰۃ مترجم ج۱ ص۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

۲؎ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کہ کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا۔‘‘

(اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵ برحاشیہ)

۳؎ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ ہے۔

جوابات بھی لکھتا ہوں کہ شاید کوئی سعید روح ان کے مطالعہ سے ہدایت پا کر سواد اعظمؒ کے ساتھ شامل ہو جائے اور سعادت کونین وثواب دارین حاصل کرے۔ وما علینا الا البلاغ!

مرزائی سوالات کے جوابات

سوال اوّل...... آپ کے نزدیک وہ کونسے عقائد ہیں جو اصل الاصول کہلانے کے مستحق ہیں؟

جواب...... اہل السنّت والجماعت کے نزدیک وہی عقائد اصل الاصول ہیں۔'' جو ایمان کی صفتوں'' کے نام سے مشہور ہیں اور جن سے مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف ہے اور مرزائیت سے پہلے شاید جناب سائل صاحب بھی جانتے ہوں گے اور فقہ کی چھوٹی سے چھوٹی کتاب نجات المومنین میں بھی اختصار کے باوجود صاف طور پر لکھا ہے جو یہ ہے۔

صفت ایمان رب منعم ، ملك، كتب، انبياء
آخر اٹھن گور تھیں، نیکی بدی خدا

ہاں اگر قرآن مجید سے ہی حوالہ مطلوب ہے تو لیجئے۔ وہ بھی سنئے۔ اللہ جل شانہ تبارک وتعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ''یایها الذین آمنوا آمنوا بالله ورسوله والکتاب الذی نزل علی رسوله والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر بالله وملائکته ورسله والیوم الآخر فقد ضل ضللا بعیدا (النساء:۱۳۶)'' ﴿اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور پچھلے دن کا انکار کرتا ہے۔ وہ گمراہی میں دور نکل گیا۔﴾

اس آیت کے نیچے مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''پہلے ایمان سے مراد ایمان ظاہری اقرار باللسان ہے اور دوسرے ایمان سے مراد تکمیل ایمانی ہے جس میں تصدیق بالقلب اور اس کے مطابق عمل بھی شامل ہیں۔ چونکہ ذکر منافقین کا تھا۔ اس لئے فرمایا کہ صرف منہ کا ایمان فائدہ نہیں دیتا جب تک اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔''

۲ ''قال رسول اللہ ﷺ اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار'' ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرو پس تحقیق جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا۔ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔﴾ (مشکوٰۃ، مترجم، ج۱ ص۴۳)

آیت مذکورہ بالا میں ’’والبعث بعد الموت ‘‘یعنی مرنے کے بعد جی اٹھنے کا ذکر نہیں آیا۔اس لئے اس مضمون کی آیت دوسری جگہ سے لکھی جاتی ہے:’’ثم انکم بعد ذلك لمیتون۔ ثم انکم یوم القیمة تبعثون (مؤمنون:۱۶،۱۵)‘‘ ﴿پھر تم اس کے بعد یقیناً مرنے والے ہو۔ پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔﴾ اس مضمون کی اور بہت سی آیات آئی ہیں۔جن کے اندراج کی یہاں گنجائش نہیں۔

رہا’’ایمان بالقدر‘‘ کا ثبوت تو اس کے متعلق بھی کئی آیات شریفہ ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:’’وان تصبهم حسنة یقولوا هذه من عند اللّٰه ج وان تصبهم سیئة یقولوا هذه من عندك قل کل من عند اللّٰه (نساء:۷۸)‘‘ ﴿اور اگر ان کو بھلائی پہنچتی ہے، کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو دکھ پہنچتا ہے کہتے ہیں یہ تیری وجہ سے ہے۔ کہو سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔﴾ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ بھلائی، برائی یا دکھ سکھ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے اور والقدر خیره وشره من اللّٰه تعالیٰ کے یہی معنی ہیں۔

نص کی موجودگی میں حدیث شریف کا پیش کرنا، تحصیل حاصل ہے۔مگر تبرکاً حضور ﷺ کا ارشاد بھی سن لیجئے:’’عن ابی هریرةؓ قال کان رسول اللّٰه ﷺ یوم بارزا للناس فاتاه رجل فقال ماالایمان قال الایمان ان تؤمن باللّٰه وملائکته وبلقائه ورسله وتؤمن بالبعث‘‘ ﴿ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ یکایک آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، فرشتوں پر اور (آخرت) میں اللہ کے ملنے پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور قیامت کا یقین کرو۔﴾ (بخاری ج۱، کتاب الایمان، ص۱۲، مطبوعہ مصر)

یہی حدیث ترمذی میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے:’’قال یا محمد ما الایمان قال ان تؤمن باللّٰه وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر والقدر خیره وشره‘‘ ﴿اس نے کہا: اے محمد ﷺ! ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر۔﴾ (ترمذی، مترجم، جلد دوم، ص۲۲۷)

یہ عقائد ہیں جو اصل الاصول ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے مگر مرزا

قادیانی نے شرک فی التوحید کا ارتکاب بھی کیا اور شرک فی الرسالت کا بھی، توہین انبیاء کے مرتکب بھی ہوئے اور انکار علامات قیامت کے بھی۔ اس لئے ان کی پیروی سراسر جہالت ہے اور ان کی تابعداری ضلالت۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

رسول قادیانی کی رسالت
بطالت ہے جہالت ہے ضلالت

مرزا قادیانی کے شرک فی التوحید کا ثبوت یہ ہے کہ خود خدا بنے۔ اصل عبارت یہ ہے:
’’میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔‘‘

(کتاب البریہ ص۷۹، خزائن ج۱۳ ص۱۰۳، آئینہ کمالات ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص۵۶۴)

شرک فی الرسالت کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن مجید کی کئی آیات جو حضور ﷺ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ مرزا قادیانی خود ان کا مصداق بنتے ہیں۔ مثلاً: ’’وما ارسلنك الا رحمةً للعلمین (انجام آتھم، طبع دوم، ص۷۸، خزائن ج۱۱ ص۷۸)‘‘ ’’قل ان کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی یحببکم اللّٰه‘‘ (اربعین نمبر۳ ص۵ طبع دوم، انجام آتھم ص۵۲، خزائن ج۱۱ ص۵۲)

اس کے علاوہ اپنی کتاب (نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷) پر لکھتے ہیں:

آدم نیز احمد مختار
در برم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ داد است ہر نبی راجام
داد آں جام را مرا بتمام
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم زکسے

توہین انبیاء کا ثبوت یہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ’’ضمیمہ انجام آتھم‘‘ میں ص۷ پر نہایت گندے الفاظ استعمال کئے ہیں اور ’’ازالہ اوہام‘‘ میں ان کے معجزات کو عمل الترب (مسمریزم) قرار دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس مضمون کو مفصل دیکھنا ہو تو ہمارا رسالہ ’’اعتقادات مرزا‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

سوال دوم...... کیا آپ قرآن مجید میں اختلاف کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو پھر یہ آیہ شریفہ ’’ولو کان من عند غیر اللّٰه لوجدوا فیه اختلافا کثیرا (نساء:۸۲)‘‘ کو مدنظر رکھتے ہوئے تطبیق کی صورت آپ کے نزدیک مسئلہ ناسخ و تنسیخ ہے یا کوئی اور طریق؟

جواب...... قرآن مجید میں کوئی اختلاف نہیں۔ خود یہی آیت شہادت دے رہی ہے کہ کلام الٰہی اختلاف سے مبرّا اور منزہ ہے: ’’افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیہ اختلافا کثیرا (نساء:۸۲)‘‘ ﴿پھر کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے اور اگر یہ ہی غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو تم اس میں بہت اختلاف پاتے۔﴾

پس اگر کسی کو کہیں اختلاف معلوم ہو تو یہ اس کی سمجھ کا قصور ہے۔ ہاں مرزا قادیانی کے کلام میں بہت سے اختلافات ہیں جو اسی معیار کے مطابق ان کے تمام دعاوی کو باطل ٹھہراتے ہیں۔ اگر مرزا قادیانی کے اختلاف دیکھنے ہوں تو ہمارا رسالہ ’’تناقضات مرزا‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔ ناسخ منسوخ کے مسئلہ کا یہ منشاء نہیں جو آپ نے سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب کچھ اور ہے کسی عالم سے سمجھنے کی کوشش کریں۔

سوال سوم...... قرآن مجید کی وہ کونسی آیت ہے جس سے بطور صراحت النص کے باب نبوت غیر تشریعی تابع شریعت محمدیہ مسدود ثابت ہوتا ہے؟

جواب...... وہ آیت یہ ہے جس سے باب نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے: ’’ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین وکان اللّٰہ بکل شیء علیما (احزاب:۴۰)‘‘ ﴿محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں اور لیکن خدا کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے والا ہے۔﴾

۱...... خاتم النّبیین کی تفسیر خود حضور سراپا نور ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے: ’’لا نبی بعدی‘‘ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مشکوٰۃ مترجم ج۴ ص۸۱، مطبوعہ نورالاسلام، امرتسر)

۲...... مرزا قادیانی نے بھی اس آیت کا ترجمہ وتفسیر یہی کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ’’ماکان محمد اباً احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین‘‘ محمد تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے۔ مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔

(ازالہ اوہام ص۶۱۴، خزائن ج۳ ص۴۳۱)

۳...... مرزا قادیانی اپنے ایک مرید کو خط میں لکھتے ہیں: ’’اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت پر ختم ہو گئی ہے۔‘‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین‘‘ اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے۔‘‘ (مسیح موعود اور ختم نبوت ص۴، بحوالہ اخبار الحکم نمبر ۲۹ ج۳ مورخہ ۱۷؍اگست ۱۸۹۹ء)

۴...... مرزا قادیانی کے ایک مخلص مرید مولوی محمد علی صاحب لاہوری مفسر قرآن اپنی تفسیر میں اس آیت کا ترجمہ یہی لکھتے ہیں کہ: ’’محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔‘‘ (بیان القرآن ج۳ ص۱۵۱۵)

رہا یہ امر کہ کیا نبوت غیر تشریعی (ظلی، بروزی وغیرہ) بھی بند ہے سو اس کے لئے بھی مرزا قادیانی کا یہی شعر کافی ہے:

هست او خیر الرسل خیر الانام
هر نبوت را بروشد اختتام

(سراج منیر ص ح، خزائن ج۱۲ ص۹۵)

اہل السنّت والجماعت کے نزدیک حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا یا کسی کو سچا نبی کہنے والا کافر ہے چنانچہ علامہ اسمٰعیل حقیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ’’قال اھل السنة والجماعة لا نبی بعد نبینا لقوله تعالیٰ:﴿ولکن رسول الله وخاتم النّبیین﴾ وقوله ﷺ لا نبی بعدی ومن قال بعد نبینا نبی. یکفر لانه انکر النص۔ کذلك لو شك فیه لان الحجة تبین الحق من الباطل ومن ادعی النبوة بعد موت محمد ﷺ لا یکون دعوة الا باطلا ‘‘﴿اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:’’ولکن رسول الله وخاتم النّبیین ‘‘اور حضور ﷺ نے فرمایا دیا ہے:’’لا نبی بعدی ‘‘ اور جس نے ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبی مانا وہ کافر ہے۔ اس لئے کہ اس نے نص کا انکار کیا۔ ایسے ہی اگر کسی نے اس میں شک کیا تو وہ بھی کافر ہے۔ اس لئے کہ دلیل نے حق کو باطل سے واضح کر دیا اور جس نے حضور اقدس ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کا دعویٰ باطل ہوگا۔﴾

(تفسیر روح البیان ج۷ ص۱۸۸)

مرزا قادیانی کے نزدیک بھی آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا مدعی کافر ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ’’سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ختم المرسلین ﷺ کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ محمد مصطفیٰ پر ختم ہوگئی۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۳۰،۲۳۱)

سائل کا جواب تو ہو ہی چکا مگر یہ جواب ادھورا رہ جائے گا اگر اس کے متعلق دوسرے شبہات کا جواب بھی نہ دیا جائے۔ چنانچہ......

پہلا شبہ…… یہ کہا جاتا ہے کہ اگر آنحضرت کے بعد نبوت بند ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو وہ نبی ہوں گے یا نبوت سے معزول کردیئے جائیں گے؟

جواب…… اس کا جواب ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں دیتے بلکہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر سے دیتے رہیں جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں اور مرزا قادیانی کے نزدیک مسلمہ اور معتمد ہیں وہ آیت ﴿خاتم النّبیین﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یرید لو لم اختم به النّبیین لجعلت له ابناء ''یعنی آیت ﴿خاتم النّبیین﴾ میں اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اگر حضور ﷺ کے وجود گرامی سے نبیوں کو ختم نہ کرتا تو آپ کو بیٹا عطا کرتا (جو آپ کے بعد نبی ہوتا۔)''ان الله لما حکم ان لا نبی بعده لم یعطه ولدا یصیر رجلا ''یعنی جب اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی تو آپ کو ایسا بیٹا ہی نہیں دیا جو جوانی کو پہنچتا۔''وکان الله بکل شیء علیما ''ای کان فی علمه انه لا نبی بعده۔ یعنی یہ بات پہلے ہی اس کے علم میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔وان قلت قد صح ان عیسیٰ علیه السلام ینزل فی آخر الزمان بعده وهو نبی قلت ان عیسیٰ علیه السلام ممن نبی قبله وحین ینزل فی آخر الزمان ینزل عاملاً بشریعة محمد ﷺ ومصلیاً الیٰ قبلته کانه بعض امته۔ یعنی اگر تو کہے (اعتراض کرے) کہ حضرت عیسیٰ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے اور وہ نبی ہیں تو میں کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ ان میں سے ہیں جو آنحضرت ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں اور جب آخر زمانہ میں نازل ہوں گے تو شریعت محمدی ﷺ پر عمل کریں گے اور آپ کے قبلہ (خانہ کعبہ) کی طرف ہی (منہ کرکے) نماز پڑھیں گے گویا وہ آپ کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔ (تفسیر خازن، جلد سوم ص۴۸۰)

حضرت ابن عباسؓ نے اس تفسیر میں مندرجہ ذیل امور کا فیصلہ کردیا ہے۔

۱…… آنحضرت ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲…… آپ کی اولاد نرینہ کے زندہ نہ رہنے میں بھی خدا تعالیٰ کی یہی مصلحت تھی کہ آپ کے بعد نبوت جاری نہیں۔

ابن ماجہ کی یہ حدیث''لو عاش ابراهیم لکان صدیقا نبیاً ''یعنی ابراہیم زندہ ہوتے تو ضرور سچے نبی ہوتے جو اکثر مرزائی پیش کیا کرتے ہیں اگرچہ یہ حدیث راوی کے مجروح ہونے کے سبب ضعیف ہے تاہم اس کا جواب بھی ہوگیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی لئے زندہ نہ رہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد باب نبوت مسدود ہے۔

۳…… اور مندرجہ بالا شبہ کا جواب بھی دے دیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا ختم نبوت کے منافی نہیں کیونکہ وہ حضور سے پہلے کے نبی ہیں بعد کے نہیں۔

واضح ہو…… کہ مرزا قادیانی کا شبہ کوئی نیا شبہ نہیں ہے اور نہ اس میں مرزا قادیانی کی کوئی جدت ہے بلکہ یہ شبہ مرزا قادیانی سے بہت عرصہ پہلے معتزلی اور جہمی فرقوں کے بعض لوگ پیش کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا انکار کر چکے ہیں اور نزول مسیح کی احادیث کو مردود قرار دے چکے ہیں۔ چنانچہ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں قول مع استدلال نقل کر کے نہایت دندان شکن جواب دیا ہے جو یہ ہے: ''وانکر بعض المعتزلة والجهمية ومن وافقهم وزعموا ان هذه الاحاديث مردودة بقوله تعالیٰ ﴿وخاتم النّبيين﴾ وبقوله ﷺ لا نبی بعدی، وباجماع المسلمين انه لا نبی بعد نبينا ﷺ وان شريعته مؤبدة الیٰ يوم القيمة لا تنسخ، وهذا استدلال فاسد لانه ليس المراد نزول عيسیٰ انه ينزل نبياً بشرع ينسخ شرعنا ولا فی هذه الاحاديث ولا فی غيرها شیء من هذا۔ بل صحت هذه الاحاديث هنا وما سبق فی كتاب الايمان وغيرها انه ينزل حكما مقسطا يحكم بشرعنا ويحيی من امور شرعنا ما هجره الناس''

''اور معتزلی، جہمی اور ان کے موافق کے بعض لوگوں نے انکار کیا ہے اور انہوں نے گمان کیا ہے کہ یہ حدیثیں بوجوہات ذیل مردود ہیں:

۱…… خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ ''نبیوں کے ختم کرنے والے'' ہیں اور

۲…… آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں'' اور

۳…… تمام مسلمانوں کا اجماع اس بات پر ہے کہ ''ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔'' اور آپ کی شریعت دائمی ہے قیامت تک منسوخ نہ ہوگی۔

اور یہ استدلال فاسد ہے اس لئے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے یہ مراد نہیں کہ وہ تشریعی نبی ہو کر آئیں گے۔ جس سے ہماری شریعت منسوخ ہو جائے گی اور نہ ہی ان حدیثوں اور دوسری حدیثوں میں اس بات کا کوئی ذکر ہے بلکہ ان حدیثوں اور ''کتاب الایمان'' کی حدیثوں سے گزر چکی ہیں، ثابت ہوتا ہے کہ وہ حاکم عادل ہو کر نازل ہوں گے اور ہماری شریعت کے مطابق حکم کریں گے اور ہماری شریعت کے ان امور کو زندہ کریں گے جو لوگوں نے چھوڑ دیئے ہیں۔''

(نووی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۳، مطبوعہ ۱۳۰۱ھ مطبع انصاری دہلی)

پس مندرجہ بالا بیان سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

اول...... یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا ختم نبوت کے منافی نہیں جو شخص اس قسم کا شبہ کرتا ہے وہ غلطی پر ہے۔

دوم...... یہ کہ مرزا قادیانی کا مقصد احیائے سنت نہیں بلکہ احیائے بدعت ہے جیسا کہ انہوں نے معتزلیوں اور جہمیوں کا مندرجہ بالا بھولا بسرا عقیدہ دوبارہ زندہ کیا ہے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں۔ بقول شخصے

بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

دوسرا شبہ...... یہ کہا جاتا ہے کہ اگر امت مسلمہ میں باب نبوت مسدود ہو جانا تسلیم کر لیا جائے تو کیا آنحضرت ﷺ کے رحمتہ للعالمین ہونے اور اس امت کے خیر الامم ہونے پر زد نہیں پڑتی؟

جواب...... یہ سوال نہایت لغو، بیہودہ اور بنائے فاسد علی الفاسد ہے۔ جس بناء پر یہ شبہ کیا گیا ہے وہ مرزا قادیانی کا ارشاد بے بنیاد ہے جو یہ ہے: ''ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس مذہب میں سلسلہ نبوت نہ ہو، وہ مردہ ہے۔'' (ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷)

تعجب ہے کہ یہی مرزا قادیانی جواب اجرائے نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ قبل ازیں ختم نبوت قرآن مجید سے ثابت کر چکے ہیں اور مدعی نبوت پر کفر کا فتویٰ لگا چکے ہیں جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ بس اب ان کا یہ اعتقاد بے بنیاد و محض دروغ بے فروغ اور دعویٰ بلا دلیل ہے جو باطل بلا قال وقیل ہے اور یہ تحریر ان کی تناقض بیانی پر دال ہے۔ جو ان کی ناراستی کی ایک بیّن مثال ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ہاں جناب! امت مسلمہ میں باب نبوت مسدود ہو جانے سے حضور ﷺ کے رحمتہ للعالمین پر زد نہیں پڑتی بلکہ باب نبوت کھلا رہنے پر زد پڑتی ہے۔ کیونکہ ایک نبی کا زمانہ اسی وقت تک رہتا ہے جب تک کوئی دوسرا نبی نہ آجائے۔ جب دوسرا نبی آجاتا ہے تو پہلے نبی کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے پس اگر حضور ﷺ کے بعد باب نبوت مسدود نہ ہو تو آپ کا زمانہ بھی (نعوذ باللہ) مسدود ہو جائے مگر آپ نبی آخر الزماں ہیں اور سرور دو جہاں ہیں۔ آپ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے جو مرزا قادیانی کے عقیدہ فاسدہ کے رد کرنے کے لئے ایک سد ہے۔

سید الکونین ختم المرسلین
آخر آمد بود فخر الاولین

پس باب نبوت مسدود ہونا آپ کی رحمت کے منافی نہیں بلکہ آپ کی رحمت اللعالمین کے لئے اسی طرح وسیع ہے جس طرح اپنی ربوبیت کے ساتھ ''عالمین'' کا لفظ استعمال کیا ہے: الحمدللّٰہ رب العالمین۔ اسی طرح اپنے محبوب کی رحمت کے ساتھ ''عالمین'' کو وابستہ کیا ہے: وما ارسلنك الا رحمة للعالمین۔ پس جس کی آنکھیں ہوں دیکھئے اور جس کے کان ہوں سنے۔

حضورﷺ کا ''رحمتہ للعالمین'' ہونا اجرائے نبوت کا متقاضی نہیں بلکہ ختم نبوت کا مقتضی ہے۔ کیونکہ پہلے نبی اپنی اپنی قوم کے لےء آتے تھے مگر حضورﷺ تمام قوموں کے لئے مبعوث ہوئے جیسا کہ قرآن مجید شاہد ہے: ''قل یایها الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا الذی له ملك السموت والارض (اعراف:۱۵۸)'' ﴿اے پیغمبر کہو، اے لوگو میں تم سب کی طرف (اس) اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔﴾ دوسری آیت میں یہ ارشاد ہے: ''وما ارسلنك الا کافة للناس بشیراً ونذیرا ولکن اکثر الناس لایعلمون (سبا:۲۸)'' ﴿اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔﴾

اس آیت کے متعلق مولوی محمد علی مرزائی، امیر لاہوری پارٹی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
''یہاں اس لفظ ''کافة'' کو اختیار کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ کی رسالت عامہ سے اب کوئی شخص باہر نہیں نکل سکتا گویا اس سے خروج سے روکا گیا ہے کیونکہ کف کے معنی روکنا ہیں۔ یہ آیت بھی ختم نبوت پر دلیل ہے کیونکہ جب کوئی شخص اس رسالت سے باہر نہیں نکل سکتا تو اور رسول کی بھی ضرورت نہیں۔'' (بیان القرآن، ج۳ص۵۳۹) (فهو المراد......مؤلف)

نبی کے مبعوث ہونے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دین کی تکمیل ہو سو حضورﷺ کی بعثت سے یہ غرض بھی بدرجہ غایت پوری ہوگئی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ دین کو کامل اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ:۳)'' ﴿آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا۔﴾ اس آیت کی تفسیر میں مولوی محمد علی صاحب مذکور لکھتے ہیں۔ ''پس ''اکملت لکم دینکم'' سے مراد یہ ہوئی کہ جو غرض دین سے حاصل ہو سکتی ہے' وہ بدرجہ کمال تمہارے اس دین سے حاصل ہوگی۔ اب اس کے

بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں کہ وہ دین کو کامل کرنے کے لئے آئے جیسے پہلے آتے تھے۔‘‘

(بیان القرآن ج۱ص۵۹۵)(فھو المراد)

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ بولے

پس حضورﷺ کی رحمتہ للعالمینی یہ ہے کہ:

۱...... آپ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے تاکہ سارا جہان آپ کی رحمت سے فیض پائے اور قیامت تک کوئی آدمی اس فیض سے محروم نہ رہے۔

۲...... آپ کی رحمتہ للعالمینی یہ ہے کہ آپ کے ساتھ دین کامل ہوگیا اور خداتعالیٰ نے اپنی نعمت پوری کردی۔ اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی جو اس دین میں نہ ہو۔

۳...... آپ کی رحمتہ للعالمینی یہ ہے کہ گنہگار سے گنہگار انسان آپ کی تابعداری سے خداتعالیٰ کا محبوب بن سکتا ہے اور مغفرت پاسکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:’’قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفرلکم ذنوبکم واللّٰہ غفور الرحیم (آل عمران:۳۱)‘‘ ﴿اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے لئے بخشش کرے گا اور گناہ معاف کردے گا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔﴾

۴...... آپ کی رحمتہ للعالمینی یہ ہے کہ آپ شفیع المذنبین ہیں:

ھو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعتہ
لکل ھول من الاحوال مقتحم

وہ خداتعالیٰ کے حبیب ہیں، آپ کی شفاعت کی امید رکھی ہوئی ہے۔ ہر خوف میں جو سختی کے ساتھ آنے والا ہے۔

۵...... آپ کی رحمتہ للعالمینی یہ ہے کہ آپ کے مبعوث ہونے کے ساتھ عذاب الٰہی رک گیا چنانچہ قرآن مجید میں ہے:’’وما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم (انفال:۳۳)‘‘ ﴿اور اللہ ایسا نہیں کہ ان کو عذاب دے درآنحالیکہ تم ان میں ہو۔﴾

علامہ اسمٰعیل حقیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:’’قد ارسلہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین۔ والرحمۃ والعذاب ضدان، والضدان لا یجتمعان ‘‘یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور رحمتہ اور عذاب ایک دوسرے کی ضد ہیں اور دو ضدیں آپس

میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ (اس لئے آپ کے) ہوتے ہوئے عذاب کیونکر آسکتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج۱ص۸۴۰)

پس مندرجہ بالا امور سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رحمتہ للعالمینی پر باب نبوت کے مسدود ہونے سے کوئی زد نہیں پڑتی۔

کہنے کو مرزا قادیانی کا دعویٰ بھی ہے کہ ''رحمتہ للعالمین'' ہوں جیسا کہ اسی رسالہ میں اوپر گزر چکا ہے۔ مگر

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

حضورﷺ کی رحمتہ للعالمینی سے تو تمام دوست دشمن مستفید ہوئے اور عذاب الٰہی سے بچے۔ مگر مرزا قادیانی کی رحمتہ للعالمینی ملاحظہ ہوں۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

۱...... ''الامراض تشاع والنفوس تضاع یعنی ملک میں بیماریاں پھیلیں گی اور جانیں ضائع ہوں گی۔'' (حقیقت الوحی ص۹۴، طبع اول، مئی ۱۹۰۷ء، خزائن ج۲۲ص۹۷)

۲...... ''یادرہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو جیسا کہ پیش گوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے۔ ایسے ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔'' (حقیقت الوحی ص۲۵۶، خزائن ج۲۲ص۲۶۸ سطر۶تا۹)

۳...... ''اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی، پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو بڑی مدت سے مخفی تھے، ظاہر ہوگئے۔''

(حقیقت الوحی ص۲۵۶، خزائن ج۲۲ص۲۶۸)

ایسا ہی اور بھی بہت سے نشان جناب مرزا قادیانی نے اپنی رحمتہ للعالمینی کے لکھے ہیں۔

ببیں تفاوت راہ کجاست تا بکجا

رہا امت کا ''خیر الامم ہونا'' سو یہ شرف بھی امت کو حضورﷺ کے طفیل حاصل ہوا ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں:

بشریٰ لنا معشر الاسلام ان لنا
من العنایۃ رکنا غیر منھدم

﴿اے گروہ اسلام ہمارے لئے خوشخبری ہو کہ ہمارے لئے خدا تعالیٰ کی عنایت سے ایسا رکن ہے (یعنی محمد مصطفیﷺ) جو خراب وشکستہ ہونے والا نہیں۔﴾

لما دعی اللّٰہ داعینا لطاعتہ
باکرم الرسل کنا اکرم الامم

جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت کو جو ہمیں خدا کی اطاعت کے لئے بلانے والے ہیں، تمام پیغمبروں سے افضل کہہ کر پکارا تو ہم بھی تمام امتوں سے افضل ہوگئے۔

کسی شاعر نے فارسی میں یہی مضمون اسی طرح ادا کیا ہے۔

چوں خدا پیغمبر مارا رحمت خوانداست
افضل پیغمبراں او گشتہ ما خیر الامم

تفسیر درمنثور میں ہے: ''واخرج ابن مردویۃ عن ابی بن کعب ان النّبی ﷺ قال اعطیت مالم یعط احد من انبیاء اللّٰہ قلنا یا رسول اللّٰہ ما ھو قال نصرت بالرعب واعطیت مفاتیح الارض وسمیت احمد وجعل لی تراب الارض طھورا وجعلت امتی خیر الامم'' ﴿ابن مردودیہ نے ابی بن کعب سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔آپ نے فرمایا: مجھے وہ کچھ دیا گیا جو اور کسی نبی اللہ کو نہیں دیا گیا۔ ہم نے کہا: یارسول اللہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میری نصرت رعب سے کی گئی اور مجھے زمین کی کنجیاں دی گئیں اور میرا نام احمد رکھا گیا اور میرے لئے مٹی پاک بنائی گئی اور میری امت بہترین امت بنائی گئی۔﴾ (درمنثور ج۶ ص۲۱۴ سطر۸ تا۱۰)

یہ حدیث مولوی محمد علی صاحب نے بھی اپنی تفسیر، بیان القرآن ج۱ ص۳۷۱ میں درج کی ہے اور اس کے نیچے امت کی فضیلت کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''یہاں ساری امت کی فضیلت کا دوسری امتوں پر ظاہر کرنا مقصود ہے اور اگر اس امت کے معلم مزکی محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کے تمام روحانی معلموں اور مزکیوں سے افضل ہیں تو کوئی اور وجہ نہیں کہ آنجناب کے شاگرد تمام الانبیاء کے شاگردوں سے افضل نہ ہوں۔''

پس اس بہترین خطاب (خیر الامم) میں وہی خوش قسمت ہوسکتا ہے جو شمع رسالت کا پروانہ ہو، نہ وہ بدنصیب جو کسی جھوٹے مدعی نبوت کا دیوانہ ہو۔

شبہ در شبہ نمبر۱

اگر کوئی شخص یہاں یہ شبہ پیش کرے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انبیاء کا کام ہے اگر اس امت میں کوئی نبی نہیں ہوگا تو یہ کام کون کرے گا؟ تو

جواب...... یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین بنایا اور آپ کے طفیل اس امت کو’’خیر الامم‘‘ کا عالی مرتبت خطاب عطا فرمایا تو ساتھ ہی علمائے امت کو تبلیغ اسلام کا کام سپرد فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:’’ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر (آل عمران:۱۰۴)‘‘ ﴿اور چاہئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔﴾

چونکہ یہ منصب جلیلہ بڑا امتیاز ہے اس لئے حضور ﷺ نے علماء امت کو انبیاء کے وارث فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:’’ان العلماء ورثة الانبیاء‘‘ اور دوسری جگہ علماء کو بنی اسرائیل کے نبیوں کا مثیل قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:’’علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل‘‘ یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔

پس جہاں یہ ثابت ہوا کہ’’امر بالمعروف اور نہی عن المنکر‘‘ کا کام علماء امت کے سپرد ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد اب کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مفوضہ کام علمائے امت بتوفیق ایزدی بخوبی انجام دیتے رہے، دے رہے ہیں اور دیتے جائیں گے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے:’’ولا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین لا یضرهم من خالفهم حتیٰ یاتی امر اللّٰه‘‘ ﴿اور ہمیشہ ایک جماعت میری امت میں سے ثابت رہے گی حق پر اور غالب۔ نہیں ضرر پہنچا سکے گا ان کو وہ شخص کہ مخالفت کرے ان کی، یہاں تک کہ آئے حکم خدا۔﴾ (مشکوٰۃ مترجم ج۴ص۸۱)

پس دوسری حدیث شریف میں یہ ہے کہ:’’ولا تزال طائفة من امتی یقاتلون علیٰ الحق ظاهرین الیٰ یوم القیامة‘‘ اور ہمیشہ رہے گی ایک جماعت میری امت میں سے لڑے گی حق پر دراں حالیکہ غالب ہوگی قیامت تک۔ (مشکوٰۃ مترجم ج۴ص۱۲۸)

پس حسب فرمان مصطفوی علمائے اہل سنت والجماعت کا گروہ حق پر ہے جو باطل کے مقابلہ پر ہمیشہ غالب رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک غالب رہے گا۔

شبہ در شبہ نمبر۲

ممکن ہے مندرجہ بالا جواب کو پڑھ کر یہ شبہ پیش کردے کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام علمائے اسلام کے سپرد ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا کس غرض سے ہے؟

جواب...... یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا کئی وجہ سے ہے۔ چنانچہ پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی ''اے رب بخشش والے! اور رحمت میں غنی، تو اپنے خادم کو قیامت کے دن اپنے رسول کی امت میں ہونا نصیب فرما۔''

(انجیل برنباس فصل ۲۱۲ آیت ۱۵،۱۶ ص ۲۹۴)

خدا تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا منظور فرمائی اور نہ صرف امت میں شامل ہونا مقرر فرمایا بلکہ آپ کو طویل عمر عطا فرما کر نشان قیامت مقرر فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خود اپنا بیان ہے کہ: ''اللہ نے مجھے ہبہ فرمایا ہے کہ میں دنیا کے خاتمہ کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں۔''

(برنباس، فصل ۲۲۱ آیت ۱۶ ص ۳۰۷)

دوسری جگہ ہے: ''میں ہرگز مرا نہیں ہوں، اس لئے کہ اللہ نے مجھ کو دنیا کے خاتمہ کے قریب تک محفوظ رکھا ہے۔'' (برنباس، فصل ۲۲۰، آیت ۱،۲ ص ۳۰۵)

دوسری وجہ: یہ ہے کہ خداوند کریم نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ وہ اور ان کی امتیں آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں،۔ اگر آپ ان کے زمانہ میں تشریف نہ لائیں تو آپ کی صفات بیان کر کے اپنی امتوں کو آپ کی تابعداری اور مددگاری کا حکم دیں۔ پس تمام نبی اپنے اپنے زمانے میں یہ عہد پورا کرتے رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ عہد پورا کرتے ہوئے جب اپنے حواریوں کو آپ کی تشریف آوری کی بشارت دی تو خواہش ظاہر کی کہ اگر میں آپ کا زمانہ پاؤں تو آپ کی تابعداری اور مددگاری کا شرف حاصل کروں۔ چنانچہ ''انجیل برنباس'' میں ہے۔

''وہ کیا مبارک زمانہ ہے جس میں کہ یہ (رسول) دنیا میں آئے گا تو مجھے سچا مانو۔ ہر آئینہ میں میں نے اس کو دیکھا اور اس کے ساتھ عزت وحرمت کو پیش کیا (اسکی تعظیم کی) ہے جیسا کہ اس کو ہر نبی نے دیکھا ہے کیونکہ ان (نبیوں) کو اس (رسول) کی روح بطور پیش گوئی کے عطا کرتا ہے اور جب کہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا۔ اے محمد ﷺ اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں، کیونکہ اگر میں یہ شرف حاصل کرلوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہوجاؤں گا۔'' (بلفظہ انجیل برنباس فصل ۴۴، آیت ۲۷ تا ۳۱ ص ۷۰)

پس آپ کے دوبارہ تشریف لانے کی یہ غرض بھی ہے کہ آپ کی خواہش مذکور پوری ہوجائے کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے نبیوں کی خواہشات کو ضرور پورا کرتا ہے۔

تیسری وجہ...... یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعض خاص کام بھی مقرر ہیں جو

احادیث سے ثابت ہیں جیسے کسر صلیب، قتل دجال وغیرہ جس کے لئے آپ کا تشریف لانا ضروری ہے۔

سوال چہارم...... آیۃ شریفہ ’’ولو تقول علینا بعض الاقاویل لا خذنا منه بالیمین۔ ثم لقطعنا منه الوتین (حاقة:٤٤)‘‘ جو بطور دلیل آنحضرت ﷺ کو شاعر اور کاہن کہنے والوں کے سامنے پیش کی گئی ہے یہ بطور قاعدہ کلیہ کے ہے یا نہیں؟ اگر نہیں، تو پھر یہ دلیل مخالفین کے لئے کس طرح وجہ تسکین ہو سکتی ہے؟

جواب...... مرزائیوں کے سوا کوئی مفسر اس بات کا قائل نہیں ہے کہ یہ آیات بطور قاعدہ کلیہ کے ہیں اور قائل بھی کس طرح ہوتے جبکہ قرآن شریف میں صاف طور پر بیان ہو چکا ہے کہ اب دین مکمل ہو چکا اور آنحضرت ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی جو کھلی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہوگا، تو پھر ان آیات کو ’’قاعدہ کلیہ‘‘ ٹھہرانے کی کیا ضرورت ہے؟

خیال ایں وآں حاشانہ گنجد دردل مجنوں
بہ لیلیٰ ہر کہ کردو آشنا محمل نمے داند

بلکہ ان آیات سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں اور آپ کی صداقت کے اظہار کے لئے نازل ہوئی ہیں کیونکہ ’’تقول‘‘ میں جو ضمیر ہے وہ اس آیت کو آپ ﷺ کے ساتھ ہی مخصوص کرتی ہے۔ اور لو جو محال کے لئے آتا ہے۔ جیسے لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا (انبیاء:٢٢) آپ کی صداقت کا اظہار کر رہا ہے۔ یعنی جس طرح یہ امر محال ہے کہ خدائے قدوس کے سوا زمین وآسمان میں کوئی اور بھی خدا ہو اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ خدا کا محبوب (نعوذ بالله) جھوٹ بولے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ’’ولو تقول علینا بعض الاقاویل۔ لا خذنامنه بالیمین۔ ثم لقطعنا منه الوتین۔ فما منکم من احد عنه حاجزین (حاقة:٤٤)‘‘ ﴿اور اگر وہ ہم پر بعض باتیں افتراء کے طور پر بنا لیتا تو ہم ضرور اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر اس کی رگ جان کاٹ دیتے پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔﴾

’’تفسیر یعقوب چرخی‘‘ میں اس آیت کے نیچے لکھا ہے: ’’بداں کہ حضرت ذوالجلال اول سوگند یاد کرد کہ قرآن کلام من است وسخن کاهن وشاعر نیست۔ باز دلیل قدرت خود را بیان کرد کہ سخن دروغ نیست

وسید عالم ﷺ افتراء نه کرده است برما۔ اگر افتراء کردے ما اورا بعذاب هلاك کردی وهیچ کس اورا از عذاب ما نجات نداد ے وروز برروزگار ے زیاده نشدلے۔ ودشمنان او هلاك نه شدندے۔ یك کس پیدا شد همه عالم برکفر بود۔ نور دین مشرق وغرب عالم رابگرفت‘‘

﴿جان کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قسم یاد فرمائی کہ قرآن میرا کلام ہے۔ کاہن اور شاعر کا کلام نہیں ہے۔ پھر اپنی قدرت کی دلیل بیان کی کہ قرآن شریف جھوٹ نہیں ہے اور سید عالم ﷺ نے ہم پر افتراء نہیں کیا ہے۔ اگر (بالفرض محال...... ناشر) وہ افتراء کرتا تو ہم اس کو عذاب سے ہلاک کرتے اور کوئی آدمی اس کو ہمارے عذاب سے نجات نہ دلاسکتا اور اس کا کام روز بروز ترقی پر نہ ہوتا اور اس کے دشمن ہلاک نہ ہوتے۔ آپ ایسے وقت میں پیدا ہوئے جبکہ سارا جہاں کفر سے بھرا ہوا تھا۔ آپ کے دین کے نور نے مشرق سے مغرب تک ساری دنیا کو روشن کیا۔﴾ پس ثابت ہوا کہ یہ آیات آپ کے لئے مخصوص ہیں۔

رہا یہ امر کہ مخالفین کی اس جواب سے تسلی ہوئی یا نہ۔ سو اس کا قرآن شرف میں تو کوئی ذکر نہیں۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن سعید روحوں کے حصہ میں ایمان کی نعمت مقدر تھی۔ وہ اس سے بہرہ یاب ہوگئے اور جو بدبخت ازلی تھے۔ انہوں نے نہ مانا۔ مولوی محمد علی صاحب نے اپنی تفسیر میں ان آیات کے نیچے لکھا ہے کہ ’’ان چار آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے اور کہے کہ اسے یہ وحی ہوئی ہے حالانکہ اسے وحی نہیں ہوئی تو ایسے شخص کو وہ زیادہ مہلت نہیں دیتا بلکہ جلد اس کا کام تمام کردیتا ہے اور اس قانون کو آنحضرت ﷺ کی صداقت پر یہاں بطور دلیل پیش کیا ہے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ نے صادق کے لےء پرکھ رکھی ہے۔ اگر وہ مفتری پر گرفت نہ کرتا تو نبوت کے معاملہ میں امن اٹھ جاتا۔‘‘

(تفسیر بیان القرآن جلد سوم، ص۱۸۸۴)

مولوی محمد علی صاحب کی یہ تحقیق تو قابل داد ہے کہ انہوں نے باوجود ختم نبوت کے قائل ہونے کے ایک ایسا نکتہ معلوم کیا ہے جو تیرہ سو سال سے تمام مفسرین کرام کی نظروں سے اوجھل رہا مگر اس تحریر میں یہ نہیں بتایا گیا کہ خدا کا یہ قانون ازلی ہے یا بعد میں وضع ہوا؟ اگر ازلی ہے تو پہلے انبیاء کی نسبت کیوں جاری نہیں کیا گیا اور ان میں سے بعض کو کیوں قتل ہونے سے نہیں بچایا گیا۔ آپ کے مرزا خدا بخش صاحب نے اپنی کتاب ’’عسل مصفی ج۱ ص۳۴۹ میں تسلیم کیا ہے کہ

’’بہت سے نبی قتل ہوئے تھے۔‘‘ اور اگر یہ قانون بعد میں وضع ہوا ہے تو کب سے وضع ہوا؟ اور پھر نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد اس کے وضع کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر وہ ’’قاعدہ کلیہ‘‘ کس طرح ہوا؟

علاوہ ازیں یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ مفتری کو کم از کم اور زیادہ سے زیادہ کتنی مدت کے بعد گرفت ہوتی ہے اور وہ مدت کونسی نص سے ثابت ہے اور اگر کوئی مفتری خدانخواستہ مقررہ میعاد سے زیادہ عمر پا جائے تو کیا اسے سچا تسلیم کر لیا جائے گا؟ امید ہے کہ مولوی صاحب خود یا ان کا کوئی حواری اس گتھی کو سلجھا کر اس کمی کو پورا کر دیں گے۔

تاریخی کتابوں سے ظاہر ہے کہ بہت سے جھوٹے مدعی اپنے دعاویٰ بہت عرصہ تک پیش کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے رہے اور اپنے پیروؤں کی ایک خاصی تعداد چھوڑ کر مرے۔ چنانچہ:

۱…… ابومنصور بانی فرقہ منصوریہ نے (۲۷) ستائیس برس تک نبوت کا دعویٰ کیا اور ہزاروں لاکھوں مرید بنائے۔ (عشرہ کاملہ، ص۱۸)

۲…… ’’محمد بن تومرت نے ۲۴ چوبیس سال تک مہدویت کا دعویٰ کیا اور لاکھوں آدمی اس کے مرید ہوئے۔‘‘ (عشرہ کاملہ ص۱۹،۲۰)

۳…… ’’عبدالمومن (۳۳) تینتیس سال مہدی کا خلیفہ اور امین المومنین کہلا کر اور بادشاہت کر کے مرا۔‘‘ (عشرہ کاملہ ص۲۱،۲۲)

۴…… ’’صالح بن طریف نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ نیا قرآن اپنے اوپر نازل ہونے کا مدعی تھا۔ (۴۷) سینتالیس سال تک نہایت استقلال اور کامیابی سے اپنے مذہب کی اشاعت اور بادشاہت کرتا رہا۔‘‘ (عشرہ کاملہ، ص۲۲)

۵…… ’’عبیداللہ مہدی افریقی نے ستائیس سال تک مہدویت کا دعویٰ کیا اور افریقہ کا فرمانروا رہا۔‘‘ (عشرہ کاملہ ص۲۳) علیہ القیاس۔ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، سجاح بنت حارث، طلیحہ بنت خویلد، مختار ثقفی، صافی بن صیاد و احمد بن حسین کوفی، بہبود زنگی وغیرہ کئی جھوٹے مدعی کھڑے ہوئے اور اپنے اپنے مذہب کی اشاعت کرتے رہے۔ آخر کار آنحضرتﷺ کی اس پیش گوئی پر مہر تصدیق ثبت کر کے دنیا سے چل بسے۔ ’’سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی الله وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی ‘‘یعنی عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے (آدمی) ہوں گے جو سب کے سب گمان کریں گے کہ وہ نبی اللہ ہیں حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن، فصل ثانی)

الغرض آیات مندرجہ بالا میں آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی دوسرا شخص ایرا غیرا، نتھو خیرا شامل نہیں ہوسکتا اور نہ ان کو کسی کے لئے ’’قاعدہ کلیہ‘‘ تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ تاہم بفرض محال چند منٹ کے لئے مان ہی لیں تو پھر مرزائیوں کے لئے کچھ مفید نہیں۔ اس سے مرزا قادیانی کی صداقت ثابت نہیں ہوسکتی۔ بلکہ جھوٹے ہی ثابت ہوتے ہیں کیونکہ بقول مرزا محمود قادیانی مرزا قادیانی نے ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور مئی ۱۹۰۸ء بعارضہ ہیضہ لاہور میں اچانک فوت ہوگئے۔ گویا سات ہی سال میں گرفت الٰہی سے ان کا کام تمام ہوگیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

سوال پنجم...... آپ عیسیٰ علیہ السلام کو بہ ایں جسد عنصری آسمان پر تاایں دم مانتے ہیں یا دیگر انبیاء کی طرح فوت شدہ؟ اور ان کی آمد ثانی کے قائل ہیں یا نہیں؟

جواب...... اس سوال کے اگرچہ بظاہر دو حصے ہیں۔ ایک رفع مسیح بجسد عنصری بر آسمان اور دوسرا نزول مسیح۔ لیکن جواب کے لحاظ سے دونوں میں ایک قسم کا اشتراک ہے۔ مثلاً اگر ’’نزول مسیح‘‘ ثابت کردیا جائے تو ’’رفع مسیح‘‘ خودبخود ثابت ہوجائے گا کیونکہ نزول سے پہلے رفع لازمی ہے۔ اسی طرح اگر ’’رفع‘‘ ثابت ہوجائے تو نزول کا ثابت ہونا کوئی مشکل نہیں مگر چونکہ سائل نے دونوں حصوں کے متعلق سوال کیا ہے اسلئے دونوں حصوں کا علیحدہ علیحدہ جواب لکھا جاتا ہے۔ (بمنه وکرمه)

جواب حصہ اوّل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ اٹھایا جانا

بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور تاحال زندہ آسمان پر موجود ہیں۔

ابن مریم زندہ ہے حق کی قسم
آسمانوں پر ہے اب وہ محترم
ہے ثبوت اس کا ہمیں قرآن سے
جو نہ مانے خالی ہے ایمان سے

قرآن مجید سے ثبوت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا کئی آیات سے ثابت ہے۔ چنانچہ پہلی

آیت یہ ہے۔’’ومکروا ومکر اللّٰہ ط واللّٰہ خیر الماکرین (آل عمران:۵۴)‘‘یعنی ’’یہود نے تدبیر کی (کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کردیں) اور اللہ تعالیٰ نے تدبیر کی (کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا) اور اللہ سب تدبیر کرنے والوں سے اچھا ہے۔‘‘ اس آیت کے متعلق تفسیر قادری میں لکھا ہے: ومکروا۔ اور مکر کیا ان لوگوں نے جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کفر دریافت کرلیا تھا۔ اس طرح پر کہ لوگوں کو انہوں نے ابھارا کہ جہاں کہیں عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھو دفعتہً قتل کر ڈالو اور صحیح یہ ہے کہ انواع واقسام کے حیلوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرلیا اور گھر میں قید کر کے رات بھر پہرہ رکھا اور صبح تڑکے اکٹھا ہوکر اپنے سردار کو کہ اس کا نام یہودا تھا، گھر میں بھیجا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو باہر لائے۔ اس شب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔ جیسے ہی یہودا اس گھر میں آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ پایا۔ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ اس پر ڈال دی جب باہر نکلا اور یہ کہنا چاہا کہ عیسیٰ یہاں نہیں ہے۔ وہ لوگ اس سے لپٹ گئے ہر چند وہ کہتا ہی رہا کہ میں فلاں شخص ہوں اور نالہ وفریاد کیا۔ کچھ نہ ہوا سولی پر چڑھا کر لوگوں نے تیر برسائے۔

حق تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ انہوں نے مکر کیا۔ ومکر اللّٰہط اور خدا نے مکر کی جزا انہیں دی کہ انہوں نے اپنے ہی یار سردار کو بڑی ذلت اور رسوائی کے ساتھ قتل کر ڈالا اور اللہ خوب بدلہ دینے والا ہے مکاروں کو۔ واللّٰہ خیر الماکرین۔ (تفسیر قادری، جلد اول ص۱۰۹، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

’’تفسیر حقانی‘‘ میں ہے: ’’آخرکار یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکام سے شکایتیں کر کے پلاطوس حاکم کو ان کے قتل پر آمادہ کیا اور جاسوس دوڑ گئے۔ حضرت کو ایک جگہ سے گرفتار کر کے لائے اور طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کیں اور بہت کچھ مکر داؤ ان کے قتل کے لئے کیا مگر خدا کا داؤ سب پر غالب ہے۔ اس نے یہ کیا کہ انہیں یہودیوں میں سے ایک کو حضرت مسیح کی صورت میں کردیا اور مسیح علیہ السلام کو ملائکہ آسمان پر لے گئے۔ یہود نے مسیح سمجھ کر اس شخص کو سولی دی اور بڑی اذیت سے مارا۔‘‘ (تفسیر حقانی ج۳ ص۱۱۲، سطر۱۶تا۲۰)

’’تفسیر مواہب‘‘ میں ہے: شیخ الحافظ عماد بن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ بنی اسرائیل نے اس زمانہ کے بادشاہ کے یہاں لگائی بجھائی کی اور وہ کافر تھا کہ یہاں ایک مرد پیدا ہوا ہے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بادشاہ کی فرمانبرداری سے بہکاتا ہے اور رعایا کو فساد پر آمادہ کرتا ہے۔ اور باپ بیٹے کے درمیان نفاق ڈالتا ہے اور وہ زنا سے پیدا ہوا ہے اور ایسی ہی جھوٹی تہمتیں وبہتان خبیثوں نے باندھے۔ یہاں تک کہ وہ بادشاہ برافروختہ ہوا اور آدمی بھیجا کہ اس کو پکڑ کر

توہین وعذاب کے ساتھ سولی دے دے پھر جب ان لوگوں نے گھر گھیرا اور اپنے گمان میں سمجھ چکے کہ ہم نے پکڑ لیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس گھر کے موکھلے سے آسمان کو اٹھا لیا اور اس کی شباہت ایک شخص پر ڈال دی جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس مکان میں تھا پھر جب یہ لوگ داخل ہوئے تو انہوں نے اندھیری رات میں اس کو عیسیٰ تصور کیا اور پکڑ کر اہانت کے ساتھ سولی دے دی اور یہی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر تھی کہ اپنے نبی کو نجات دے دی اور ان کافروں کو ان کی گمراہی میں بھٹکتا چھوڑ دیا۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن ج۳ ص۲۰۱)

''تفسیر معالم التنزیل'' میں ہے: ''قال الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فاجتمعت کلمة الیهود علی قتل عیسیٰ علیه السلام وساروا الیه لیقتلوه فبعث الله جبریل فادخله فی خوخة فی سقفها روزنة فرفعه الیٰ السماء من تلك الروزنة '' ﴿کلبی نے ابی صالح سے اور اس نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ یہود کی ایک جماعت نے عیسیٰ کے قتل پر اتفاق کیا اور اس کو قتل کرنے کے لئے اس کی طرف گئے پس اللہ تعالیٰ نے جبریل کو بھیجا پس اس نے اس کو مکان میں داخل کیا، اس کی چھت میں سوراخ تھا۔ اس سوراخ کی راہ اس کو آسمان پر اٹھا لیا۔﴾ (معالم ص۱۶۲، سطر۵)

مولوی محمد علی صاحب کو مفسرین کی اس تفسیر پر تین اعتراض ہیں:

اوّل...... یہ کہ ایک شخص کو یوں دشمنوں کے تصرف سے نکال لینا کہ اسے آسمان پر اٹھایا جائے۔ یہ کوئی باریک مخفی تدبیر نہ ہوئی۔

دوسرا...... یہ کہ مکر تو اس مخفی تدبیر کو کہا جاتا ہے جو جہالت نقص وفتور سے خالی ہو جب ایک حواری مارا گیا اور اسی صلیب کی موت سے مارا گیا تو یہ تدبیر تو سخت ناقص ہے۔ مسیح تو لعنتی موت سے بچے لیکن ان کی جگہ حواری جو انصار اللہ میں سے تھا۔ اسی لعنتی موت میں گرفتار ہوا۔

تیسرا...... اور سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ یہودیوں کی غرض تو پوری ہوگئی کہ مسیح کے کاروبار اور تبلیغ کا خاتمہ ہوگیا اور نبی اسرائیل اس کی ہدایت سے محروم رہ گئے۔ پھر یہ کیسی ناقص تدبیر ہوئی۔

(تفسیر بیان القرآن ج۱ ص۳۴۰)

مولوی صاحب کے یہ اعتراض یا تو اتباع بغیر البصیرت پر مبنی ہیں یا عدم تدبیر کا نتیجہ۔ بہرکیف تار عنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اگرچہ یہ سوال قابل التفات نہیں۔ تاہم ان کے جواب نمبروار لکھے جارہے ہیں۔

پہلے...... اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ایک شخص کو یوں دشمنوں کو تصرف سے نکال لینا یہ کہ اسے

آسمان پر اٹھایا جائے اور کسی انسان کے وہم گمان میں بھی یہ بات نہ آئے۔ ’’باریک مخفی تدبیر‘‘ نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسرے...... اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بجائے جب ایک غدار حواری مارا گیا اور اسی صلیب کی موت سے مارا گیا جس سے اپنے آقا کو مروانا چاہتا تھا اور اسی لعنتی موت میں گرفتار ہوا۔ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مطعون ہونا تھا تو اس سے کامل تدبیر اور کیا ہوسکتا ہے؟ اور اس تدبیر کو ’’سخت تناقص‘‘ کہنا ’’خیر الماکرین‘‘ کی توہین نہیں تو اور کیا ہے؟

بے شک وہ حواری انہیں بارہ حواریوں میں سے تھا۔ جنہوں نے من انصاری الیٰ اللہ کے جواب میں نحن انصار اللہ کہا تھا۔ مگر جب اس نے اپنے نبی سے غداری کی اور اسے چند روپوں کے عوض دشمنوں سے پکڑوانا چاہا تو پھر وہ اعداء اللہ میں شامل ہوگیا اور خدا تعالیٰ نے اس کو اپنے کیئے کی سزا دی اور وہ کیفر کردار کو پہنچا تو اس میں نقص اور فتور کیا ہوا؟

نوٹ...... یہود کی اس بے ایمانی کا ذکر ’’اناجیل ثلاثہ‘‘ (متی ۲۶:۱۴۔۱۶ مرقس ۱۴:۱۰۔۱۱ لوقا ۲۲:۴۷۔۴۸) میں موجود ہے جو مشہور معروف ہے۔ اس کے علاوہ ’’انجیل برنباس‘‘ میں بھی مذکور ہے جو اس طرح پر ہے۔ ’’اور یسوع گھر سے نکل کر باغ کی طرف مڑا تا کہ نماز ادا کرے۔ تب وہ اپنے دونوں گھٹنوں پر بیٹھا ایک سو مرتبہ اپنے منہ کو نماز کے لئے اپنی عادت کے موافق خاک آلود کرتا ہوا اور چونکہ یہودا اس جگہ کو جانتا تھا جس میں یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ تھا۔ لہٰذا وہ کاہنوں کے سردار کے پاس گیا اور کہا اگر تو مجھے وہ دے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تو میں آج کی رات یسوع کو تیرے ہاتھ میں سپرد کردوں گا۔ جس کو تم ڈھونڈ رہے ہو اس لئے کہ وہ گیارہ رفیقوں کے ساتھ اکیلا ہے۔ کاہنوں کے سردار نے جواب دیا تو کس قدر طلب کرتا ہے۔ یہودا نے کہا تیس ٹکڑے سونے کے۔ پس اس وقت کاہنوں کے سردار نے فوراً اسے روپے مہیا کر دیئے اور ایک فریسی کو حاکم اور ہیرودوس کے پاس بھیجا۔ تا کہ وہ کچھ سپاہی بلا لائے۔ تب ان دونوں نے اسے ایک دستہ سپاہ کا دیا۔ اس واسطے کہ وہ دونوں قوم سے ڈرے۔ تب وہیں ان لوگوں نے اپنے ہتھیار لئے اور یروشلم سے لاٹھیوں پر مشعلیں اور چراغ جلائے ہوئے نکلے۔‘‘

(انجیل برنباس فصل ۲۱۴ ص ۲۹۶)

تیسرے...... اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہود کی عداوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ محض تبلیغ دین کی وجہ سے ہی نہ تھی بلکہ آپ کی پیدائش کی وجہ سے تھی۔ حضرت مریم صدیقہ پر انہوں نے (نعوذ باللہ من ذلک) زنا کا بہتان باندھا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ’’وبکفرھم

وقولهم علی مریم بھتاناً عظیما (نساء:۱۵۶) ’’اس آیت کے متعلق ’’تفسیر حقانی‘‘ میں لکھا ہے۔ ’’یہ نالائق فعل ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت صادر ہوا تھا۔ وہ یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام چونکہ بغیر باپ کے صرف اس کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے تھے۔ وہ اس سے منکر ہوگئے۔ وبکفرھم سے اس طرف اشارہ ہے۔ سوانہوں نے اس قدرت کاملہ کا انکار کیا اور حضرت مریم پاک دامن پر زناء کی تہمت لگائی کہ اس نے یہ حرامی بچا جنا ہے اور اخیر تک اس لئے یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو بنظر حقارت دیکھتے رہے۔‘‘

(تفسیر حقانی، ج۳ طبع ششم، ص۲۴۳)

اس کے سوا عیسائیوں کی اپنی شہادت موجود ہے کہ ہیرودوس مسیح علیہ السلام کو بچپن میں ہی قتل کرانے کے درپے تھا چنانچہ پادری بارتھ صاحب اپنی کتاب ’’مقدس کتاب کا احوال‘‘ حصہ دوم ص۸ پر لکھتے ہیں۔ ’’اس سبب سے ہیرودوس کا غضب بھڑکا۔ کیونکہ اس نے چاہا کہ اس بچے (یعنی مسیح علیہ السلام) کو جان سے مارے۔ لیکن چونکہ نہ جانتا تھا کہ وہ کون اور کس گھر میں رہتا ہے اس لئے اس نے بیت لحم اور اس کی سرحدوں کے سب چھوٹے لڑکوں کو قتل کروادیا تاکہ ان کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہو جائے مگر اپنی مراد کو نہ پہنچا۔‘‘ (کتاب مذکور طبع ششم ۱۸۹۵ء)

پس یہود نامسعود کی غرض یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بروئے تعصب مجرم قرار دے کر صلیب پر چڑھا کر اپنے عقیدہ کے مطابق (نعوذ باللہ) لعنتی بنائیں اور اپنے دل کا بخار نکالیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ جو لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔ (گنتیون۳۔۱۳)

مگر اپنے مقاصد میں نہایت ناکام اور نامراد رہے۔ خدا تعالیٰ نے ان کا بال بھی بیکا نہ ہونے دیا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے: وماقتلوہ وماصلبوہ یعنی ’’نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ سولی دیا۔‘‘

پس ’’خیر الماکرین‘‘ کی تدبیر کو ’’ناقص‘‘ کہنا نہایت بے ادبی اور گستاخی ہے۔ مگر مولوی صاحب معذور ہیں۔ اس قسم کی بے ادبی اور گستاخی مرزائیت کی گھٹی میں داخل ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں:

کرمہائے تو مارا کرد گستاخ

(براہین احمدیہ ص۵۵۵، خزائن ج۱ ص۶۶۲ حاشیہ درحاشیہ)

نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا

دوسری آیت یہ ہے: جس سے رفع مسیح صراحتاً ثابت: ’’وقولھم انا قتلنا المسیح

عیسیٰ ابن مریم رسول اللّٰہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شك منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللّٰہ الیہ ط وکان اللّٰہ عزیزاً حکیما(نساء:۱۵۸)''یعنی یہودیوں کا قول ہے کہ ''ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے اور نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے صلیب پر چڑھایا مگر ان کے لئے اس جیسا بنایا گیا اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس میں اختلاف کیا، وہ شک میں ہیں۔ ان کو اس کا کوئی علم نہیں۔ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور انہوں نے اس کو یقینی طور پر قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

اس آیت سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے یا فوت ہونے کے قائل ہیں یا اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس کا علم یقینی نہیں۔ وہ اتباع الظن میں گرفتار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا اور وہ غالب ہے۔ آسمان پر اٹھالینا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ واللہ غالب علیٰ امرہ اور وہ حکمت والا ہے۔ ان کے آسمان پر لے جانے میں بھی حکمت ہے۔

''تفسیر عباسی'' میں ہے:''(وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم) القی شبہ عیسیٰ علی تطیانوس فقتلوہ بدل عیسیٰ (وان الذین اختلفوا فیہ) فی قتلہ (مالھم بہ) بقتلہ (من علم الا اتباع الظن) الا الظن (وما قتلوہ یقینا) ای یقینا ما قتلوہ (بل رفعہ اللّٰہ الیہ) الی السماء (وکان اللّٰہ عزیزاً) بالنقمۃ من اعدائہ (حکیما) بالنصرۃ لاولیائہ'' ﴿اور نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب پر چڑھایا لیکن ان کے لئے اس جیسا بنایا گیا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ تطیانوس پر ڈالی گئی پس انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بدلے اس کو قتل کر دیا اور وہ لوگ جنہوں نے اس میں اختلاف کیا یعنی اس کے قتل میں۔ ان کو اس کا کوئی علم نہیں یعنی اس کے قتل کا۔ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں یعنی ظن میں ہیں اور انہوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ یعنی حضرت عیسیٰ کو بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا یعنی آسمان کی طرف اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے میں اور حکمت والا ہے اپنے دوستوں کی مدد کرنے میں۔﴾

''تفسیر جلالین'' میں ہے:'' وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم المقتول والمصلوب وھو صاحبھم بعیسیٰ ای القی اللّٰہ علیہ شبہ فظنوہ ایاہ'' ﴿اور نہ

انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ اس کو سولی پر چڑھایا اور ان کے لئے اس جیسا بنایا گیا یعنی جو مقتول ومصلوب ہوا اور وہ انہیں کا ساتھی تھا جو عیسیٰ جیسا بنایا گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس (کے چہرے) پر حضرت عیسیٰ کی شباہت ڈال دی پس یہود نے گمان کیا کہ یہ وہی (عیسیٰ ہی) ہے۔﴾

''تفسیر ابن جریر'' میں ہے:

۱…… حدثنا محمد بن عمرو قال ثنا ابوعاصم قال ثنا عیسیٰ عن ابن ابی نجیح عن مجاهد فی قوله (شبه لهم) قال صلبوه رجلا غیر عیسیٰ یحسبونه ایاه (یعنی ابن ابی بخیح نے مجاہدؒ سے خدا تعالیٰ کے قول شبه لهم کی تفسیر بیان کی ہے۔ اس نے کہا یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی دوسرے آدمی کو سولی دیا اور انہوں نے گمان کیا کہ یہ وہی (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی) ہے)

(ابن جریر ج۶ ص۱۰ سطر ۲۵و۲۶)

۲…… حدثنا القاسم قال ثنا الحسین قال ثنی حجاج عن ابن جریح عن مجاهد قال صلبوا رجلا شبهوه بعیسیٰ یحسبونه ایاه ورفع الله الیه عیسیٰ علیه السلام حیا. یعنی ابن جریح نے مجاہد سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ یہودیوں نے ایک ایسے ادنیٰ کو سولی دیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ تھا۔ انہوں نے گمان کیا کہ یہ وہی ہے۔ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہے۔) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے زندہ اپنی طرف اٹھالیا۔ (ایضاً ۱۰ سطر ۲۸،۲۹)

''تفسیر درمنثور'' میں ہے: ''قوله تعالیٰ: (وقولهم انا قتلنا المسیح……آیة) اخرج عبد بن حمید والنسائی وابن ابی حاتم وابن مردویه عن ابن عباس، قال لما اراد الله ان یرفع عیسیٰ الی السماء خرج الیٰ اصحابه وفی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین فخرج علیهم من غیر البیت وراسه یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشر مرة بعد ان آمن بی ثم قال ایکم یلقی علیه شبهی فقتل مکانی ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد علیهم فقام الشاب فقال اجلس ثم اعاد علیهم فقام الشاب فقال انا انت ذاك فالقی علیه شبه عیسیٰ ورفع عیسیٰ من روزنة فی البیت الی السماء قال جاء الطلب من الیهود فاخذوا

الشبة فقتلوه وصلبوه…… الخ۔ ﴿ابن مردویہ نے حبر الامت افقہ الناس حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھائے۔ اپنے اصحاب کی طرف نکلے اور ایک مکان میں ان کے حواریوں میں سے بارہ آدمی تھے۔ وہ باہر سے اس مکان میں ان کے لئے گئے اور آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے تھے۔ پس آپ نے (ان سے) کہا بعض تم میں سے وہ ہیں جس نے میرے ساتھ ایمان لانے کے بعد بارہ دفعہ بے ایمانی کی پھر کہا تم میں سے کون ہے کہ اس پر میری شبیہ ڈالی جائے پس وہ میرے بجائے قتل کیا جائے اور میرے ساتھ درجہ پائے پس ان میں سے ایک چھوٹی عمر کا نوجوان کھڑا ہوا۔ پس آپ نے اس سے کہا کہ بیٹھ جا پھر ان پر (یہ بات) دہرائی پس نوجوان کھڑا ہوا۔ پس آپ نے کہا بیٹھ جا پھر ان پر (وہی بات دہرائی) پس نوجوان کھڑا ہوا۔ پس اس نے کہا ''میں'' پس آپ نے کہا تو ہی ایک آدمی ہے۔ پس اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈالی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام گھر کی کھڑکی سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے پس یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طالب آئے اور انہوں نے شبیہ کو پکڑ لیا پس اس کو قتل کیا پھر اس کو صلیب پر چڑھایا۔﴾

(تفسیر درمنثور ص ۲۳۸ سطر ۲۲ تا ۲۸)

''تفسیر نیشاپوری'' میں ہے: ''وقیل کان رجل یدعی انه اصحاب عیسیٰ وکان منافقا فذهب الی الیهود ودلهم علیه فلما دخل مع الیهود لاخذه القی الله شبهه علیه فقتل وصلب'' ﴿کہا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک آدمی تھا جو منافق تھا پس وہ یہود کی طرف گیا اور ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ دیا پس وہ یہود سمیت داخل ہوا تا کہ آپ کو پکڑے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی شبیہ اس پر ڈال دی پس وہ قتل کیا گیا اور سولی دیا گیا۔﴾ ''(وان الذین اختلفو فیه لفی شك منه) قیل ان المختلفین هم الیهود لما قتلوا الشخص المشبه ونظروا، الی بدنه قالوا ان کان هذا عیسیٰ فاین صاحبنا وان کان صاحبنا فاین عیسیٰ'' ﴿آیت مندرجہ بالا کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اختلاف کیا وہ یہودی ہیں۔ جب انہوں نے شخص مشتبہ کو قتل کیا اور اس کے بدن کی طرف دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا دوست کہا ہے اور اگر یہ ہمارا دوست ہے تو عیسیٰ کہاں ہے؟﴾ (تفسیر نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر، ج۶ ص ۱۸)

''تفسیر بیضاوی'' میں ہے: ''(وان الذین اختلفوا فیه) فی شان عیسیٰ

علیہ السلام فانہ لما وقعت تلک الواقعة اختلف الناس فقال بعض الیهود وکان کاذبا فقتلناه حقا وتردد اخرون وقال بعضهم ان کان هذا عیسیٰ فاین صاحبون فقال بعضهم الوجه عیسیٰ والبدن بدن صاحبنا‘‘ ﴿یہ آیت عیسیٰ علیہ السلام کے شان میں ہے جب یہ واقعہ ہوا تو لوگوں نے اختلاف کیا۔ بعض یہودیوں نے کہا کہ وہ جھوٹا تھا ہم نے اس کو یقیناً قتل کیا اور دوسروں کو تردد ہوا۔ بعض نے کہا اگر یہ عیسیٰ تھا تو ہمارا دوست کہاں ہے اور بعض نے کہا کہ منہ تو عیسیٰ کا ہے اور بدن ہمارے دوست کا۔﴾ ’’بل رفعه الله علیه رد وانکار لقتله واثبات لرفعة ‘‘ یعنی یہ آیت اس کے قتل کا ردو انکار ہے اور اس کے اٹھائے جانے کو ثابت کرتی ہے۔‘‘ (تفسیر بیضاوی قلمی)

’’انجیل برنباس‘‘ فصل ۲۱۵ میں ہے: ’’اور جب کہ سپاہی یہودا کے ساتھ اس جگہ کے نزدیک پہنچے جس میں یسوع تھا۔ یسوع نے ایک بھاری جماعت کے نزدیک آنا سنا۔ تب اس لئے وہ ڈر کر گھر میں چلا گیا اور گیارہوں (شاگرد) سو رہے تھے پس جبکہ اللہ نے اپنے بندے کو خطرہ میں دیکھا۔ اپنے سفیروں جبرئیل اور میخائیل اور رفائیل اور اوریل کو حکم دیا کہ یسوع کو دنیا سے لے لیں۔ تب پاک فرشتے آئے اور یسوع کو دکھن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑی سے لیا پس اس کو اٹھا لے گئے اور اسے تیسرے آسمان میں ان فرشتوں کی صحبت میں رکھ دیا جو کہ ابد تک اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے۔‘‘

فصل ۲۱۶...... اور یہودا زور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا جس میں سے یسوع اٹھا لیا گیا اور شاگرد سب کے سب سو رہے تھے تب اللہ نے ایک عجیب کام کیا، پس یہودا بولا اور چہرے میں بدل کر یسوع کے مشابہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا کہ وہی یسوع ہے۔ لیکن اس نے ہم کو جگانے کے بعد تلاش کرنا شروع کیا تھا۔ تاکہ دیکھے معلم کہاں ہے۔ اس لئے ہم نے تعجب کیا اور جواب میں کہا۔ اے سید تو ہی تو ہمارا معلم ہے پس تو اب ہم کو بھول گیا۔ مگر اس نے مسکراتے ہوئے کہا کیا تم احمق ہو؟ کہ یہودا اسخر یوطی کو نہیں پہچانتے اور اسی اثناء میں کہ وہ کہہ رہا تھا، سپاہی داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ یہودا پر ڈال دیئے اس لئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا۔

فصل ۲۱۷: پس سپاہیوں نے یہودا کو پکڑا اور اس کو اس سے مذاق کرتے ہوئے باندھ لیا اس لئے کہ یہودا نے ان سے اپنے یسوع ہونے کا انکار کیا بحالیکہ وہ سچا تھا۔ تب سپاہیوں نے

اسے چھیڑتے ہوئے کہا اے ہمارے سید تو ڈر نہیں۔ اس لئے کہ ہم تجھ کو اسرائیل پر بادشاہ بنانے آئے ہیں اور ہم نے تجھ کو محض اس واسطے باندھا ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تو بادشاہت کو منظور نہیں کرتا۔ یہودا نے جواب میں کہا کہ شاید تم دیوانے ہو گئے ہو؟ تم ہتھیاروں اور چراغوں کو لیکر یسوع ناصری کو پکڑنے آئے ہو۔ گویا کہ وہ چور ہے تو کیا تم مجھی کو باندھ لوگے جس نے تمہیں راہ دکھائی ہے تاکہ مجھے بادشاہ بناؤ۔ اس وقت سپاہیوں کا صبر جاتا رہا تھا اور انہوں نے یہودا کو مکوں اور لاتوں سے مار کر ذلیل کرنا شروع کیا اور غصہ کے ساتھ اسے یروشلم کی طرف کھینچتے لے چلے۔

۷۹: تب وہ لوگ اسے جمجمہ پہاڑ پر لے گئے جہاں کہ مجرموں کو پھانسی دینے کی انہیں عادت تھی اور وہاں اسے (یہودا) کو ننگا کر کے صلیب پر لٹکایا۔ اس کی تحقیر میں مبالغہ کرنے کے لئے۔

۸۰: اور یہودا نے کچھ نہیں کیا سوا اس چیخ، کے کہ اے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا اس لئے کہ مجرم تو بچ گیا اور میں ظلم سے مر رہا ہوں۔

۸۱: میں سچ کہتا ہوں کہ یہودا کی آواز اور اس کا چہرہ اور اس کی صورت یسوع سے مشابہ ہونے میں اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ یسوع کے سب ہی شاگردوں اور اس پر ایمان لانے والوں نے اس کو یسوع ہی سمجھا۔

نوٹ...... مندرجہ بالا اقتباسات میں عبارتوں کے ساتھ جو نمبر دیئے گئے ہیں۔ وہ آیات کے نمبر دیئے ہیں تاکہ اگر کوئی شخص اصل کتاب میں عبارت دیکھنا چاہے تو اسے دقت نہ ہو۔ (ناظم)

مندرجہ بالا آیت اور اس کی تفاسیر اور انجیل کے حوالہ سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ تو کسی نے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کی جگہ ان کا شبیہ مصلوب ہوا مگر مرزائی صاحبان خواہ مخواہ اس آیت میں مفسرین کے خلاف ذیل کے الفاظ میں اڑ بیٹھے ہیں اور بے جا تاویلات میں پھنس کر انکار کی راہ ڈھونڈتے ہیں۔ چنانچہ:

’’صلبوہ کی بحث‘‘: پہلا لفظ وما صلبوہ اس کا صحیح معنی تو یہ ہے۔ ’’وبردار نکردہ اند اورا (شاہ ولی اللہ صاحب)‘‘ یعنی ’’اور نہ سولی پر چڑھایا انہوں نے اس کو۔‘‘ مگر مرزائی صاحبان اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ ’’سولی پر تو چڑھایا مگر انہوں نے اس کی ہڈیاں نہ

توڑیں۔‘‘ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ’’ما صلبوہ‘‘ میں نفی صرف اس بات کی ہے کہ اس پر موت بذریعہ صلیب وارد نہیں ہوئی۔ نہ اس بات کی کہ وہ لکڑی پر لٹکایا گیا ہو......الخ۔ (بیان القرآن ج۱ ص۵۷۵)

اس کی تشریح مرزا خدابخش صاحب نے اپنی کتاب ’’عسل مصفیٰ‘‘ میں کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ’’حضرت مسیح علیہ السلام ہی پکڑے گئے اور وہی مصلوب ہوئے مگر صلیب کی پوری شرائط ان پر نافذ نہیں ہوئیں کیونکہ وہ تین روز تک صلیب پر نہیں لٹکے رہے بلکہ تین گھنٹہ سے زیادہ ثبوت نہیں ملتا کہ وہ اس پر رہے ہوں اور نہ ان کی ہڈیاں توڑی گئیں۔‘‘

(عسل مصفی ج۱ فصل ۱۱ ص۴۶۹)

قبل اس کے کہ اس کا جواب لکھا جائے۔ یہ دیکھنا ہے کہ مرزائیوں کے اس عقیدہ کا ماخذ کیا ہے؟ سو اس کی تلاش کچھ مشکل نہیں۔ مولوی محمد علی صاحب ’’بائیبل انسائیکلوپیڈیا‘‘ اور ’’یہودی انسائیکلوپیڈیا‘‘ کا نام لیتے ہیں اور مرزا خدابخش صاحب کا ارشاد یہ ہے: ’’یہود اور نصاریٰ جو باہم ایک دوسرے کے لئے مخالف ہیں کہ جن کی دشمنی اور کینہ وری کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ دونوں اس بات پر یک زبان اور متفق ہیں کہ مسیح ناصری ہی پکڑا گیا اور اسی کو صلیب پر چڑھایا گیا اور اسی کو زخم لگے اور وہی مجروح ہوکر اپنے حواریوں سے ملتا رہا اور تبلیغ کی سخت تاکیدیں کرتا رہا۔ اب ان دونوں باہم مخالف قوموں کے تواتر کو کون توڑ سکتا ہے اور تواریخی ثبوت کا کون انکار کرسکتا ہے؟ اگر تواتر قومی کا انکار کریں تو پھر دنیا بھر کے کل علوم سے امن اٹھ جاتا ہے اور ان سب سے دست برداری کرنی پڑے گی اور پھر مسلمانوں کو سخت مشکل پیش آئے گی۔ کیونکہ اگر قومی تواتر کوئی چیز نہیں تو پھر اسلام کی ایک بات بھی قابل اعتماد نہیں رہ سکتی۔ یہی قومی تواتر ہی تو ہے جس سے قرآن شریف اور احادیث واقوال آئمہ مجتہدین مانے اور واجب العمل قرار دیئے جاتے ہیں اگر اس قومی تواتر کو نہ مانے جائے تو پھر ایک چیز ہمارے ہاتھ میں اس قابل نہیں۔ جس کو محفوظ تسلیم کرسکیں۔ لہٰذا قومی تواتر ایک ایسا امر ہے جس کے ماننے میں کسی کو چارہ نہیں۔‘‘ (عسل مصفی ج۱ ص۴۶۹)

عبارت مندرجہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائیوں کا یہ عقیدہ یہود اور نصاریٰ کے تواتر پر مبنی ہے اور مرزائیت یہودیت کے ساتھ اس عقیدہ میں متفق ہے۔ انا ﷲ وانا الیہ راجعون۔ یہی مرزائی جو بعض اوقات علمائے اسلام کو (نعوذ باﷲ) یہودی صفت علماء کہا کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں خود یہود کے مشابہت نام رکھتے ہیں۔

یہ ضد امتحان جذب دل کیسا نکل آیا
میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

شکر ہے کہ آخر کچھ تو انہوں نے مانا نص نہ سہی۔ ’’تواتر قومی‘‘ ہی سہی۔ احادیث نہ سہی۔ ’’تاریخی روایات‘‘ ہی سہی۔ لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ اس ’’تواتر قومی‘‘ اور ’’تاریخی ثبوت‘‘ کی ان کے دلوں میں کس قدر وقعت ہے؟ کیا ان کے پورے بیانات پر ایمان رکھتے ہیں یا صرف اپنے مطلب کا فقرہ لیکر باقی عبارات کو چھوڑ دیتے ہیں۔

ہاں جناب! بے شک ’’تواتر قومی‘‘ سے ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے۔ لیکن یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے صلیب پر جان دے دی چنانچہ۔

۱...... انجیل متی میں ہے: ’’یسوع پھر بڑی آواز سے چلّایا اور جان دے دی‘‘ (باب ۲۷ آیت ۵۰)

۲...... مرقس میں ہے: ’’پھر یسوع بڑی آواز سے چلّایا اور دم دے دیا‘‘ (باب ۱۵، آیت ۳۷)

۳...... لوقا میں ہے: ’’پھر یسوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم دے دیا۔‘‘ (باب ۲۳ آیت ۴۶)

۴...... یوحنا میں ہے۔ ’’جب یسوع نے وہ سرکہ پیا تو کہا کہ تمام ہوا اور سر جھکا کر جان دے دی۔‘‘ (باب ۱۹، آیت ۳۰)

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ وہ مرنے کے بعد جی اٹھے چنانچہ

۱...... انجیل متی میں ہے: ’’فرشتے نے عورتوں سے کہا تم نہ ڈرو۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم یسوع کو ڈھونڈتی ہو جو مصلوب ہوا تھا۔ وہ یہاں نہیں ہے کیونکہ اپنے کہنے کے مطابق جی اٹھا ہے۔‘‘ (باب ۲۸، آیت ۵،۶)

۲...... مرقس میں ہے: ’’اس نے ان سے کہا ایسی حیران نہ ہو۔ تم یسوع ناصری کو جو مصلوب ہوا تھا ڈھونڈتی ہو، وہ جی اٹھا ہے۔‘‘ (باب ۱۶، آیت ۶)

۳...... لوقا میں ہے: ’’وہ یہاں نہیں ہے بلکہ جی اٹھا ہے۔‘‘ (باب ۲۴، آیت ۲)

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے چنانچہ

۱...... مرقس میں ہے: ’’غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا۔‘‘ (باب ۶، آیت ۱۹)

۲...... لوقا میں ہے: ’’جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہوا کہ ان سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھایا گیا۔‘‘ (باب ۲۴، آیت ۵۱)

۳...... اعمال میں ہے: ’’یہ کہہ کر وہ ان کے دیکھتے دیکھتے اوپر اٹھا لیا گیا اور بدلی نے ان کی نظروں سے چھپا لیا اور اس کے جاتے وقت جب وہ آسمان کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے تو دیکھا دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس آ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اے گلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو؟ یہی یسوع جو تمہارے پاس آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح پھر آئے گا جس طرح تم نے آسمان پر جاتے دیکھا ہے۔‘‘ (باب اول آیت ۹ تا ۱۱)

اس کے سوا مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں کہ ’’تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک حضرت عیسیٰ مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے‘‘

(ازالہ اوہام ص ۲۴۸، خزائن ج ۳ ص ۲۲۵)

مرزائیو کیا ان تمام باتوں پر جو قومی تواتر اور تاریخی روایات سے ثابت ہیں۔ ایمان رکھتے ہو؟ اگر ان تمام باتوں پر تمہارا ایمان ہے تو تمہارا مذہب باطل ہے اور اگر ان سب کو نہیں مانتے تو بھی تم جھوٹے ثابت ہوئے۔ ’’افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض...... الخ‘‘ ﴿یعنی کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک حصے کا انکار کرتے ہو۔﴾ اب تو دونوں طرف سے پھنسے۔ نہ پائے فرار نہ جائے قرار۔

دوگونہ رنج وعذاب جان مجنوں را
بلائے صحبت لیلیٰ وفرقت لیلیٰ

مرزائیوں کا یہ کہنا بھی محض دروغ بے فروغ ہے کہ ’’مصلوب کو تین دن تک صلیب پر لٹکایا جاتا ہے۔‘‘ اور مسیح تین دن تک صلیب پر لٹکے نہیں رہے۔ یہ بات ’’بائیبل‘‘ کی تعلیم کے قطعاً خلاف ہے۔ ’’بائیبل‘‘ میں صاف لکھا ہوا ہے کہ ’’اگر کسی نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور تم اسے مار کر درخت سے ٹانگ دو تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی رہے بلکہ تم اس دن اسے دفن کر دینا کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے۔ تا نہ کہ تم اس ملک کو ناپاک کر دو۔ جسے خداوند تمہارا تم کو میراث کے طور پر دیتا ہے۔‘‘ اس عبارت سے ثابت ہے کہ مصلوب کو صرف ایک ہی دن صلیب پر لٹکانے کا حکم ہے۔ تین دن تک نہیں پس مرزائیوں کا یہ لکھنا جھوٹ ہے۔

اب صلب کا تحقیقی جواب لکھا جاتا ہے۔ صلب سے مراد محض ہڈیاں توڑنا ہی نہیں جیسا کہ مرزائیوں کا خیال ہے کیونکہ کئی آدمی لڑائی میں چوٹیں لگنے اور ہڈیاں ٹوٹنے سے مرجاتے ہیں کئی مکان یا درخت سے گر کر چوٹ آنے اور ہڈیاں ٹوٹنے سے مرجاتے ہیں۔ کئی گاڑیوں کے نیچے کچلے جاتے ہیں۔ اور ان کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں مگر ان میں سے کسی کو مصلوب نہیں کہا جاتا مصلوب صرف اسی کو کہا جاتا ہے جو صلیب پر لٹکایا جائے۔

پس صلب کا لفظ صلیب پر چڑھانے میخیں لگانے اور ہڈیاں توڑنے وغیرہ جملہ امور پر حاوی ہے یا بالفاظ دیگر یہ تمام امور اس کے مفہوم میں شامل ہیں اور ''وما صلبوہ''میں ان تمام امور کی نفی کی گئی ہے کہ نہ حضرت مسیح علیہ السلام کو کسی نے صلیب پر چڑھایا، نہ میخیں لگائیں اور نہ ہڈیاں توڑیں۔ غرضیکہ اس کے ساتھ ان امور میں سے کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ پس اس نص قطعی سے جہاں یہودیت اور نصرانیت کے ''تواتر قومی'' کا رد ہوا وہاں مرزائیت کے عقیدہ فاسدہ کا بھی قلع قمع ہوگیا۔ ''والحمدلله علیٰ ذالك''

﴿شبه لهم﴾ کی بحث: دوسرا لفظ ہے۔ شبه لهم اس کا معنی یہ ہے کہ مشتبہ شدہ پرایشاں (شاہ ولی اللہ صاحب) یعنی ''شبہ ڈالا گیا واسطے ان کے۔'' (شاہ رفیع الدین صاحب) مگر مولوی محمد علی صاحب اس کا معنی یہ کرتے ہیں۔ ''وہ ان کے لئے اس جیسا بنایا گیا۔'' (بیان القرآن، ص۵۷۵) اس کی تشریح مرزا خدا بخش صاحب کے الفاظ میں یہ ہے: ''وہ مشابہ بالمصلوب ہوا۔'' (عسل مصفی، ج۱ ص۴۷۰) اور مرزا خدا بخش صاحب، مفسرینؒ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''بعض مفسر اپنی قلت تدبر سے جملہ ولکن شبه لهم سے نکالتے ہیں کہ ایک اور آدمی مسیح کی شبیہ بن گیا تھا۔ حالانکہ یہ امر بالبداہت غلط ہے کیونکہ شبہ لہم میں مفعول مالم یسم فاعله کی ضمیر واحد غائب مستتر ہے۔ جو مسیح کی طرف راجع ہے۔ جو آیت انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم میں ہے۔ (عسل مصفی ج۱ ص۴۷۰) مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں۔ ''اس کے معنی غلطی سے یوں کئے جاتے ہیں کہ کوئی شخص مسیح کا مشابہ بنایا گیا۔ یہ صریح غلطی ایک قصہ کو ذہن میں لکھ کر کی گئی ہے۔ ورنہ الفاظ قرآن اس کو ہرگز برداشت نہیں کرتے۔ ضمیر جو شبہ میں ہے۔ وہ صرف معرفت مسیح کی طرف جاسکتی ہے۔ جن کا ذکر چل رہا ہے اور کسی ایسے شخص کی طرف ہرگز نہیں کی جاسکتی جس کا ذکر قرآن شریف میں کہیں بھی نہیں۔'' (بیان القرآن ج۱ ص۵۷۵،۵۷۶)

جواب...... مرزائیوں کا دماغ تو اپنا چکرایا ہوا ہے اور قلت تدبر کا الزام مفسرین پر

لگاتے ہیں۔ چنانچہ شبہ میں ضمیر تو ایک ہے مگر مولوی محمد علی صاحب ترجمہ میں دو ضمیریں لاتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں: ''وہ'' ان کے لئے ''اس'' جیسا بنایا گیا۔ مولوی صاحب کا یہ اختراع یا تو افتراء ہے یا قلت تدبر کا نتیجہ۔ خبر کچھ بھی ہو دونوں ضمیروں میں سے ایک یقیناً زائد ہے جس کی قرآنی لفظ شبہ تو ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔ پس جب مولوی صاحب کے ترجمہ کی عبارت سے ایک زائد ضمیر ''وہ'' کاٹ دی جائے تو باقی ترجمہ رہ گیا۔ ان کے لئے اس جیسا بنایا گیا۔ جو صحیح بھی ہے اور انہی کی قلم سے ان کا رد بھی ہے۔ کیونکہ وہ پہلے تسلیم کر چکے ہیں کہ اگر ضمیر جو شبہ میں ہے۔ وہ صرف حضرت مسیح کی طرف کی جاسکتی ہے۔ پس بقول مولوی صاحب ان کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ ''ان کے لئے (یہودیوں کیلئے) اس (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام) جیسا بنایا گیا، جو مصلوب ہوا۔ (فهو المراد)

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
کیا زلیخا نے خود پاک دامن ماہ کنعان کا

مرزائیو! مفسرین کرام نے تو یہی تفسیر بیان کی ہے کہ جو تمہارے مولوی محمد علی صاحب کے مطلب سے ظاہر ہے پس مفسرین کرام کی نسبت قلت تدبر کا جو الزام لگایا گیا ہے وہ کہنے والوں کو ہی مبارک ہو۔

﴿رفع﴾ کی بحث: تیسرا لفظ بل رفعه الله الیه ہے اس کے معنی ہیں۔ ''بلکہ برداشت اور اخدا تعالیٰ بسوئے خود۔'' (شاہ ولی اللہ صاحب) یعنی ''بلکہ اٹھالیا اس کو اللہ نے طرف اپنی۔'' (شاہ رفیع الدین صاحب) مگر مولوی محمد علی صاحب اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔ ''بلکہ اللہ نے اس کو اپنا قرب عطا فرمایا۔'' (بیان القرآن ج۱ ص۵۷۸) اور اس کی تشریح یہ کرتے ہیں بلکہ اللہ نے اسے رفع عطا فرمایا یعنی بلندی درجات۔ (بیان القرآن ج۱ ص۵۷۸) مرزا خدا بخش صاحب اس کی تائید میں لکھتے ہیں۔ ''کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح سے اس آیت ﴿وانی متوفیك ورافعك﴾ میں وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں تجھے مار کر اپنی طرف اٹھالوں گا تو پھر بل رفعه الله الیه کو ایفائے وعدہ نہ سمجھنا کیسی نادانی ہے۔ جب پہلی آیت میں وعدہ تھا کہ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا اور تیری روح کو عزت کے ساتھ اٹھاؤں گا اور دوسری آیت میں ظاہر کر دیا ہے کہ ہم نے حضرت سے جو وعدہ کیا تھا اس کا ہم نے ایفاء بھی کر دیا کہ کفار نابکار کے ہاتھوں سے قتل نہ ہوئے بلکہ ہم نے ہی اپنے ہاتھ سے مارا اور اپنے پاس یعنی یقینی قرب کے مقام پر بلا لیا۔

(عسل مصفی ج۱ ص۳۴۷)

جواب...... مرزائیوں کو خدا جانے کیا ہوگیا ہے کہ سیدھی بات بھی الٹی سمجھ لیتے ہیں۔ مرزا قادیانی کی بیعت کر کے ایمان تو ان کے سپرد کر ہی چکے تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ عقل کو بھی ساتھ ہی دے دیا۔ بات تو یہ تھی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بجائے ان کا شبیہ مقتول ومصلوب ہوا اور وہ یقیناً قتل نہیں ہوئے تو وہ گئے کہاں! اس کا جواب قرآن شریف میں یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف آسمان پر اٹھالیا۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''عام طور پر مفسرین نے یہ تعلق قائم کیا ہے کہ حضرت مسیح مقتول ومصلوب نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا۔'' لیکن ساتھ ہی مرزا قادیانی کی مریدی کا حق ادا کرتے ہوئے یہ بھی لکھ مارا ہے۔ ''مگر یہ معنی رفع کے سراسر خلاف لغت ہیں اور نا قابل قبول۔''

مولوی صاحب کی یہ تحریر سراسر ضمیر فروشی پر مبنی ہے ورنہ مولوی جانتے ہیں کہ رفع کے یہ معنی لغت کے موافق جو قابل قبول ہیں۔ کیونکہ وہ خود اسی تفسیر کے نوٹ نمبر۹۳ ص۷۴ میں لکھ چکے ہیں کہ ''رفع'' کا استعمال امام راغب نے چار طرح پر بیان کیا ہے:

۱...... اجسام کے متعلق جب ان کو اپنی جگہ سے اوپر اٹھایا جائے۔

۲...... عمارت کے متعلق جب اسے اونچا کیا جائے جیسے ''واذ یرفع ابراهیم القواعد''

۳...... ذکر کے متعلق جب اسے شہرت دی جائے۔

۴...... مرتبہ کے متعلق جب اسے شرف دیا جائے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہاں ان چار معنوں میں سے کونسا معنی مناسب ہے پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی قتل وصلب کے ساتھ رفع کا لفظ وارد ہے تو یہاں ان کے جسم کا اٹھایا جانا ہی مطلوب ہے نہ کہ کسی اور امر کا۔ پس مولوی صاحب کا یہی رفع کے معنی قرب اور بلندی درجات کرنا سراسر خلاف لغت اور نا قابل قبول ہے کیونکہ یہ تفسیر بالرائے ہے جو جملہ مفسرین کے خلاف ہونے کے علاوہ قرآن کے منشاء کے بھی خلاف ہے۔

دور کیوں جائیں خود مولوی صاحب نے اپنی تفسیر میں جسم کے ساتھ رفع کا معنی ''اونچا بٹھانا'' کئے ہیں۔ ورفع ابویه علی العرش کا ترجمہ یہ لکھا ہے: ''اور اس نے اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا ہے۔''

مولوی صاحب سے کوئی یہ پوچھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو مار کر ان کی روح کو تخت پر اونچا بٹھایا تھا یا زندہ؟ اگر زندہ تخت پر بٹھائے گئے تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مار کر اٹھانے کا گمان کیسے ہوسکتا ہے اور کس نص سے ثابت ہے؟

مولوی صاحب اور مرزا خدا بخش صاحب نے اپنی مصنفات میں ’’رفع‘‘ کے متعلق بلندی درجات کی جو مثالیں تفاسیر اور احادیث سے پیش کی ہیں ان کا جواب صرف اسی قدر کافی ہے کہ حسب تحریر مولوی صاحب ’’رفع‘‘ کے ساتھ جس قسم کا لفظ آئے گا اسی طرح کے معنی کئے جائیں گے۔ آیت زیر بحث میں چونکہ درجات وغیرہ کا کوئی لفظ موجود نہیں اس لئے یہاں وہ مثالیں پیش کرنا فضول اور عبث ہے۔

سوال...... مولوی صاحب کو اعتراض ہے کہ یہاں ’’آسمان‘‘ کا لفظ موجود نہیں اور عام طور پر یہ بھی سوال کیا جاتا ہے کہ خداوند کریم کی ذات جب جہات سے خالی ہے تو اس کے آسمان پر تسلیم کرنے کا کیا معنی؟

جواب...... بے شک خدا تعالیٰ کی ذات بابرکات جہالت سے خالی ہے مگر اس نے خود اپنی نسبت آسمان کی طرف بیان فرمائی ہے۔ قولہ تعالیٰ: ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ھی تمور۔ ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصباط (ملک:۱۶،۱۷) (ازمرزا قادیانی) کیا تم اس سے نڈر ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر عذاب بھیجے۔ اب آسمان سے عذاب بھیجنے والا سوائے خدا تعالیٰ کے اور کون ہوسکتا ہے؟

اس کے سوا مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ خدا تعالیٰ آسمان پر ہے جیسا کہ اپنے بیٹے کی بشارت میں لکھتے ہیں: ’’انا نبشرك بغلام حلیم مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء‘‘ ﴿(ازمرزا قادیانی) ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے اترا۔﴾

(انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ ص۶۲، حقیقت الوحی ص۹۵، خزائن ج۲۲ ص۹۸،۹۹)

پس جب دو زبردست شہادتوں سے ثابت ہوگیا کہ خدا تعالیٰ کی نسبت آسمان کی طرف ہے تو مولوی صاحب کا اعتراض بھی جاتا رہا کیونکہ آیت زیر بحث سے یہ تو ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا اور اس کی (یعنی اللہ کی) اپنی نسبت حوالہ جات بالا سے آسمان کی طرف ثابت ہے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اٹھایا جانا بھی آسمان کی طرف ثابت ہوا جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے۔

سوال...... مولوی صاحب کو ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ اگر یہ اناجیل محرف ہے تو انجیل برناباس کے لئے کونسی سند قرآن شریف یا حدیث میں ہے کہ وہ غیر محرف ہے؟ (بیان القرآن ج۱ ص۵۷۶)

جواب...... اہل السنّت والجماعت کے نزدیک تو تمام اناجیل بلا استثناء محرف اور مبدل

ہیں۔(سوائے ان حوالوں کے جو قرآن مجید کے مطابق ہیں) قابل سند نہیں۔

ہاں مولوی صاحب میں یہ صفت دیکھی ہے کہ ایک طرف تو بائبل کی تحریف کے قائل ہیں۔ملاحظہ ہو مولوی قادیانی کی تفسیر کا نوٹ ۱۰۰ ج۱ ص۸۰،۸۱ اور دوسری طرف اسی کے مضامین کو واقعات تاریخی کہہ کر قرآن مجید کے برخلاف سنداً پیش کرتے ہیں۔فیاللعجب ملاحظہ ہو۔

(بیان القرآن ج۱ ص۵۷۶)

بسوخت عقل زحیرت که ایں چه بوالعجبی است

رہا برنباس کا حوالہ دینے اور اقتباس نقل کرنے کا معاملہ سو اس کی دو وجہ ہیں:

اول...... یہ کہ اس کے اکثر مضامین قرآن مجید کے مطابق ہیں۔جیسا کہ بعض گزشتہ صفحات میں لکھے جاچکے ہیں۔

دوسری...... یہ کہ مرزا قادیانی نے خود اس کی تصدیق وتوثیق کی ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کو جائز لکھا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں ''ان سب امور کے بعد ایک اور بات ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ برنباس کی انجیل میں جو غالباً لندن کے کتب خانہ میں بھی ہوگی یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح مصلوب نہیں اور نہ صلیب پر جان دی۔اب ہم اس جگہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گو یہ کتاب انجیلوں میں داخل نہیں کی گئی اور بغیر کسی فیصلہ کے ردی کردی گئی ہے۔مگر اس میں کیا شک ہے کہ یہ ایک پرانی کتاب ہے اور اسی زمانہ کی ہے جبکہ دوسری انجیلیں لکھی گئیں۔کیا ہمیں اختیار نہیں ہے کہ اس پرانی اور دیرینہ کتاب کو عہد قدیم کی ایک تاریخی کتاب سمجھ لیں اور تاریخی کتابوں کے مرتبہ پر رکھ کر اس سے فائدہ اٹھائیں۔'' (کتاب مسیح ہندوستان میں، ص۱۸،۱۹، خزائن ج۱۵ ص۲۰،۲۱)

پس ثابت ہوا کہ انجیل برنباس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اور مرزا قادیانی کی مصدقہ کتاب ہونے کی وجہ سے اس کے حوالہ جات اتمام حجت کے طور پر مرزائیوں کے سامنے پیش کئے جاسکتے ہیں۔

''تیسری آیت'' یہ ہے جس سے رفع مسیح ثابت ہے:''اذقال اللّٰه یا عیسیٰ انی متوفیع ورافعك الیّ ومطهرك من الذین كفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین كفرو الی یوم القیامة (آل عمران:۵۵)'' ﴿جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو کافر ہیں اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی ان کو ان پر جنہوں نے انکار کیا، قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں۔﴾

اس آیت سے مرزائی صاحبان تو وفات مسیح ثابت کیا کرتے ہیں لیکن حقیقت میں اس سے حیات مسیح اور رفع مسیح ثابت ہوتا ہے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چار وعدے کئے ہیں:

۱...... وفات دینے کا وعدہ۔

۲...... اپنی طرف اٹھانے کا وعدہ۔

۳...... کافروں سے پاک کرنے کا وعدہ اور۔

۴...... ان کے پیروؤں کو فوقیت دینے کا وعدہ۔

یہ چاروں وعدہ مرزائیوں کو بھی مسلم ہے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے بھی اپنی تفسیر کے (نوٹ ص۴۴۷) میں تسلیم کئے ہیں۔ مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے کون کونسا وعدہ پورا ہو چکا ہے سو پچھلے دونوں وعدے (کافروں سے پاک کرنے کا اور پیروؤں کو فوقیت دینے کا وعدہ) تو پورے ہو چکنے کی نسبت فریقین کا اتفاق ہے مگر پہلے دونوں میں اختلاف اور یہی دونوں وعدے اصل مبحث ہیں۔

مرزائیوں کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو مار کر ان کی روح کو اپنی طرف اٹھالیا اس طرح یہ دونوں وعدے پورے ہوگئے۔ ان کے لئے تو بقول مرزا غالب۔

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

لیکن دراصل یہ خیال کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ آیت میں ''مار کر روح کے اٹھانے کا وعدہ نہیں۔'' بلکہ وفات کا وعدہ الگ ہے اور اپنی طرف اٹھانے کا وعدہ الگ، پس اگر بقول مرزائیاں آپ کی وفات ہو چکی ہے تو اٹھانے کا وعدہ پورا نہ ہوا اور خدا تعالیٰ کی شان میں (نعوذ باللہ) بیوفائی کا الزام آیا حالانکہ خداوند کریم کی ذات والا صفات بے عیب ہے اور ''ان اللہ لا یخلف المیعاد ''اس کی شان میں ہے۔ نیز مرزائیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ''وفات کے بعد بموجب نص قرآن اور حدیث صحیح کے ہر ایک مومن کی روح عزت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔'' (ازالہ اوہام، طبع پنجم ص۱۶۱، سطر۱۱، خزائن ج۳ص۲۹۹) تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت کیا ہوئی جبکہ ان کی روح بھی مرنے کے بعد ہی اٹھائی گئی اور ''رافعك الیّ کا وعدہ کیا؟''

اصل بات تو یہ ہے کہ مرزائیوں کے سر پر خودغرضی کا بھوت سوار ہے اس لئے قرآن شریف میں تحریف کرتے ہیں اور حدیث شریف کو چوہوں کی طرح کتر رہے ہیں جیسا کہ مرزا

قادیانی خود لکھتے ہیں۔ ’’پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا پھر میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۷۶ طبع پنجم ص ۲۳ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰ حاشیہ)

اگر مرزا قادیانی کی مسیحیت کا قضیہ درمیان میں نہ ہوتا تو ہرگز ایسی جرأت نہ کرتے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اٹھانے کا وعدہ تو یقیناً پورا ہو چکا جیسا کہ بل رفعہ اللہ الیہ سے ثابت ہے۔ رہا وفات کا وعدہ سو۱۔

توفی کی بحث

توفی بمعنی نیند: اگر توفی کے معنی ’’نیند‘‘ کے کئے جائیں تو یہ وعدہ بھی پورا ہو گیا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیند کی حالت میں اٹھائے گئے جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں ہے۔

۱؎ اس وعدے کے متعلق بھی ممکن ہے کہ کوئی منچلا مرزائی یہ کہہ دے کہ وفات کا وعدہ بھی پورا ہو چکا ہے جو فلما توفیتنی سے ثابت ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب قیامت کے دن ہوگا جیسا کہ مرزا قادیانی کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں: ’’کہ قرآن شریف کی اپنی آیات سے ظاہر ہے کہ یہ سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن ہوگا۔‘‘ (حقیقت الوحی ص ۳۱، خزائن ج ۲۲ ص ۳۳) اسی کتاب کے ضمیمے میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ فان عیسیٰ یجیب بھذا الجواب یوم الحساب یعنی یقول فلما توفیتنی فی یوم یبعث الخلق ویحضرون ...... (استفتاص ۴۳، خزائن ج ۲۲ ص ۶۶۵) رسالہ الوصیت میں لکھتے ہیں۔ ’’خدا قیامت کو عیسیٰ سے پوچھے گا کہ کیا تو نے ہی اپنی امت کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے مانو تو وہ جواب دیں گے کہ جب تک میں ان میں تھا تو ان پر شاہد تھا اور ان کا نگہبان تھا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر مجھے کیا علم تھا کہ میرے بعد وہ کس ضلالت میں مبتلا ہوئے۔‘‘ (رسالہ الوصیت ص ۱۳، خزائن ج ۲۰ ص ۳۱۲)

اس عبارت میں اگرچہ معنوی تحریف ہے تاہم ان جملہ عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ فلما توفیتنی کا جواب قیامت کے دن دیا جائے گا۔ پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس آیت کے نزول تک فوت ہو چکے ہیں بلکہ قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں جس سے صراحتاً آپ کی وفات ثابت ہو مگر ان کا اٹھایا جانا آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے صاف طور پر ثابت ہے۔

۱...... ’’حدثنی المثنی قال ثنا عبداللّٰه بن ابی جعفر عن ابیه عن الربیع فی قوله ﴿انی متوفیك﴾ قال معنیٰ وفاة المنام رفعه اللّٰه فی منامه ‘‘یعنی ابن جریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے مثنیٰ نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے عبداللہ بن ابی جعفر نے اپنے باپ سے اور اس نے ربیع سے خدا تعالیٰ کے قول انی متوفیک میں روایت کی۔ کہا وفات کا معنی نیند ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نیند کی حالت میں اٹھایا۔ (ابن جریر، ج۳ ص۱۸۳ سطر۱۷)

۲...... معالم میں ہے:’’قال ربیع بن انس المراد بالتوفیٰ النوم وکان عیسیٰ قد نام فرفعه اللّٰه نائماً الی السماء معناه انی منیمك ورافعك الیّ کما قال اللّٰه تعالیٰ ﴿هو الذی یتوفکم باللیل﴾ ‘‘ای ینیمکم یعنی ربیع بن انس نے کہا توفی سے مراد نیند ہے اور عیسیٰ سوئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سونے کی حالت میں آسمان کی طرف اٹھالیا۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تجھ کو سلانے والا ہوں اور تجھ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:’’هو الذی یتوفکم باللیل ‘‘یعنی سلاتا ہوں تم کو رات کو۔

(معالم ص۱۶۲)

۳...... خازن میں ہے:ان المراد بالتوفی النوم۔ ومنه قوله عزوجل ﴿اللّٰه یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها﴾ فجعل النوم وفاة وکان عیسیٰ قد نام فرفعه اللّٰه وهو نائم لئلاً یلحقه خوف فمعنی الایة ﴿انی متوفیك ورافعك الیّ﴾ ’’یعنی توفی سے مراد نیند ہے اور اسی سے ہے قول خدا تعالیٰ کا ﴿اللّٰه یتوفی الانفس......الخ﴾ پس بنایا نیند کو وفات اور عیسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھالیا درآنحالیکہ وہ نائم تھے تاکہ ان کو خوف لاحق نہ ہو پس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تجھ کو سلانے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔‘‘ (تفسیر خازن جلد۱ ص۲۴۰)

توفی بمعنی پورالینا: اگر توفی کے معنی پورا لینے کے کئے جائیں تو بھی یہ وعدہ پورا ہو چکا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام پورے بجسد عنصری اٹھائے گئے جیسا کہ ’’درمنثور‘‘ میں ہے۔

۱...... ’’واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم من وجه آخر عن الحسن فی الایة قال ﴿رفعه اللّٰه﴾ فهو عنده فی السماء ‘‘یعنی ابن جریر نے اور ابن ابی حاتم نے دوسری وجہ سے اس آیت میں حسن سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھالیا اور وہ اس کے نزدیک آسمان میں ہے۔ (درمنثور ج۲ ص۲۱ سطر۲۰)

۲...... خازن میں ہے:’’معناه انی قابضك ورافعك الیّ من غیر موت ‘‘یعنی اس

کا معنی یہ ہے کہ میں تجھ کو پورا لینے والا ہوں اور موت کے بغیر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔
(خازن ج۱ ص۲۴۰)

۳...... ابن جریر میں ہے: ’’حدثنا علی بن سهل قال ثنا ضمره بن ربیعة عن ابن شوذب عن مطر الوراق فی قول الله ﴿انی متوفیك﴾ قال متوفیك من الدنیا ولیس بوفاة موت ‘‘یعنی بیان کیا ہم سے علی بن سہل نے۔ اس نے کہا ہم سے مضمرہ بن ربیعہ نے ابن شوذب سے بیان کیا اس نے طمر الوراق سے خدا تعالیٰ کے قول ’’انی متوفیك ‘‘میں روایت کی۔ کہا میں پورا لینے والا ہوں تجھ کو دنیا سے، اور وفات سے مراد موت نہیں ہے۔
(ابن جریر ج۳ ص۱۸۳ سطر۲۲،۲۳)

توفی بمعنی موت: اور اگر ’’توفی ‘‘ کے معنی موت کے کئے جائیں تو بقول نصاریٰ یہ وعدہ بھی پورا ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر کر زندہ کئے گئے اور پھر آسمان کی طرف اٹھائے گئے جیسا کہ ابن جریر میں ہے: ’’حدثنا ابن حمید قال ثنا سلمة عن ابن اسحاق قال: النصاریٰ یزعمون انه توفاه سبع ساعات من النهار ثم احیاه الله ‘‘یعنی بیان کیا کہ ہم سے ابن حمید نے اس نے کہا ہم سے سلمہ نے اسحاق سے روایت کی اس نے کہا۔ نصاریٰ گمان کرتے ہیں کہ تحقیق اس نے اس کو دن میں سے سات ساعتیں مارا پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا۔
(ابن جریر ج۳ ص۱۸۴، سطر۱۵۱)

اور مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں کہ ’’تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن حضرت عیسیٰ مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور چاروں انجیلوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔‘‘
(ازالہ اوہام ص۱۰۴،۱۰۵، خزائن ج۳ ص۲۲۵)

مگر مسلمانوں کے نزدیک ’’توفی ‘‘ بمعنی موت کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا۔ وہ حضرت عیسیٰ کی دوبارہ تشریف آوری پر پورا کیا جائے گا۔

۱...... چنانچہ تفسیر ابن جریر میں ہے: ’’قال ابو جعفر واولی هذه الاقوال بالصّحة عندنا قال من قال معنی ذلك انی قابضك من الارض ورافعك الی لتواتر الاخبار عن رسول اللهﷺ انه قال ینزل عیسیٰ ابن مریم فیقتل الدجال ثم یمکث فی الارض مدة ذکرها اختلفت الروایة فی مبلغها ثم یموت فیصلی علیه المسلمون ویدفنونه ‘‘یعنی ابو جعفر نے کہا کہ ان اقوال میں سے بہتر اور صحیح ہمارے نزدیک وہ قول ہے جس نے یہ معنی کیا۔ میں تجھ کو زمین سے پورا لینے والا ہوں اور اپنی طرف

اٹھانے والا ہوں۔ کیونکہ تواتر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہوگا اور دجال کو قتل کرے گا پھر زمین میں ایک مدت تک رہے گا۔ جس کا ذکر باختلاف الروایت پہنچا ہے پھر مرے گا اور مسلمان اس پر جنازہ پڑھیں گے اور اس کو دفن کریں گے۔ (ابن جریر ج۳ ص۱۸۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا عقیدہ

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے بھی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے:

۲...... تفسیر درمنثور میں ہے: ’’واخرج اسحق بن بشرو ابن عساکر من طریق جوھر عن الضحاك عن ابن عباس فی قوله ﴿انی متوفیك ورافعك﴾ یعنی رافعك ثم متوفیك[1] فی آخر الزمان‘‘ ﴿اسحاق بن بشر نے اور ابن عساکر بطریق جوہر ضحاک سے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ نے ’’انی متوفیك ورافعك‘‘ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ تجھ کو اٹھاؤں گا پھر آخر زمانہ میں ماروں گا۔﴾ (درمنثور ج۳ ص۳۶ سطر۳۲)

۳...... طبقات ابن سعد میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ’’وان الله رفعه بجسده وانه حی الان وسیرجع الی الدنیا فیکون فیها ملکا ثم یموت کما یموت الناس‘‘ ﴿اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) بجسد عنصری، اٹھالیا ہے اور بے شک وہ اس وقت تک زندہ ہے اور عنقریب دنیا کی طرف رجوع فرمائیں گے پھر اس دنیا میں بادشاہ ہونگے پھر مریں گے جس طرح لوگ مرتے ہیں۔﴾

(قہریزدانی بحوالہ، طبقات ابن سعد، جلد اول، ص۲۶)

نوٹ...... یہ وہی حضرت ابن عباسؓ ہیں۔ جن کی تعریف خود مرزا قادیانی نے ان الفاظ میں کی ہے۔ ’’حضرت ابن عباس قرآن کریم کے سمجھنے میں اول نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارے میں ان کے حق میں آنحضرت ﷺ کی ایک دعا بھی ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۰۴، خزائن ج۳ ص۲۲۵)

حدث میں ’’رجوع‘‘ کا لفظ

۴...... خود آنحضرت ﷺ نے بھی یہی فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں مرے چنانچہ وہ ارشاد یہ ہے:

[1] مرزائی کہا کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ وفات مسیح کے قائل ہیں۔ یہ دونوں روایتیں ان کے قول کو رد کرتی ہیں۔ (ناظم)

''قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع علیکم قبل یوم القیمة '' ﴿حضرت حسن بصریؒ سے روایت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہود سے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام ہرگز نہیں مرے اور بے شک وہ قیامت سے پہلے تمہاری (نسل کی) طرف رجوع کرنے والے ہیں۔﴾

(تفسیر ابن جریر ج۳ ص۱۸۳ سطر۲۸ و درمنثور، ج۲ ص۳۶)

اب اس سے زیادہ معتبر شہادت اور کیا ہوسکتی ہے؟ نیز اس حدیث میں ''رجوع'' کا لفظ قابل غور ہے۔ مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں۔

''رجوع لوٹ کر جانے کا نام ہے۔ اس کی طرف جس سے ابتداء ہو۔ یا تقدیراً ابتداء خواہ بلحاظ مکان کے ہے یا فعل کے یا قول کے۔'' (تفسیر بیان القرآن ج۱ ص۵۹)

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رجوع مکانی ہے کیونکہ وہ زمین سے ہی آسمان پر اٹھائے گئے اور آسمان سے واپس لوٹ کر زمین پر ہی آئیں گے۔ فھو المراد!

۵...... امام بخاری کا عقیدہ: امام بخاری بھی اپنی تاریخ میں یہی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب وفات پائیں گے تو مدینے شریف میں حضور ﷺ کے روضہ مبارک میں دفن کئے جائیں گے۔ عبارت یہ ہے: ''واخرج البخاری [۱] فی تاریخه والطبرانی عن عبداللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعا '' ﴿بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں اصحابوں کے ساتھ (روضہ اطہر میں) دفن کئے جائیں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔﴾ (درمنثور ج۲ ص۲۴۵ سطر آخر)

۶...... حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اسی مضمون کی ایک حدیث بیان کی ہے جو یہ ہے: ''عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمساً واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر '' ﴿عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہا، رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ عیسیٰ ابن مریم زمین کی طرف نازل ہوں گے۔ پس نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور وہ پینتالیس برس زندہ رہیں

[۱] مرزائی کہتے ہیں کہ امام بخاری بھی وفات مسیح کے قائل ہیں۔ یہ روایت ان کے قول کو رد کرتی ہے۔ (ناظم)

گے۔ اور میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن کئے جائیں گے پس میں اور عیسیٰ ابن مریم (قیامت کے دن) ابوبکر اور عمر کے درمیان ایک مقبرہ سے اٹھیں گے۔﴾

(مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ فصل تیسری)

نوٹ...... اس حدیث کی صحت پر مرزا قادیانی نے مہر تصدیق ثبت فرمائی ہوئی ہے۔ چنانچہ محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق اس حدیث کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔’’اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہﷺ نے پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج ویولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا نیز صاحب اولاد ہوگا گویا اس جگہ رسول اللہﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳ حاشیہ، خزائن ج۱۱ص۳۳۷)

کیوں جناب! مرزا قادیانی نے کس زور سے اس حدیث کی صحت اور صداقت کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے اگر اب بھی کوئی ’’سیاہ دل‘‘ نہ مانے اور شبہات میں کود پڑے تو اس کی مرضی۔

مرزا قادیانی کے نزدیک احادیث سے رفع مسیح ثابت ہے

صحیح العقل اور سلیم الفطرت کو سمجھانے کے لئے تو رفع مسیح کے متعلق کافی سے زیادہ لکھا جاچکا ہے مگر مرزائیوں کی تسلی اور اتمام حجت کے لئے ان کے پیر کی شہادت بھی پیش کردی تاکہ شہد شاہدا من اہلہا کی مثال بھی ہوجائے اور شائد کوئی سعید روح تسلیم پاکر راہ راست پر آجائے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:’’اب پہلے ہم صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے۔ وہ دو نبی ہیں۔ ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کررہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے۔ ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔‘‘ (توضیح مرام ص۴، خزائن ج۳ص۵۲)

اس عبارت میں خط کشید الفاظ قابل غور ہیں مرزا قادیانی نے صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ بائیبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں سے مسیح کا آسمان پر جانا ثابت ہے۔ فھو المراد والحمدللہ علی ذالک!

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مرزائیوں کو جب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے جواب ملتا ہے تو وہ ضد کی بناء پر فلسفہ کی آڑ لیکر فرار کی راہ ڈھونڈتے ہیں اور عموماً یہ دو شبہے پیش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ:

پہلا شبہ: یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا اسی جسم کے ساتھ آسمان پر جانا فلسفہ کی رو سے محال ہے جیسا کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوئی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔ پس اس جسم کا کرۂ ماہتاب یا کرۂ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۴۷، خزائن ج۳ ص۱۲۶)

جواب...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بخود آسمان پر نہیں گئے کہ ان کو اس قسم کی تکالیف پیش آتیں بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ حکمت بالغہ سے ان کو آسمان پر اٹھالیا اور خدائے تعالیٰ کے اٹھانے میں یہ رکاوٹیں پیش نہیں آسکتیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کو تسلیم ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ’’خدا تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ انسان معہ جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائے۔‘‘

(چشمہ معرفت ص۲۱۹، خزائن ج۲۳ ص۲۲۸)

پس مرزائیوں کا یہ شبہ نہایت لغو اور فضول ہے۔

دوسرا شبہ: یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا قانون قدرت کے برخلاف ہے۔

جواب...... مرزائیوں کا یہ شبہ بھی نہایت بودا ہے جو محض قلت تدبر کی وجہ سے کیا جاتا ہے کیونکہ اول تو کوئی آدمی دنیا میں ایسا نہیں۔ جس نے قانون قدرت کا احاطہ کیا ہو، یا کر سکے پس جب قانون قدرت کا احاطہ نہیں ہوسکتا تو اس کے خلاف ہونا کیا معنی؟ دوسرے یہ کہ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں کہ ’’خدا اپنے بندوں کے لئے اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے۔‘‘

(چشمہ معرفت ص۹۴، خزائن ج۲۳ ص۱۰۴)

پس جب خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے اپنا قانون بدل لیتا ہے تو پھر اعتراض ہی کیسا؟

الحمد للہ! کہ ہم اس کے احسان اور اس کی توفیق سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جانا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے اور مرزا قادیانی کی کتابوں سے ثابت کر چکے اب نزول مسیح کا ثبوت لکھتے ہیں۔ (بعون اللہ تعالیٰ)

جواب حصہ دوم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے ثبوت میں

پہلے لکھا جاچکا ہے کہ اگر رفع مسیح ثابت ہو جائے تو نزول مسیح کا ثابت ہونا کوئی مشکل نہیں اور مرزا قادیانی کا بھی یہی ارشاد ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ’’اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان سے اترنا اس کے جسم کے ساتھ چڑھنے کی فرع ہے۔ لہٰذا یہ بحث بھی کہ مسیح اسی جسم کے ساتھ آسمان سے اترے گا جو دنیا میں اسے حاصل تھا۔ اس دوسری بحث کی فرع ہوگی جو مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا گیا تھا جبکہ یہ بات قرار پائی تو اول ہمیں اس عقیدہ پر نظر ڈالنا چاہئے۔ جو اصل قرارداد دیا گیا ہے کہ کہاں تک وہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کیونکہ اگر اصل کا کماحقہ تصفیہ ہو جائے گا تو پھر اس کی فرع ماننے میں تامل نہیں ہوگا اور کم سے کم امکانی طور پر ہم قبول کر سکیں گے کہ جب ایک شخص کا جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چلے جانا ثابت ہو گیا ہے تو پھر اسی جسم کے ساتھ واپس آنا اس کا کیا مشکل ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۱۲، خزائن ج۳ ص۲۳۶)

سو الحمدللہ! کہ ہم نے صرف قرآن شریف سے، انجیل سے، حدیث شریف سے، آثار صحابہ سے اور اقوال مفسرین سے حضرت مسیح کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت کر چکے ہیں بلکہ مرزا قادیانی سے اقبالی ڈگری بھی حاصل کر چکے ہیں پس جب حسب تحریر مرزا قادیانی اصل کا کماحقہ، تصفیہ ہو گیا تو پھر فرع کے ماننے میں مرزائیوں کو تامل نہیں ہونا چاہئے اور ہم امید کرتے ہیں کہ بہت سی سعید روحیں اپنے پیر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ماننے میں تامل نہیں کریں گی۔

اس تحریر کے مطابق اگرچہ اب نزول مسیح کے متعلق ثبوت بہم پہنچانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ مرزائی جماعت میں اکثر لوگ جو معمولی حرف شناس ہیں بلکہ بہت سے ناخواندہ ہیں جو مذہبی واقفیت نہیں رکھتے ان کو اس غلط فہمی میں مبتلا کیا گیا ہے کہ نزول مسیح سے مراد یہ نہیں کہ سچ مچ مسیح آسمان سے نازل ہوگا یا وہی مسیح ابن مریم آئے گا جو حضور علیہ السلام سے پہلے بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوا تھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس جیسا کوئی اور آدمی مسیح موعود ہوگا اور وہ مرزا قادیانی ہیں۔ (نعوذ باللّٰہ من ذلك) حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے جو آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کی روشنی میں صحیح تعلیم پیش کی جائے اور بتایا جائے کہ وہی مسیح ابن مریم نازل ہوگا جو آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔

تاکہ سیاہ روئے شود ہرکہ دروغش باش

وہ ہی عیسیٰ آئے گا حق کی قسم جو گیا تھا آسمان پر محترم
ہے یہ ثابت نص سے اخبار سے با تواتر یار سے اغیار سے
ہے قیامت کا نشاں اس کا نزول اعتراض فلسفی سب ہیں فضول

قرآن مجید سے ثبوت

نزول مسیح کے متعلق پہلی آیت یہ ہے: ’’ویکلم الناس فی المهد وکهلاً ومن الصلحین (آل عمران:٤٦)‘‘ ﴿(ازمولوی محمد علی صاحب) اور وہ لوگوں سے جھولے میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کرے گا۔﴾

اس آیت میں حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کو بشارت دی گئی تھی کہ مسیح لوگوں سے پنگوڑے میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کرے گا سو پنگوڑے میں تو لوگوں نے آپ کی باتیں سنیں لیکن ادھیڑ عمر ہونے سے پہلے ہی آسمان پر اٹھالئے گئے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے وعدے اپنے اپنے وقت پر ضرور پورے ہوتے ہیں اس لئے ادھیڑ عمر میں باتیں کا وعدہ اس وقت پورا ہوگا جب وہ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔

۱…… جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں ہے: ’’حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وهب قال سمعته یعنی ابن زید یقول فی قوله ﴿ویکلم الناس فی المهد وکهلاً﴾ قال قد کلمهم عیسیٰ فی المهد وسیکلمهم اذا قتل الدجال وهو یومئذ کهل‘‘ ﴿مجھ سے یونس نے بیان کیا اس نے کہا ہم کو ابن وہب نے خبر دی اس نے کہا میں نے ابن زید سے سنا وہ اس آیت ویکلم الناس فی المهد وکهلاً میں کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے پنگوڑے میں ان سے کلام کیا اور عنقریب ان سے کلام کرے گا جس وقت دجال قتل کیا جائے گا اور وہ اس وقت ادھیڑ عمر میں ہوگا۔﴾ (ابن جریر ج۳ ص۱۷۰ سطر۲۶ ودر منثور، ج۲ ص۲۵ سطر۲۹)

۲…… تفسیر خازن میں ہے: ’’وقال الحسن ابن الفضل ﴿وکهلا﴾ یعنی ﴿ویکلم الناس فی المهد وکهلا﴾ بعد نزوله من السماء وفی هذه نص علیٰ انه سینزل من السماء الی الارض ویقتل الدجال‘‘ ﴿حسن بن فضل نے کھلاً کی تفسیر میں کہا ہے کہ لوگوں سے ادھیڑ عمر میں آسمان سے نازل ہونے کے بعد باتیں کرے گا اور یہ اس بات پر نص قطعی ہے کہ وہ عنقریب آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوگا اور دجال کو قتل کرے گا۔﴾

(خازن ج۱ ص۲۳۵ سطر۱۳)

۳...... تفسیر معالم التنزیل میں ہے:’’وقیل للحسین بن الفضل هل تجد نزول عیسیٰ فی القرآن قال نعم وقوله ﴿وکهلاً﴾ وهو لم یکتهل فی الدنیاوانما معناه وکهلاً بعد نزوله من السمآء‘‘ ﴿حسین بن فضل سے پوچھا گیا کہ کیا تو عیسیٰ کا نازل ہونا قرآن مجید میں پاتا ہے؟ اس نے کہا ہاں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: وکهلاً (یعنی وہ ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کرے گا) اور وہ دنیا میں ادھیڑ عمر کا نہیں ہوا اور اس کا یہی معنی ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد ادھیڑ عمر کا ہوگا۔﴾ (معالم ص۱۶۳ سطر۳)

اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہے کہ وہی عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں گے۔ جو آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ ان کے بجائے کوئی اور شخص نہیں آئے گا اگر کوئی ایرا غیرا، نتھو خیرا مسیحیت کا دعویٰ کرے تو وہ ناقابل قبول ہے کیونکہ وہ کذاب ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے پہلے ہی انجیل میں خبر دے دی تھی کہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ وہ میں ہی ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں یا دیکھو وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور نشان اور عجیب کام دکھائیں گے۔ تاکہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کردیں لیکن تم خبردار رہو دیکھو میں نے تم سے سب کچھ پہلے ہی کہہ دیا ہے۔

(مرقس باب۱۳ آیت ۶ و آیت ۲۱ تا ۲۳)

دوسری آیت یہ ہے جس سے نزول مسیح ثابت ہے:’’وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیمة یکون علیهم شهیدا (نساء:۱۵۹)‘‘ ﴿اور اہل کتاب میں کوئی نہیں جو اس کے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے) ساتھ اس کے مرنے سے پہلے ایمان نہ لائے گا اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔﴾

یہ آیت بھی صاف طور پر ثابت کر رہی ہے کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے جو آسمان پر بجسد عنصری اٹھائے گئے تھے کیونکہ اس آیت سے پہلے آیت بل رفعه الله الیه میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے اور اس آیت میں ان کے نزول کا اور اسی آیت سے ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آنے پر استدلال کیا ہے اور اسی استدلال کے جرم میں مرزا قادیانی نے ان کی توہین کرتے ہوئے انہیں ’’ناقص الفہم‘‘ قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت یہ ہے:’’عن ابی هریرةؓ قال قال رسول

اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتیٰ لا یقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیها ثم یقول ابو هریرة فاقرءوا وان شئتم ﴿وان اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته﴾ (بخاری ج۲ص۴۹۰، مسلم ج۱ص۸۷)'' ﴿ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے[۱] اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ضرور بالضرور تم میں ابن مریم حکم اور عدل ہو کر نزول فرمائیں گے اور وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ہٹا دیں گے اور مال بہت ہوگا یہاں تک کہ کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔﴾ پھر ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اگر تم (اس کا ثبوت) چاہو تو پڑھو:''وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته (الآیة)'' یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

اس حدیث کی صحت میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ متفق علیہ ہونے کے علاوہ اس قدر مشہور ومقبول ہے کہ شاید ہی کوئی حدیث یا تفسیر کی کتاب ہوگی جس میں یہ درج نہ ہو اور لطف یہ ہوا کہ مرزا خدابخش مرزائی نے بھی اپنی کتاب عسل مصفی میں نزول مسیح کے ثبوت میں اسی حدیث کو بخاری کے حوالے سے نقل کر کے لکھا ہے کہ ''اس حدیث سے حضرت مسیح کے نازل ہونے کا صریح ذکر ہے۔'' (ملاحظہ ہو عسل مصفی، ج۱ص۲۰۲)

باوجود اس بات کے کہ مرزا خدابخش نے نقل حدیث میں تھوڑی لفظی تحریف کی ہے کہ ''یضع الجزیة'' کی بجائے یضع الحرب لکھا ہے۔

(دیکھو بخاری مطبوعہ حسینیہ مصر ج۲ص۱۷۱ باب نزول عیسیٰ)

تاہم ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی صحت میں تو انکار نہیں کیا۔ مگر مولوی محمد علی صاحب نے نہ صرف اس حدیث سے انکار کیا ہے بلکہ حضرت ابوہریرہؓ کے ذمہ یہ الزام بھی لگایا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کے قائل نہیں۔ چنانچہ ''بیان القرآن'' جلد اول صفحہ ۵۷۸،۵۷۹ کے نوٹ ۷۶۵ میں لکھتے ہیں۔ ''حضرت ابوہریرہؓ کی طرف ایک روایت منسوب ہے جس میں نزول ابن مریم کا ذکر کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا۔ فاقرؤا ان شئتم وان من اهل الکتاب...... جو شخص یہ روایت بیان کرتا ہے کہ

[۱] مرزا قادیانی لکھتے ہیں قسم بتاتی ہے کہ خبر ظاہری معنی پر محمول ہے نہ اس میں کوئی تاویل ہے نہ اس میں کوئی تاویل ہے نہ استثناء۔'' (حمامۃ البشریٰ ص۱۴، خزائن ج۷ص۱۹۲)

نازل ہونے والا ابن مریم تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ وہ یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود دوبارہ آئیں گے۔

جواب...... ہم حیران ہیں کہ مولوی صاحب نے دیدہ دانستہ ایسی مشہور معروف حدیث کا کس جرأت اور دلیری سے انکار کیا اور۔

چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد

کی مثال کو صحیح کر دکھایا ہے:

اوّل...... تو ہم مولوی صاحب سے الزامی طور پر پوچھتے ہیں کہ اگر حضرت ابوہریرہؓ کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود دوبارہ آئیں گے۔ تو مرزا قادیانی کا انہوں نے کیا بگاڑا تھا کہ وہ ان کو کم تدبر کم درایت اور غلط فہم جیسے نامناسب اور توہین آمیز الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''غرض اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض کم تدبر کرنے والے صحابی جن کی درایت اچھی نہیں تھی۔ (جیسے ابوہریرہؓ) وہ اپنی غلط فہمی سے عیسیٰ موعود کے آنے کی پیش گوئی پر نظر ڈال کر یہ خیال کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ ہی آئیں گے جیسا کہ ابتداء میں ابوہریرہ کو بھی یہی دھوکا لگا ہوا تھا اور اکثر باتوں میں ابوہریرہ بوجہ اپنی سادگی اور کمی درایت کے ایسے دھوکوں میں پڑ جایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک صحابی کے آگ میں پڑنے کی پیش گوئی میں بھی اس کو یہی دھوکہ لگا تھا اور آیت ''وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ'' کے ایسے الٹے معنی کرتا تھا جس سے سننے والے کو ہنسی آتی تھی کیونکہ وہ اس آیت سے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے سب اس پر ایمان لے آئیں گے۔'' (حقیقت الوحی ص۳۴، خزائن ج۲۲ ص۳۶)

دوم...... یہ کہ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ خود دوبارہ آئیں گے۔ جیسا کہ عبارت مندرجہ بالا سے ظاہر ہے اور آپ کہتے ہیں کہ ان کا یہ عقیدہ نہیں تھا اب بتائیں کہ آپ سچے ہیں یا مرزا صاحب؟

سوم...... یہ کہ جس حدیث کی بناء پر آپ نے ان کے عقیدہ سے انکار کا استدلال کیا ہے۔ وہ حدیث بھی جب انہی ابوہریرہؓ سے مروی ہے جو بقول مرزا قادیانی (نعوذ باللہ) کم فہم اور بے عقل تھے تو اس حدیث کا کیا اعتبار؟ اور اس سے استدلال کرنا کیسا؟

چہارم...... یہ کہ مرزا قادیانی کی تحریر بالا سے حضرت ابوہریرہؓ کی توہین ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اور جو شخص توہین اصحاب کا مرتکب ہو وہ مجرم ہے یا نہیں؟

جناب حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے: ''لا تسبوا اصحابی فلوا ان

احدکم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصیفه ''یعنی میرے اصحاب کو برا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی آدمی احد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد کے ثواب کو نہیں پہنچتا اور نہ اس کے آدھے کے برابر بھی۔ (مشکوٰۃ مترجم، ج۴ص۳۶۰)

دوسری جگہ ارشاد ہے: ''اکرموا اصحابی فانهم خیارکم ''یعنی میرے اصحاب کی تعظیم کرو اس لئے کہ وہ تمہارے بہترین ہیں۔ (مشکوٰۃ مترجم ج۴ص۳۶۳)

پس مرزا قادیانی نے حضور علیہ السلام کے اس فرمان واجب الاذعان کی خلاف ورزی کی ہے یا نہیں؟ اور جو شخص حضور علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی کرے۔ اس کی نسبت آپ کیا فتویٰ دیتے ہیں؟

دوسری حدیث...... جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ جس سے ان کے عقیدہ پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ یہ ہے: ''حدثنا ابن حمید قال ثناسلمة عن ابن اسحاق عن محمد بن سلم الزهری عن حنظلة بن علی الاسلمی عن ابی هریرة قال سمعت رسول اللّٰہ یقول لیهبطن اللّٰہ عیسیٰ بن مریم حکما عدلا واماما مقسطاً یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یجد من یاخذه ولیسلکن الروحاء حاجاً او معتمر او یدین بهما جمیعا''

﴿ابن جریر فرماتے ہیں ہم سے ابن حمید نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے سلمہ نے ابن اسحاق سے اس نے محمد بن سلم زہری سے اس نے حنظلہ بن علی الاسلمی سے اس نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو ضرور نازل کرے گا جو حکم، عدل اور بادشاہ ہو کر آئیں گے۔ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ہٹا دیں گے اور مال بہت ہوگا یہاں تک کہ کوئی آدمی ایسا نہ پایا جائے گا جو اس کو لے اور وہ روحاء سے حج اور عمرہ یا دونوں کو اکٹھا بجالانے کے لئے ضرور چلیں گے۔﴾

(تفسیر ابن جریر ج۳ص۱۸۲ سطر۲۰،۲۳)

اس حدیث میں ''ھبوط'' کا لفظ آیا ہے جو قابل غور ہے۔ ھبوط کے معنی ہیں اوپر سے نیچے آنا۔ (منتہی الارب) پس یہ لفظ صاف طور پر ثابت کر رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوپر سے (آسمان سے) نیچے (زمین پر) اتریں گے اور یہی عقیدہ حضرت ابوہریرہؓ کا ہے۔

نوٹ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کی کیفیت حضرت نواس بن

سمعانؓ کی روایت میں درج ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں:’’اذ ھبط عیسیٰ بن مریم بشرقی دمشق عند المنارۃ البیضاء بین مھروذتین واضعا یدہ علی اجنحۃ ملکین‘‘ یعنی جب عیسیٰ ابن مریم دمشق کے مشرق کی طرف سفید منارہ کے نزدیک آسمان سے اتریں گے تو دو زرد کپڑے پہنے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے۔

(ترمذی مترجم ج۲ ص۱۱۹ باب فتنہ دجال)

مسیح کا آسمان سے اترنا مرزا قادیانی کو تسلیم ہے

مرزا قادیانی نے اس حدیث پر بھی مہر تصدیق لگائی ہوئی ہے چنانچہ اپنی بیماری کے متعلق اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

’’دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح جب آسمان سے اترے گا۔تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔‘‘ (رسالہ تشحیذ ماہ جون ۱۹۰۶ء ص۵ اخبار بدر ۷/جون ۱۹۰۶ء، ملفوظات ج۸ ص۴۴۵)

مرزائی کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کے آسمان سے اترنے کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے۔مگر یہاں مرزا قادیانی نے خود تسلیم کر کے ’’سیاہ دل‘‘ منکروں کے قول کو رد کر دیا ہے۔

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے پھولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

تیسری حدیث: جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، یہ ہے۔’’اخرج احمد ومسلم عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لیھلن عیسیٰ ابن مریم بفج الروحاء بالحج او بالعمرۃ او لیثنیتھما جمیعا‘‘ ﴿احمد اور مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم فج روحاء سے حج یا عمرہ کے لئے یا دونوں کو ادا کرنے کے لئے احرام[1] باندھیں گے۔﴾ (درمنثور ج۲ ص۲۴۲ سطر۱۱)

اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں:’’وھذا یکون بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء فی آخر الزمان‘‘ ترجمہ یہ کام حج وغیرہ کا ادا کرنا (عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے بعد آخر زمانے میں ہوگا۔

(نووی شرح مسلم ج۱ ص۴۰۸، باب جواز التمتع فی الحج والقرآن)

[1] مرزا قادیانی نے حج نہیں کیا۔لہٰذا ان کا دعویٰ مسیحیت باطل ہے۔(ناظم)

اب اس حدیث سے بھی صاف ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود دوبارہ تشریف لائیں گے۔ ان سے اس قسم کی اور بھی بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ جن کے لکھنے کی اس مختصر سے رسالے میں گنجائش نہیں ہے۔ شہادت کے لئے صرف اسی قدر کافی ہیں۔

حدیث ''امامکم منکم'' کا مطلب: یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جو بخاری اور مسلم کے علاوہ مسند امام احمد، بیہقی کی کتاب اسماء والصفات، مشکوٰۃ اور درمنثور میں بھی درج ہے۔ پوری حدیث اس طرح پر ہے: ''عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم (بیہقی)'' ﴿حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔﴾

اس حدیث کا مطلب نہایت صاف اور واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں ابن مریم کے نزول اور امام مہدی کے ظہور کی خبر دی ہے۔ مگر مرزائی اس میں تحریف کر کے الٹے معنی کرتے ہیں کہ: ''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نزول فرما ہوگا اور وہ تمہیں میں سے ایک امام ہوگا۔'' (عسل مصفی ج۱ ص۲۰۲)

خود مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں کہ: ''بخاری صاحب اپنی صحیح میں صرف امامکم منکم کہہ کر چپ ہوگئے۔ یعنی صحیح بخاری میں صرف یہی مسیح کی تعریف لکھی ہے کہ وہ ایک شخص تم میں سے ہوگا اور تمہارا امام ہوگا۔'' (ازالہ اوہام ص۱۴۲، خزائن ج۳ ص۱۷۲)

پس اس غلط ترجمہ اور غلط فہمی کی بناء پر مولوی محمد علی صاحب حضرت ابو ہریرہ کو اپنا ہم خیال سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''جو شخص یہ روایت بیان کرتا ہے کہ نازل ہونے والا ابن مریم تمہارا امام تمہیں سے ہوگا۔ وہ یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود دوبارہ آئیں گے۔''

(بیان القرآن ج۱ ص۵۷۹)

ہم کہتے ہیں کہ جو شخص مندرجہ بالا حدیثوں کی رو سے یہ روایت کرتا ہے کہ نازل ہونے والا ابن مریم آسمان سے اترے گا۔ بادشاہ ہوگا، صلیب کو توڑے گا، خنزیر کو قتل کرے گا، جزیہ کو منسوخ کرے گا اور فج روحاء سے احرام باندھ کر حج کرے گا۔ وہ یہ عقیدہ ہرگز نہیں رکھ سکتا کہ نازل ہونے والا ابن مریم تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ لکھنے کو تو مولوی صاحب نے یہ عبارت

لکھ ہی ماری لیکن ثبوت کوئی پیش نہیں کیا اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ دعویٰ بلا دلیل باطل ہوتا ہے لہٰذا مولوی صاحب کی یہ تحریر کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ مرزائیوں کا ترجمہ غلط ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان کے ترجمہ میں لفظ ''وہ'' زائد ہے جو حدیث کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں اور اسی بناء پر مطلب بھی غلط لیا گیا ہے پس اگر ''وہ نکال دیا جائے تو ترجمہ بھی صحیح ہو جاتا ہے اور مطلب بھی صاف نکل آتا ہے اور حدیث میں واؤ عاطفہ نہیں ہے بلکہ جمع کی ہے۔ دلیل اس کی حضرت جابرؓ کی روایت ہے جو یہ ہے: ''وعن جابر قال قال رسول اللّٰہ فینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیرھم تعالیٰ صلّ لنا فیقول لا ان بعضکم علیٰ بعض امرآء اکرم اللّٰہ ھذہ الامۃ '' ﴿اور جابرؓ سے روایت ہے اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے اور امیر امت (امام مہدی) ان سے کہے گا۔ آؤ ہمیں نماز پڑھاؤ پس وہ کہیں گے۔ نہیں (میں امامت نہیں کرتا) بے شک تم میں بعض امیر امام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔﴾

(مشکوٰۃ، مترجم ج۴ ص۱۲۸، باب نزول عیسیٰ)

یہ حدیث مرزا قادیانی کو بھی تسلیم ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ''حدیث میں آیا ہے کہ مسیح جو آنے والا ہے۔ وہ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھے گا۔'' (فتاویٰ احمدیہ، جلد اول ص۸۲)

پس اس حدیث مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ جب عیسیٰ نازل ہوں گے تو وہ امام نہ ہوں گے بلکہ ان کے سوا کوئی دوسرا شخص امام ہوگا جو اس امت میں سے ہوگا اور وہ امام مہدی ہیں۔ جن کا ذکر دوسری احادیث میں بھی موجود ہے[۱]۔ گویا یہ حدیث زیر بحث حدیث کی تفسیر ہے جو ہمارے دعویٰ کی ایک زبردست دلیل ہے۔ اس سے زیر بحث حدیث کا مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی دو علیحدہ علیحدہ ہستیاں ہیں جن کی خبر حضور ﷺ نے اس حدیث میں دی ہے۔ فھو المقصود!

اب ہم آیت مذکورہ الصدر کی تفسیر حضرت ابوہریرہؓ کے سوا دوسرے صحابہ وتابعینؒ کے اقوال سے بیان کرتے ہیں۔

۱؎ دیکھو مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ فصل ثانی۔ خود مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں کہ: ''آنحضرت پیش گوئی میں فرماتے ہیں کہ وہ مہدی خلق اور خلق میں میری مانند ہوگا یواطی اسمہ واسم ابیہ اسم ابی یعنی میرے نام جیسا اس کا نام ہوگا اور میرے باپ کے نام کی طرح اس کے باپ کا نام۔'' (ازالہ اوہام طبع اول ص۱۴۷، ۱۴۸ طبع پنجم ص۶۵، خزائن ج۳ ص۱۷۵)

۱...... ’’واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم من طریق عن ابن عباسؓ فی قوله ﴿وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته﴾ قال قبل موت عیسیٰ ‘‘ ﴿ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے کئی طریقوں سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں قبل موته سے مراد قبل موت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے تمام اہل کتاب ان کے ساتھ ایمان لے آئیں گے۔﴾ (درمنثور ج۲ ص۲۴۱ سطر۵)

۲...... ’’واخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن شهر بن حوشب فی قوله: ﴿وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته﴾ عن محمد بن علی بن ابی طالب هو ابن الحنفیة قال: لیس من اهل الکتاب احد الا اتته الملائکة یضربون وجهه ودبرهٗ ثم یقال یاعدو والله ان عیسیٰ روح الله وکذبت علی الله وزعمت انه الله، ان عیسیٰ لم یمت وانه رفع الی السماء وهو نازل قبل ان تقوم الساعة فلا یبقی یهودی ولا نصرانی الا امن به ‘‘ ﴿عبد ابن حمید نے اور ابن منذر نے شہر بن حوشب اس آیت میں وان من اهل الکتاب......الخ حضرت محمد بن علیؓ بن ابی طالب سے جو ابن حنفیہؒ ہے۔ روایت کی ہے اس نے کہا اہل کتاب میں سے کوئی نہیں کہ اس کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ اس کے منہ اور دبر پر مارتے ہیں پھر کہتے ہیں۔ اے خدا کے دشمن! بے شک عیسیٰ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہے تو نے خدا پر جھوٹ بولا اور گمان کیا کہ وہ (عیسیٰ) اللہ ہے۔ بے شک عیسیٰ نہیں مرے اور بے شک وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور وہ قیامت سے پہلے نازل ہونے والے ہیں پس کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے گا جو ان کے ساتھ ایمان نہ لائے۔﴾ (درمنثور ج۲ ص۲۴۱ سطر۱۸ تا ۲۱)

۳...... ’’واخرج عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عن قتادة فی قوله ﴿وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته﴾ قال اذا نزل اٰمنت به الادیان کلها ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا ‘‘ ﴿عبدالرزاق اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت قتادہؓ سے اس آیت وان من اهل الکتاب......الخ میں روایت کی ہے کہ اس نے کہا۔ جس وقت (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نازل ہوں گے۔ ان کے ساتھ کل فرقوں کے لوگ ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔﴾

(درمنثور ج۲ ص۲۴۱، سطر۲۹، ۳۰)

۴...... ’’واخرج ابن جریر عن ابن زید فی قوله ﴿وان من اهل الکتاب الا

لیومنن به قبل موته﴾ قال اذا انزل عیسیٰ علیه السلام فقتل الدجال لم یبق یهودی فی الارض الا امن به ’’﴿اور ابن جریر نے ابن زید سے اس آیت (وان من اهل الکتاب...... الخ) میں روایت کی ہے۔ اس نے کہا جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ پس دجال کو قتل کریں گے اور کوئی یہودی زمین میں باقی نہ ہوگا جو ان کے ساتھ ایمان نہ لائے۔﴾ (درمنثور، ج وص مذکور)

۵...... ’’واخرج ابن جریر عن ابی مالك ﴿وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته﴾ قال ذلك عند نزول عیسیٰ ابن مریم لا یبقی احد من اهل الکتاب الا امن به ’’﴿ابن جریر نے ابی مالک سے اس آیت وان من اهل الکتاب...... الخ میں روایت کی ہے۔ اس نے کہا یہ عیسیٰ ابن مریم کے نزول کے وقت ہوگا۔ اہل کتاب میں سے کوئی باقی نہ رہے گا جو ان کے ساتھ ایمان نہ لائے۔﴾

(درمنثور ج وص مذکور، سطر ۳۳،۳۴)

۶...... ’’واخرج ابن جریر عن الحسن ﴿وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته﴾ قال قبل موت عیسیٰ والله انه الان حیّ عند الله ولکن اذا نزل آمنو به اجمعون ’’﴿ابن جریر نے حضرت حسن سے اس آیت (وان من اهل الکتاب...... الخ) میں روایت کی ہے اس نے کہا قبل موته سے مراد قبل موت عیسیٰ ہے اور خدا کی قسم بے شک وہ اس وقت خدا کے نزدیک زندہ ہے اور لیکن جس وقت وہ نازل ہوگا تمام لوگ اس کے ساتھ ایمان لائیں گے۔﴾ (درمنثور ج ۲ اص ۲۴)

اس قسم کی بیسیوں روایتیں ہیں جو صحابہ کرام اور تابعین عظام سے مروی ہیں اور ان سب کے درج کرنے کی اس چھوٹے سے رسالے میں گنجائش نہیں۔ اگر کسی کو زیادہ دیکھنے کی خواہش ہے تو وہ ابن جریر، درمنثور وغیرہ تفاسیر کا مطالعہ کرے۔

یہود کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایمان لانے پر اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض...... مولوی صاحب کو اس تفسیر پر بھی اعتراض ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ’’اور پھر یہودیوں کا حضرت عیسیٰ پر دوبارہ نزول کے وقت ایمان لانا بے معنی ہے اگر دوبارہ نزول فرض بھی کرلیا جائے تو ایمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر وہ لائیں گے، نہ حضرت عیسیٰ پر۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے یہ معنی ہوئے کہ اس وقت کے نبی حضرت عیسیٰ ہوں گے۔ حالانکہ

عام عقیدہ کے مطابق بھی وہ محض مجدد ہوکر آئیں گے۔ نہ نبی ہوکر۔ پھران پرایمان لانے کے کیا معنی؟‘‘ (بیان القرآن ج۱ص۵۷۹)

جواب...... مولوی صاحب کو اپنی تفسیر بالرائے پر اس قدر ناز ہے کہ جابجا سلف صالحین کے برخلاف صفحات کے صفحات سیاہ کئے ہوئے ہیں۔ خدا جانے وہ بی۔اے یا ایم۔اے ڈگری یافتہ نہ تھے یا انہوں نے ایل ایل بی کا امتحان نہ دیا ہوا تھا اس لئے ان کی تفسیر قابل اعتبار نہیں ہے۔ مگر مولوی صاحب کو یاد ہونا چاہئے کہ وہ خیر القرون میں پیدا شدہ، جناب سید المرسلین کے تربیت یافتہ صحابہؓ کی سند حاصل کئے ہوئے۔ اگر اعتبار کے قابل نہیں تو آپ کا بیان کس طرح قابل اعتبار ہوسکتا ہے۔ درآنحالیکہ آپ ایک موٹی سی بات بھی نہیں سمجھ سکے۔ سچ ہے:

خود ستائی تو خوار کرتی ہے بھوت سر پر سوار کرتی ہے
اس سے ہوتی ہے سلب عقل سلیم مرد کو بے وقار کرتی ہے

حضرت! اگر آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول تسلیم کرلیں تو ہمیں تو بڑی خوشی ہوگی اور جھگڑا ہی ختم ہوجائے گا۔ اور آپ کی تمام مشکلیں بھی حل ہوجائیں گی اور یہ تو کوئی مشکل ہی نہیں ہے۔ کہ ’’عام عقیدہ کے مطابق وہ مجدد ہوکر آئیں گے۔ نہ نبی ہوکر پھران پر ایمان لانے کے کیا معنی؟‘‘ اس کی مثال تو خود آپ کے گھر میں موجود ہے۔ آپ مرزا صاحب کو مسیح موعود بھی خیال کرتے ہیں اور مجدد بھی۔ اسی بناء پر آپ ان کے ساتھ بھی ایمان رکھتے ہیں۔ پس جب تمام مرزائی مرزا قادیانی کے ساتھ ایمان لانے کے باوجود مسلمان کہلانے پر اصرار کرتے ہیں اور ان کے خیال میں مرزا قادیانی کے ساتھ ایمان لانا دراصل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی ایمان لانا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لانے والے لوگ کیوں مسلمان نہ کہلاسکیں گے۔ درآنحالیکہ وہ حسب فرمان جناب رسول اللہ ﷺ حقیقی مسیح موعود ہوں گے جو آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور جانشین ہوں گے اور ان کے ساتھ ایمان لانا دراصل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی ایمان لانا ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ بہ اور موتہ کی ضمیریں بلکہ اس سے پہلی اور پچھلی آیت میں جتنی واحد غائب کی ضمیریں ہیں سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہیں اس سے کسی اور شخص کا مراد لینا جس کا ذکر یہاں نہیں ہے۔ قرآن مجید کی بلاغت اور منشاء کے خلاف ہے اور اس سے رسول اللہ ﷺ بھی مراد نہیں لئے جاسکتے۔ کیونکہ آپ کو اس آیت سے ماقبل ومابعد کی ضمیر سے

مخاطب کیا گیا ہے پس آپ کی یہ کمال خوش فہمی ہے کہ یہاں رسول خدا ﷺ کو مراد لے رہے ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی اگر کچھ کسر رہ گئی تو احقر پھر خدمت کو تیار ہے۔

تیسری آیت...... یہ ہے جس سے نزول مسیح ثابت ہے: ''وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها واتبعون۔ هذا صراط مستقیم، ولا یصدنکم الشیطن انه لکم عدوٌ مبین (زخرف:۶۱،۶۲)'' ﴿اور بے شک وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے لئے نشان ہے پس اس میں شبہ نہ کرو اور میری پیروی کرو۔ یہ راہ سیدھی ہے اور تم کو شیطان نہ روکے بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔﴾

اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے دوبارہ تشریف لائیں گے اور ان کا تشریف لانا قیامت کی نشانی ہے۔ خدائے علیم وخبیر کے علم میں تھا کہ کسی زمانہ میں شیطان بعض لوگوں کو اس عقیدہ سے ورغلا کر گمراہ کردے گا اس لئے اس نے اپنے نبیوں کی معرفت لوگوں کو پہلے ہی متنبہ کردیا کہ خبردار شیطان کے بہکانے پر اس عقیدہ سے انکار نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا دشمن ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ: ''جھوٹے اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں۔ دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے۔'' (متی، باب۲۴، آیت۲۴،۲۵، مرقس، باب۱۲، آیت۲۲،۲۳)

اور آپ نے دوبارہ آنے کی خبر اس طرح دی تھی: ''اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور اس آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب یہ باتیں نہ ہولیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی۔ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے۔ لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔ لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ۔''

(متی، باب۲۴، آیت۲۹،۳۰،۳۴ تا۳۶، مرقس، باب۱۳، آیت۲۴ تا۲۶،۳۰ تا۳۲)

اس کے بعد اب قرآن مجید نے دوبارہ صراحت کردی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا حق ہے۔ شیطان کا دھوکہ نہ کھانا پس اگر کوئی اب بھی نہ سمجھے تو اس کی مرضی۔

اس آیت کی تفسیر آثار صحابہ سے بھی اس طرح مروی ہے۔ چنانچہ درمنثور میں ہے:

۱...... ’’اخرج الفریابی وسعید بن منصور ومسدود وعبد بن حمید وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباسؓ فی قوله ﴿وانه لعلم للساعة﴾ قال خروج عیسیٰ قبل یوم القیامة ‘‘ ﴿حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔آپ نے کہا:(وانه لعلم للساعة) کا مطلب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے خروج ہے۔﴾ (درمنثور ج۶ ص۲۱)

۲...... ’’واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن مجاهدؒ ﴿وانه لعلم للساعة﴾ قال اية للساعة خروج عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیامة ‘‘ ﴿مجاہد نے (وانه لعلم للساعة) کی یہ تفسیر کی ہے۔کہا قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا خروج قیامت کی نشانی ہے۔﴾ (درمنثور ج۶ ص۲۰ سطر۳۲)

۳...... ’’عبد بن حمید وابن جریر عن الحسن (وانه لعلم للساعة) قال نزول عیسیٰ ‘‘ ﴿حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ اس آیت سے مراد نزول عیسیٰ ہے۔﴾

(درمنثور، حوالہ مذکور سطر۲۳)

۴...... ’’واخرج عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر عن قتاده ﴿وانه لعلم للساعة﴾ قال نزول عیسیٰ علم الساعة ‘‘ ﴿حضرت قتادہؒ سے روایت ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے لئے نشانی ہے۔﴾ (درمنثور ج۶ ص۲۱ سطر۳۴)

اس قسم کی اور بھی بہت روایات ہیں مگر ’’مشت از خروارے‘‘ اس قدر کافی ہیں۔شکر ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اس آیت پر کوئی خاص اعتراض نہیں کر سکے۔ بلکہ تسلیم کرتے ہیں کہ ’’انہ‘‘ میں ضمیر حضرت ابن عباس اور بعض مفسرین کے نزدیک ابن مریم کی طرف جاتی ہے۔ ’’اور‘‘ حضرت عیسیٰ کو ساعت کے لئے نشان تو کہا جا سکتا ہے خواہ نزول عیسیٰ ہی مراد ہو۔‘‘ مگر آخر کار اپنی عادت سے مجبور ہو کر جوش تحریر میں نوک قلم کا ایک کچوکا لگا ہی گئے کہ ’’قیامت کے نشانوں میں اگر ہے تو نزول عیسیٰ ہے نہ خود عیسیٰ۔مگر یہاں ذکر نزول عیسیٰ کا نہیں بلکہ عیسیٰ کا ہے۔ہم قرآن شریف میں اپنی طرف سے یہ نہیں بڑھا سکتے۔کہ عیسیٰ سے مراد نزول عیسیٰ سے لیں۔

(بیان القرآن، ج۳ ص۱۶۸۶)

کسی نے سچ کہا ہے۔

نیش کژدم نہ از پئے کین است
مقتضائے طبیعتش ایں است

مولوی صاحب کو جب تسلیم ہے کہ حضرت عیسیٰ کو ساعت کے لئے نشان کہا جاسکتا ہے اور یہ بھی آپ مانتے ہیں کہ نزول عیسیٰ قیامت کے نشانوں میں سے ہے تو پھر انکار کس بات کا؟ رہا یہ امر کہ ساعت کا معنی قیامت ہے یا نہیں؟ سو یہ بھی آپ کو نوٹ ۱۴۹ میں تسلیم ہے کہ ساعۃ کا معنی قیامت ہے اور خاص اسی نوٹ کے اخیر میں انہوں نے یہ حدیث لکھی ہے۔ انا والساعة کھاتین اس میں بھی ساعۃ کا معنی قیامت ہی تسلیم کیا ہے تو پھر آپ کی زبانی فیصلہ ہوگیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کے نشانوں میں سے ہے اور یہی مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے۔ والحمدللّٰہ علیٰ ذلك!

چوتھی آیت...... یہ ہے جس سے حضرت عیسیٰ کا دوبارہ تشریف لانا ثابت ہے: ''ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ ودین الحق لیظھره علی الدین کله ولو کره المشرکون (صف:۹)'' ﴿وہ ہے وہ خدا جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناخوش ہوں۔﴾

اس آیت سے بھی مفسرین کرام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے پر استدلال کیا ہے مگر مرزائیوں پر اتمام حجت کے لئے مرزا قادیانی کی مایہ ناز کتاب ''براہین احمدیہ'' سے تفسیر پیش کرتے ہیں۔ ''یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (براہین احمدیہ ج۴ ص۴۹۸،۴۹۹ حاشیہ در حاشیہ، خزائن ج۱ ص۵۹۳)

پانچویں آیت: یہ ہے جو مرزا قادیانی نے حضرت مسیح کے دوبارہ تشریف لانے کے متعلق پیش کی ہے: عسیٰ ربکم ان یرحم علیکم وان عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکافرین حصیرا۔ خداتعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔ یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر (نازل) ہونے کا ظاہر اشارہ ہے۔ یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف احسان کو قبول نہیں کریں گے۔ اور حق محض جو دلائل واضح اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے۔ اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خداتعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے۔ اور تمام راہوں اور

سڑکوں کو خس وخاشاک سے صاف کردیں گے اور کج و ناراست کا نام ونشان نہ رہے گا۔ اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست ونابود کردے گا۔

(براہین احمدیہ ج۳ص۵۰۵ حاشیہ، خزائن ج۱ص۶۰۲ حاشیہ)

اب ان حوالوں کے بعد دوسرا کوئی ثبوت بہم پہنچانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی جبکہ مرزاقادیانی خود تسلیم کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں خس وخاشاک سے صاف کردیں گے۔ مگر ممکن ہے کہ کوئی منچلا مرزائی یہ کہہ دے کہ مرزاقادیانی نے اس عقیدہ سے رجوع کر لیا تھا۔ جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں: ''میں نے براہین میں جو کچھ مسیح ابن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے وہ صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۸۳، خزائن ج۳ص۱۹۶)

سواس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ مرزاقادیانی کا یہی بیان ان کے اسلامی عقیدہ کو چھوڑنے اور نئے مذہب کی بنیاد رکھنے پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ وہ خود اس کی تصریح مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں۔ ''یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے۔ صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے۔ کیونکہ جو لوگ خداتعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کوئی دلیری نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے ہمارے نبیﷺ پر جب تک خداتعالیٰ کی طرف بعض عبادات کے ادا کرنے کے بارے میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی، تب تک اہل کتاب کی سنن دینیہ پر قدم مارنا بہتر جانتے تھے اور بروقت نزول وحی اور دریافت اصل حقیقت کے اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ سواسی لحاظ سے حضرت مسیح ابن مریم کی نسبت اپنی طرف سے کوئی بحث نہیں کی گئی تھی۔ اب جو خداتعالیٰ نے حقیقت امر کو اس عاجز پر ظاہر فرمایا تو عام طور پر اس کا اعلان ازبس ضروری تھا۔'' (ازالہ اوہام ص۸۳، خزائن ج۳ص۱۹۷)

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

۱...... حضرت مسیح علیہ السلام کا دوبارہ آنے کا عقیدہ جو براہین میں مرزاقادیانی نے لکھا تھا وہ اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے تھا۔

۲...... حضرت مسیح علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا آثار نبویہ سے ثابت ہے۔

۳...... جس طرح حضورﷺ نے اپنے مولا کریم سے وحی پا کر اپنے پہلے انبیاء کی سنت کو چھوڑ

دیتے تھے۔اسی طرح مرزا قادیانی نے اپنے رب ’’عاج[۱]‘‘ سے الہام پا کر حضورﷺ کے فرمائے ہوئے عقائد کو چھوڑ دیا۔بس جھگڑا ہی ختم۔ حیرانگی کی بات ہے کہ مرزائی کس منہ سے کہا کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔اگلی شریعت میں انہوں نے کوئی کمی بیشی نہیں کی۔

دوسرا جواب...... یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ لکھنا کہ براہین میں جو کچھ آنجناب نے لکھا ہے وہ قرآن شریف کی آیات سے استدلال کر کے لکھا ہے اور ازالہ میں جو کچھ لکھا ہے۔وہ صرف زبانی جمع خرچ ہے۔اب قرآن مجید کی آیت کو’’مشہور عقیدہ‘‘ کہہ کر ترک کرنا اور اپنے اوہام باطلہ پر عمل کرنا مرزا قادیانی کی ہی شان ہے۔مسلمان تو کوئی اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔

تیسرا جواب...... یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا براہین کے مضامین کو سرسری کہنا بھی محض دھوکا ہے۔جس سے ناواقفوں کی نظر میں خاک جھونکنا مطلوب ہے۔یا’’دروغ گو را حافظہ نباشد‘‘ کا معاملہ ہے کیونکہ’’براہین احمدیہ‘‘ایک ایسی کتاب ہے جس کی صحت اور صداقت کے متعلق مرزا قادیانی کو بڑا ناز تھا اور اس کی نسبت وہ بہت کچھ لکھ چکے ہیں چنانچہ:

۱...... سب سے اول انہوں نے اشتہار انعامی دس ہزار شائع کیا۔جس کا ملخص ابتدائی سطور میں یوں ہے۔’’انعامی دس ہزار روپیہ ان سب لوگوں کے لئے جو مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان دلائل اور براہین حقانیہ میں جو فرقان مجید سے ہم نے لکھی ثابت کر دکھائیں یا اگر کتاب الہامی کی ان دلائل کے پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہونے کا اپنی کتاب میں اقرار کر کے ہمارے ہی دلائل کو نمبروار توڑ دیں۔‘‘ (براہین احمدیہ ص۱۷، خزائن ج۱ ص۴۴)

۲...... لکھتے ہیں۔’’کہ اس کتاب میں وہ تمام صداقتیں مرقوم ہیں۔جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے۔وہ سب اس میں مرقوم ہیں۔‘‘ (براہین احمدیہ ص۱۳۶، خزائن ج۱ ص۱۲۹)

۳...... لکھتے ہیں’’کہ یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق اور حقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اس کے علم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ ظاہر کرنے کے لئے ایک عالی بیان تفسیر ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ ص۱۳۷، خزائن ج۱ ص۱۳۰)

۴...... لکھتے ہیں:’’جناب خاتم الانبیاءﷺ کو خواب میں دیکھا اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔آنحضرتﷺ نے اس

[۱] مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ربنا عاج اور اس کا ترجمہ’’ہمارا رب عاجی ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ ص۵۵۵،۵۵۶ حاشیہ در حاشیہ، خزائن ج۱ ص۶۶۳)

کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تونے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے؟ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔ جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔''

(براہین احمدیہ ص ۲۴۸ حاشیہ در حاشیہ، خزائن ج۱ ص ۲۷۵)

۵...... لکھتے ہیں: ''اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کسی اندازہ اور مقدار تک اس کو پہنچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اس نے جلد چہارم تک انوار حقیقت اسلام کے ظاہر کئے ہیں۔ یہ بھی اتمام حجت کے لئے کافی ہیں۔''

(براہین احمدیہ، ٹائٹل پیج صفحہ اخیر، خزائن ج۱ ص ۶۷۳)

عبارت مندرجہ بالا سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ:

۱...... براہین الہامی کتاب ہے جو قرآن شریف کی عالی بیان تفسیر ہے اور غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔

۲...... اس کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً اللہ ہے اور

۳...... اس کے مضامین اتمام حجت کے لئے کافی ہیں۔

پس حضرت مسیح علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا جو اس کتاب میں درج ہے۔ وہ الہامی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اتمام حجت کے لئے کافی ہے۔ بس فیصلہ شد:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

سوال ششم...... امت مسلمہ میں باب نبوت مسدود ہو جانا تسلیم کر لیا جائے تو کیا آنحضرت کے رحمتہ للعالمین ہونے اور اس امت کے خیر الامم ہونے پر زد نہیں پڑتی؟

جواب...... اس کا جواب شبہ نمبر۲ میں پر گزر چکا ہے۔

سوال ہفتم...... کیا مجدد وقت یا امام زمان کا ماننا اور پہچاننا رکن ایمان ہے اور اس کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی؟

جواب...... امام زمان مجدد وقت کا ماننا رکن ایمان نہیں ہے۔ کیونکہ امام نبی نہیں ہوتا۔ (عسل مصفی دوم ص ۱۹) کہ اس کا انکار کفر ہو اور مجدد بھی نبی نہیں ہوتا کہ اس کا منکر کافر ہو اور نہ کسی امام اور مجدد نے اپنے انکار کی وجہ سے کسی کو کافر کہا ہے۔

جن حدیثوں کی بناء پر یہ سوال کیا گیا ہے۔ ان کا مطلب بیان کرنے سے پہلے یہ بتانا

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امام اور مجدد کسے کہتے ہیں؟ پس جاننا چاہئے کہ:

امام کی تعریف...... امام کی تعریف یہ ہے: ’’الامام الموتم بہ انساناً کانا یقتدی بقولہ او فعلہ او کتابا‘‘ (مفردات امام راغب مطبوعہ مصر۲۲)

﴿(ازمولوی محمد علی صاحب) امام وہ ہے جس کی پیروی کی جائے خواہ انسان ہو۔ جس کے قول یا فعل کی پیروی ہو، یا کتاب۔ (بیان القرآن ج۲ص۱۱۴۱ نوٹ ۱۵۵) امام کی جمع آئمہ ہے۔﴾

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ امام کی دو صورتیں ہیں۔ امام بصورت انسان اور امام بصورت کتاب۔ امام بصورت انسان کی دو قسمیں ہیں۔ امام حق اور امام باطل امام حق وہ ہیں جو نیکی کی ہدایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ’’وجعلناهم ائمة يهدون باامرنا واوحينا اليهم فعل الخيرات واقام الصلاة وايتاء الزكاة وكانوا لنا عابدين (انبیاء:۷۳)‘‘ اور ہم نے انہیں امام بنایا وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے۔‘‘

امام باطل وہ ہیں جو گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا: ’’وجعلناهم ائمة يدعون الى النار ويوم القيامة لا ينصرون (قصص:۴۱)‘‘ ﴿اور ہم نے انہیں امام بنایا جو آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن انہیں مدد نہیں دی جائے گی۔﴾

امامت کی پھر دو قسمیں ہیں۔

۱...... امامت خاص اور

۲...... امامت عام

اوّل...... امامت خاص جسے امامت کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو عطاء کی گئی جیسا کہ خداتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا تھا: ’’انی جاعلك للناس اماماً (بقرۂ:۱۲۴)‘‘ یعنی ’’میں ضرور تجھے لوگوں کے لئے امام بنانے والا ہوں۔‘‘

اس امامت کے لئے دعویٰ کی بھی ضرورت ہے اور اس کا ماننا بھی فرض ہے۔ کیونکہ یہ امامت دراصل نبوت ہی ہے اور نبوت پر ایمان لانا فرض اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔ مگر چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ آپ کے ساتھ ہر قسم کی نبوت اور رسالت ختم ہوچکی ہے۔ اس لئے اب نہ امامت کبریٰ کا وجود باقی ہے اور نہ اس کے دعویٰ کی گنجائش ہے بلکہ اب اگر کوئی

شخص اس امامت (نبوت) کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

دوم...... امامت عام جس کو امامت صغریٰ بھی کہتے ہیں۔ یہ اس امت مرحومہ میں جاری ہے جو خداتعالیٰ کے نیک بندوں کو عطا ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: ''والذین یقولو ن ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماماً (فرقان:۷۴)'' ﴿اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں سے اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔﴾

اس امامت میں نہ کسی دعویٰ کی ضرورت ہے اور نہ کچھ بننے کی حاجت نہ یہ رکن ایمان ہے اور نہ اس کا انکار کفر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت میں اگرچہ بہت سے امام ہو گزرے ہیں مگر نہ کسی نے امامت کا دعویٰ کیا ہے اور نہ اپنے انکار کی وجہ سے کسی کو کافر کہا ہے۔ لوگوں نے خود بخود دان کی اسلامی کارگزاری اور دینی خدمات سے متأثر ہوکر اور ان میں امامت کے آثار پاکر ان کو امام تسلیم کیا ہے اور ان کی پیروی اور تابعداری کو اپنا فرض سمجھا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت امام مہدی بھی خود بخود اپنی امامت ومہدویت کا دعویٰ نہیں کریں گے بلکہ لوگ خود انہیں تلاش کر کے ان کی جبراً وکرہاً بیعت کریں گے۔ چنانچہ کتابوں میں قیامت کی علامتوں کے عنوان سے یہ بھی لکھا ہے کہ ''بقیہ السلف مسلمان مدینہ منورہ چلے آئیں گے۔ عیسائیوں کی حکومت خیبر تک جو مدینہ منورہ سے قریب ہے۔) پہنچ جائے گی اس وقت مسلمان اس تجسس میں ہوں گے کہ حضرت امام مہدی کو تلاش کرنا چاہئے تاکہ ان کے مصائب کے دفعیہ کا موجب ہوں اور دشمن کے پنجہ سے نجات دلائیں۔ حضرت امام مہدی اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے۔ مگر اس بات کے ڈر سے کہ مبادا لوگ مجھ جیسے ضعیف کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کی تکلیف دیں مکہ معظّمہ چلے آئیں گے۔ اس زمانہ کے اولیاء کرام وابدال عظام آپ کو تلاش کریں گے۔ بعض آدمی مہدویت کے جھوٹے دعوے کریں گے۔ اور اس اثناء میں کہ مہدی رکن ومقام ابراہیم کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے۔ آدمیوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی اور جبراً وکرہاً آپ سے بیعت کرلے گی۔'' (علامات قیامت ص۵)

اصل حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''عن ام سلمۃ عن النبی ﷺ قال اختلاف عند موت خلیفۃ فیخرج رجل من اھل المدینۃ ھارباً الیٰ مکۃ فیاتیہ ناس من اھل مکۃ فیخرجونہ وھو کارہ فیبایعونہ بین الرکن والمقام...... الخ''

(مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ، فصل دوم)

﴿حضرت ام سلمہ نے جناب رسول اللہﷺ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: خلیفہ (بادشاہ وقت) کے مرنے سے اختلاف واقع ہوگا پس اہل مدینہ سے ایک آدمی (امام مہدی) نکلے گا جو مکہ کی طرف بھاگنے والا ہوگا پس اہل مکہ سے لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اس کو (امامت وخلافت کیلئے) مقرر کریں گے اور وہ مجبور ہوگا پس لوگ حجراسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کریں گے۔﴾

پس معلوم ہوا کہ اس امامت کے لئے کسی دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے اور جو دعویٰ کرتا ہے وہ لالچ میں مبتلا ہے اور غلطی کرتا ہے۔ اکثر علمائے کرام وفضلائے عظام جو مسجدوں میں امام اور مقتدائے امام ہیں اور موجب ہدایت عوام ہر صبح وشام ہیں۔ امامت کے اس شعبہ سے فائز المرام ہیں جو دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ (فالحمدللّٰہ علی ذلك)

رہا بصورت کتاب امام ہونا۔ سو پہلے تو تورات امام تھی۔ جیسا کہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے: ''ومن قبله كتب موسىٰ اماماً ورحمةً (هود:۱۸، احقاف:۱۲)''

ترجمہ: اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام ورحمت تھی۔

لیکن اب قرآن شریف امام ہے: ''وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمةً للمؤمنين (بنى اسرائيل:۸۲)''

جس طرح امامت کبریٰ میں انبیاء علیہم السلام شامل ہیں اسی طرح یہ کتابیں بھی شامل ہیں اور جس طرح انبیاء پر ایمان لانا فرض اور ان کا انکار کفر ہے اسی طرح ان کتابوں پر ایمان لانا فرض اور ان کا نہ ماننا کفر ہے۔ مگر جس طرح آنحضرتﷺ خاتم الانبیاء ہیں اس طرح قرآن مجید خاتم الکتاب السماوی ہے۔

اب حدیث کا مطلب سنو حضور نے ارشاد فرمایا ہے: ''من لم يعرف امام زمانه فقد مات ميتة الجاهلية'' یعنی جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا اور مرگیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ یہ ارشاد نہایت بجا اور درست ہے۔

اس کی پہلی صورت یہ ہے کہ امامت کبریٰ کے لحاظ سے ہمارے لئے امام زمانہ بصورت انسان آنحضرتﷺ ہیں اور بصورت کتاب قرآن مجید جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے اور ان کی امامت کا زمانہ قیامت تک وسیع ہے پس جس شخص نے ان کو نہ پہچانا اور ان کی پیروی نہ کی اور مرگیا تو بے شک وہ جہالت کی موت مرا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ امامت صغریٰ کے لحاظ سے اماما ن حق پہلے بھی بہت سے

ہو گزرے ہیں جو نہایت کوشش اور سرگرمی سے دینی خدمات انجام دیتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے جو احیائے سنت کا کام کرتے رہیں گے اور اماما ن باطل بھی ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے جو لوگوں کو پھنسانے اور گمراہ کرنے کے لئے کئی طرح کے خوش نما جال بچھاتے رہے اور بچھاتے رہیں گے۔ پس جس شخص نے امام حق اور امام باطل میں تمیز نہ کی اور بلا تمیز باطل کے پنجے میں گرفتار ہوا اور مر گیا تو بے شک وہ جہالت کی موت مرا۔ مولانا رومؒ نے اس حدیث کے مطابق ارشاد فرمایا ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

یعنی اے مخاطب! بہت سے ابلیس انسان کی صورت ہیں۔ اس لئے ہر کسی کے ہاتھ میں (بلاسوچ سمجھے) ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔ سو الحمد اللہ کہ اہل سنت والجماعت آنحضرت ﷺ کو امام زمان اور امام الانبیاء مانتے ہیں۔

امام رسل پیشوائے سبیل
امین خدا مهبط جبرائیل

اور امت کے تمام اماما ن حق کی دینی خدمات اور اسلامی کارگزاری کا صدق دل سے اعتراف کرتے ہوئے ان کے حق میں دعائے مغفرت اور خدا تعالیٰ کی رحمت کے خواستگار ہیں۔

آں اماماں کہ کردند اجتہاد
رحمت حق برمردان جملہ باد

اور اماما ن باطل کی تمیز کر کے ان کی عیاریوں اور مکاریوں سے خود بھی بچتے ہیں اور دوسروں کو بھی متنبہ کر کے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مجدد کی بحث

اب مجدد کی بابت سنو: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”ان اللہ عزوجل یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا“ ﴿یعنی بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص بھیجے گا جو اس کے لئے اس کے دین کو تازہ کرے۔﴾ (مشکوٰۃ باب العلم، فصل ثانی)

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہے کہ اس امت میں مجدد پیدا ہوں گے۔ مگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کے لئے دعویٰ کرنا بھی ضروری ہے۔ اوران کا انکار کفر ہے۔ بلکہ مجدد کو بلا دعویٰ خاموشی کے ساتھ اپنا کام کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ لوگ خود بخود اس کے مجدد ہونے کا انکار نہ کریں چنانچہ: ''حجج الکرامہ'' میں ہے: ''ومعلوم نمی شودا این مجدد بغلبه ظن معاصرین دلے ازاهل علم وبقرائن واحوال وانتفاع بعلم او'' یعنی معلوم نہ ہو کہ یہ مجدد ہے۔ مگر اس کے زمانہ کے علماء اور قرائن اور احوال اور اس کے علم سے نفع پہنچنے سے (اس کے مجدد ہونے کا) گمان کریں۔ (حجج الکرامہ ص۱۳۳)

نیز حدیث میں مـــن کا لفظ عام ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص بھی دین کو تازہ کرے گا۔ وہ ہی مجدد ہے۔ اس میں کسی زید بکر کی تخصیص نہیں۔ چنانچہ حجج الکرامہ، ص۱۳۴ میں مزید ہے۔ ''پس هر عالم دیندار خدا پرست وهر امیر عادل حق دولت که احیائے سنن واماتت بدع فرماید ومردم را بسوئے عمل کتاب عزیز وسنت مطهره کشد از تمسك محدثات وتعامل منکرات وبدعات باز دارد خدا تعالیٰ بردست او دلهائے مرده را زنده کند وگوشهائے کورا شنواد وچشمهائے کور را بینا سازد وطریقۂ مرضیه سلف صلحاء آئمه هدی را رواج رونق بخشد وے مجدد دیں نبوی ومحی سنت مصطفوی است'' ﴿یعنی ہر ایک دین دار خدا پرست عالم اور ہر ایک عادل حق دوست امیر جو سنت کو زندہ اور بدعت کو مردہ کرے اور لوگوں کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر عمل کرنے کی طرف کھینچے اور نئی باتوں کو پکڑنے اور نئی باتوں پر عمل کرنے سے منع کرے اور خدا تعالیٰ اس کے ہاتھ پر مردہ دلوں کو زندہ کرے اور بہرے کانوں کو سننے والے اور اندھی آنکھوں کو دیکھنے والی بنائے اور اگلے بزرگوں اور اماموں کے طریقوں کو رواج اور رونق بخشے وہ دین نبوی کا مجدد اور سنت مصطفوی کا زندہ کرنے والا ہے۔﴾

نیز من کا لفظ واحد کے لئے بھی آتا ہے اور جمع کے لئے بھی اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ مجدد صرف ایک ہی ہو بلکہ ایک وقت میں اور ایک ہی ملک میں بہت سے مجدد ہو سکتے ہیں اور یہ مرزائیوں کو بھی تسلیم ہے۔ (ملاحظہ ہو عسل مصفی جلد اول ص۱۵۶)

حاصل کلام: امام کی طرح مجدد کے لئے بھی نہ کسی دعویٰ کی ضرورت ہے اور نہ اظہار کی ضرورت بلکہ اس کے علوم ظاہری وباطنی میں کامل ومکمل ہونے اور جامعٔ سنت وقامع بدعت ہونے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ نواب صاحب موصوف لکھتے ہیں: ''ولا بداست که عالم باشد

بعلوم دینیه ظاهره وباطنه وناصر سنت وقامع بدعت بود ''﴿یعنی مجدد کے لئے ضروری ہے کہ وہ علوم دینیہ ظاہرہ وباطنہ کا عالم اور سنت کا مددگار اور بدعت کو دور کرنے والا ہو۔﴾ (حجج الکرامہ ص۱۳۳)

کہنے کو تو مرزا قادیانی بھی کہتے ہیں کہ ''میں مجدد ہوں۔'' (ازالہ اوہام ص۶۸، خزائن ج۳ ص۱۷۹) مگر صرف زبانی دعویٰ کوئی وقعت نہیں رکھتا تاوقتیکہ کوئی کام کر کے نہ دکھایا جائے۔ ہم نے جہاں تک مرزا قادیانی کی تعلیمات اور تصنیفات کو دیکھا ان میں احیائے سنت اور اماتت بدعت کا نام ونشان نہیں پایا۔ ہاں اپنی امامت، مجددیت، مہدویت، عیسویت، نبوت، اور الوہیت کا جابجا راگ گایا ہے جو مرزائیوں کے سوا اہل علم اور طالبان حق کی نظر میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس سے دین کو کوئی تقویت نہیں پہنچی بلکہ رخنہ اندازی اور تفرقہ بازی پیدا ہوئی ہے۔

اگر مرزائی صاحبان ضد اور تعصب سے علیحدہ ہو کر منصفانہ طور پر غور کریں تو یقیناً وہ اسی نتیجہ پر نکلیں گے۔ لیکن اگر کسی مرزائی کو مرزا قادیانی کی حسن عقیدت کی بناء پر ہماری تحریر غلط معلوم ہو تو وہ مرزا قادیانی کی کوئی ایسی کتاب پیش کرے جو ان کے دعاوی کے بغیر محض دینی علوم پر مشتمل ہو۔ جس سے سنت کی تائید اور بدعت کی تردید کی گئی ہو تو ہم اپنی تحریر واپس لے لیں گے اور اس شخص کو انعام دیں گے۔

یا دوسری صورت میں گزشتہ تیرہ سو سال کے مجددین میں سے چند مجددوں کی ایسی تصانیف پیش کرے یا ان کا نام بتادے جس میں انہوں نے مرزا قادیانی کی طرح اپنی ہی بڑائی کا اظہار کیا ہو اور انبیاء کی توہین کرنے کے علاوہ اپنے منکرین کو کافر، دجال، حرام زادے، ذریۃ البغایا وغیرہ ناجائز اور نامناسب الفاظ سے مخاطب کیا ہو تو بھی ہم انعام دینے کو تیار ہیں۔

اور اگر مرزائی یہ دونوں کام نہ کر سکیں اور انشاءاللہ تعالیٰ ہرگز نہ کر سکیں گے۔ ''ولو کان بعضهم لبعض ظهيرا '' تو خدا تعالیٰ کے خوف اور عاقبت کے فکر سے مرزائیت کو ترک کر کے جناب سرور کائنات وفخر موجوداتﷺ کا دامن پکڑیں۔ تاکہ انجام بخیر ہو۔

من آنچه شرط بلاغ است باتومیگوئم
تو خواه ازاں پند گیر خواه ملال

سوال ہشتم...... حضرت مسیح موعود کو مجدد ماننے سے آپ کے خیال میں ایمان پر کیا زد پڑتی ہے؟

جواب...... حضرت مسیح موعود کو مجدد ماننے سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی بلکہ ایمان تازہ ہوتا ہے۔ بشرطیکہ وہی مسیح موعود ہوں جن کے نزول کی خبر آنحضرتﷺ نے دی ہوئی ہے اور اگر آپ کی مراد مسیح موعود سے مرزا قادیانی ہوں تو اول تو وہ مسیح موعود ہی نہیں اور پھر وہ مجدد بھی نہیں ہو سکتے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

مجدد کی تعریف ملا علی قاریؒ نے یہ لکھی ہے: ’’بیّن السنة عن البدعة ویکثر العلم ویعز اهله ویقمع البدعة ویکسر اهلها‘‘ یعنی مجدد وہ ہے جو سنت کو بدعت سے ظاہر کرے اور علم کو زیادہ کرے اور اہل علم کی عزت کرے اور بدعت کا قمع کرے اور اہل بدعت کو توڑے۔ (حجج الکرامہ ص۱۴۱)

مگر مرزا قادیانی نے نہ تو سنت کو زندہ کیا ہے اور اہل علم کی عزت وتوقیر کی ہے بلکہ الٹا اہل علم کی توہین وتحقیر کرنے کے علاوہ ایسی ایسی بدعات بلکہ کفریات جاری کی ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔ مثلاً

۱...... کسی مسلمان نے آج تک خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر کسی ولی اللہ کے منہ سے فنا فی اللہ کے درجہ میں پہنچ کر محویت اور بیہوشی کے عالم میں بے اختیار کوئی ایسا کلمہ نکل بھی گیا ہے تو اس پر فخر اور اصرار نہیں کیا۔ بلکہ ہوش میں آکر لاعلمی کا اظہار اور قائل کے واجب القتل ہونے کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ مثنوی شریف میں بایزید بسطامیؒ کا واقعہ یوں لکھا ہے۔

با مریداں آں فقیر محتشم
بایزید آمد کہ نك یزداں منم

مریدوں کے ساتھ وہ حشمت والا فقیر بایزید آیا کہ دیکھو میں خدا ہوں۔

گفت مستانہ عیاں آں ذو فنون
لا الہ الّا انا ھا فاعبدون

اس صاحب فنون نے مستی کی حالت میں اعلانیہ کہا میرے سوا کوئی خدا نہیں پس تم سب میری عبادت کرو۔

چوں گزشت آں حال گفتندش صباح
تو چنیں گفتی واین نبود صلاح

جب وہ حال گزر چکا تو لوگوں نے اس صبح کے وقت کہا تو نے ایسا کہا اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔

گفت ایں بازگر کنم ایں مشغله
کارها در من زنید آں دم هله

اس نے کہا اگر میں پھر یہ کام کروں تو چھریوں سے اسی وقت مجھے مار دینا۔

حق منزه از تن ومن با تنم
چوں چنیں گوئد ببائد کشتنم گوئم

خداتعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں جسم دار ہوں جب ایسا کہوں تو مجھے قتل کر دینا۔

مگر مرزا قادیانی علی اعلان کہتے ہیں: ''میں نے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔'' اور پھر بجائے اس کو کہ اس کلمہ کفر سے توبہ کرتے اس کو اپنی کتابوں میں شائع کر کے فخریہ طور پر ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(آئینہ کمالات ص۵۶۴،۵۶۵، خزائن ج۵ ص۵۶۴ و کتاب البریہ ص۷۸،۷۹، خزائن ج۱۳ ص۱۰۳)

۲...... کسی مسلمان نے آج تک فرشتوں کا انکار نہیں کیا۔ مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ''فرشتے نفوس فلکیہ وارواح کواکب کا نام ہے اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے کواکب اور سیارات کی تاثیر سے ہو رہا ہے۔'' (ملخص توضیح المرام ص۳۳،۳۷، خزائن ج۳ ص۶۸،۶۷)

۳...... کسی مسلمان نے آج تک قرآن مجید کی کسی آیت سے انکار نہیں کیا۔ مگر مرزا قادیانی نے بہت سی آیات میں تاویل اور تفسیر بالرائے سے کام لے کر انکار کی راہ پیدا کی ہے۔ چنانچہ:

الف...... آنحضرتﷺ کے معراج جسمی سے منکر ہو کر آیت ''سبحن الذی اسریٰ بعبده لیلاً'' کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ ''ازالہ'' میں لکھتے ہیں کہ ''سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔'' (ازالہ اوہام ص۴۷ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۱۲۶ حاشیہ)

ب...... اپنی نبوت کا دعویٰ کر کے آیت ''خاتم النّبیین'' کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔'' (اخبار بدر ۵/مارچ ۱۹۰۸ء)

ج...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے سے انکار کر کے آیت ''بل رفعه الله الیه'' کا انکار کیا ہے۔ (ازالہ اوہام ص۲۱،۲۲، خزائن ج۳ ص۱۲۶،۱۲۵)

د...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے انکار کر کے آیت ''انی قد جئتکم بایة من ربکم......الخ'' کا انکار کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات

لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص۶ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰)

ہ...... جہاد کو حرام قرار دے کر آیات جہاد سے انکار کیا ہے۔ چنانچہ (تحفہ گولڑویہ ص۲۷، خزائن ج۱۷ ص۷۷) پر لکھتے ہیں۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

و...... علامات قیامت کا جو بنص صریح ثابت ہیں انکار کیا ہے۔ جیسا کہ آگے آتا ہے۔

۴...... کسی مسلمان نے آج تک توہین انبیاء کا خود ارتکاب کرنا تو درکنار کسی کو مرتکب ہوتے دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا۔ مگر مرزا قادیانی نے حضرت مسیح کی اعلانیہ توہین کی اور پھر بڑے فخر سے اسے اپنی کتابوں میں شائع کیا چنانچہ لکھتے ہیں۔ نقل کفر کفر نباشد!

”آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں ان کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنا ناپاک ہاتھ لگائے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱ حاشیہ)

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ ”پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلامانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔“

(ایضاً ص۹، خزائن ج۱۱ ص۲۹۳ حاشیہ) (نعوذ باللہ من هذه الهفوات والخرافات)

اندریں حالات وبنابریں خیالات ایک ایماندار آدمی کے لئے ایسے شخص کو مجدد ماننا تو درکنار مسلمان جاننا بھی دشوار ہے اور اس کے مجدد ماننے سے نہ صرف ایمان پر زد ہی پڑتی ہے بلکہ ایمان رہتا ہی نہیں۔

سوال نہم...... احادیث صحیحہ کی رو سے آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی آخر الزمان دجال، یاجوج ماجوج وغیرہ کے متعلق مسلمان کو کیا عقائد رکھنے چاہئیں؟

جواب...... نص صریحہ واحادیث صحیحہ کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا دجال، یاجوج اور ماجوج کا نکلنا، مغرب سے سورج کا چڑھنا، امام مہدی کا ظہور اور دیگر علامات قیامت حق ہیں۔ چنانچہ ’’فقہ اکبر‘‘ میں جو عقائد کی ایک نہایت معتبر اور مسلمہ کتاب ہے لکھا ہے: وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ علیه السلام من السماء وسائر علامات یوم القیامة علیٰ ما وردت به الاخبار الصحیحة حق کائن ‘‘ ﴿دجال اور یاجوج ماجوج کا نکلنا اور سورج کا مغرب کی طرف سے چڑھنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور قیامت کی تمام نشانیاں جو صحیح حدیثوں میں وارد ہیں، حق ہیں۔﴾ (ان کے ساتھ ایمان رکھنا ضروری ہے)

اس کی شرح میں حضرت ملا علی قاری (جن کو مرزائیوں نے دسویں صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے۔ دیکھو عسل مصفی ج۱ص۱۶۵) لکھتے ہیں: ’’وخروج الدجال ویاجوج وماجوج کما قال الله تعالیٰ ﴿حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وهم من کل حدب ینسلون﴾ ای یسرعون وطلوع الشمس من مغربها کما قال الله تعالیٰ ﴿یوم یاتی بعض ایت ربك لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیرا﴾ ای لا ینفع الکافر ایمانه فی ذلك الحین ای طلوع الشمس من المغرب ولا الفاسق الذی ما کسبت خیراً فی ایمانه توبته یعنی لا ینفع نفساً ایمانها ولا کسبها فی الایمان ان لم تکن آمنت من قبل او کسبت فیه خیراً ونزول عیسیٰ علیه السلام من السماء کما قال الله تعالیٰ ﴿وانه﴾ ای عیسیٰ ﴿لعلم للساعة﴾ ای علامة القیمة وقال الله تعالیٰ ﴿وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته﴾ ای قبل موت عیسیٰ بعد نزوله عند قیام الساعة فیصیر الملل واحدة وهی ملة الاسلام الحنیفیة و فی نسخة قدم طلوع الشمس علیٰ البقیة وعلیٰ کل تقدیر فالواولمطلق الجمعیة والا یترتیب القضیة ان المهدی یظهر اولا فی الحرمین الشریفین ثم یاتی بیت المقدس فیاتی الدجال ویحفروه فی ذلك الحال فینزل عیسیٰ من المنارة الشرقیة فی دمشق الشام ویجی الی قتال الدجال فیقتله بضربه فی الحال فانه یذوب کالملح فی الماء عند نزول عیسیٰ علیه السلام من السمآء فیجتمع

عیسیٰ فی المهدی وقد اقیمت الصلوٰة فیشیر المهدی بعیسیٰ بالتقدم فیمتنع معللا بان هذه الصلوة اقیمت لك فانت اولی بان تکون الامام فی هذه المقام ویقتدی به لیظهر متابعته لنبیناﷺ کما اشارﷺ الی هذا المعنیٰ بقوله لو کان موسیٰ حیا لما وسعه الا اتباعی...... الخ ''﴾اور دجال اور یاجوج اور ماجوج کا نکلنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہاں تک کہ سب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے نکل پڑیں گے یعنی دوڑیں گے اور سورج کا مغرب سے چڑھنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جس دن تیرے رب کے بعض نشان آئیں گے کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی یعنی کافر کو اس کا ایمان اس وقت میں نفع نہ دے گا یعنی سورج کے مغرب سے چڑھنے کے وقت اور نہ فاسق کو اس کی توبہ نفع دے گی۔ جس نے اپنے ایمان میں نیکی نہیں کی یعنی کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا اور نہ ایمان میں اس کا کام اگر وہ اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا اپنے ایمان میں نیکی نہیں کمائی تھی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور بے شک وہ یعنی عیسیٰ ساعت کے لئے علم ہے۔ یعنی قیامت کا نشان ہے اور اللہ تعالیٰ نے پہلے یعنی عیسیٰ کی موت سے پہلے قیامت کے قریب جبکہ وہ نازل ہوں گے۔ آپ کے وقت میں تمام قومیں ایک ہو جائیں گی۔ اور وہ ملت اسلام حنیف ہوگی۔ ایک نسخہ میں سورج کا چڑھنا باقی (علامات) پر مقدم کیا گیا ہے اور ہر تقدیر پر ''واؤ'' صرف جمع کے لئے ہے۔ ورنہ ترتیب قضیہ اس طرح پر ہے کہ اول امام مہدی علیہ السلام حرمین شریفین میں ظاہر ہوں گے پھر وہ بیت المقدس میں آئیں گے۔ پھر دجال آئے گا اور وہ اس حال میں ان (امام) کو گھیر لے گا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام دمشق شام میں منارہ شرقیہ سے نازل ہوں گے اور دجال کے جنگ کی طرف آئیں گے۔ اور اس کو ایک ضرب سے اس وقت قتل کریں گے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے وقت (اس طرح) پگھل جائے گا جیسے پانی میں نمک۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کے ساتھ نماز کے لئے اکٹھے ہوں گے۔ امام مہدی علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگے ہونے (یعنی امام بن کر جماعت کرانے) کے لئے اشارہ کریں گے۔ وہ انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ اس نماز کی امامت تیرے حصے ہے اور تو بہتر ہے کہ اس جگہ امام ہو اور وہ ان (امام مہدی) کے ساتھ اقتداء کریں گے تاکہ ہمارے نبیﷺ کی متابعت ظاہر ہو۔ جیسا کہ آنحضرتﷺ نے اپنی حدیث میں اس بات کی طرح اشارہ کیا ہے۔

اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا۔»
(شرح فقہ اکبر، ملا علی قاری، ص۱۳۶ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۴۰ء)

اس کے سوا خود آنحضرت ﷺ نے علامات قیامت کے متعلق حدیث شریف میں پیش گوئی فرمائی ہے جو یہ ہے: ’’عن حذیفة بن اسید الغفاری قال اطلع النبی ﷺ علینا ونحن نتذاکر فقال ما تذاکرون قال نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتیٰ تروقبلها عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ ابن مریم ویاجوج وماجوج وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزیرة العرب وآخر ذلك نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرهم ‘‘ «حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہم پر جھانکا اور ہم آپس میں ذکر کرتے تھے۔ پس آپ نے فرمایا کیا ذکر کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم قیامت کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک وہ اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھو گے۔ پھر ذکر کیا دخان دھواں کا اور دجال کا اور دابۃ الارض کا اور سورج کے مغرب سے چڑھنے کا اور عیسیٰ ابن مریم کے نزول کا اور یاجوج ماجوج کا اور تین خسوف کا ایک خسف مشرق کی زمین میں، ایک خسف مغرب کی زمین میں اور ایک خسف جزیرۃ العرب میں اور سب سے آخری نشان ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی جو لوگوں کو زمین حشر کی طرف ہانکے گی۔» (مشکوٰۃ باب العلامات، فصل اوّل)

علامہ ابی المنتہیٰ نے اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص۳۶، مطبوعہ مجتبائی دہلی نومبر ۱۹۱۰ء) اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا قادیانی بھی اس حدیث کو مانتے ہیں یا نہیں؟ سو وہ لکھتے ہیں کہ: ’’دخان‘‘ جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے کچھ آخر زمانہ سے ہی خاص نہیں ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام طبع اول ص۵۶ طبع پنجم ۲۱۲)

اس جگہ دخان سے مراد قحط عظیم وشدید ہے جو سات برس تک آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں پڑا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مردے اور ہڈیاں کھائی تھیں۔ لیکن آخری زمانہ کے لئے بھی جو ہمارا زمانہ ہے۔ اس دخان مبین کا وعدہ تھا اس طرح پر کہ قبل از ظہور مسیح نہایت درجہ کی شدت سے اس کا ظہور ہوگا۔ اب سمجھنا چاہئے کہ یہ آخری زمانہ کا قحط جسمانی اور روحانی دونوں طور سے وقوع میں آیا۔ جسمانی طور سے اس طرح کہ اگر اب سے پچاس برس گزشتہ پر نظر ڈالی جائے تو

معلوم ہوگا جیسے اب غلہ اور ہر ایک چیز کا نرخ عام طور پر ہمیشہ کم رہتا ہے۔اس کی نظیر پہلے زمانوں میں کہیں نہیں پائی جاتی اور کیوں جناب؟ اب بھی لوگ مردے اور ہڈیاں کھاتے ہیں؟ (ناظم) روحانی طور پر صداقت اور امانت اور دیانت کا قحط ہو گیا ہے اور مکروفریب اور علوم وفنون مظلمہ دخان کی طرح دنیا میں پھیل گئی ہیں۔'' (ازالہ ص۵۱۳،۵۱۴، خزائن ج۳ ص۳۷۵،۳۷۶)

۲...... ''دجال'' جس کے آنے کا انتظار تھا۔یہی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈی کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۴۹۵،۴۹۶، خزائن ج۳ ص۳۶۶)

''دجال کا گدھا ریل گاڑی ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۶۸۵، خزائن ج۳ ص۴۷۰)

۳...... ''دابۃ الارض علماء اور واعظین ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۶۸۶، خزائن ج۳ ص۴۷۰)

۴...... ''مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا۔یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر وضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے۔''

(ازالہ اوہام ص۵۱۵، خزائن ج۳ ص۳۷۶،۳۷۷)

۵...... ''اس جگہ درحقیقت مسیح ابن مریم کا ہی دوبارہ دنیا میں آجانا ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہوں۔''

(ازالہ اوہام ص۳۸، خزائن ج۳ ص۱۲۲)

۶...... یاجوج ماجوج کی نسبت تو فیصلہ ہو چکا ہے۔یہ جو دنیا کی بلند اقبال قومیں ہیں جن میں سے ایک انگریز اور دوسرے روس ہیں۔یہ دونوں قومیں بلندی سے نیچے کی طرف حملہ کر رہی ہیں۔

(ازالہ اوہام ص۵۰۲، خزائن ج۳ ص۳۶۹)

''یاجوج ماجوج کا حال بھی سمجھ لیجئے یہ دونوں پرانی قومیں ہیں ان دونوں قوموں سے مراد انگریز اور روس ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۵۰۸، خزائن ج۳ ص۳۷۳)

معزز ناظرین! آپ نے دیکھا کہ مرزا قادیانی نے حدیث کے معنوں میں تاویل سے کام لیکر کیسی صفائی سے انکار کی راہ اختیار کی ہے۔آخر کیوں؟ اس لئے کہ ان کا ایمان ہے کہ انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو وخطا ہے۔(ازالہ اوہام ص۲۸۰، خزائن ج۳ ص۱۷۴) اور آپ یعنی رسول اللہ ﷺ نے امت کے سمجھانے کے لئے بعض پیش گوئیوں کے سمجھنے میں خود اپنا غلطی کھانا بھی ظاہر فرمایا۔'' (ازالہ اوہام ص۱۶۹، خزائن ۳ ص۲۰۵)

پس اسی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ ''اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ

بوجہ ناموجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی کی ماہیت کما ہی ہی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہا اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قوائے کے ممکن ہے۔ اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۲۸۲، خزائن ج۳ ص۴۷۳)

حضرات جس شخص کا یہ ایمان ہو اس کا امام اور مہدی ہونا تو درکنار مسلمان ہونا بھی دشوار ہے۔ اب خداوند کریم بحرمت رسول کریم ایسے عقائد فاسدہ وخیالات کاسدہ سے ہر مسلمان کو بچائے اور ایسے خیالات کے لوگوں سے ہٹائے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے ۔۔۔ خصوصاً آج کل کے جھوٹے انبیاء سے

پس ہمارا دوستانہ مشورہ یہ ہے:

حق پہ رہ ثابت قدم باطل پہ شیدائی نہ ہو ۔۔۔ گر تجھے ایماں پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم

خاتمہ از مؤلف

خدایا قادرا عاجز نوازا ۔۔۔ زتوصیف وثنائم بے نیازا

مرا بردین احمد دار دائم ۔۔۔ شوم برستش مشغول وقائم

الٰہی ساز از لطف وکرامت ۔۔۔ شفیعم مصطفیٰ روز قیامت

زلطف تو نوشتم ایں کتابے ۔۔۔ پئے گم گشتگاں چوں آفتابے

خداوند کنش مقبول و منظور ۔۔۔ برائے خلق سازش چشمۂ نور

ازیں نفع رساں مارا بدنیا ۔۔۔ بگر دانش شفیعم روز عقبی

غرض نقشے ست کزمن یاد ماند ۔۔۔ دعائے ہم کند ہر کہ بخواند

نمودم ختم ایں را اے مکرم ۔۔۔ بروز پنجمیں ماہ محرم

سنش بد سیز دہ صد چار وپنجا ۱۳۵۴ء

شدم فارغ ازیں الحمد اللہ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

مرزائی حقیقت کا اظہار

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبسملاً وحامداً ومحمداً جل وعلا
ومصلیاً ومسلماً محمداً سلم اللّٰہ علیہ وصلّٰی
الحمدللّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ۰ امابعد!

وجہ تحریر

ایک اشتہار بعنوان ''حقیقت کا اظہار'' نظر سے گزرا اگرچہ ایسی بے سروپا عامیانہ تحریر کے جواب کی نہ مجھے فرصت نہ حقیقتاً اس کی کوئی اشد ضرورت۔ مگر محض بدیں نیت کہ مبادا کوئی سادا لوح اس تحریر کے سبب غلط فہمی کا شکار ہو جائے۔ امر واقعہ کے اظہار کی ضرورت ہوئی۔ مشتہر صاحب وہی بزرگ ہیں جنہوں نے ''روز ہل سینما'' کے مرزائی جلسے میں یہ بیان فرمایا تھا کہ انہوں نے میرے نام کوئی خط لکھا ہے جس میں مجھ کو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے۔ میں بعض ثقہ حضرات کی اس روایت کی بناء پر منتظر تھا کہ وہ خط میرے پاس آئے تو چیلنج دینے والے صاحب پر ان کی خواہش کے مطابق بذریعہ مناظرہ بھی اتمام حجت کر دوں۔ مگر آج تک ان کے اس خط کے انتظار ہی انتظار میں رہا۔ اب اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ بھی لوگوں کو دھوکہ دینے اور اپنی بڑائی جتانے کے لئے ایک لغو حرکت تھی۔ جب ان کے متقدیٰ جناب مرزا قادیانی، حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کو دعوت مناظرہ دینے اور ان کو مباہلہ پر مجبور کرنے کے باوجود لاہور نہ پہنچے اور بہانہ بازیاں کیں۔ مولوی ثناء اللہؒ کو پیش گوئیں کی پڑتال کے لئے قادیان بلایا اور منہ نہ دکھایا تو چیلے کے لئے اتنا جھوٹ بولنا کیا دشوار تھا۔ میں نے ''مارشس'' میں آتے ہی اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص جس دینی مسئلہ کو سمجھنا چاہے میرے پاس ''جامع مسجد پورٹ لوئس'' میں دس (۱۰) بجے صبح سے چار (۴) بجے سہ پہر تک کسی وقت آئے اور سمجھ جائے چنانچہ بمنہ تعالیٰ اس عرصے میں روزانہ آنے والوں اور مسائل سمجھنے والوں کا اس قدر ہجوم رہا کہ مجھ کو خواب وخور کی بھی فرصت بدقت ملتی تھی۔ اسی سلسلے میں بہت سے مرزائی بھی آئے اور الحمدللہ کہ جو آئے میرے پاس سے نہ صرف لاجواب ہو کر بلکہ اطمینان پا کر ہی گئے ان میں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی وہ الحمدللہ تائب ہو کر جماعت مسلمین میں شامل ہوئے۔

روشن بھنو نامی ایک شخص نے یہ پیام بھیجا کہ وہ مع اپنے قریبی رشتہ دار اور چھ سات آدمیوں کے مجھ سے مل کر بعض مسائل کو سمجھنا چاہتا ہے اور اگر اس کا اطمینان خاطر ہو جائے تو مرزائیت سے تائب ہونے کے لئے تیار ہے اپنی بعض مصالح کے سبب جامع مسجد میں آنا نہیں

چاہتا بلکہ ترودودوس میں جناب حاجی وزیر علی صاحب کے مکان پر آسکتا ہے میں نے باوجود مشاغل کثیرہ یہ زحمت بھی گوارہ کی اور تقریباً تیس ۳۰ میل کا سفر کر کے وہاں بھی پہنچا روشن بھنو وہاں بجائے چھ سات کے پچاس ساٹھ آدمیوں کے ساتھ موجود تھا۔ میں نے اس سے کہا بسم اللہ تمہیں جو دریافت کرنا ہے۔ پوچھو۔ اس نے کہا میں خود کچھ نہیں دریافت کرتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ ہمارے حافظ صاحب (انہی مشتہر صاحب) سے مناظرہ کریں اور ہم سنیں اور فیصلہ کریں۔

میں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی خواہش ہے مگر وہ آپ کے حافظ صاحب بھی مناظرہ کیلئے تیار ہیں یا نہیں؟ اس لئے کہ میں تو عرصہ سے ان کے خط کے انتظار میں ہوں جس کا انہوں نے جلسہ ''روز ہل سینما'' میں اعلان فرمایا تھا۔ میں آپ کی خواہش کے مطابق ان سے مناظرہ کے لئے بھی تیار ہوں بشرطیکہ وہ اپنا دستخطی اقراری خط میرے پاس بھیجیں جس میں یہ لکھیں کہ کن مسائل پر کن شرائط کے ساتھ کس وقت اور کہاں مناظرہ فرمانا چاہتے ہیں؟ ان کا خط آنے کے بعد میں ان شرائط پر غور کروں گا اور جب میری اور ان کی باہم رضامندی سے شرائط مناظرہ تحریری طور سے طے ہو جائیں گے تو ان شرطوں کے مطابق مناظرہ کرلوں گا تاکہ ایک فیصل کن صورت آپ کے سامنے آجائے۔ اس کے جواب میں بھنو نے کہا کہ بہت اچھا آپ اپنی اس بات پر پکے رہیں کہ میں انہی کی دستخطی اقراری چٹھی جس میں سب شرطیں وغیرہ لکھی ہوں گی آپ کو خود پہنچاؤں گا۔ غالباً بھنو نے اس بات پر قسم بھی کھائی اور اس وقت رخصت ہوا۔ لیکن کئی ماہ گزر گئے آج تک وہ تحریر نہ آنی تھی نہ آئی۔ اس دوران میں کسی شخص عبدالرحیم اور بھنو نے مجھے لکھا کہ آپ فلاں جگہ فلاں وقت ہمارے حافظ صاحب سے مناظرہ کے لئے آیئے۔ میں نے اس کے اس وعدے کے بعد ایسے لغو خط کو ردی سمجھ کر پھینک دیا تھا مگر میرے بعض احباب نے مناسب سمجھ کر اس کو اس کا وعدہ یاد دلائیں شاید کے وہ بھول گیا ہو۔ چنانچہ انہوں نے دوبارہ بذریعہ رجسٹرڈ خطوط اس کو اس کے وعدے کے الفاظ یاد دلائے اور یہ بھی جتا دیا کہ اگر تم اپنے حافظ صاحب کی تحریر نہ بھیجو گے تو یہ سمجھا جائے گا کہ (مدعی سست گواہ چست) تمہارے حافظ صاحب مناظرہ سے گریز کرتے ہیں۔ مگر ان احباب کی ان تحریروں کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

بالآخر برادر دینی اور یقینی شیخ عبدالرحیم صاحب کے مکان پر (جو اس سلسلے میں مع اپنے بڑے قبیلے کے مرزائیت سے تائب ہوئے ہیں۔) میں نے اپنے دوران وعظ میں اس کل مضمون اور رقعہ کا اظہار کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ اب میں عنقریب اس جزیرے سے روانہ ہونے والا ہوں۔ مزید اتمام حجت کے لئے تمام مرزائیوں کو یہ سنا دینا چاہتا ہوں کہ اگر ان کے حافظ صاحب اپنے

اعلان کے مطابق مجھ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر وہ موعودہ خط میرے پاس بھیجیں اور مناظرہ کرلیں ورنہ ان کے اس جھوٹ کا سب پر اظہار اور ان کا مناظرہ سے فرار عالم آشکار ہو جائے گا۔ میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ مرزائی احاطے کی دیوار کے پیچھے سے کسی پردہ نشین نے یہ بانگ بے ہنگام بلند کی کہ آپ جو کہہ رہے ہیں لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیجئے تب ہم شرائط مناظرہ وغیرہ سب لکھ کر بھیجیں گے۔ میں نے اس کے جواب میں فوراً للکار کر کہا کہ یہ پردے کے پیچھے کون بولتا ہے؟ جس کو بولنا ہو سامنے آئے اور تمیز کے ساتھ جو بات کہنی ہو کہے۔ میری اس للکار کے بعد وہ آواز بند ہو گئی۔ بعض تجربہ کار احباب نے بعد جلسے بتایا کہ وہ آواز حافظ صاحب موصوف کی ہی تھی پھر میں نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میں محبت کے ساتھ دین حق کی تبلیغ کر رہا ہوں مجھے ضرورت نہیں کہ کسی کو مناظرہ کا چیلنج دوں۔ ہاں اگر کوئی مجھ سے مناظرہ کرنا چاہے تو میں بسروچشم اس کے لئے تیار ہوں۔ اگر مرزائیوں کو تحریری چیلنج دو تو مجھے چاہئے کہ عیسائی، بدھست، سناتنی، آریہ سب کو ایسی ہی تحریر بھیجوں ورنہ ان کو باتیں بنانے کا موقع ملے گا۔ اس کے بعد میں چوبیس گھنٹے تک مرزائی حافظ صاحب کی تحریر کا منتظر رہا لیکن چوبیس گھنٹے کجا آج تک نہ وہ خط ہے نہ اس کی کوئی خبر۔

مناظرے سے مرزائی حافظ صاحب کا فرار اظہر من الشمس ہو گیا اور شاید خود ان کے فرقے کے لوگوں نے ان کو ان کے جھوٹے وعدے اور جھوٹے اعلان پر پھر میری تقریر کے دوران میں بولنے اور میرے بلانے کے باوجود سامنے نہ آنے پر شرمندہ کیا ہوگا اور ان کو یہ فکر دامن گیر ہوئی ہوگی کہ کہیں لگی لگائی روزی ہاتھ سے نہ جاتی رہے اس لئے اب قادیانی فنڈ کی آمدنی بھی برادرم شیخ عبدالرحیم کے تائب ہونے کے بعد کم ہو گئی تو مجبور ہو کر جناب حافظ صاحب نے اشک شوئی کے لئے وہی اشتہار بازی کا طریقہ اختیار کیا جو ہمیشہ مرزا قادیانی اور ان کے پیروؤں کا شعار رہا ہے تاکہ ادھر اشتہار کی سرخی میں میرا نام ہونے کے سبب ان کا اشتہار فروخت ہو آمدنی کی صورت نکلے اور ادھر مرزائیوں کو تسلی دینے کا بھی موقع ملے کہ ہم نے اور کچھ نہیں تو بے سروپا اشتہار ہی دے دیا۔ ان کو یہ تو یقین ہے کہ مسلمانان ''مارشس'' کے پاس کوئی اردو کا پریس نہیں۔ کاتب نہیں، پتھر نہیں، پھر جواب چھاپیں گے تو کیونکر؟ پھر میرے متعلق بھی یہ یقین ہو گیا کہ پابرکاب ہوں اور عدیم الفرصت۔ لہٰذا اس موقع کو غنیمت جان کر اشتہار چھاپا کہ اس بہانے سے مرزائیوں پر رعب جم جائے اور یہ کہنے کا موقع ملے کہ دیکھو ہمارے اشتہار کا کسی نے جواب نہ دیا۔ مگر انہیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ الحمدللہ خدام دین خاتم النبیین ﷺ ہر خدمت دین کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے ہیں چنانچہ ان کی تحریر کا جواب بھی حاضر ہے۔ وھو ھذا

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

۱...... مرزائی حقیقت کا اظہار

میں یقیناً اسی اصول حکمت سے کام لے کر جس کی ہدایت قرآن حکیم نے فرمائی بہت محبت کے ساتھ بے دینوں کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں اور بمنہ تعالیٰ کامیاب ہوتا ہوں نہ کسی پر حملہ کرتا ہوں نہ کسی کا دل دکھاتا ہوں جس کا عملی ثبوت اسی سے مل سکتا ہے کہ جزیرہ بھر کے ہر اس پبلک جلسے میں جہاں میں نے تقریر کی ہمیشہ کثرت کے ساتھ غیر مسلم حضرات شرکت فرماتے رہے اور ہر فرقے کے افراد میرے طرز کلام کی داد دیتے ہوئے رخصت ہوئے حتیٰ کہ واکوائے کے ایک جلسے میں تو ایک پادری صاحب نے بے ساختہ ایسی بینظیر مختصر تقریر فرمائی جوان کے اسلام سے قریب تر ہونے پر دلالت کر رہی تھی۔ دوسرے ایک انگریز رئیس نے بہت مناسب الفاظ میں طرز تقریر کی داد دیتے ہوئے اس کی تائید کی۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ انہی تقریروں سے متاثر ہوکر اس وقت تک تقریباً پچاس آدمی مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ ہاں چونکہ کفر مرزائیت سے تائب ہونے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہی حافظ صاحب پر شاق۔ تو اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ میں نے تو ہرگز ہرگز کبھی کسی پر حملہ نہیں کیا۔ ہاں جب مرزائیوں کی طرف سے مناظرہ کی چٹھی کی جھوٹی خبر گرما گرمی کے ساتھ مشہور کی گئی تو مجبور ہوا کہ کھلے طور پر لوگوں کو مرزائیت کی حقیقت سے آگاہ کردوں۔ اس سلسلے میں بھی جو الفاظ حافظ صاحب کو گراں گزر سکتے ہیں وہ میرے نہیں بلکہ خود مرزا قادیانی کے ہی کلمات ہیں۔ میں صرف ان کا دہرانے والا ہوں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

۱...... محمدی بیگم سے نکاح اور اس کے شوہر کے انتقال کی پیش گوئی کے متعلق جناب مرزا قادیانی ارشاد فرماتے ہیں کہ:

الف...... ’’اس پیش گوئی کی دوسری جز پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۸)

ب...... ’’یہ تمام امور جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔‘‘ (شہادت القرآن ص ۷۵، خزائن ج ۶ ص ۳۷۵)

ج...... ’’اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔‘‘ (حاشیہ انجام آتھم ص ۳۱، خزائن ج ۱۱ ص ۳۱)

د...... ’’برائے صدق خود یا کذب خود معیاری گردانم‘‘ (انجام آتھم ص ۲۲۳، خزائن ج ۱۱ ص ۲۲۳)

یہ ظاہر ہے، دنیا کو معلوم ہے کہ یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی اس نکاح کی حسرت اور اپنی

مطلوبہ کا داغ مفارقت مرزا قادیانی دل ہی میں لے کر مر گئے۔ پس اب مرزائی صاحبان ہی فیصلہ فرمائیں کہ مرزا قادیانی اپنے قول کے مطابق بد سے بدتر کاذب اور جھوٹے بنے یا نہیں؟

۲…… پھر ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب نے جب مرزائیت سے توبہ کرنے کے بعد یہ پیش گوئی فرمائی کہ: ’’صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا یعنی تین سال کے اندر میرے سامنے مرزا قادیانی مر جائیں گے۔‘‘ (اعلان الحق ۱۲؍جولائی ۱۹۰۶ء)

اس کے جواب میں جناب مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار مجریہ ۱۶؍اگست ۱۹۰۶ء میں تحریر فرمایا کہ خدا صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھائے گا۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ شریر اور مفتری کے سامنے صادق اور مصلح فنا ہو جائے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں ایسی ذلت اور لعنت کی موت سے مروں کہ عبدالحکیم خان کی پیش گوئی کی میعاد میں ہلاک ہو جاؤں۔ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۵۹)

دنیا کو معلوم ہے کہ مرزا قادیانی اس پیش گوئی کی میعاد یعنی ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ کی اس وبائی بیماری میں جو بقول مرزا قادیانی ان کے مخالفوں کے لئے بصورت عذاب آئی تھی خود مبتلا ہوئے۔ (لاہور میں مرے اور قادیان میں دفن کئے گئے)

اب فیصلہ حافظ صاحب اور ان کے رفقاء ہی فرمائیں کہ مرزا قادیانی بقول خود میعاد پیش گوئی کے اندر ذلت اور لعنت کی موت سے مرے اور ان کے مرنے سے صادق اور کاذب کا فرق ظاہر ہوا یا نہیں؟ میں نے اپنی طرف سے کبھی ان کی شان میں کبھی کوئی سخت کلمہ نہ استعمال کیا اور نہ یہ میری عادت ہے۔ اگر مرزا قادیانی کے ان جملوں میں ان پر سخت سے سخت حملے ہیں تو ان کے ذمے دار خود مرزا قادیانی ہیں نہ کہ میں۔ اگر کوئی مرزائی ان سے کسی طرح جواب طلب کر سکتا ہے تو ضرور کر لے، میرے حقیقی اعتراض یا بقول حافظ صاحب سخت سے سخت حملے اگر تھے تو یہی۔

مگر میں نے حافظ صاحب کی (نمبر اول) یک رخی دو ورقی اور (نمبر دو) دو رخی دو ورقی کو اول سے آخر تک پڑھا۔ ان اعتراضوں کا جواب کہیں بھی نظر نہیں آیا ہاں میری تقریر کے بعض حصص پر اپنی کج فہمی کے سبب قطع و برید کرتے ہوئے اپنے خیال ناقص کا اظہار فرمایا ہے اور جو سوالات اس میں کئے اور جو توجیہیں بیان کیں ان میں صرف اپنے مرزائی سرغناؤں کی نقالی کی ہے جس کے جواب علمائے اسلام کی طرف سے بارہا دیئے جا چکے ہیں اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکے۔ تاہم شاید ماریشس کے لوگوں کی نظر سے کمتر گزرے ہوں۔ لہٰذا یہ دیکھتے ہوئے کہ حافظ صاحب کی تحریر طویل میں بار بار ایک ہی بات کا تکرار ہے۔ مختلف عنوانوں کے ماتحت مختصراً عرض کئے دیتا ہوں شاید کہ اس سے بھی کوئی ہدایت پا جاوے۔

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب

میں نے ابتدائے کلام ہی میں یہ کہہ دیا تھا کہ جماعت حقہ اسلام میں کوئی تفرقہ نہیں ما انا علیہ واصحابی ایک ہی راہ ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی فرقے نہیں، سب اسی ایک راہ پر چلنے والے ہیں اور یہی وہ سواد اعظم ہے جس کے لئے ارشاد کہ اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار (رواہ ابوداؤد) تم سواد اعظم کی پیروی کرو کیونکہ جو اس سے علیحدہ ہوا، جہنم میں گیا۔ اسی سواد اعظم کو حضورﷺ نے جماعت فرمایا اور ان اللّٰہ لا یجمع امتی (او قال) امتی علیٰ ضلالۃ وید اللّٰہ علی الجماعۃ ومن شذّ شذّ فی النار۔ فرمایا یقیناً اللہ میری امت کو (یا یوں فرمایا) کہ امت محمدﷺ کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو علیحدہ ہوا جہنم میں گیا۔

اب اگر مرزائی اجماع امت کے خلاف نئے نئے عقیدے تراش کر اس سواد اعظم وجماعت مسلمین سے الگ ہوں تو وہ اپنا مقام دیکھ لیں۔ حدیث میں بتا دیا گیا ہے۔ معمولی عقل والا انسان بھی اتنی سی بات کو سمجھ سکتا ہے۔ کہ جماعت کا لفظ تیس کروڑ انسانوں کے گروہ پر صادق آسکتا ہے یا گنے چنے چند مرزائی افراد پر؟

حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء میں بھی اس سواد اعظم کے علماء کی شان کا اظہار۔ ہاں وہ بے علم مدعیان علم ہے۔ جو اس سواد اعظم سے الگ ہوئے اور ذاتی اغراض کے لئے شرارتیں پھیلاتے ہوئے اپنی اپنی ٹکڑیاں بناتے ہیں۔ شر من تحت ادیم السماء کہلائے۔ اس حدیث کے مصداق صحیح حافظ صاحب کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، مرزائی فرقہ میں بآسانی وہ ان سے ملاقات فرما سکتے ہیں۔ میں نہ کوئی نئی راہ بتاتا ہوں نہ نیا دین سکھاتا ہوں نہ اپنا کوئی نیا فرقہ بناتا ہوں، صرف اسی ما انا علیہ واصحابی والی راہ کی طرف بلاتا ہوں اور یہی سکھاتا ہوں کہ قرآن کریم وحدیث شریف کے معانی میں مدعیان الہام کے خود تراشیدہ الہام کو دخل نہ دیا جائے بلکہ ان کے وہی معنی سمجھے جائیں جو حضور خاتم النّبیینﷺ نے سمجھے اور اپنے صحابہ کو سمجھائے اور انہوں نے بتسلسل ہم تک پہنچائے۔

حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ ''انبیاء کے وارث علماء کوئی خاص لوگ ہیں۔'' اور پھر اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ ملہم آدمی خدا سے علم پا کر بولتا ہے اور اس کی مزید توضیح کہ العلماء سے مراد مجددین ملہمین ہیں نہ کہ عام مولوی۔ یہ حافظ صاحب کی خودرائی ہے، نہ کہیں قرآن کریم میں اس کا ذکر نہ حدیث شریف میں اس کا بیان۔ الف لام کے متعلق یہ تو تحریر فرمایا کہ اسی بات کو ظاہر کرتا ہے

مگر یہ نہ لکھا کہ کیوں؟ اگر صرف ونحو پڑھی ہوتی۔ اقسام الف لام کا علم ہوتا تو لکھتے کہ الف لام کیسا ہے؟ اگر عربی تک نہیں پڑھی تو اب تو اردو زبان میں بھی عربی صرف نحو کی کتابیں چھپ گئی ہیں۔ انہی میں دیکھ لیا۱ ہوتا۔ پھر کہیں کتاب وسنت کا یہ حوالہ بھی دیا ہوتا کہ بعد خاتم النّبیین ﷺ کسی مدعی الہام کا الہام حجت شرعی بھی ہے۔

مجددین اور الہام

مجدد کی حدیث حافظ صاحب نے تحریر تو فرمائی۔ اس کے الفاظ کی ترتیب میں ایسا بیہودہ تصرف بھی کیا اور لکھا کہ رأس مائۃ کل سنۃ جس کی غلطی ایک ادنیٰ متعلم عربی بھی بتادے۔ مگر معنی میں کچھ تصرف کر کے بھی یہ نہ دکھایا کہ وہ مجدد ملہم ہوں گے اور ان کا علم شرعی حجت بھی ہوگا۔

پھر تعجب کہ اس دو ورقی کی چند سطروں ہی میں اتنا اتنا تناقض

اوّل...... لکھتے ہیں کہ العلماء سے وہ لوگ مراد ہیں جو معرفت الٰہی کا کامل علم رکھتے ہیں۔

دوم...... کامل معرفت صرف الہام سے ہوتی ہے۔ ان کا نتیجہ یہ نکلا کہ العلماء سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو الہام ہوتا ہے یعنی جنہیں الہام نہیں ہوتا وہ العلماء میں داخل نہیں اور انبیاء کے صحیح وارث نہیں۔

سوم...... پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ جو مولوی ان الہام اپنے والے مجددین کے ساتھ شامل ہوں گے وہ بھی ان مجددین کے طفیل صحیح علم کے وارث ہوں گے۔ یعنی بغیر الہام کے صرف مجددوں کے طفیل میں بھی صحیح علم کے وارث ہو جائیں گے۔

ذرا اپنے جملوں پر نظر ڈالیے کہ ایک دوسرے کا الٹا ہے یا نہیں؟

پھر تعجب اور سخت تعجب ہے کہ مجددین کے ساتھ شامل ہونے اور مجددین کے طفیل سے تو

۱ آپ الف لام عہد ذہنی کا مراد لے سکتے ہیں تو ظاہر ہے اس کا معہود علماء دین مصطفیٰ ﷺ ہیں کیونکہ وہ بین المتکلم والسامع متعین ومعروف ہیں اور وہی وارث ہو بھی سکتے ہیں۔ کیونکہ وارث اس کو کہتے ہیں جو اپنے مورث کا ترکہ پائے اور حضور ﷺ کا ترکہ علم دین ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے تو یقیناً وارث کے مصداق علماء دین ہوئے اس کا انکار حدیث زیر بحث کی تحریف اور حدیث لا نورث دینارا ولا درھما کا انکار ہے اور ملہمین تو کسی طرح مراد ہو ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ مسبوق الذکر نہیں جو معہود خارجی قرار دیئے جاسکیں۔ نہ سامع ومتکلم کے درمیان معروف ومعہود کہ بطریق عہد ذہنی مراد ہو سکتے۔ یہ کہاں کی صدائے بے ہنگام اور تحریف باطل اور ملہمین وارث کا مصداق بھی نہیں ہو سکتے کہ نئے الہامات نبوت کا ترکہ کب ہیں؟ حضور ﷺ کا ترکہ تو کتاب وسنت ہے جیسا کہ خود حدیث شریف میں وارد ہوا۔

صحیح علم کے وارث ہو جائیں اور سید المرسلین خاتم النّبیین ﷺ کی صراط مستقیم پر چلنے میں ان کے ساتھ شامل ہونے اور ان صاحب وحی وکتاب کے طفیل ان سے صحیح علم بہ تسلسل روایت لینے کے بعد بھی صحیح علم کے وارث نہ بنیں اور العلماء میں داخل نہ ہوسکیں اور خطرے میں رہیں۔

بریں عقل ودانش بباید گریست

آیت قل ھذہ سبیلی ادعوا الیٰ اللّٰہ علیٰ بصیرہ انا ومن اتبعنی کو پیش کرتے ہوئے اس کا من گھڑت ترجمہ کرنا اور من اتبعنی کو صرف صحابہ تک محدود کرتے ہوئے بارہ سو برس کے لئے تبلیغ کے دروازہ کو بند سمجھنا۔ اس لئے کہ اس عرصہ دراز میں کسی مجدد نے یہ دعویٰ نہ کیا کہ میرا الہام حجت شرعی ہے اس کو مانو اور جو اس کو نہ مانے گا وہ کافر ہوگا۔ بقول حافظ صاحب اس لئے کوئی عالم بھی صحیح علم کا وارث نہ بنا اور حق پر نہ رہا تو ان کے تبلیغ دین کرنے سے جو مسلمان ہوئے بقول حافظ صاحب وہ بھی حق پر نہ ہوئے۔ غرض اس طرح صرف مرزائی جماعت کے حق پر ثابت کرنے کے لئے حافظ صاحب کا بارہ سو برس کے تمام مسلمانوں کو (معاذ اللہ) حق پر نہ ہونے کا حکم لگا دینا اور صرف مرزائی مبلغین کو اس کا مصداق بنانا ویسی ہی خود رائی ہے جس کے لئے سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ مرزائی صاحبان آریوں اور عیسائیوں کو تو کیا مسلمان بنائیں گے۔ مرزا قادیانی کے زمانہ اور اس کے بعد کے مسلمانوں پر خود مرزا قادیانی اور ان کے بلند اقبال صاحبزادہ نے کفر کا حکم لگایا تھا۔ صاحبزادے کے شاگرد حافظ صاحب استاد سے بھی آگے بڑھے اور انہوں نے پہلوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ حافظ صاحب نے اشتہار بازی کی جرأت تو کی مگر جہالت کا یہ عالم ہے کہ مذکر ومؤنث کی تمیز نہیں، طائفۃ کے لئے لا یزال لکھ رہے ہیں۔ پھر حدیث شریف میں خیانت اور بددیانتی اس درجہ دجل وفریب کا یہ عالم کہ صرف ایک جملہ اپنے مزعومہ مطلب کو خواہ مخواہ ثابت کرنے کے لئے نقل کر دیا۔ بعض کو ماننے اور بعض کے ساتھ کفر کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اول وآخر کو لکھا ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان جملوں کو لکھتے تو مرزائیت کا سارا پول کھل جاتا اور مدعیت نبوت کا کذاب ہونا حدیث نبوی ﷺ سے ظاہر ہو جاتا کیونکہ حضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ ’’سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی ولا تزال طائفۃ من امتی علیٰ الحق ظاھرین لا یضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللّٰہ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)‘‘ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہونے والے ہیں ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النّبیین

ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ حق پر رہے گا اور غالب رہے گا اس کے مخالف اسے ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ خدا کا حکم یعنی قیامت آجائے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

اس حدیث نے صاف بتادیا اور پہلے جملے کے معنی نے بالکل کھول دیا کہ یہی گروہ علماء ومجددین، وحی والہام خاتم النّبیین پر قائم رہیں گے۔ اپنے الہام کو شرعی حجت نہ بنائیں گے۔ مرزا قادیانی کی طرح نبوت کا دعویٰ کرنا اور اپنے مفروضہ الہام کو وہی درجہ دینا جو قرآن کریم کا ہے، جھوٹوں کا شیوہ ہے۔

اب مرزا قادیانی کو آپ اسی کسوٹی پر پرکھ لیجئے کہ:

الف...... انہوں نے نبوت ورسالت کا کھلا ہوا دعویٰ کیا کہ: ’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔‘‘ (ملفوظات ج۵ ص۴۴۷)

ب...... ’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں نبی بھیجا۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

آپ انہیں غیر تشریعی اور ناقص نبی سمجھتے ہیں تو ان کے نزدیک بھی بے ایمان ہیں۔ اس لئے کہ وہ تو صاف لکھتے ہیں:

۱...... ’’جس نے اپنی وحی کے ذریعے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہوگیا۔ پھر اپنی وحی میں امر اور نہی کی مثال دے کر آگے لکھا کہ:

۲...... ’’اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔‘‘

(اربعین ص۴، ۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

کہئے اب بھی تشریعی نبوت کے دعویٰ میں کیا کچھ کسر رہ گئی؟ پھر ابھی اور آگے بڑھئے۔ اپنی وحی کو قرآن کریم کے جیسا بتایا۔

انچہ من بشنوم ز وحی خدا
بخدا پاک دانمش ز خطا
ھمچو قرآن منزہ اش دانم
از خطاھا ھمیں است ایمانم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

پھر اپنے آپ کو سب تشریعی وغیر تشریعی نبیوں کے برابر ٹھہرایا۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم زکسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں
ہر کہ گوید دروغ است ولعیں

(نزول المسیح ص۱۰۰، خزائن ج۱۸ص۴۷۸)

بلکہ اپنے آپ کو صاحب شریعت اولوالعزم رسول حضرت عیسیٰ بن مریم سے تو صاف طور پر بہتر بتایا۔ ان کا مشہور شعر ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ص۲۴۰)

کیا اس تیرہ سو برس کے کسی مجدد نے، کسی سچے عالم نے ایسا دعویٰ کیا؟ اپنے الہام کو ایسی حجت بتایا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس مرزا قادیانی کے تو دعوے ہی ان کی تکذیب کی بڑی دلیل ہیں۔ آپ کہیں ان کی مجددیت کا راگ الاپتے ہیں۔ کہیں امامت کا ذکر کرتے ہیں۔ آگے چل کر نبوت ورسالت غیرتشریعی کا حکم لگاتے ہیں، پھران کو فی الجملہ تشریعی بھی مانتے ہیں اس لئے کہ ان کے نہ ماننے والوں کو کافر اور باطل پر ٹھہراتے ہیں۔

ایک عالم فیصلہ کر چکا اور مارشس کے مرزائی بھی عنقریب کرلیں گے۔ مرزا قادیانی تو اپنے قول سے خود کفر کے دام میں پھنس چکے ہیں اب وہ کہاں نکل کر جاتے ہیں۔ مجددیت وامامت ونبوت کا ذکر تو بعد میں کیا جائے پہلے ان کے ہوا خواہ ان کو کفر کے گڑھے سے تو نکالیں، اگر نکال سکتے ہیں۔ باقی آئندہ۔ (عبدالعلیم الصدیقی القادری)

نوٹ...... قادیانی مبلغ حافظ صاحب نے اپنے فرقے کو حق پر ثابت کرنے کے لئے یہ آیت لکھی ہے: ’’قل ہذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی‘‘ اوراس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے۔ اے محمد ﷺ! تو اعلان کردے کہ میرا اور میرے صحابہ کا طریقہ یہ ہے کہ ہم سب علیٰ بصیرت تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ قادیانی نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے آیت کے معنی میں تحریف کی اور من اتبعنی کا ترجمہ (میرے صحابہ) کیا باوجود یہ کہ اس کے صاف معنی یہ تھے کہ جس نے میرا اتباع کیا اس میں صحابہ کرام بھی داخل تھے۔ تابعین بھی تبع تابعین بھی، قیامت تک آنے والے تمام مسلمان فرمانبرداران رسول ﷺ بھی۔ مگر قادیانی مبلغ نے دیکھا کہ صحیح

ترجمہ کیا جائے تو آیت سے صاف طور پر ثابت ہوگا کہ حق پر صرف اہلسنت وجماعت ہیں۔ جن کا دین اتباع رسول ﷺ ہے اور وہ قرآن وحدیث چھوڑ کر کسی مدعی الہام کے امتی بننا گوارا نہیں کرتے۔ لیکن تماشا یہ ہے کہ اس تحری سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ بلکہ یہ نتیجہ نکلا کہ مرزا قادیانی بھی گروہ حق سے خارج ہیں۔ کیونکہ وہ صحابی نہیں اور قادیانی صاحب کے نزدیک آیت میں من اتبعنی سے صرف صحابہ مراد ہیں تو جب مرزا اہل حق سے خارج تو اس کے متبعین کس طرح اہل حق بن گئے۔ آیت کے معنی میں تحریف کر کے بھی مرزائی گروہ باطل ہی میں ہے۔ علاوہ بریں مرزائی مبلغ نے اہل حق صرف ملہمین کو مانا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ خیال تراشیدہ طبع اور زائیدہ فکر مرزائیت ہے اور قرآن وحدیث میں اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ بلکہ کثیر آیات واحادیث کے خلاف ہے۔ یہ تعجب خیز ہے کہ مرزائیوں کے حق پر ہونے کی دلیل مرزا ہی کا دعویٰ الہام قرار دیا جائے اور یہ دلیل ان کے سامنے پیش کی جائے۔ جو مرزا کو مومن اور مسلم بھی نہیں مانتے تو وہ ملہم من اللہ کیسے تسلیم کریں گے۔ یہ کہاں کی منطق ہے کہ مخالف کے سامنے اپنے اعتقادات کو دلیل بنا کر پیش کر دیا جائے۔ زیادہ تعجب یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے الہام نسبت محمدی بیگم وغیرہ کے دیکھنے کے بعد بھی مرزائیوں کی غیرت مرزا کے الہام کا نام لینا گوارہ کرتی ہے۔ شرم۔ شرم۔ شرم...... اگر محض دعویٰ الہام کسی کو حق پر ثابت کر سکتا ہو تو بابی، بہائی وغیرہ صدہا گمراہ فرقے الہام کے مدعی ہیں۔ مرزائی ان سب کو حق پر مانیں۔

مبسملاً وحامداً ومحمداً جل وعلا
ومصلیاً ومسلماً محمداً سلم اللہ علیه وصلّٰی

۲...... مرزائی حقیقت کا اظہار

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے کفر کا فتویٰ خود دے چکے

علمائے اسلام مرزا قادیانی سے ان کے اسلام کا ثبوت کیوں نہ طلب کریں جبکہ مرزا قادیانی اپنے کافر وکاذب ولعنتی ہونے کا فتویٰ خود اپنے قلم سے دے رہے ہیں۔ اس سے قبل ناظرین نے مرزا قادیانی کے نبوت تشریعی بلکہ دوسرے انبیاء سے برابری بلکہ ان سے بہتری کے دعوے تو ملاحظہ کئے۔ اب ایسے دعویٰ کرنے والے کے متعلق علمائے اسلام کے سامنے لاجواب ہوکر مرزا قادیانی نے جو فتوے دیئے۔ وہ بھی دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ ان دعوؤں کے بعد اپنے ان فتوؤں کے مطابق وہ کیا بنے؟

۱...... بجواب حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوریؒ جناب مرزا قادیانی علیہ ما علیہ اپنے

اشتہار مورخہ ۲۰؍شعبان ۱۳۱۴ھ میں شائع کرتے ہیں: ’’ان پر واضح رہے کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۲۹۷)

۲…… اشتہار مجریہ ۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء میں علمائے دھلی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’(میں) سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت ورسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۱ص۲۳۰)

ایک طرف مرزا قادیانی خود اپنے ہی ان فتوؤں کی رو سے کافر، کاذب اور ملعون بنے اس لئے کہ نبوت کا دعویٰ اظہر من الشمس۔ دوسری طرف انہوں نے تمام ان مسلمانوں پر جو مرزا قادیانی کو نبی ومسیح ومہدی ومجدد وغیرہ نہ مانیں، کفر کا فتویٰ دیا اور انہیں کافر کہا۔ چونکہ قرآن وحدیث میں کہیں بھی مرزا قادیانی پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس لئے اس فتوے کی رو سے کوئی مسلمان تو کافر نہ ہوا، ہاں بحکم حدیث وہ کفر بھی کروڑوں نہیں۔ بلکہ ان گنت مسلمانوں کی طرف سے خود مرزا قادیانی ہی پر لوٹا۔ تو اب مرزا قادیانی جس جماعت کے بھی[۱] امام بنیں اس کا شمار کفار میں ہی ہوسکتا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت سواد اعظم سے تو وہ پہلے ہی اپنے آپ کو الگ کر چکے۔ چنانچہ اس کفر کا اظہار مختلف صورتوں میں مرزا قادیانی کے چیلوں کی طرف سے ہوتا رہتا ہے۔

خاتم النبیین ﷺ

پرستاران مرزا قادیانی نے حدیث لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کے معنی میں تحریف کرنے کے لئے طرح طرح کے حیلے نکالے مگر یہ جرأت آج تک کسی کو نہیں ہوئی تھی کہ لا الہ الا اللہ کے معنی کو بھی بدلے اور مندروں اور گرجاؤں کے بتوں کو بھی معبود قرار دے مگر چونکہ ماریشس کے مرزائی حافظ جی کو علم سے کوئی علاقہ ہی نہیں اس لئے لے دے کر پورے اشتہار میں اپنی طرف سے اگر کوئی بات نکالی تو وہ بھی ایسی نرالی جو مرزا قادیانی کے حمایتی تو کجا خود مرزا قادیانی کو بھی کبھی نہ سوجھی تھی۔ جناب حافظ صاحب مرزا قادیانی کی نبوت ثابت کرنے میں اس درجہ حد سے گزرے کہ لا الہ الا اللہ میں بھی لا کو صرف کمال کی نفی کرنے والا قرار دے کر یہ مان

۱؎ مرزائی مبلغ نے اپنے فرقہ کے حق پر ہونے کی دلیل بیان کی کہ وہ ایک شخص کو امام اور ملہم مانتے ہیں۔ یہ کس قدر قابل مضحکہ بات ہے کسی قوم کی وہمیات یا اعتقادات اس کے حق پر ہونے کی دلیل ہوسکتے ہیں تو دنیا میں کوئی فرقہ باطل پر نہ ہو۔ رافضی، خارجی، بہائی، بابی بلکہ ہنود، مجوس کون اپنا پیشوا ملہم نہیں مانتا تو مرزائیوں کے نزدیک یہ سب حق پر ہوئے۔ پس مرزائی بھی انہیں کے زمرے میں ہوں گے۔

بیٹھے کہ اللہ کے سوا بت خانوں اور گرجاؤں میں دوسرے (معبود بھی) موجود ہیں۔ اگرچہ وہ ایسے کامل نہ سہی جیسا کہ اللہ، مگر بقول حافظ صاحب معبود تو ضرور ہیں۔ (معاذ اللّٰه من ذالك)

مشرکین مکہ بھی تو اپنے بتوں کو اللہ کے برابر یا اللہ کے جیسا کامل معبود نہ مانتے تھے۔ بلکہ اللہ سے کم درجے کا ہی معبود گردانتے تھے اور اسی جرم کے سبب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کو مشرک کہا۔ موجودہ زمانہ کے بت پرست بھی تو یہی کہتے ہیں کہ معبود حقیقی تو وہی خدا ہے۔ اس سے کم درجہ کے معبود یہ بت بھی ہیں۔

پس اب سوچئے کہ جناب مرزائی حافظ صاحب اور دوسرے بت پرست مشرکین میں کیا فرق رہا؟ حد سے گزرنے کی یہی سزا ہے کہ اول کافر بنے پھر مشرکین کے گروہ میں شامل ہوئے۔ جب کسی کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے تو اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ اسلام نے جو کلمہ سکھایا اس میں سب سے پہلے ہر مسلم کو یہی بتایا کہ حقیقی، مجازی، کامل، ناقص کسی صورت کسی قسم کا کوئی وجود ''اله (معبود)'' کہے جانے کا مستحق سوائے اللہ کے ہے ہی نہیں۔ لا اله الا اللّٰه میں لا جنس اله غیر اللہ کی نفی کرتا ہے اور اس کلمہ کا ترجمہ یوں ہوتا ہے۔ ''اللہ کے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں۔''

سچے مسلمانوں کا تو یہی عقیدہ ہے کہ جس طرح خدا کے سوا وہ تمام بت یا دوسری چیزیں جن کی پوجا کی جاتی ہے جھوٹے اور کسی طرح معبود کہے جانے کے مستحق نہیں، اسی طرح بفحوائے حدیث لا نبی بعدی حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت و رسالت پانے اور نبی بننے کا دعویٰ کرے وہ ایسا ہی جھوٹا نبی اور جھوٹا رسول ہے جیسے وہ بت جھوٹے ہیں۔

آنے والے عیسیٰ مسیح بن مریم علیہما السلام
جن کی خبر قرآن عظیم واحادیث میں دی گئی

وہ مسیح بن مریم علیہ السلام جن کے تشریف لانے کی خبر قرآن عظیم واحادیث شریفہ میں دی گئی ہے، نہ حضور خاتم النّبیین ﷺ کے بعد نبی بنیں گے۔ نہ یہ دعویٰ فرمائیں گے کہ مجھے اب نبوت و رسالت ملی۔ بلکہ یہ وہی مسیح بن مریم علیہ السلام ہوں گے جو حضور اکرم ﷺ سے پہلے نبی بن چکے اور نبوت و رسالت پا چکے وہی بذات خود دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور حضور خاتم النّبیین ﷺ کی خدمت خلافت بجالائیں گے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو حدیث نبوی ﷺ: ''عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال الانبياء اخوان العلات امهاتهم شتی ودينهم واحد وانی اولی الناس بعيسىٰ بن مريم لانه لم يكن بينی وبينه نبی وانه خليفتی علىٰ امتی وانه نازل فاذا رئيتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة

والبیاض علیه ثوبان ممصران کان راسه یقطر وان لم یصبه بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعوا الناس الی الاسلام ویهلك الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام (الیٰ ان قال) فیمکث اربعین سنة ثم یتوفیٰ ویصلی علیه السلمون ویدفنونه (اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد وابوداؤد وابن جریر وابن حبان عن ابی ہریرہؓ)'' مرزائی دلائل کے خرمن پر یہ حدیث بجلی کا کام کر رہی ہے اس لئے کہ اس میں حضور اکرم ﷺ نے صاف لفظوں میں بتادیا کہ تشریف لانے والے، نازل ہونے والے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام وہی نبی ہیں جو مجھ سے پہلے نبی بن کر آچکے اور میرے اور ان کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہوا، وہی میری امت پر میرے خلیفہ بن کر تشریف لائیں گے۔ ان کا حلیہ بھی بتادیا اور کام بھی سنادیا۔

صحیح مسلم کی وہ حدیث جس کا حوالہ حافظ جی نے دیا وہ انہی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق ہے نہ غلام احمد بن گھسیٹی کی بابت، ان پرانے نبی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے آنے سے لا نبی بعدی کی حدیث میں تاویل کی ضرورت، نہ کسی دوسری حدیث سے تطبیق کی حاجت۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور بہ شان خلافت خاتم نبوت ہوگا، نہ برائے اعلائے اظہار نبوت ورسالت۔ کتمان حق مرزائیوں کی عادت، اہل سنت کو اس حرکت سے سخت نفرت، قرآن کریم کی کسی آیت میں رب نے ہرگز ہرگز یہ خبر دی ہی نہیں کہ کسی نبی کی غلامی سے نعمت نبوت ودیعت کی جاتی ہے۔ حافظ جی کا قرآن عظیم پر کھلا افتراء ہے۔ جس کی سزا ان شآء ربی روز جزاء مل جائے گا۔

حافظ جی کا لا فتیٰ الا علیٰ کے قول اور اذا هلك کسریٰ فلا کسریٰ بعده...... الخ کی حدیث میں جو لا ہے۔ اس کو لا الہ الا اللہ اور لا نبی بعدی کے لا پر قیاس کرنا ایسی کھلی ہوئی جہالت ہے جس کو کوئی اہل علم تو کجا ایک معمولی صرف ونحو جاننے والا بچہ سننے کا بھی روا دار نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اس کو خبر ہوگی کہ لا کتنی قسم کا ہوتا ہے؟ اور ہر قسم کی پہچان کے لئے کیا کیا قواعد ہیں؟ پھر یہ تو ایک معمولی اردو زبان میں تاریخ پڑھنے والا بھی جانتا ہوگا۔ کہ اگر لا کسریٰ اور لا قیصر کے کلمات میں بھی لا کے معنی وہی لئے جائیں تو بھی واقعات کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ یقیناً مخبر صادق کے ارشاد کے مطابق کسریٰ کے کسرویت کا خاتمہ ہو ہی گیا۔ قیصر بھی ملک شام سے بھاگا اور اقلیم شام اس کے نام سے پاک ہوئی، اب نہ وہ کسرویت رہی نہ قیصریت۔ بادشاہ ہونا دوسری چیز ہے اور کسریٰ وقیصر کے القاب مخصوص دوسری چیز۔ حافظ جی کو عربی زبان سمجھنے کا سلیقہ تو کہاں سے ہوگا۔ کسی جاننے والے سے فتح الباری شرح بخاری میں اس کی تفصیل کا ترجمہ سن لیں تو ان کو کسریٰ وقیصر کے خاتمہ کا حال معلوم ہوجائے گا۔

حضور خاتم النّبیین ﷺ کے اخبار بالغیب کے مطابق اس امت میں جھوٹے مدعیان نبوت ہمیشہ آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے۔ چونکہ حدیث لا نبی بعدی ان سب مدعیوں کے دعوؤں کا رد کرنے کے لئے سد سکندری کا کام دیتی ہے۔ اس لئے اس حدیث کے معنی میں تحریف پر ہر مدعی نبوت نے توجہ کی۔ ایک شخص نے اپنا نام ہی لا رکھ لیا جس کسی نے اس حدیث سے اس کا رد کیا تو کہنے لگا کہ یہ حدیث سچی ہے مگر تمہیں پڑھنی نہیں آتی۔ اس کو اس طرح پڑھو۔ لا نبی بعدی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لا نام کا ایک شخص میرے بعد نبی ہوگا۔ اس طرح ایک عورت کو بھی جنون ہوا۔ اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا جب اس حدیث کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو کہنے لگی کہ ہاں! یہ صحیح ہے مگر اس میں تو مرد نبی کی نفی کی گئی ہے۔ عورت کے نبی ہونے کی نفی کہاں ہے؟ لا نبیة بعدی ہوتا تو تمہارا دعویٰ صحیح تھا۔ اگر غور کیا جائے تو ان کی یہ تحریف مرزائی تحریف سے بڑھیا معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس زمانے میں سمجھدار لوگ بکثرت موجود تھے ان کے جھوٹے دعوے نہ چل سکے۔ آج بدقسمتی سے ہمارے زمانے کا جھوٹا مدعی نبوت بھی ہوا تو ایسا کہ جس کو تحریف کرنی بھی نہ آئی۔ اس کے ہوا خواہ بھی ہوئے تو ایسے جن کو اتنا سلیقہ بھی نہیں کہ نبوت منوانے چلے اور شرک تسلیم کر بیٹھے اور اس طرح ان کے جال میں پھنس جانے والے بھی ایسے سیدھے سادے کہ دین اسلام کے احکام کو تو کیا پہچانتے اتنی تمیز بھی نہیں رکھتے کہ خود غرض، مکار، فریبی، جھوٹے دجال اور بے غرض راست باز، سچے خدا پرست کے درمیان ہی فرق کر سکیں۔

وہ حافظ جی جن کو اتنی لیاقت بھی نہیں کہ مبتدا و خبر، فاعل و مفعول، مضارع و اسم ظرف بلکہ مذکر و مونث کو بھی پہچان سکے۔ قرآن کریم پر ہاتھ صاف کرنے کی جرات فرماتے ہیں اور مارشس کے بھولے بھالے لوگوں کو جس طرح چاہتے ہیں بہکاتے ہیں۔ حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''من تکلم فی القرآن برایه فاصاب فاخطا (ترمذی)'' جس نے قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور اتفاقاً صحیح تفسیر بھی کر دی تب بھی اس نے غلطی کی۔ پھر فرماتے ہیں: ''من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعده فی النار (ابوداؤد)'' جس شخص نے بغیر علم کے (اپنی رائے سے) قرآن کی تفسیر کی اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں سمجھ لے۔ آیت کریمہ: ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی '' کی تلاوت کرتے ہوئے میں نے بتایا کہ اس آیت کریمہ میں خاتم النّبیین کی تفسیر بھی موجود ہے اور یہ بتایا جارہا ہے کہ انبیاء دین الٰہی کی تبلیغ کے لئے آتے ہیں۔ اب چونکہ دین الٰہی کامل ہو چکا۔ پھر آیت انا له لحافظون میں رب العالمین نے اس مکمل قانون دین الٰہی کی حفاظت کا ذمہ بھی لے لیا۔ لہٰذا اب کسی نبی کی

ضرورت بھی نہیں رہی۔ مگر اس شخص کی عقل میں یہ معنی کیونکر آئیں۔ جس کی آنکھوں کو پہلے ہی سے مرزا قادیانی کی محبت میں نابینا اور کانوں کو بہرہ بنادیا گیا ہو۔ حبك الشیء یعمی ویصم۔ نعمت کا حصر نبوت کے لئے کرنا اور پھر اس کو جاری ماننا حافظ جی کی خودرائی ہے۔ نہ قرآن کریم میں کوئی اس کی دلیل، نہ حدیث میں کہیں اشارہ۔

ویتم نعمته علیك وعلیٰ ال یعقوب (الایة) اتممت علیکم نعمتی (الایة) ولاتم نعمتی (الایة) وغیرہ آیات کے معانی میں جس قدر تحریف بھی کی گئی وہ مرزائیوں کی ایجاد ہے۔ نہ ان کے یہ معانی حضورﷺ نے سمجھے، نہ کسی صحابی نے جانے، نہ تیرہ سو برس کے کسی مسلمان کی سمجھ میں آئے۔ کلمہ صریح خاتم النّبیین کے ہوتے ہوئے جو ایسی خودرائی کو کام میں لائے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ رب العالمین نے تو قرآن کریم میں کھلے کھلے لفظوں میں فرمادیا کہ: ’’ماکان محمد ابا احمد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین ‘‘ سرکار دوعالمﷺ نے بار بار بتکرار مختلف طریقوں پر مختلف کلمات میں یہی فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، میں آخری نبی ہوں۔ خاتم النّبیین کے معنی خود حضورﷺ نے صاف صاف بتادیئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ کہیں فرمایا کہ انا خاتم النّبیین لا نبی بعدی۔ کبھی ارشاد ہوا: انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ میں عاقب (سب سے پیچھے آنے والا) ہوں اور عاقب اسے کہتے ہیں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ بلکہ اس سے بھی زائد وضاحت سے فرمایا تاکہ تشریعی، غیرتشریعی، بروزی، ظلی وغیرہ وغیرہ سب قسم کے دعوؤں کی تکذیب ہوسکے کہ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔ پس کوئی شخص بھی کسی قسم کی بھی نبوت کیوں نہ تراش لے، اس تیغ براں سے وہ پاش پاش ہو ہی جائے گی۔ ایک حدیث میں تو گویا اس امر پر اس قدر تاکید کی وجہ سے بھی خود ہی زبان مبارک سے بیان فرمادی کہ جھوٹے نبی آنے والے ہیں۔ فرمایا: ’’سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی (مسلم)‘‘ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ کذابون کے صیغۂ مبالغہ نے یہ بھی بتادیا کہ چھوٹے چھوٹے جھوٹوں کا ذکر نہیں، بڑے بڑے جھوٹے تیس ہوں گے۔

۳...... دوورقی میں حافظ جی نے علامہ قاضی عیاض کا قول نقل کر کے اپنی ایک تازہ جہالت کا ثبوت بہم پہنچادیا اس لئے کہ تیس کی تعداد کی متعلق ان کی عبارت بتارہی ہے کہ اگرچہ ایسے

جھوٹے مدعی نبوت تو بہت گزرے مگران تیس میں خاص طور سے وہی داخل جن کا دعویٰ نبوت خوب مشہور ہوا پس جس کے دعوے نے زیادہ شہرت پائی وہی تیس نمبری متنبیوں میں داخل ہوا۔ اگر مرزا قادیانی کی تشہیر دنیا میں بنسبت ان سے پہلے جھوٹے مدعیان نبوت کے زیادہ ہوئی اور ہورہی ہے۔ (جیسا کہ مرزائیوں کا دعویٰ ہے۔) تو یقیناً نہ صرف یہ کہ وہ ان تیس میں داخل ہوں گے۔ بلکہ ان سے اس مقابلے میں نمبر لیتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ممکن ہے کہ جہنم کی طرف کی اس دوڑ میں چودھویں صدی میں ہونے کے باوجود پہلی صدی کے مسیلمہ سے بھی آگے بڑھ جائیں اور سب جھوٹے مدعیان نبوت میں نمبر اول مرزا قادیانی ہی کا رہے۔ بہرصورت حضورﷺ کے بعد جو کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ قرآن مجید میں حضورﷺ کے بعد نہ کسی احمد کے آنے کا اشارہ نہ کسی حدیث میں کسی نئے نبی کا استثناء۔ صحابہ نے یہ سمجھا، تیرہ سو برس کے مسلمانوں نے یہی مانا۔ آج اگر حافظ جی اور ان کے مقتدیٰ خدا اور رسول وصحابہ وامت مسلمہ سب سے جدا ہوکر آیات قرآنی کے معنی بگاڑتے اور اپنی مطلب برآری کیلئے خدا اور رسول سے مقابلے کی ٹھانتے ہیں تو اس کے عذاب کے لئے تیار رہیں۔ دنیا میں تو اکثر کافروں کی رسی ڈھیلی چھوڑی جاتی ہے۔ فمهل الكافرين امهلهم رويدا۔ لیکن رب قہار کی پکڑ بہت سخت ہے۔ ان بطش ربك لشديد۔ حق کا جویا آنکھوں والا دیکھے کہ کہاں قرآن کریم کا کھلا ارشاد۔ جس کا لفظی ترجمہ مسلمانوں کے ہر مترجم قرآن میں لکھا ہوا اور کہاں مرزائی لچھے دار فقرہ اور پیچ دار دعوے۔ عقل والا تو فوراً فیصلہ کر لیتا ہے کہ ان آیات واحادیث کے ہوتے ہوئے حضورﷺ کے بعد نبوت کا ثبوت قرآن کریم سے نکالنا ایسا ہی ہے جیسے کسی عقل کے اندھے بے دین نے آمنت باللہ کے جملے میں کسی بڑھیا کے بلے کا ذکر کیا اور دین کی توہین کر کے اپنا پیٹ انگاروں سے بھرا۔

وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مرزا قادیانی کا دعویٰ ابنیت خدا، بلکہ اس سے بھی سوا

مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا کہ (معاذ اللہ) انہیں خدا کی طرف سے الہام ہوا۔

۱...... انت من بمنزلة اولادى (تو مجھ سے ہے بطور میری اولاد کے)

(دافع البلاء ص۶،۷، خزائن ج۱۸ ص۲۲۷)

۲...... انت منى وانا منك (تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے)

(حقیقت الوحی ص۸۴، خزائن ج۲۲ ص۷۷)

۳...... انت منى بمنزلة ولدى (تو مجھ سے بطور میرے بیٹے کے۔)

(حقیقت الوحی ص۸۴، خزائن ج۲۲ ص۸۹)

۴...... اسمع ولدی! (اے میرے بیٹے سن) (البشریٰ ج۱ ص۴۹، خزائن ج۱ ص۶۹)

۵...... انت من مائنا وھم من فشل (تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے اور وہ لوگ خشکی سے) (اربعین ۳، صفحہ ۳۴، خزائن ج۱۷ ص۴۲۳)

میں نے اپنی تقریر میں مرزا قادیانی کی انہی کلمات کا حوالہ دیا اور یہ بتایا کہ خدائے قدوس کی شان کا آیت لم یلد ولم یولد میں بیان، اس کا فرمان کہ لم یتخذ ولدا۔ مگر جناب مرزا قادیانی نے کھلے لفظوں میں ابنیت خدا کا دعویٰ کیا، مرزا قادیانی کے حمایتی جناب حافظ جی اپنی دوورقی میں اس کے متعلق جو مزخرفات تحریر فرماتے ہیں، وہ بالکل ایسے ہی ہیں جیسے مسیحیوں اور یہودیوں کی طرف سے حضرت مسیح وحضرت عزیر کی ابنیت خدا (معاذ اللہ) ثابت کرنے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بھی کہہ دیں گے کہ ہم ان کو ایسا حقیقی بیٹا تو نہیں کہتے جیسے کسی انسان کا بیٹا دوسرا انسان ہوتا ہے۔ بلکہ ایسا ہی بیٹا کہتے ہیں جیسا مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو بنایا اور اسی جرم میں قرآن کریم نے ان کے حق میں یہ حکم نافذ فرمایا کہ: ’’لقد کفر الّذین (الایۃ)‘‘ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا۔ پس جو جواب اس موقع پر نصاریٰ اور یہود کے لئے ہے وہی جواب مرزائیوں کے لئے ہے۔ اسلامی علم مناظرہ کی کتابیں ایسے جوابوں سے بھری ہیں، جس کا دل چاہے دیکھ لے[۱]۔ آیت ’’فاذکروا اللّٰہ کذکر کم ابائکم (الایۃ)‘‘ سے حافظ جی کا استدلال کرنا اور اپنے مقتدا کی اس دریدہ ذہنی پر پردہ ڈالنا ظلمات بعضھا فوق بعض کا مصداق، آیت کا مطلب نہایت سیدھا سادہ صاف کہ خدا کو اسی طرح ہر وقت یاد کرتے رہو، جس طرح تم اپنے محسن باپ کو ہر وقت دل وزبان سے یاد کرتے رہتے ہو اور اشد ذکرا سے اس پر مزید تاکید۔

[۱] اور حقیقت میں مرزائیوں کا یہ عذر یہود ونصاریٰ سے بہت کمزور ہے کیونکہ مرزا کے لفظ اس معنی کا تحمل نہیں رکھتے، کیونکہ اگر ابن اور ولد کے معنی مطیع مخلص، مستحق، رحمت وشفقت فرض کئے جائیں تو پھر بمنزلہ کا کیا کام انت ولدی کیوں ناکافی یا مطلب ہے کہ تو مطیع اور مخلص تو نہیں عفو وکرم سے بمنزلہ مطیع کے قرار دیا جاتا ہے جیسے کسی سے کہئے کہ تو بمنزلہ شریف کے ہے تو یہ اس کی توہین ہوگی۔ اگر یہ معنی ہوں اور مرزا مطیعین مخلصین میں حقیقتاً داخل نہ ہوں تو پھر امام ومجدد اور صاحب الہام کیسے ہوسکتا ہے۔ تو لامحالہ بہت ہیر پھیر کرنے کے بعد بھی یہ کہنا پڑے گا کہ مطلب یہ ہے کہ مرزا قادیانی وصلبی بیٹا تو نہیں مگر (معاذ اللہ) خدا کے صلبی بیٹے کے برابر اس کو پیارا یا اس کا مطیع ہے، تو اگرچہ مرزا نہ سہی خدا کے لئے صلبی بیٹا تو مانا، کوئی ہو اب مرزائی یہ بتائیں وہ صلیبی بیٹا کونسا ہے جس کے بمنزلہ ہونے مرزا کو دعویٰ ہے، مرزائیوں نے جو معانی تراشے ہیں وہ نصرانیوں کے مقولے المسیح ابن اللہ، یا یہودیوں کے قول عزیز ابن اللہ میں چلتے تو چلتے، مگر مرزا کی عبارت میں کسی طرح چل ہی نہیں سکتے۔

اگر (معاذ اللہ معاذ اللہ) اس آیت سے حافظ جی خدا کا باپ ہونا ثابت کر رہے ہیں تو کچھ تعجب نہیں کہ یعرفونه کما یعرفون ابنائهم (وہ لوگ حضور نبی اکرم ﷺ کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو) کی آیت سے (توبہ توبہ عیاذ باللہ) سرکار دو عالم کو ....کا ابناء کہہ بیٹھیں گے۔ حدیث کا پڑھنا اور سمجھنا اہل علم کا کام۔ کہاں حافظ جی اور کہاں اس اہم کام کا سرانجام! انہیں جب عیال اور اولاد کے الفاظ کا لغوی فرق بھی نہیں معلوم۔ مثنوی مولانا روم کے شعر سے استدلال تو کیا کرتے اسے موزوں لکھ بھی نہ سکے۔ اس جہالت کے باوجود خدا ہی جانے کہ جواب کی جرأت کس صورت سے ہوئی۔ سچ ہے۔ اذا فاتك الحیاء فافعل ما شئت! بے حیا باش وهرچه خواهی کن۔ اس دھوکے میں جاہل نہیں شاید کوئی اجہل آجائے تو آجائے، معمولی عقل والا بھی جان لے گا کہ اگر مرزا قادیانی کی مراد وہی معمولی رشتہ تھا جو خالق ومخلوق میں ہوتا ہے۔ تو ان کی ذات کی تخصیص کیا معنی رکھتی ہے۔ پھر مرزا قادیانی نے تو پردہ ہی اٹھادیا۔ (اس کتاب میں موجود ہیڈنگ ''مرزا قادیانی کا دعویٰ ابنیت خدا، بلکہ اس سے بھی سوا'' کے ضمن میں لکھی گئی مرزا کی عبارت کے) ۵......میں تو من مائنا (ہمارے پانی یعنی نطفہ سے) تک کہہ ڈالا بلکہ اس سے بھی اور آگے بڑھے اور انا منك (میں تجھ سے ہوں) کہہ کر (معاذ اللہ) اس مطلب کو بھی بڑھا دیا جس کے مضمون سے بھی ایک ایماندار لرزہ میں آجائے۔

فہم قرآن

بفحوائے آیت ''ولقد یسرنا القرآن '' یہ بالکل صحیح ہے کہ قرآن کریم کے مضامین اس درجہ آسان ہیں کہ حضور ﷺ کے بتانے اور اس ارشاد کے مطابق ان کے صحابہؓ، تابعین وعلمائے امت کے سمجھانے سے بہت جلد سمجھ میں آجاتے ہیں لیکن اس کے معنی یہ لینا کہ ہر بے علم جس کو عربی پڑھنی بھی نہ آتی ہو۔ اپنی رائے اور اپنی سمجھ کے مطابق جو معنی چاہے کرلے، جو مطلب چاہے نکال لے، وہی جہل مرکب ہے جس کی خبر مخبر صادق حضور اکرم ﷺ نے پہلے ہی دی ہے کہ یفتون بغیر علم فضلوا واضلوا بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے۔ دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ حافظ جی نے اس بیان میں کوئی نیا کمال نہیں دکھایا وہی کہا جو ہمیشہ جہلاء کا شیوہ رہا۔ اس بات کو ایک عامی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب تک کوئی شخص ایک زبان ہی کو نہ جانے تو اس زبان کی آسان سے آسان کتاب کو بھی کیسے سمجھ سکتا ہے؟ کسی زبان کے جاننے کے لئے اس زبان کے قواعد کا جاننا ضروری ہے۔ ورنہ فاعل ومفعول ومبتداء وخبر، ماضی ومستقبل وحال وامر میں کیسے تمیز کرے گا؟ اسی کو صرف ونحو کہتے ہیں۔

اردو یا فرنچ کے بے جا ترجموں کو پڑھ لینے کے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ اس نے معانی قرآن کریم کو پالیا۔ شان نزول آیات وتفسیر نبوی کے مطالعہ کے بغیر یہ نتیجہ نکال لینا کہ صحیح طور سے مطالب قرآن پر عبور ہوگیا۔ ایک جاہلانہ وہم نہیں تو کیا ہے؟

شان نزول آیات ہی سے یہ پتہ چلے گا کہ کونسا حکم مقدم ہے اور کونسا موخر حافظ جی کو ابھی نسخ اور اختلاف کے لغوی فرق کی بھی خبر نہیں تو وہ میرے جملوں کا مطلب کیا سمجھتے۔ اگر سمجھنا چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں۔ شاگردوں کی صورت میں آئیں میرے تلامذہ کے زمرہ میں شریک ہوجائیں۔ طالب علموں کی طرح پہلے صرف ونحو پڑھیں۔ ادب سیکھیں، جب تفسیر پڑھانے کا وقت آئے گا تو میں ان کو بتادوں گا کہ ناسخ کسے کہتے ہیں اور منسوخ کسے؟ کتنے احکام ناسخ ہیں اور کتنے منسوخ؟ نیز یہ بھی سمجھادوں گا کہ نسخ حکم دوسری چیز ہے اور اختلاف واقعات دوسری چیز۔ وحی الٰہی قرآن کریم یقیناً اختلاف سے قطعاً پاک، نہ اس کے الفاظ میں اختلاف، نہ معانی میں تخالف، نسخ احکام حکمت ربانی پر دلیل، نسخ کو اختلاف کہنا کسی جاہل نہیں اجہل ہی کا کام ہوسکتا ہے۔

خدا کے کلام میں نہ تو اختلاف ہے نہ ہوسکتا ہے۔ ہاں! جھوٹے الہام کی یہی پہچان ہے کہ اس میں اختلاف ہوگا۔ چنانچہ اگر حافظ صاحب کو عجلت ہے تو ذیل کی مثال سے دیکھ لیں۔

اختلاف واقعات گزشتہ

مرزا قادیانی اپنی کتاب (براہین احمدیہ ص۴۹۸، خزائن ج۱ص۵۹۳) میں (جس کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ بالہام الٰہی لکھی گئی ہے) فرماتے ہیں: ’’جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔‘‘	مرزا جی اپنی کتاب (ازالہ اوہام ص۵۶۱، خزائن ج۳ص۴۰۲) میں فرماتے ہیں: ’’اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح بن مریم فوت ہوچکا ہے اور اس کے رنگ میں ہوکر وعدہ کے مطابق تو آیا ہے۔‘‘
نوٹ...... ادھر انہی مسیح علیہ السلام کا دوبارہ آنا معتبر اور ان کی حیات کی خبر	نوٹ...... ادھر اپنے مسیح ہونے پر اصرار اور ان کی حیات سے انکار

فاعتبروا یا اولی الابصار

اختلاف واقعات آئندہ

مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ انہیں الہام ہوا کہ	مرزا قادیانی کو فی الجملہ تسلیم ہے کہ پیشین گوئی

محمدی بیگم انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی...... آخر کار ایسا ہی ہوگا۔ خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں یا...... بیوہ کر کے...... یہ بات میرے رب کی طرف سے سچ ہے۔ تو کیوں شک کرتا ہے۔ (ازالہ اوہام ص۳۹۷، خزائن ج۳ ص۳۰۵) تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا...... اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوگی۔ (کتب مختلفہ مرزا)	پوری نہیں ہوئی، ملاحظہ ہو۔ پیشین گوئیاں کچھ ایک دو نہیں بلکہ اس قسم کی سو سے زائد پیشین گوئیاں ہیں...... پھر ان سب کا ذکر نہ کرنا اور بار بار احمد بیگ کے داماد اور آتھم کا ذکر کرنا کس قدر مخلوق کو دھوکا دینا ہے۔ (تحفہ گولڑویہ ص۳۹، خزائن ج۱۷ ص۱۵۳)
نوٹ...... ادھر اصرار پر اصرار ہے بلکہ قسم کے ساتھ اقرار بلکہ اس پورا ہونا ان کے صدق کا معیار۔	نوٹ...... ادھر فی الجملہ تسلیم ہے کہ ہاں خیر محمدی بیگم سے نکاح اور آتھم کی موت کی پیشین گوئیاں پوری نہیں ہوئیں پھر ان پر مجھے کھسیانہ کیوں بناتے ہو جو پوری ہوگئیں انہیں کیوں نہیں ذکر کرتے؟ (اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ہی نے لکھا تھا کہ یہ میرے سچے یا جھوٹے ہونے کی کسوٹی ہیں)

واقعات حال باعتبار مرزا قادیانی

مرزا قادیانی آسمانی فیصلہ میں فرماتے ہیں: ''میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔'' (فیصلہ آسمانی ص۴، خزائن ج۴ ص۳۱۳)	مرزا قادیانی اخبار بدر ۱۹۰۰ء میں فرماتے ہیں: ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔'' (ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷)
یہاں نبوت سے انکار	یہاں نبوت کا اقرار
''اے لوگو! دشمن قرآن مت بنو اور خاتم النّبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو۔'' (آسمانی فیصلہ ص۲۵، خزائن ج۴ ص۳۳۵)	''میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں...... اس نے مجھے بھی اپنا مکالمہ ومخاطبہ کا شرف بخشا اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر۔'' (حقیقت الوحی ص۲۱۱، خزائن ج۲۲ ص۲۲۰)
یہاں بعد خاتم النّبیین دروازۂ وحی نبوت کو بند ماننا۔	یہاں اپنے الہام کو قرآن کے جیسا الہام جاننا۔

ہمیں امید ہے کہ ان مثالوں کو دیکھ کر شاید حافظ جی کی سمجھ میں یہ تو آجائے کہ اختلاف اسے کہتے ہیں۔

خدا کے کلام، خدا کے الہام میں اس اختلاف کی مثال مل ہی نہیں سکتی، ہاں نسخ کی مثال اگر سمجھنا چاہیں تو اس عجالہ میں ہم اشارۃً انہیں انہی کی تحریر یاد دلا دیں گے تحویل قبلہ کا حکم ناسخ ہے اپنے ماقبل کے لئے۔ باقی جس میں عقل ہو وہ سمجھ لے۔

بیٹے کی پیش گوئی

حافظ جی ہمیں الزام دیتے ہیں کہ ہم نے مرزا قادیانی کے مزعومہ الہام میں تحریف سے کام لیا اور عبارت کے پہلے فقرے کو چھوڑ دیا۔ یعنی انا لنبشرك بغلام مظهر الحق والعلا كان الله نزل من السماء کہ ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کے ذریعے خدا کی ذات اور اس کی عظمت کا ایسے رنگ میں اظہار ہوگا کہ گویا خدا آسمان سے اتر آیا۔

(انجام آتھم ص ۶۲، خزائن ج ۱۱ ص ۶۲)

ہم اس عبارت پر تنقید نہیں کرتے اس لئے کہ اگر کوئی اہل علم مخاطب ہوتا تو علمی غلطیاں بتاتے۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ حافظ جی کو اتنی بھی خبر نہیں کہ مظہر اسم ہے یا فعل۔ ہم یہ بھی نہیں جتاتے کہ عربی عبارت کے ترجمے میں حافظ جی نے کس قدر تحریف کی۔ ’’جس کے ذریعے‘‘ اور ’’ایسے رنگ میں‘‘ ان دونوں کلموں کے لئے عربی عبارت میں کوئی لفظ نہیں۔ ہم اصطلاحات نحو کی رو سے عربی عبارت کی ترکیب کرتے ہیں یہ بھی نہیں ظاہر کرتے کہ مشبہ کون مشبہ بہ کون اور وجہ شبہ کیا؟ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ صفت کیا ہے اور موصوف کون؟ ہم اس مضمون کو بھی اس وقت سامنے نہیں لاتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر خدا کے پاس جانے کا عقیدہ رکھنے کے سبب تو مرزائی لوگ مسلمانوں پر شرک کا الزام لگاتے اور یہ کہتے ہیں کہ خدا کو آسمان پر مان لیا مگر یہاں اللہ کے آسمان سے اترنے کا خود اظہار کیا (معاذ اللہ)۔ ہمیں تو اس وقت صرف اس قدر بتانا ہے کہ ہم نے جو اعتراض کیا وہ صحیح تھا یعنی مرزا قادیانی نے پیش گوئی کی کہ ان کا ایک بیٹا ہوگا اور اس بیٹے کی صفت بیان فرمائی کہ گویا خدا آسمان سے اتر آیا۔ ادنیٰ عقل والا بھی سمجھ جائے گا کہ ’’مظهر الحق والعلا‘‘ اور كان الله نزل من السماء (مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۰۱) دونوں فقرے اس غلام (لڑکے) کی صفت کا اظہار کر رہے ہیں، پس اس غلام کو اللہ سے تشبیہ دی جانی ظاہر اور اعتراض ثابت۔

دوسرے یہ امر کہ اس پیش گوئی کے مصداق مرزا بشیر محمود صاحب ہیں یا کون؟ اس کا

فیصلہ خود مرزائی قادیانی کی تحریروں سے بآسانی ہوسکتا ہے۔ اس پیش گوئی کی خبر ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کو دی گئی، مگر قدرت خدا! اس جھوٹ کا اظہار اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس وقت کے حمل سے لڑکی پیدا ہوئی نہ کہ لڑکا۔ جب اہل حق نے مرزا جی کو شرمایا اور پیش گوئی کا غلط ہونا بتایا تو جھٹ سے اشتہار دے ڈالا کہ اس حمل کی شرط نہ تھی۔ وہ موعود بیٹا اس کے قریب دوسرے حمل سے ہوگا۔ آخر ۱۷ راگست ۱۸۸۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۴۱) کو ایک اشتہار دیا کہ جس میں اعلان کر دیا کہ ۱۶ ر ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷ راگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ ر بجے رات کے بعد وہ موعود لڑکا پیدا ہوگا۔ تب قدرت خدا نے یہ تماشا دکھایا کہ چند ہی روز بعد وہ لڑکا مر گیا۔

اب ناظرین فیصلہ کریں کہ مرزا قادیانی نے تو وہ ساری خوبیاں ۷ راگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہونے والے لڑکے میں بتائی تھیں۔ حافظ جی کہتے ہیں کہ نہیں ان کے مصداق جناب بشیر محمود صاحب ہیں۔ مرزا قادیانی کے الہام کا اختلاف تو ظاہر ہی تھا یہاں گرو اور چیلے میں بھی اختلاف ہوگیا۔ وہ مرنے والے کو سب کچھ ٹھہرائیں۔ یہ جینے والے کو چنین وچناں بتائیں۔ پھر اور آگے بڑھیے۔ حافظ جی کے ممدوح جناب بشیر محمود صاحب کے اوصاف خود مرزا قادیانی کے ان زبردست ممتاز حواری کی تحریر میں دیکھئے جن کو مرزا قادیانی نے (معاذ اللہ) ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کی جگہ دی، جن کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام اترنے والے ہیں۔ یعنی جناب مولوی محمد احسن صاحب امروہوی، وہ تحریر فرماتے ہیں۔ ’’صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب بوجہ اپنے عقائد فاسدہ پر مصر ہونے کے میرے نزدیک اس بات کے اہل نہیں کہ وہ مرزا قادیانی کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں۔ اس لئے میں اس خلافت سے جو شرعی ہے سیاسی نہیں، ان کا عزل کر کر عند اللہ وعند الناس اس ذمہ داری سے بری ہوتا ہوں...... میں یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ ان عقائد کے باطل ہونے پر حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے مقرر کردہ معتمدین کی بھی کثرت رائے ہے۔ اب جو ۱۲ ممبر حضرت کے مقرر کردہ زندہ ہیں۔ ان میں سے ۷ ممبر علی الاعلان ان عقائد سے بے زاری کا اظہار کر چکے اور باقی ۵ میں بھی اغلب ہے کہ ایک صاحب بھی ان عقائد میں صاحبزادہ صاحب کے شامل نہیں۔‘‘

مرزا قادیانی خود حافظ جی کے محبوب جناب صاحبزادہ بشیر محمود صاحب کو موعود نہ بتائیں، ان کے معتمد دست راست ان کے بعد ان کو عاصی وبدعقیدہ ٹھہرائیں اور امامت سے معزول بنائیں۔ مگر حافظ جی ہیں کہ اپنے پیٹ کی خاطر ان کی تعریف کے ترانے گائیں اور ماریشس کے سادہ لوحوں کو بہکائیں۔ ان ھذا لشئی عجاب!

خدائی سرخی کی چھینٹیں

حافظ جی میں جب اتنا بھی علم نہیں کہ معمولی لفظوں کے معنی ہی سمجھ لیں تو الٰہیات کے اس مسئلہ کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ جسم سے پاک رب العالمین کے لئے دستخط کے واسطے ایسی سرخی کی احتیاج تجویز کرنے سے جس کی چھینٹیں کپڑوں پر نمودار ہوں، کیسا شرک لازم آتا ہے۔اس کے جواب میں ہم سردست یہی کہیں گے کہ:

سخن شناس نئے دلبر اخطا ایں جاست[۱]

[۱] افسوس! حافظ صاحب کو مرزا قادیانی کے اس قابل مضحکہ لغویت پر شرم نہ آئی اور باطل کی محبت میں انہوں نے یہ تسلیم کرلیا کہ خدا نے دستخط کے لئے قلم ہاتھ میں لیا اور سرخی کا ڈوبا لیا سرخی زیادہ آ گئی تو اس کو چھڑکا اس سے چھینٹیں مرزا قادیانی کے کپڑوں پر آگئیں۔ (حقیقت الوحی ص ۲۵۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۶۷) حافظ صاحب کی عقل کیا ہوئی اور مرزا کی محبت نے اس درجہ ان کے دماغ کو خراب کیا کہ انہیں شان الٰہی میں ایسی باطل بات بھی گوارہ ہوگئی جس کو زبان پر لانے کی کوئی کافر بھی جرأت نہ کرے گا۔ یہ خدا کی شان تو کیا ہوسکتی ہے۔ تمیزدار انسان بھی ایسا نہیں کرتا کہ قلم کو اس بے تمیزی سے چھڑکے کہ دوسرے کے کپڑوں پر چھینٹ آئیں۔ یہ خدا کے ساتھ تمسخر ہے۔ جس خدا کی یہ شان ہے اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون۔ جو سارے جہان کو کن کے امر سے موجود فرماوے وہ ایک دستخط کے لئے قلم سیاہی کاغذ کا محتاج ہو۔ احتیاج تو الوہیت اور شان واجب کے منافی ہے واللہ غنی عن العلمین اس کے لئے ایسا امر ثابت کرنا جس سے احتیاج لازم آئے اس کی خدائی کا انکار اور کفر ہے۔ پھر قلم کے ہاتھ میں لینے کے لئے ایک ہاتھ اور جسمانیت بھی ماننا پڑے گی کہ مادیات کے ساتھ اقتران وتلبس تجرد بحث کے منافی ہے یہ دوسرا کفر ہوا۔ تیسرا کفر علم قدرت کا انکار ہے کہ اس کو خبر نہیں ایک دستخط کے لئے کتنی سیاہی درکار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ جتنی درکار ہے۔ قلم میں اتنی ہی آئے بے اختیاری وبے علمی سے قلم دوات میں ڈالا اور اندھا دھند سیاہی بھرلی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ یہ تو زیادہ ہے تو یہ قدرت نہ تھی، یہ قلم میں رکی رہتی اور حسب ضرورت کاغذ پر لگتی، اپنی اس مجبوری وبے اختیاری کی وجہ سے زیادہ سیاہی قلم سے نکالنا پڑی، مگر نکالنے کے لئے اتنی تمیز نہ تھی کہ دوات میں واپس کردی جاتی، نہ یہ سلیقہ تھا کہ دوات میں جھٹکا دیا جاتا یا کسی اور طرف۔ جھٹکا بھی دیا تو ایسا کہ چھینٹیں مرزا قادیانی کے کپڑوں پر گریں۔ یہ شان الٰہی کے ساتھ تمسخر ہے اور کفریات سے لبریز۔ افسوس! مرزائیوں کی لوح قلب اس قدر مکدر ہوگئی کہ وہ ایسے بے ہودہ کفریات کو تسلیم کرتے ہیں اور حافظ صاحب کا یہ قول کہ مادی سیاہی پر کیا اعتراض ہے خدا نے اتنا بڑا جہان مادی پیدا کردیا اور زیادہ افسوس ناک جہالت ہے۔ کیا خدا نے جو کچھ پیدا کیا اس سب کا استعمال بھی اس کے لئے ثابت کرنا جائز، جو یہ اعتقاد ہے تو غذا کھانا، پینا، بیاہ کرنا، شادی بی بی بچے والا ہونا سب اس کے لئے ثابت کردو گے۔ ''تعالیٰ اللہ عما یتصور الظالمون علواً کبیرا'' مادیات کا پیدا کرنا کہاں اور کہاں ان کا استعمال کرنے لگنا۔ اس عقل پر ہزار تف!

مقابلہ ومناظرہ ومباہلہ اور آخری فیصلہ

مرزا قادیانی مناظرے میں کسی عالم ربانی کے مقابلے کی کبھی تاب ہی نہ لائے۔ مباہلے کے لئے ہماری تقریر میں مرزا قادیانی کے دعاوی کے ذیل میں جب ان کے مذکر سے مؤنث بننے کا دعویٰ سامنے آیا تو حافظ جی کو بہت ناگوار ہوا۔ ان کی جھنجھلاہٹ اشتہار کی اس عبارت سے ظاہر۔ کاش اس وقت جب ہم نے بلایا تھا۔ سامنے آتے تو ہم مرزا قادیانی کا سارا کچا چٹھا انہی کی کتابوں میں دکھاتے۔

شرم کے مارے اس وقت تو پردہ ہی میں رہے۔ اب کی طرح ہمیں بددعائیں دیتے ہیں تو دیا کریں، ہم الحمداللہ اعلائے کلمہ حق کر چکے اور کرتے رہیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

نوٹ...... اس عجالہ میں اس قدر کافی۔ (مرزائی حقیقت کا اظہار) نمبر۳، دوورقی کا جواب ان شاءاللہ جہاز میں بیٹھ کر لکھیں گے۔ اب وقت بالکل نہیں۔ امید ہے کہ اس عجلت کے سبب اگر کچھ سہو ہو ناظرین اسے معاف فرمائیں۔

محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری

مبسملاً وحامداً ومحمداً جل وعلا

ومصلیاً ومسلماً محمداً سلم اللّٰه علیه وصلّٰی

۳...... مرزائی حقیقت کا اظہار

جناب مرزا قادیانی کا ایمان باللہ اور اس کی حقیقت

کسی مدعی مہدویت ومسیحیت میں علامات مہدی ومسیح دیکھنے کی ضرورت اس وقت ہو جبکہ پہلے اس کا راست باز اور مسلمان ہونا ثابت ہو جائے۔ زبان سے امنت باللّٰہ...... الخ! پڑھنا، لوگوں کے دکھانے کے لئے نمازیں پڑھنا، روزہ رکھنا یا لوفرضا حج بدل کے ذریعے حج کرنا یا زکوٰۃ دینا اسلامی عدالت میں کیونکر قبول ہوسکتا ہے۔ جبکہ ان کے کلمات سے صراحۃً کفروالحاد کا اظہار ہو رہا ہے: ''لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللّٰه والیوم الآخر (بقرۃ:۱۷۷)'' مرزا قادیانی کا لاکھ بار آمنت باللہ کہنا بھی انہیں مومن نہیں بنا سکتا۔ جبکہ اس خدائے حی وقیوم ملک وقدوس کی شان میں ان کے حسب ذیل کلمات موجود ہیں۔

ایمان باللہ: یہ مجموعہ عالم خدائے تعالیٰ کے لئے بطور ایک اندام واقع ہے۔ ''قیوم العالمین (یعنی

خدا) ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ اور بے شمار پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض وطول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں۔'' (معاذ اللہ من ذلک) (توضیح المرام ص۳۳، خزائن ج۳ ص۹۰)

یہ ہے ایمان باللہ یہ خدا کی صفات ہیں اس پر مرزا کو مومن باللہ بتایا جاتا ہے جس سے انحس (سب سے زیادہ منحوس) کفر بھی شرما جائے۔ شرم۔

ایمان بالرسل: اللہ کے رسولوں پر ایمان کیسے ظاہر ہو جبکہ انبیاء کی شان میں کھل کھل کر گستاخیاں کرتے اور خود اپنے آپ کو اولوالعزم صاحب شریعت پیغمبروں سے بھی افضل بتاتے ہیں۔ ان کا مشہور شعر ہے۔

عیسیٰ کجاست تابہ نہد پابمنبرم
اینک منم کہ حسب بشارت آمدم

(ازالہ اوہام ص۱۵۸، خزائن ج۳ ص۱۸۰)

اور بعض نمونہ پہلے بیان ہوئے بعض آئندہ آتے ہیں پھر غیر انبیاء کو نبی مانتے اور پیغمبر بتاتے ہیں حالانکہ ان کے پاس کوئی سند نہیں۔

ایمان بالملائکہ: ملائکہ پر ایمان کا حال ان اقوال سے ظاہر۔ ''ملائکہ ستاروں کی ارواح ہیں وہ ستاروں کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں۔ لہٰذا وہ کبھی ستاروں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ جبرائیل جس کا سورج سے تعلق ہے۔...... الخ!'' (توضیح المرام ص۷۰،۸۴، خزائن ج۳ ص۷۰،۹۵)

ایمان بالکتب: کتاب الٰہی قرآن کریم کے متعلق ان کا یہ خیال۔

''قرآن دنیا سے اٹھ گیا تھا میں اس کو دوبارہ آسمان سے لایا ہوں۔''

(ازالہ اوہام ص۷۳۰ تا ۷۳۱، خزائن ج۳ ص۴۹۳،۴۹۲ حاشیہ ملخص)

پھر جو قرآن لائے اور جس طرح اس کو پیش کیا اس کی کیفیت کچھ ذکر ہوئی کچھ آئندہ آئے گی کہ الفاظ کا بدلنا تو محال تھا معنی پر ہاتھ صاف کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ جو معنی ان کے نفس نے بتائے وہ کئے۔ نہ ان معنی سے غرض رکھی جو صاحب وحی وکتاب ﷺ نے بتائے نہ اس تفسیر سے مطلب جو صحابہؓ نے فرمائی۔

ایمان بالیوم الآخر: یوم الآخر کا ڈر اور خوف، قیامت پر ایمان کی دلیل بنتا مگر ان کی پرائیویٹ زندگی ان کی دلیری پر دلالت کرنے والی جس کی طرف سردست اشارہ ہی کافی جب آمنت باللہ ...... الخ! کے ایک ایک شعبہ میں ان کا یہ حال ہے تو اب نماز، روزہ، زکوٰۃ وحج کو دیکھنا فضول خیال۔

اگر بالفرض والتقدیر جناب مرزا قادیانی خود ہی حج فرمالیتے تو بھی ان کلمات کفریہ کے ہوتے ہوئے وہ مسلمان ہی کیسے کہلاتے، مسیح یا مہدی ہونا تو دوسری چیز مسیح بن مریم علیہ السلام جو ہیں وہ ہیں۔ان کے حج کی شان کا حدیث شریف میں اس طرح بیان، نہ اس میں خواب کا تذکرہ، نہ تعبیر کی ضرورت۔’’عن ابی ھریرة قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لیهلن عیسیٰ بن مریم بفج الروحاء بالحج والعمرة او بینهما جمیعا (مسند امام احمد)‘‘

مرزا قادیانی نے تو اپنے مزعومہ الہام سے پیشین گوئی بھی فرمائی کہ’’ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔‘‘(میگزین ۱۴؍جنوری ۱۹۰۶ء، تذکرہ ص ۵۹۱) مگر مرنا تو کجا جانا بھی نصیب نہ ہوا۔

احمد نبی اللہ ﷺ

حضرت سرکار محمد رسول اللہ ﷺ ہی کا نام نامی واسم گرامی احمد ہے اسلئے کہ قرآن کریم نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ:’’واذ قال عیسیٰ بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللّٰہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورة ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد فلما جائهم بالبینات قالوا هذا سحر مبین (صف:۶)‘‘جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں، تورات جو میرے آگے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک (بڑے عظیم الشان) رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد ہی تشریف لائیں گے جن کا نام نامی احمد (ﷺ) ہے پس جب وہ احمد نامی (رسول) دلیلوں کے ساتھ ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

۱...... قرآن کریم نے فلما جائهم (پس جب وہ ان کے پاس تشریف لائے) کہہ کر یہ جتا دیا کہ قرآن کریم اترنے کے وقت وہ احمد ﷺ آچکے تھے۔

۲...... مبشراً برسول (ایک بڑے عظیم الشان رسول کی بشارت دینے والا ہوں۔) کی تفسیر خود نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی (الشرح السنہ) عن عرباض بن سارية عن رسول اللّٰہ ﷺ انه قال انی عند اللّٰہ مکتوب خاتم النّبیین وان آدم لمنجدل فی طینته وساخبرکم باول امری دعوة ابراهیم وبشارة عیسیٰ (الحدیث مشکوٰۃ) عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت سے اللہ کے نزدیک نبیوں کا ختم کرنے والا لکھا ہوا ہوں، جبکہ یقیناً آدم علیہ السلام اپنی گندھی ہوئی مٹی ہی کی حالت میں تھے تو میں تمہیں اپنا پہلا امر بتاؤں کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔

بشارت عیسیٰ بن مریم نے دی تھی جن کے آنے کی
وہی ختم الرسل بعد ان کے احمد مجتبیٰ آئے

۳...... من بعدی (میرے بعد ہی) کی تفسیر بھی حضور انور ﷺ کی زبانی معلوم کیجئے وہی حدیث شریف جو آپ سے پہلے بھی پڑھ چکے اب پھر ملاحظہ فرمالیجئے۔ ''انی اولیٰ الناس بعیسیٰ بن مریم...... الخ!'' میں عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے لئے سب سے اولیٰ ہوں۔ اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں اور یقیناً وہی قیامت سے پہلے تمہاری طرف اترنے والے ہیں۔ پس دعائے ابراہیم علیہ السلام بشارت عیسیٰ علیہ السلام احمد مجتبیٰ وہی محمد مصطفیٰ ﷺ جو انا احمد کہہ کر اپنا نام نامی بتارہے ہیں ان کے سوا نہ قرآن کریم نے کسی اور احمد کے آنے کی خبر دی، نہ یہ بتایا کہ انہیں لوگ اسلام کی طرف بلائیں گے۔ یہ قرآن کریم پر افتراء اور کھلا جھوٹ ہے۔ ''فنجعل لعنة الله علی الکاذبین''

حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت مہدی آخر الزمان علیہ السلام دونوں حضرات کی تشریف آوری کی کھلی کھلی علامتیں احادیث طیبہ میں بیان فرمادی گئیں نہ وہ سچے اسلام سے دور ہوں گے۔ نہ کوئی سچا عالم ان سے اسلام کا ثبوت مانگے گا۔ نہ ان پر کوئی سچا عالم کفر کا فتویٰ دے گا۔ ان هذا الّا بهتان عظیم۔

ہمارے ناظرین جن کو مرزائی حقیقت کی بھی پوری طرح خبر نہیں شاید حیران ہوں گے کہ یہ کیا قصہ ہے پہلے پرچے میں تو حافظ صاحب جناب مرزا قادیانی کی مجددیت وامامت کی تبلیغ فرمارہے تھے پھر مسیحیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اب نمبر ۳ میں اول انہیں احمد نبی کہا جارہا ہے اور پھر مہدی بھی بتایا جارہا ہے آگے چل کر انہیں کرشن بھی تسلیم کیا گیا آخر یہ معمہ کیا ہے۔ مرزا قادیانی ہیں یا ایک معجون مرکب؟ حافظ جی کوئی خواب دیکھ رہے ہیں یا ان کے قوائے دماغی کسی علت کے سبب خیالات پریشان پیش کررہے ہیں؟

ہم انہیں بتائے دیتے ہیں کہ اس میں بے چارہ حافظ جی کا قصور نہیں۔

درپس آئینہ طوطی صفتش داشتہ اند
انچہ استاد بگفت است هماں می گوید
(طوطی کو جیسا سبق پڑھادیا جاتا ہے وہ اسی کو دہرایا کرتا ہے)

حافظ جی تو ہمارے سامنے آتے، تب ہی انہیں دکھاتے مگر اب ناظرین دیکھیں ہم انہیں بتائے دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا حال ہی یہ ہے وہ اپنے مزعومہ الہاموں میں کبھی خدا بنتے

ہیں۔ (کتاب البریہ ص ۸۷، خزائن ج ۱۳ ص ۱۰۳، آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴) کبھی خدا کے بیٹے۔ (دافع البلاء ص ۶، ۷، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۷) کبھی تثلیث کے ایک رکن۔ (توضیح المرام ص ۶۲، خزائن ج ۳ ص ۶۲) کبھی رسول صاحب شریعت۔ (اربعین نمبر ۲ ص ۶، خزائن ج ۱۷ ص ۳۵۲) صاحب کبھی نبی غیر شریعت (حقیقت النبوۃ صفحات مختلفہ) کبھی مسیح (حقیقت الوحی ص ۱۴۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲) کبھی مہدی، کبھی مجدد کبھی کرشن بلکہ اسی پر بس نہیں۔ کبھی مرد کبھی عورت۔ اگرچہ ہماری تہذیب ہمیں یہ طرفہ تماشہ پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتی مگر حافظ جی ہمیں جھوٹ کا الزام دے رہے ہیں لہٰذا ہم حوالہ نقل کرنے کے لئے مجبور۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ انہیں الہام ہوا۔

۱...... ''بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے مگر وہ حیض بچہ بن گیا اور ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۴۳، خزائن ج ۲۲ ص ۵۸۱)

(ناظرین سوچ لیں کہ حیض کس کو آیا کرتا ہے)

۲...... ''خدا نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردے میں پرورش پاتا رہا، پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کچھ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم میں درج ہے۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ (پھر اس صفحے کے آخر میں فرماتے ہیں) پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے دردزہ تنا کھجور کی طرف لے آئی...... الخ!'' (کشتی نوح ص ۴۶، ۴۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۰)

عبارات بالا میں ناظرین کو ایک الجھن رہ گئی ہوگی کہ (مرزا قادیانی کو) حاملہ ٹھہرایا گیا۔ حمل ٹھہرانے کی تفصیلی صورت ذکر نہیں فرمائی گئی اس لئے بقول کسے۔

اگر قدر نتواند پسر تمام کند

اس کی تفصیل مرزا قادیانی کے ایک فرزند روحانی نے فرمادی، ملاحظہ کیجئے۔

ٹریکٹ اسلامی قربانی ۳۴ مؤلفہ یار محمد مرزائی مطبوعہ ریاض ہند پریس

''کشف کی حالت آپ (مرزا قادیانی) پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت (مردانگی) کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔'' (اسلامی قربانی نمبر ۳۴ ص ۱۲) (معاذ اللہ اب بھی اشارہ ہی رہا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ) یہ عبارتیں اگر کسی ایسے شخص کے مقابلے میں پیش کی جاتیں جس میں غیرت اور شرم کا

خفیف سا نقطہ بھی باقی ہوتا تو غالباً وہ اس کے بعد پبلک کو عمر بھر منہ نہ دکھاتا۔

جناب حافظ جی صاحب شاید ہی غور فرمائیں کہ نمبر۲ دوورقی کے ص۴ کالم۲ سطر۱۹ کی لعنت کس پر پڑی، اور ابدالاباد تک کس پر پڑتی رہے گی؟

ناظرین نے مرزا قادیانی کے مریم و عیسیٰ بننے کا حال تو معائنہ فرمایا اسی پر ان کے آدم ونوح وغیرہ بننے کو قیاس کیا جاسکتا ہے، ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ حافظ جی یہ کہتے ہوئے اس امر کا ذرا بھی خیال نہ آیا کہ ان کی تحریر کسی اہل علم کے سامنے بھی جائے گی۔

آئینہ کی مثال دے کر بروز وظہور کے مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے بڑے خوش ہوں گے کہ ہم نے سادہ لوح افراد کی دھوکہ دہی کے لئے کافی سامان بہم پہنچادیا لیکن آنکھوں والے دیکھتے ہیں کہ وہ جو حسب فرمان مخبر صادق ﷺ شان انبیاء کے آئینہ صفت مظہر بنے جن کے لئے حدیث میں فرمایا گیا کہ: ’’من اراد ان ینظر الی آدم علیہ السلام وصفوتہ والی یوسف علیہ السلام وحسنہ والیٰ موسیٰ علیہ السلام وصلابتہ والیٰ عیسیٰ علیہ السلام وزھدہ و الیٰ محمد ﷺ وخلقہ فلینظر الیٰ علی بن ابی طالبؓ (سیر الاقطاب ص۵)‘‘ جو کوئی یہ چاہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی صفوت حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کا حسن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی صلابت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کا زہد حضرت محمد ﷺ اور ان کا خلق معائنہ کرے پس اسے چاہئے کہ علی بن ابی طالبؓ کی طرف دیکھے باوجود اس شان مظہر کے سنئے کہ کس صفائی کے ساتھ وہی شیر خدا علی مرتضیٰؓ فرما رہے ہیں: ’’الا وانی لست نبیاً ولا یوحیٰ الی ‘‘خبردار رہنا میں نبی نہیں ہوں نہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

تعجب اس پر ہے جس کا مظہر ہونا تو کجا مسلمان ہونے پر بھی کوئی دلیل شرعی نہ قائم ہوتی ہو اور یہ دعویٰ کرے کہ ’’میں نبی ہوں، میں رسول ہوں، میں سب نبیوں سے افضل ہوں۔‘‘ (العیاذ باللّٰہ) پھر اجتماع ضدین سونے پر سہاگہ کہ ایک طرف نبی ورسول ہونے کا دعویٰ دوسری طرف کرشن جی کا اوتار لینے کا ادعا۔

به بین تفاوت راه از کجاست تا بکجا

سری کرشن جی اور ان کے روپ

اہل نظر پر مخفی نہیں کہ سری کرشن جی صاحب ہندو جاتی کے ایک بہت بڑے رہبر مانے جاتے ہیں کسی قدیم تاریخی آدم کے حالات معلوم کرنے کے لئے سمجھدار مفتشین علوم ہمیشہ پرانے اصلی نسخوں کی تلاش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ سری کرشن جی کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھی

بجائے زمان حال کے مصنفین کی کتابوں کے ہم اسی کتاب کے مقالات کی طرف توجہ کرتے ہیں جوخودکرشن جی کی ذاتی کتاب کہی جاتی ہے یعنی بھگوت گیتا۔اس میں کرشن جی نے اپنے آپ کو جس روپ میں پیش کیا ہے۔اس کا خلاصہ ان چندحوالوں کا ملاحظہ سامنے آجائے گا۔

سری کرشن جی کا ایک روپ یا تصویر کا ایک رخ

بھگوت گیتامیں کرشن جی فرماتے ہیں:

۱...... اس دنیا کا ماں باپ سہارا اور بابا میں ہوں......سب کا پالنے والا، مالک، گواہ، جائے قرار، جائے پناہ، دوست، باعث پیدائش، باعث خاتمہ، باعث قیام،خزانہ اور پیدائش کا لازوال بیج میں ہی ہوں۔اے ارجن! میں گرمی دیتا ہوں، میں پانی کو روکتا ہوں، میں برساتا ہوں، میں امرت ہوں۔ (گیتا۹،۱۷تا۱۹)

۲...... سب دیوتاؤں اور مہارشیوں کی ابتداء بہرحال مجھ ہی سے ہے جوشخص یہ جانتا ہے کہ میں پرتھوی وغیرہ سب لوگوں کا بڑا ایشور ہوں اور میرا جنم یعنی آغاز نہیں ہے وہی انسان میں موہ سے آزاد ہوکر سب پاپوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ (گیتا۱۰،۲،۱۔۳)

۳...... میں سب جانداروں کا مالک ہوں اور پیدائش سے بالاتر ہوں اگرچہ میرے آتم سروپ میں کبھی تغیر نہیں ہوتا مگر میں اپنی پرکرتی (خاصیت) میں قائم رہ کر اپنے مایا سے جنم لیا کرتا ہوں۔ (گیتا۴،۶تا۸)

ناظرین نے اس پہلے روپ یا تصویر کے ایک رخ میں دیکھ لیا کہ سری کرشن جی خدائی کا دعویٰ کررہے ہیں۔روپ لینے کی حقیقت پر بھی آپ نے غور کرلیا کہ خدا کے اس جسم محدود میں آجانے کا نام روپ لینا یا اوتار بننا بتارہے ہیں۔

ہم تہہ دل سے جناب مرزا قادیانی کی اس بات کی تصدیق کے لئے تیار ہیں کہ یقیناً ان کے اور کرشن جی کے دعوے یکساں ہیں اور ان دعوؤں کے اعتبار سے وہ یقیناً کرشن جی کہے جاسکتے ہیں۔بطور تمثیل مرزا قادیانی کا دعویٰ ملاحظہ ہو اور پھر دونوں کے دعوؤں کا مقابلہ کرلیا جائے۔مرزا قادیانی (کتاب البریہ ص۷۹، خزائن ج۱۳ص۱۰۳) پر فرماتے ہیں۔''کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اسی حالت میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے آسمان وزمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا......پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں۔'' وغیرہ ذالك من الخرافات ملخص!

سری کرشن جی کا دوسرا روپ یا تصویر کا دوسرا رخ

بھاگوت پران میں بھی کرشن جی کی دوسری تصویر اس طرح نظر آتی ہے کہ:

دریا میں کرشن جی اشنان فرما رہے ہیں اور گوپھیاں (خوبصورت عورتیں) بھی نہا رہی ہیں۔ کرشن جی گوپھیوں کے کپڑے چھپا دیتے ہیں سب کی سب دریا سے برہنہ نکلتی ہیں اپنے کپڑوں کی تلاش کرتی ہیں۔ سری کرشن جی گوپھیوں سے لذت اندوز ہونے کے لئے اپنے بہت سے جسم پیدا کر لیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ (ملخصا)

سوک رشی سے راجہ پرکشت پوچھتا ہے کہ خدا تو اوتار کے روپ میں اس لئے ظاہر ہوا کرتا ہے کہ سچا دھرم پھیلائے۔ یہ کیسا خدا ہے کہ دھرم کے تمام اصولوں کے خلاف دوسروں کی عورتوں سے......؟

رشی جی کرشن جی کے عمل کی تاویل اس طرح فرماتے ہیں کہ ''خود دیوتا بھی بعض اوقات نیکی کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں مگر ان کے گناہ ان کی ذات پر اسی طرح اثر نہیں کرتے جس طرح آگ تمام چیزوں کو جلانے کے باوجود مورد الزام نہیں ہوسکتی۔''

ان دونوں تصویروں کو دیکھتے ہوئے زیادہ بریں نیست کے حسن خیال کی بناء پر ہم یہ کہہ دیں کہ یہ دونوں غلط ہیں اور وہ محض ایک انسان تھے اور ایسی شرمناک باتیں ہرگز نہ کرتے ہوں گے۔ مگر یہاں تو غور طلب یہ امر ہے کہ تاریخی نقطہ نظر سے بھی دو تصویریں ہمارے سامنے ہیں پس جو حکم بھی دیا جائے گا وہ اسی معلومات کی بناء پر اور اس کے بلکہ صرف اس کے ہوتے ہوئے کون صاحب عقل ان کو نبی بتا سکتا ہے؟ اور اس خدائی خطاب کو ان پر چسپاں کر سکتا ہے؟ درآنحالیکہ خدائی کتاب میں اس کا اعلان ان کی شخصیت پر نہ کیا گیا ہو۔ تصویر کے دوسرے رخ یا کرشن کے دوسرے روپ کے پہلے حصہ کا تعلق مرزا قادیانی سے کیا ہے اس کے متعلق لب کشائی سردست مناسب نہیں معلوم ہوتی لیکن دوسرے روپ کے باب میں سوک رشی جی نے جو کچھ فرمایا اسے دیکھتے ہوئے ہم اس کی تصدیق کرنے میں ذرا تامل نہ کریں گے کہ بے شک کرشن قادیانی جی کے چیلے بھی ان کی بات کو بنانے اور تاویل فرمانے میں ایسے ہی مشاق ہیں جیسے رشی جی تھے۔ گویا مرزا قادیانی اگر کرشن جی کے اوتار ہیں تو وہ سوک رشی جی کے۔ اس لئے کہ کوئی ضرورت تو ہوگی جس کے لئے مرزا قادیانی نے اپنا یہ مزعومہ الہام بیان فرمایا کہ:

۱...... ﴿اعمل ماشئت قد غفرت لك﴾ ''جو چاہے تو کئے جا ہم نے تجھے بخش دیا۔''

۲...... اور حافظ جی جیسے چیلے آسمانی نکاح والوں کے متعلق واقعات میں ایسی ہی عجیب وغریب تاویل فرماتے اور پھر حوالہ لکھتے ہیں کہ ’’لڑکی ۸،۹ برس کی تھی اس پر نفسانی افتراء......حماقت ہے۔‘‘

شاید انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ دنیا میں کوئی سمجھدار باقی ہی نہیں رہا جو یہ جانتا ہو کہ اگر بالفرض ۸،۹ برس ہی کی عمر مان لی جائے تو ہندوستان اور بالخصوص پنجاب میں اتنی عمر کی اچھے کھاتے پیتے گھرانوں کی بچیاں کیسی ہوتی ہیں۔

بہرنوع ہم یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ اوتار کہئے، بروز کہئے یا ظہور سے تعبیر کیجئے یا آئینہ کی تصویر کو تمثیل بنایئے مرزا جی اپنے دعاوی کے اعتبار سے جو کچھ بھی ہیں کرشن جی کے ہیں۔ اس لئے کہ:

۱...... کرشن جی نے اوتار یا حلول کا مسئلہ سکھایا۔ مرزا قادیانی نے بھی ’’انت منی وانا منك ‘‘(تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں۔) (حقیقت الوحی ص۷۴، خزائن ج۲۲ ص۷۷) کا مفروضہ الہام سنایا۔ پھر خدا کو (معاذ اللہ) تیندوے سے تشبیہ دی اور ہاتھ پیر والا بھی بتایا۔

(توضیح المرام ص۷۵، خزائن ج۳ ص۹۰)

۲...... کرشن جی نے تناسخ آواگون کا مسئلہ سکھایا مرزا قادیانی نے بھی سب کا بروز مثیل ظہور ہونے کا دعویٰ ایسی ہی شکل میں پیش فرمایا جس کا ترجمہ آسانی کے ساتھ آواگون ہی سے کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ان کا کرشن ہونا تو درست مگر کرشن ہوتے ہوئے مجدد ومہدی وعیسیٰ بن مریم بلکہ بقول حافظ جی احمد نبی بننا دشوار اور ان موحدین کی نورانی قبا کا اس صورت پر جو کرشن نما (یعنی بقول حافظ جی کالی) ہو پھبنا خود اس قباء کے لئے عار۔

ہمیں افسوس ہے کہ کرشن جی کی کوئی تیسری تصویر ہمیں کہیں سے دستیاب نہیں ہوتی، نہ کہیں قرآن کریم میں ان کا ذکر، نہ کسی اور آسمانی کتاب میں ان کا بیان، نہ کسی حدیث میں خبر، نہ کسی مستند تاریخ میں کوئی اثر، یہ مانا کہ ہندوستان میں بھی ہادی اور رہبر بلکہ انبیاء ورسل آئے ہوں مگر اس کی کیا دلیل کہ فلاں شخص نبی تھا؟

حافظ جی کو جب قرآن، حدیث، تفسیر، تاریخ کہیں بھی پتہ نہ ملا تو عجب بے تکی اڑائی کہ فلاں فلاں نے لکھا۔ کہ ’’ہندوستان میں ایک کالے رنگ والا نبی تھا جس کا نام کاہن تھا، چونکہ اس کا رنگ کالا بتایا گیا اور کرشن کے معنی بھی کالا، لہٰذا کرشن نبی تھا۔‘‘

اس بیان پر غالباً ایک معمولی سمجھ رکھنے والا بچہ بھی ہنس پڑے گا اور حافظ جی کی نہیں نہیں

مرزا قادیانی کی قابلیت کی داد دے گا۔ ہمیں افسوس ہے کہ محض بدیں خیال کہ کہیں مارشس کے سادہ لوح اس افسوس میں نہ آجائیں۔ ایسی تحریر پر تنقید کی ضرورت لاحق ہورہی ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسی لغو تحریر پر تبصرہ کرنا بھی شان علمی کے خلاف۔ اس لئے کہ سب سے پہلے تو یہی بات قابل لحاظ کے اس خبر ہی کا کیا اعتبار پھر اگر بالفرض کسی تاریخ سے اس کا پتہ بھی مل جائے تو اس کا کیا ثبوت کہ یہ کرشن جی ہی کے متعلق ہے اس لئے کہ نام تو کاہن بتایا گیا نہ کرشن، پھر اگر اس کو علم نہ مانا جائے بلکہ اسم صفت ہی مانیں تو حافظ جی کرشن جی کو کالا بتائیں ساری ہندو جاتی تو آج تک ان کو ایسا ملیح وخوبصورت مانتی چلی آرہی ہے کہ گوپھیاں ان پر فدا تھیں بلکہ آج بھی متھرا میں گنگا کے کنارے بہت سی خدا کی بندیاں اسی امید پر کہ کسی موہنی روپ میں ان کے درشن ہوجائیں سب کچھ تجنے کے لئے تیار رہتی ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ کاہن وہی یوز آسف ہو جو ہندوستان کے صوبہ سولابت میں راجہ جنسر کے گھر پیدا ہوا شاہزادہ نبی کہلایا، کشمیر گیا وہیں مرا وہیں دفن کیا گیا۔ آج تک اس کی قبر شہزادہ نبی کی قبر کہلاتی اور اسی نام سے پہچانی جاتی ہے۔ بعض روایتیں اس کے متعلق ایسی بیان بھی کی جاتی ہیں جو اس کی کہانت پر دلالت کرسکتی ہیں۔ (تفصیل حال کے لئے کتاب یوز آسف اور بلوہر مترجمہ مولوی سید عبدالغنی مطبوعہ مطبع ہاشمی دہلی ص ۳۵۸ کو دیکھا جاسکتا ہے) مرزا قادیانی نے اس قبر کو حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر تصنیف کر ڈالا۔

پھر اور آگے بڑھئے مرزا قادیانی تو نہ کرشن کی نبوت بتاتے ہیں، نہ اس کی نبوت کا ظہور، وہ تو صاف فرماتے ہیں کہ: ’’میں راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں بڑا اوتار تھا۔ پھر آگے چل کر گیتا کو فی الجملہ الہامی کتاب مانتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان (مرزا قادیانی) پر الہام ہوا ہے۔‘‘

یاللعجب ہم وید میں توحید کا جلوہ دکھائیں تو ہم پر اعتراض، یہ گیتا کو الہامی مانیں تو بھی کچھ نہیں۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں کرتے

’’کرشن رودھر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔‘‘

(سیالکوٹ ص ۳۴، خزائن ج ۲۰ ص ۳۲۹)

مرزا قادیانی نے گیتا کا حوالہ دے کر خود واضح کردیا کہ ان کی مراد کیا ہے؟ گیتا میں

اوتار یا روپ کے معنی آپ نے ابھی ابھی کرشن جی کے بتائے ہوئے دیکھے کہ خدا کے انسانی جسم میں حلول کرنے کو اوتار لینا یا روپ لینا کہا گیا۔ پس مجرد ان کلمات کے استعمال ہی نے انہیں دائرہ توحید سے جدا شرک کے مرض میں مبتلا کر دیا اب ان کا اسلام سے کیا علاقہ رہا۔

توہین انبیاء

جناب حافظ جی صاحب کو اس تحریر کے وقت شاید یہ خیال نہ رہا ہوگا کہ جس کے جواب میں وہ اپنی دوورقی پیش کر رہے ہیں وہ اگرچہ مارشس سے جارہا ہے مگر اس کا قلم الحمدللہ! ہزاروں کوس کی مسافت سے بھی ان کی پردہ دری کرنے کے لئے تیار رہے گا اسی لئے بے خوف وخطر فرماتے تھے ہیں کہ: ''مرزا قادیانی نے نبیوں کو گالیاں دی ہیں یہ بھی صریح جھوٹ ہے۔''

ناظرین! ذرا سطور ذیل کو بغور پڑھیں اور خود ہی فیصلہ کرلیں کہ مرزا قادیانی نے اگر اپنے ان کلمات میں گالیاں نہیں دیں تو کیا کیا؟

۱...... ''مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کوئی عجوبہ بات نہیں اب برسات قریب آئی ہے باہر جا کر دیکھئے کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں۔'' (معاذاللہ)

(جنگ مقدس ص ۷، خزائن ج ۶ ص ۲۸۰)

۲...... اخبار بدر مورخہ ۹ رمئی ۱۹۰۷ء میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں (نہ کہ عیسائیوں کو) ''ایک دفعہ حضرت مسیح زمین پر آئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہوگئے دوبارہ آ کر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ (مسلمان) ان کے آنے کے خواہش مند ہیں۔'' معاذاللہ

۳...... ''حق بات یہ ہے کہ آپ (حضرت مسیح علیہ السلام) سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔'' (معاذ اللہ یہاں حق بات کہہ کر قرآن میں ذکر کئے ہوئے معجزات کا بھی انکار ہے۔)

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)

۴...... ''آپ (حضرت مسیح علیہ السلام) کے ہاتھ میں مکروفریب کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔''

(معاذاللہ) (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

۵...... ''آپ (حضرت مسیح) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔'' (معاذاللہ) (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

علماء اسلام نے جب مرزا قادیانی کے ان کلمات پر گرفت کی تو خود مرزا قادیانی ہی کی زبان سے سنئے کہ ان علماء کو (حافظ جی نے تو ہمیں جھوٹا کہا مرزا قادیانی) مفسد و مفتری بتا کر کس انداز سے اپنی بریت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت مسیح کے بھائی بہن بتا کر مکرر گستاخی کر رہے ہیں۔

’’مفسد ومفتری وہ شخص ہے جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا...... مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں، یسوع کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔‘‘ (کشتی نوح ص ۱۶، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸)

ہم نہیں جانتے کہ مرزا قادیانی کا اعتقاد وہ ہے جو حافظ جی لکھتے ہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ پیدا ہوئے یا یہ جس میں ان کی دادیاں، نانیاں اور حقیقی بھائی بہن بتائے گئے۔ اگر پہلا ہے تو اس کا مرقعہ حوالہ نمبرا سے ظاہر کہ حضرت مسیح کو برساتی کیڑوں سے تشبیہ دی گئی اور اگر دوسرا ہے تو اس کی شان ناظرین نے دیکھ ہی لی کہ دادیاں اور نانیاں بھی بنیں اور انہیں شنیع گالیاں بھی دی گئیں۔

حافظ جی کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ بدلتا رہتا تھا پہلے حیات مسیح کے قائل تھے پھر وفات مسیح کا عقیدہ تصنیف کیا۔ ممکن ہے کہ اس عقیدہ میں بھی ایسا ہی پیچ ہو۔ بہر صورت دونوں طرح گالیاں دیں گستاخیاں کیں پھر ان سے توبہ بھی نہ کی لہٰذا جرم ثابت۔

یہ داؤ پیچ عقلاء کے سامنے نہ چل سکا ہے نہ چل سکے گا کہ مسیحیوں کو ملزم بنانے کے لئے جواب میں تھیں، اس لئے کہ اخبار بدر اور کشتی نوح ص ۱۶ کے حوالہ نے تو صاف ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بھی یہی کہا گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

نکاح آسمانی

محمدی بیگم سے مرزا قادیانی کے مفروضہ نکاح کے باب میں حافظ جی نے ہمارا اعتراض اس طرح نقل کیا ہے کہ ’’نکاح والی پیش گوئی پوری نہ ہوئی۔‘‘ اس کا جواب سیدھا سا تو یہ تھا کہ ’’پوری ہوگئی‘‘ مگر چونکہ یہ جواب امر واقعہ کے خلاف تھا لہٰذا حافظ جی صاحب نے سوک رشی جی کے بروز کی حیثیت سے عجیب وغریب تاویل فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱...... نکاح کی پیش گوئی صرف اس غرض سے تھی کہ محمدی بیگم کے خاندان کے لوگ جو بے دین تھے ان کو نکاح کا نشان دکھا کر دیندار بنائیں۔

۲...... احمد بیگ (پدر محمدی بیگم) نے توبہ نہ کی وہ ہلاک ہوگیا۔

۳...... پیش گوئی میں توبہ کی شرط تھی توبہ توبہ...... الخ! توبہ سے یہ سب باتیں ٹل گئیں تقریباً سارا خاندان مرزائی بن گیا۔ لہٰذا توبہ سے نکاح ٹل گیا۔

تحریر اگرچہ طویل ہو جائے مگر ہم مجبور ہیں چونکہ مرزائی پورا حوالہ دیکھ لینے کے بعد بھی باتیں بنانے کی عادت رکھتے ہیں اور کسی وجہ سے اگر مختصراً حوالہ کا ذکر کردو تو فوراً جھوٹ کا الزام دیتے ہیں۔ لہٰذا اس باب میں بھی ہم تفصیل کے ساتھ حوالہ پیش کر کے فیصلہ اہل نظر پر چھوڑتے ہیں۔

جواب اور اس کا ثبوت

محمدی بیگم کے خاندان کے لوگ بے دین نہ تھے اس کا ولی یعنی باپ ایسا دیندار کہ اس کے ساتھ مرزا قادیانی محبت کا اظہار کرتے اور اس کے اسلام کو تسلیم کرتے ہیں، یہ وہی ہیں جن کو حافظ جی کہتے ہیں کہ ’’توبہ نہ کی ہلاک ہوگیا۔‘‘

نامۂ مرزا قادیانی بہ نام مرزا احمد بیگ صاحب پدر محمدی بیگم مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۸۹۲ء

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل آپ کی طرف سے بالکل صاف ہے۔ قادر مطلق سے آپ کے لئے دعائے خیر وبرکت چاہتا ہوں۔ کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں کہ تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔ ہمیں خدائے قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ آپ کو خدا کی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اس جگہ ہوگا۔ ہزاروں پادری شرارت نہیں حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے لیکن خدائے تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا۔ جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدائے تعالیٰ آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔

غلام احمد

نامہ مرزا بنام مرزا علی شیر بیگ (محمدی بیگم کے پھوپھا مرزا کے لڑکے فضل احمد کے خسر) مورخہ ۴ر مئی ۱۸۹۱ء

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ کو غریب طبع نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں، آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج گزرے گا۔ میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری تاریخ اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے۔ میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے۔ کہ اس کو خوار کیا جائے ذلیل کیا

جائے۔ روسیاہ کیا جائے، اب مجھ کو بچالینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ (اللہ نے نہ بچایا لہٰذا آپ کیا بنے؟) اگر میں اس کا ہوں گا تو ضرور بچالے گا۔ (اس نے نہ بچایا ثابت ہوا کہ اس کے نہ تھے) (آگے چل کر ایک طویل عبارت لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ) آپ اپنی بیوی سے کہئے کہ وہ اپنے بھائی کو مجبور کریں، ان کو چھوڑ دینے کی تنبیہ کریں تاکہ وہ بہن کے دباؤ سے مجبور ہوکر محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی سے کردیں اواگر آپ کی بیوی ایسا نہ کرے گی تو میں اپنے بیٹے فضل احمد سے کہوں گا کہ اپنی بیوی (یعنی) آپ کی لڑکی کو طلاق دے اگر اس نے میرا کہنا نہ مانا تو میں اسے عاق کردوں گا اور وراثت سے محروم کردوں گا۔ (ملخص مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۲۱)

(ناظرین انصاف کریں کیا مجدد و مسیح و نبی کی یہی شان ہوتی ہے؟) ان ہر دو خطوط کے اقتباس نے اگرچہ بہت سی باتوں کو واضح کردیا مگر ہم سردست ان امور ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱...... مرزا احمد بیگ مسلمان تھے اچھے آدمی تھے، مرزا قادیانی کا دل ان کی طرف سے صاف تھا بلکہ ان سے بے حد محبت تھی۔ لہٰذا ان کی موت کسی جرم کے سبب سے نہیں ہوئی۔ وہ مسلمان تھے اسلام پر مرے ہاں جرم صرف اس قدر تھا کہ جوان بیٹی بوڑھے بے دین مرزا قادیانی کو کیوں نہ دی۔

۲...... نکاح کی تحریک صرف الہام کے سبب کی گئی ہے۔ نکاح ضرور ہوگا۔ اس لئے کہ پادریوں اور ہندوؤں کے لئے نشان ہے اگر دوسری جگہ ہوگا تو تنبیہیں ہوں گی اور آخر مرزا قادیانی ہی سے ہوگا۔

۳...... اگر نکاح نہ ہوگا تو مرزا قادیانی خوار ذلیل روسیاہ ہوجائیں گے۔

بقول مرزا قادیانی نکاح نشان مسیح آخرالزمان ہے اور وہ ظاہر نہ ہوا

اور آگے چلئے اور دیکھئے کہ مرزا قادیانی اس نکاح کو مسیح موعود کا نشان بتاتے ہیں۔ محمدی بیگم کے خاندان والوں کی اصلاح سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا ذکر کرتے ہوئے کہ مسیح بن مریم دنیا میں اتریں گے شادی کریں گے...... الخ!۔ جناب مرزا قادیانی فرماتے ہیں۔

’’تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا، جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳، خزائن ج۱۱ ص۳۳۷)

پھر صفحہ ۵۴ پر فرماتے ہیں کہ ’’براہین احمدیہ میں بھی اس پیش گوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ تیسری زوجہ جس کا انتظار ہے، یہ ایک چھپی ہوئی پیش گوئی ہے جس کا سر اس وقت کھولا گیا۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴، خزائن ج۱۱ ص ۳۳۸)

اب بھی کیا اس کے ثبوت میں کوئی کسر رہ گئی کہ اس نکاح کو مرزا قادیانی مسیح موعود کا نشان بتا رہے ہیں۔ پس بقول مرزا قادیانی اگر یہ نشان ظاہر نہ ہو نکاح نہ ہو تو وہ مسیح موعود نہیں۔ بقول مرزا قادیانی نکاح تقدیر الٰہی ہے جو ٹل نہیں سکتی وہ ٹل گئی لہٰذا تقدیر نہ تھی۔ جناب مرزا قادیانی نے متعدد مقامات پر اس مضمون کو ظاہر فرمایا کہ یہ نکاح ہونا خدا کا ایسا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ ان خطوط میں بھی اس کا ذکر۔ یہاں مزید ایک اور حوالہ دیکھ لیجئے۔ اشتہار نصرت دین مورخہ ۲؍مئی ۱۸۹۱ء میں فرماتے ہیں۔ ’’خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار پاچکا ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے یا خدائے تعالیٰ اس کو بیوہ کر کے میری طرف لائے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۱۹)

توبی توبی کی شرط اور اس کا پورا نہ ہونا

اب جناب حافظ جی صاحب کی ان دونوں رکیک تاویلوں پر نظر ڈالئے کہ توبہ سے نکاح ٹل گیا احمد بیگ نے توبہ نہ کی وہ ہلاک ہوگیا۔

حافظ جی کو یا تو خبر ہی نہیں یا دیدہ دلیری ہے یا طوطی کی صدا۔ جہاں کہیں بھی اس نکاح کو قسم کے ساتھ مؤکد کرتے ہوئے وعدۂ ربانی بتایا گیا اس کا آسمان پر منعقد ہونا ظاہر کیا گیا وہاں کہیں توبہ کا ذکر تک نہیں آیا اور اگر بالفرض توبہ کو شرط بھی قرار دیا جائے تو عذاب اور بلا کے لئے نہ کہ نکاح کے لئے۔ پھر توبی توبی کے صیغوں پر نظر ڈالئے کہ یہ مؤنث کے صیغے ہیں۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی ان کا ترجمہ اور مطلب بیان فرماتے ہیں۔ (حقیقت الوحی ص۱۸۷، خزائن ج۲۲ ص۱۹۴)

’’اے عورت! توبہ کر توبہ کر کیونکہ تیری لڑکی اور تیری لڑکی کی نانی پر ایک بلا آنے والی ہے۔‘‘

۱...... مرزا قادیانی نے خود واضح کر دیا کہ اس کی مخاطبہ محمدی بیگم کی والدہ ہیں ان کے توبہ کرنے سے ان کی والدہ اور محمدی بیگم کی بلائیں ٹلیں گی۔ محمدی بیگم کی نانی پر کیا بلا آنے والی تھی جو ٹلی؟ خبر نہیں محمدی بیگم پر جو بلا آنے والی تھی وہ بقول حافظ جی ٹل گئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ محمدی بیگم کی والدہ نے توبہ کی۔

اب سوال فقط اسی قدر باقی رہ گیا کہ جب مرزائی توبہ سے مراد مرزائی بننا لے رہے ہیں تو کیا محمدی بیگم کی والدہ نے مرزائیت کو قبول کیا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ جب نہیں تو وہ بلا بھی کیوں ٹلی؟ پھر یہ کہنا کہ ''قریباً سارا خاندان مرزائی بن گیا۔'' کھلا جھوٹ۔

مرزا احمد بیگ کا اسلام پر مرنا ظاہر۔ حافظ جی کو تسلیم کہ مرزائی نہیں ہوا ان کا داماد محمدی بیگم کا شوہر مرزائی نہیں ہوا۔ محمدی بیگم الحمدللہ مسلمہ ہے بلکہ اس کی اولاد بھی ماشاءاللہ مسلمان وہ اور اس کے قریبی اعزاء واقرباء سب کے سب بمنہ تعالیٰ اسلام پر قائم اور مرزائیت سے بیزار بلکہ ان علمائے حقانی کے اعوان وانصار جو مرزائیوں سے برسرپیکار۔ پھر بلا ٹلی تو کیوں ٹلی؟

۲...... نکاح بلا ہے؟ عذاب ہے؟ یا کیا؟

مرزا قادیانی کہتے ہیں۔ ''یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا۔ ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۸ء میں مندرج ہیں۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۱،۲۸۸، خزائن ج۵ ص۲۸۶)

توبی توبی کے کلمات کو اگر شرط مان بھی لیا جائے تو اس سے بلا ٹلنی چاہئے، نہ کہ رحمت وبرکت۔ پس یا تو یوں کہا جائے کہ نکاح نہ تھا بلا تھا۔ (محمدی بیگم کے لئے نہ سہی مرزا جی کے لئے سہی) یا یہ کہئے کہ توبہ کا علاقہ نکاح سے نہ تھا۔ دونوں شکلوں میں ہمارا دعویٰ ثابت۔ ہمارا بیان صرف نفس نکاح کے متعلق تھا کہ:

۱...... اس کو مقدر بتایا گیا۔

۲...... خدا کا نہ ٹلنے والا وعدہ کہا گیا، وہ ٹل گیا۔ لہٰذا خدا کا وعدہ نہ تھا۔ مقدر نہ تھا اور مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ جھوٹا، الہام جھوٹا۔

۳...... مرزا قادیانی نے کہا کہ اگر یہ نکاح نہ ہوا تو۔

الف...... مرزا قادیانی ہر بد سے بدتر ٹھہریں گے، مفتری ہوں گے، کذاب ہوں گے۔

ب...... ان کے تمام دعوے جھوٹے ہوں گے۔

ج...... مرزا قادیانی ذلیل ہوں گے، روسیاہ ہوں گے، ناک کٹ جائے گی۔

کسی نے توبہ کی یا نہ کی، عذاب ٹلا یا نہ ٹلا۔ ہمیں سردست اس سے کچھ غرض نہیں۔ مرزا جی کے دعوے اور یہ امر واقعہ سامنے ہے کہ نکاح نہ ہوا۔ فیصلہ ہم نہیں کرتے خدا نے کیا اور جو ہونا تھا ہو گیا۔ مرزا قادیانی کو جو بننا تھا بن گئے۔ اگر سادہ لوح افراد کی آنکھیں اب بھی نہ کھلیں تو وہ جانیں۔

طاعون اور قادیان

جناب حافظ صاحب کی دیدہ دلیری ملاحظہ کیجئے کہ کس جرأت کے ساتھ ہم پر غلط بیانی کا الزام لگاتے اور دنیا کی آنکھوں میں کس طرح خاک ڈالنا چاہتے ہیں۔

حافظ جی لکھتے ہیں کہ ’’مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گی یہ مولوی صاحب کی بالکل غلط بیانی ہے۔‘‘

ناظرین فیصلہ کریں کہ ہم نے جو کچھ کہا تھا اس کی تفصیل یہ ہے یا نہیں؟

۱...... مرزا قادیانی نے مواہب الرحمٰن میں فرمایا: لنا من الطاعون امان (مواہب الرحمٰن ص۴۴، خزائن ج۱۹ ص۲۶۲) ہم لوگوں کے لئے طاعون سے امان ہے۔ ’’لنا‘‘ کے مصداق چونکہ دنیا بھر کے مرزائی تھے جب مختلف مقامات سے مرزائیوں کے مرنے کی خبریں آنے لگیں اور معترضین نے اعتراض کیا ہوگا تو فرمایا۔ ’’خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا ہے کہ قادیان کو اس (طاعون) کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۰، خزائن ج۱۸ ص۲۳۰)

قادیان چھوٹا سا قصبہ اس کی مختصر سی آبادی مگر جب اس میں بھی یہ حالت ہوئی کہ پیسہ اخبار لاہور مورخہ ۲۰؍اپریل ۱۹۰۴ء رقمطراز ہے۔ ’’قادیان آج کل پنجاب میں اول نمبر پر طاعون میں مبتلا ہے۔ بیس (۲۰) موتوں کا اوسط ہے۔ قصبہ میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔‘‘ (ناظرین مرزا قادیانی کی مزعومہ الہامی الفاظ خوفناک تباہی کا اس عبارت پیسہ اخبار میں خاص لحاظ رکھیں نیز حافظ جی کے الفاظ بھی یاد رہیں کہ ’’جو لوگوں کو بدحواس کر دے۔‘‘ اس لئے کہ اس کی تفصیل ہلچل کے لفظ میں موجود ہے) پھر جب قادیان میں اس قدر طاعون پھیلا کہ ۳۱۳۔ اموات کی رپورٹ عام اخباروں میں شائع ہوئی تو مرزا جی کو خود تسلیم کرنا پڑا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: الحکم قادیان ۱۰؍اپریل ۱۹۰۷ء۔ ’’آج کل طاعون بہت بڑھتا جاتا ہے چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ (اس آگ لگنے پر خاص توجہ رہے بدحواسی شاید کسی اور چیز کا نام ہوگا۔) میں اپنی جماعت کے لئے خدا سے بہت دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو بچائے رکھے۔‘‘ مگر دعا قبول نہیں ہوتی۔

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

مگر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جب قہر الٰہی نازل ہوتا ہے تو بدوں کے ساتھ نیک بھی لپیٹے جاتے ہیں۔

سامعین کو یاد ہوگا کہ اس کے بعد ہم نے تذکرہ میں یہ بھی بتایا تھا کہ مرزا قادیانی نے اپنے گھر کو وسیع کرنے اور بڑا بنانے کے لئے چندہ مانگنے کا حیلہ بناتے ہوئے بھی لکھا تھا کہ ہمارا گھر طاعون سے محفوظ رہے گا لہٰذا اس میں بہت سے آدمیوں کے رہنے کی جگہ کرنے کے لئے بڑا بنانے کی ضرورت اور اس لئے روپیہ کی حاجت۔ پس لاؤ چندہ!!!

گھر تو اس بہانے سے بن گیا چندہ بھی خاطر خواہ مل گیا اب حافظ جی تو لکھتے ہیں کہ آج تک اس گھر کا چوہا بھی طاعون سے نہ مرا۔ مگر مرزا قادیانی (حقیقت الوحی کے ص ۳۲۹، خزائن ج ۲۲ ص ۳۴۲) پر اعتراف فرماتے ہیں کہ ”جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو میر صاحب کے بیٹے اسحاق کو تیز تپ ہوا اور سخت گھبراہٹ شروع ہوگئی اور دونوں طرف ران میں گلٹیاں نکل آئیں۔“

حافظ جی شاید اس کی بھی تاویل فرمادیں کہ گھر سے مراد ہے وہ خاص کمرہ جس میں مرزا قادیانی سوتے تھے بلکہ کمرہ سے مراد بھی وہ چارپائی جس پر وہ آرام فرماتے تھے بلکہ چارپائی سے بھی ان کا جسم یعنی مرزا قادیانی کے جسم میں حلول کر گیا وہ طاعون سے نہ مرا۔

یہ سوک رشی کی تاویلات کا نمونہ ہے وہ فرمائے جائیں۔ پیراں دتہ وعبدالکریم کی روحیں اب دنیا میں آکر نہ بتائیں گی کہ وہ خود مرزا قادیانی کے گھر ہی میں طاعون سے مرے تھے۔ محمد افضل وبرہان الدین ومحمد شریف ونور احمد وغیرہ خاص خاص مرزائی اب بول ہی نہیں سکتے کہ وہ کس درجہ کے فدائی تھے اور قادیان ہی میں مرزا قادیانی کی دیکھتی آنکھوں طاعون ہی سے ہلاک ہوئے۔ (دیکھو ذکر الحکیم ص ۹۱)

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری سے مرزا قادیانی کا آخری فیصلہ

ہم حیران ہیں کہ حافظ جی کے جھوٹ کہاں تک جتائے جائیں ہم نے ہرگز اپنی تقریر میں مباہلہ کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ اس آخری فیصلہ اور دعا کو یاد دلایا جس کی تصدیق میں مرزا قادیانی نے اس عالم کو چھوڑا۔

مرزا قادیانی نے مولوی ثناءاللہ صاحب کے باب میں اشتہار دیا جس کا عنوان ہی یہ بتا دے گا کہ یہ فیصلہ تھا نہ کہ مباہلہ۔ عنوان یہ ہے: ”مولوی ثناءاللہ کے ساتھ آخری فیصلہ“

سارا اشتہار پڑھ جائیے لیکن ایک جگہ بھی اگر مباہلہ کا لفظ مل جائے یا کہیں یہ بھی لکھا ہوا نظر آئے کہ اس دعا کے مقابلے میں مولوی صاحب موصوف بھی یہی دعا فرمائیں جیسا کہ ڈوئی اور دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں مرزا قادیانی نے لکھا تو ہم ذمہ دار۔ پھر مزید ثبوت کے لئے جناب مرزا قادیانی کے حکم سے ان کے رشتہ دار نے جو حکم نامہ جناب مولوی صاحب موصوف کے نام

جاری کیا اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیے جو اس مضمون کو بالکل ہی واضح کر دیتی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے ''حقیقت الوحی'' کی اس دعوت عام کو دیکھ کر جو تمام علمائے اسلام کو مرزا قادیانی کی طرف سے دی گئی تھی مرزا قادیانی کو لکھا کہ ''کتاب حقیقت الوحی بھیجئے تاکہ میں مباہلہ کی تیاری کروں۔'' اس کے جواب میں انہیں بحکم مرزا قادیانی لکھا جاتا ہے کہ ''آپ کا خط حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا جس کے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقت الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا جس وقت مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا کہ مباہلہ سے پہلے پڑھ لیتے مگر چونکہ آپ نے اپنے واسطے تعین عذاب کی خواہش ظاہر کی اور بغیر اس کے مباہلہ سے انکار کر کے اپنے لئے فرار کی راہ نکالی اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو اور راہ سے پکڑا اور حضرت حجۃ اللہ مرزا قادیانی کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کی اور دوسرا طریق اختیار کیا۔'' اس عبارت سے ناظرین نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ یہ دوسرا طریق مباہلہ نہیں بلکہ تعین عذاب بصورت دعا ہے اور مشیت ایزدی کے مطابق یہی آخری فیصلہ ہے۔ اس دعا کا اثر فیصلہ کر دے گا کہ اس باب میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

مرزا قادیانی کی دعا

''اے میرے آقا! اے میرے بھیجنے والے!...... میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھا لے۔''

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۷۹)

ہم نے اس دعا کے اثر کا ذکر کیا جو دنیا نے دیکھ لیا مگر اس سے زیادہ شرمناک جھوٹ اور کیا ہوگا کہ حافظ جی اب تک اس کو مباہلہ کہے جاتے ہیں حالانکہ مرزا قادیانی کے انتقال کے بعد جب تمام ہندوستان میں اس دعا کی صداقت کا تذکرہ ہوا اور تمام اہل بصیرت نے حقیقت کو جان لیا تو تمام مرزائی ٹولی نے پورا زور لگایا۔ آخر تین سو روپیہ کا انعام مقرر کیا اور یہی چیلنج دیا کہ ''یہ فیصلہ نہ تھا مباہلہ تھا۔'' مرزائی خلیفہ نمبر۱ کے وکیل منشی قاسم علی صاحب میدان مقابلہ میں آئے۔ سردار بچن سنگھ بی۔اے پلیڈر فریقین کی طرف سے مسلمہ حکم مقرر کئے گئے۔ منشی قاسم علی صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب میں مباحثہ ومناظرہ ہوا، آخر انجام مبلغ تین سو روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بحکم حکم مرزائیوں سے وصول کیا اور غیر جانبدار حکم نے یہ فیصلہ دیا۔ (تحریر میں گو قدرے طوالت ہو جائے مگر ہم اس کے بعض کلمات بجنسہ لکھ دیتے ہیں۔)

''میں صاف اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مرزا قادیانی کے اس جہان فانی سے بحیات مولوی ثناء اللہ صاحب رحلت فرمانے سے مرزا قادیانی کی دعا مندرجہ اشتہار خدائے تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اس قبولیت کا اظہار خود مرزا قادیانی نے اپنی زبان مبارک سے کیا۔

۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا قادیانی نے دیا تھا۔ خدا نے الہامی طور پر جواب دیا تھا کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول کر لی۔''

(بلفظہ دستخط سردار بچن سنگھ بی۔اے پلیڈر ۲۱/اپریل ۱۹۱۲ء)

سردار بچن سنگھ کے فیصلہ کے مطابق ہی نہیں ایسے خدائی فیصلہ کی رو سے جس کو سارے عالم نے دیکھ لیا ہم بھی اس کی بڑے زور سے تائید کرتے ہیں مرزا جی کی اور دعائیں قبول ہوئیں یا نہ ہوئیں مگر یقیناً خدا نے مرزا قادیانی کی یہ دعا ضرور قبول کی اور دنیا کو دکھا دیا کہ اس مقابلے میں حق پر کون تھا اور باطل پر کون۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ مرزا قادیانی ہیضہ میں مبتلا ہوئے، لاہور میں مر گئے، قادیان میں دفن ہوئے اور مولوی ثناء اللہ قلعہ مرزائیت پر گولہ باری کے لئے اب تک موجود۔

ڈاکٹر عبدالحکیم اور مرزا قادیانی

حافظ جی ہماری شکایت کرتے ہیں کہ: ''ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا اور حقیقت کو بے نقاب نہیں کیا۔'' ہمیں افسوس ہے کہ وہ ہمارے بلانے کے باوجود بھی دیوار کے پیچھے ہی رہے اگر سامنے آجاتے تو ہم ''بے نقاب'' بھی کر دیتے۔

ناظرین نے حافظ جی کی نمبر۳ دو ورقی میں دیکھا کہ جتنے دعوے بھی انہوں نے کئے ثبوت کسی ایک کا بھی نہیں دیا۔

۱...... کیا مرزا قادیانی کے وہ الفاظ وصیت نامہ لکھے جن میں انہوں نے یہ تحریر فرمایا کہ وہ فلاں تاریخ سے تین برس کے اندر مر جائیں گے۔

۲...... یہ حوالہ دیا کہ ڈاکٹر صاحب نے کب اور کن الفاظ میں اپنی سابقہ پیش گوئی میں ترمیم کی؟ اب حافظ جی کی یہ تمنا ہے کہ ہم ہی ان کا نقاب اٹھائیں تو یہ لیجئے ناظرین ملاحظہ کریں کہ نقاب کے اندر کیا ہے؟

پہلے یہ معلوم کیجئے کہ مرزا قادیانی اپنی عمر کے متعلق خود ہی کیا ارشاد فرماتے ہیں: ''میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا۔ (تریاق القلوب ص۶۸، خزائن ج۱۵ ص۲۸۳)'' (یعنی ۱۳۰۰ھ میں مرزا قادیانی کی عمر چالیس برس کی ہوئی)

(تریاق القلوب ص۱۳، خزائن ج۱۵ ص۱۵۲ حاشیہ) پر فرماتے ہیں کہ خدا نے ان پر الہام

کیا ’’میں (خدا) تجھے (مرزا کو) اسی برس یا چند سال زیادہ اس سے کچھ کم عمر دوں گا۔‘‘ (اب یہ مزعومہ الہام بھی ایک لطیفہ ہے مرزا قادیانی کا الہام کرنے والا ایسی ہی تخمینی اٹکل کی باتیں کہا کرتا ہے۔) اس جگہ تخمینہ تھا تصریح کے ساتھ اور ملاحظہ کیجئے۔

’’آخری زمانہ اس مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا دانیال نبی نے ۱۳۳۵ھ برس لکھا ہے جو خدائے تعالیٰ کے اس الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۲۰۰، خزائن ج۲۲ ص۲۰۸)

پس ان دونوں مزعومہ الہاموں کی رو سے مرزا قادیانی کو ۱۳۳۵ھ میں بعمر (۳۵+۴۰)=۷۵ سال مرنا چاہئے تھا۔ یہی ان کا اعلان یہی بقول ان کے خدا کا الہام اور دانیال نبی کی دی ہوئی خبر۔ ان اقوال کے دیکھنے کے بعد اب فیصلہ بہت آسان ہوگیا اس لئے کہ اس میں تو غالباً کسی کو مجال انکار ہی نہیں کہ مرزا قادیانی ۱۳۲۶ھ میں مرے یعنی اپنی میعاد مقررہ سے (۱۳۳۵-۱۳۲۶=۹) پورے ۹ برس پہلے، اس کا سبب مرزا قادیانی بتائیں یا نہ بتائیں ہم بتائے دیتے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالحکیم نے اعلان الحق ص۴، ۵ پر جولائی ۱۹۰۶ء کو یہ اعلان کیا کہ ’’صادق کے سامنے شریر فنا ہوجائے گا یعنی (۳) سال کے اندر میرے سامنے مرزا قادیانی مرجائیں گے۔‘‘

اس کے جواب میں مرزا قادیانی اپنے اشتہار مجریہ ۱۶؍اگست ۱۹۰۶ء میں فرماتے ہیں: ’’میں سلامتی کا شہزادہ ہوں کوئی مجھ پر غالب نہیں آسکتا، بلکہ خود عبدالحکیم خاں میرے سامنے آسمانی عذاب سے ہلاک ہوگا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۵۰) (بقیہ عبارت مرزائی حقیقت کا اظہار نمبر۱ میں ملاحظہ کیجئے)

اس میں مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کے مرنے کی پیش گوئی کس صفائی کے ساتھ کی اس لئے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب نے غضب میں آکر اس وقت سے ۱۴ مہینے کی میعاد بتائی۔ جس کے جواب میں مرزا قادیانی فیصلہ فرماتے ہیں اور اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ الہام ہوا کہ اشتہار تبصرہ ۵؍نومبر ۱۹۰۷ء، درمیان میں عبارت محذوف (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۹۱)

’’اپنے دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم سے کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ کرے گا میں تیری عمر بڑھا دوں گا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشین گوئی کرتے ہیں۔ سب کو جھوٹا کردوں گا اور تیری عمر بڑھا دوں گا جو تیری موت چاہتا ہے وہ خود تیری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا تجھ سے لڑنے والے اور تیرے پر حملہ کرنے والے سلامت نہیں رہیں گے۔ تیرے مخالفوں کا اخزا افنا تیرے ہی

ہاتھ سے مقدر تھا۔‘‘ اور آگے بڑھئے اور ۲۴ رمئی ۱۹۰۸ء کا بدر دیکھئے کہ انتقال سے دو دن پہلے بھی جناب مرزا قادیانی اسی مزعومہ الہام کو اپنی صداقت کا معیار بتارہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس الہام میں دو خاص وعدہ ہیں اور ان کا خدا کی طرف سے ہونا بتاکید بیان کیا جارہا ہے۔

۱...... (مرزا قادیانی) کی عمر بڑھادوں گا۔

۲...... (مرزا قادیانی کا دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم) اصحاب فیل کی طرح نابود ہوگا، ان کا اخذ وافنا (مرزا قادیانی کے) ہاتھ میں مقدر تھا۔

پس کیا مرزا قادیانی کی عمر بڑھی؟ نہیں بلکہ ۹ برس پہلے مرے۔

کیا ڈاکٹر عبدالحکیم خان مرزا قادیانی کے سامنے مرے؟ اس لئے کہ ان کا مرنا اور فنا ہونا مرزا قادیانی کے ہاتھ سے مقدر تھا۔ نہیں بلکہ وہ اب تک زندہ ہیں اور مرزائیت کے انہدام میں مصروف۔ لہٰذا یہ الہام جھوٹا ہوا اور سچے جھوٹے کا فرق ظاہر۔

تھوڑی دیر کے لئے اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی پیش گوئی میں کوئی مزید ترمیم کی ہو نیز اگر برائے چندے یہ مان بھی لیا جائے کہ مرزا قادیانی نے اپنے تمام سابقہ مزعومہ الہاموں کے خلاف اپنے مرنے کی میعاد بھی تین سال بیان کردی ہو تب بھی یہ الہام جھوٹے، ان کی عمر نہ بڑھی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم ان کے سامنے نہ مرے بلکہ مرزا قادیانی ان کو اچھا بھلا چھوڑ کر چل دیئے۔

پس وہ مفتری، کاذب اور شریر ثابت ہوئے، حافظ جی کی اور دلیری دیکھئے۔

چہ دلاور ست دزدرا کہ بکف چراغ دارد

ہم سے پوچھتے ہیں (آخری صفحہ کے حاشیہ کی سطر کو ذرا غور سے پڑھئے) ’’اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کی زندگی میں ڈاکٹر مرے گا؟‘‘ ہم جواب دیں یا ناظرین خود جواب دے لیں گے ہمیں ضرورت نہیں کہ ہاں ہاں اسی میں لکھا ہے کہ ’’عبدالحکیم میرے سامنے آسمانی عذاب سے ہلاک ہوگا۔‘‘ اسی میں لکھا ہے کہ ’’وہ خود تیری آنکھوں کے سامنے اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا۔‘‘ ہمیں یقین ہے کہ اب ہمارے ناظرین ہی ان سے کہہ دیں گے کہ آنکھیں ہوں تو دیکھو دندان شکن جواب اس کو کہتے ہیں۔

حافظ جی کے متعلق تو ہمیں امید نہیں ہاں ہمارے وہ بھولے بھالے افراد جو ان کے بہکاوے میں آکر مرزائیت کا شکار ہوگئے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس ہدایت نامہ ہی کے ذریعے بحول اللہ وقوتہ ہدایت پاجائیں تو اچھا ہو۔ وما علینا الا البلاغ۔

التحقیق الصحیح فی حیات المسیح

امام بخاری پر اعتراض کی تہمت

حافظ جی کو ان کے مزعومہ مجدد کی وراثت میں اور کچھ ملا یا نہ ملا مگر اس کا ہم نے ضرور اندازہ لگا لیا کہ جھوٹ کا ورثہ ان کو کافی مقدار میں نصیب ہوا اسی لئے وہ ایسے بیان کے متعلق بھی جھوٹ بولتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے جس کے سننے والے ان کے پڑوس ہی میں بہت سے موجود ہیں۔

ہم نے ''متوفیک'' کے معنوں (حافظ جی نے اسی طرح لکھا ہے) کے متعلق بخاری پر اعتراض ہرگز نہیں کیا۔ بلکہ حضرت امام بخاریؒ کی ذمہ داری کے متعلق یہ بیان کیا کہ وہ اپنی صحیح میں جہاں سند صحیح کے ساتھ احادیث کو ذکر فرماتے ہیں وہاں تعلیقات کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ (حافظ جی تو شاید تعلیق کی اصطلاح کو بھی نہ جانتے ہوں گے۔) حضرت ابن عباسؓ کا وہ قول جو امام بخاری نے نقل کیا اور مرزائی اس کو بڑی شدومد سے دلیل میں لاتے ہیں اس کو امام صاحب نے مستند احادیث میں داخل نہیں فرمایا بلکہ تعلیقات ہی کے ضمن میں ذکر کیا اور امام بخاری کی تعلیقات وآثار موقوفہ علی الصحابہ کے متعلق علامہ سخاوی ''فتح المغیث'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی روایات میں صحت کی ذمہ داری لے کر امام بخاری جس چیز کو نقل فرماتے ہیں وہ صرف وہی احادیث ہیں جن کی سند انہوں نے بیان فرمائی: ''دون التعلیق والاثار الموقوفة علی الصحابه '' نہ کہ تعلیقات اور وہ آثار جو کہ صحابہ پر موقوف ہیں۔'' بقول سخاوی، امام بخاری ان کی ذمہ داری ہی نہیں لیتے۔

ہمارے اس کہنے کو ''امام بخاری پر اعتراض'' سے تعبیر کرنا ایک کھلا افتراء ہے۔ امام بخاری روایت میں بے حد محتاط جانتے تھے کہ اس اثر ابن عباس کے راوی ایسے مستند نہیں ہیں جیسے اوران احادیث کے جو انہوں نے ذکر فرمائی اس لئے انہوں نے ان کو بسند ذکر ہی نہیں فرمایا کہ ان پر ذمہ داری رہے۔

اب وہ جرح ملاحظہ کیجئے جو اس اثر کے راوی پر علماء رجال نے فرمائی ہم نے اپنی طرف سے بے ثبوت نہ کچھ کہا، نہ کہیں احادیث وآثار کی جانچ پڑتال کتب اسمائے رجال سے ہوتی ہے اور اس کا یہ طریق۔

قسطلانی نے اس اثر کے اسناد کو اس طرح ذکر فرمایا: ''وقال ابن عباسؓ فما رواه ابن ابی حاتم من طریق علی بن طلحة عنه فی قوله تعالیٰ یا عیسیٰ انی

متوفیك معناه ممیتك ’’یعنی اس اثر کو حضرت ابن عباسؓ سے علی ابن طلحہؒ روایت کرتے ہیں لہٰذا قواعد فن رجال کے مطابق علی بن طلحہ کو دیکھا جائے گا کہ ان کی کیفیت کیا ہے؟

۱...... میزان میں موجود کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ’’لہ اشیاء منکرات‘‘ دحیم کہتے ہیں کہ علی ابن طلحہؒ نے ابن عباسؓ سے تفسیر سنی ہی نہیں۔

۲...... خلاصہ میں کہا گیا۔ قسویٰ فرماتے ہیں کہ علی بن طلحہ ضعیف ہے۔

۳...... تقریب میں ہے علی بن طلحہ سالم مولیٰ بنی عباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس ولم یرہ من السادسۃ پس جو چھوٹی عمر میں ابن عباس سے جدا ہوئے ان سے تفسیر کو سنا ہی نہیں۔ منکرات کے راوی اور پھر ضعیف، ایسے راوی کی روایت سے استناد اور صاف صاف صریح آیات قرآن کریم اور امام بخاری ہی کی روایت کردہ اصح احادیث کے معنی کو بدلنا مرزائی فریب اور دھوکہ نہیں تو کیا ہے۔ پھر اگر ابن عباس ہی کے قول سے استناد ہے تو ان کے بتائے ہوئے پورے معنی کو ماننا صرف ایک لفظ کو لینا لا تقربو الصلوٰۃ (نماز کے قریب ہی نہ جاؤ) کو ماننا اور وانتم سکاریٰ (درآنحالیکہ تم نشے میں ہو) کو چھوڑ نا تؤمنون ببعض وتکفرون ببعض نہیں تو کیا ہے؟ ابن عباس ہی کی بات مانتے ہیں تو دل ماشاد۔ آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ انہوں نے متوفیك کے معنی ممیتك کس مطلب سے کہے اور وہ اس وعدہ ممیتک کے پورا ہونے کا وقت کب بتا رہے ہیں۔ (درمنثور ص نمبر۳۶ ج۲) عن ابن عباس قال قوله عزوجل یٰعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ قال انی رافعك ثم متوفیك فی آخر الزمان۔ ابن عباسؓ سے مروی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان انی متوفیك ورافعك کے متعلق فرمایا ’’میں تمہیں اٹھانے والا ہوں اور پھر آخر زمانہ میں تمہاری توفی کرنے والا ہوں۔‘‘ یعنی چونکہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہوتا لہٰذا ابن عباس اس امر کے قائل ہیں کہ پہلے رفع ہوگیا اور توفی آخر زمانہ میں ہوگی اور زیادہ تفصیل دیکھئے طبقات کبریٰ مطبوعہ یورپ ج۱ ص۲۶ پر موجود ہے۔ ’’اخبرنا هشام ابن السائب عن ابیه عن ابی الصالح عن ابن عباس ‘‘(اس سند کے بعد ایک طویل اثر کو ذکر فرمایا جس میں حضرت عیسیٰ کے اٹھائے جانے کا مفصل حال ہے اس کا آخری جملہ یہ ہے) ’’ان اللّٰه رفعه (ای عیسیٰ بن مریم علیهما السلام) بجسده وانه حی الآن وسیرجع الی الدنیا فیکون فیها ملکا ثم یموت کما یموت الناس ‘‘حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم کو ان کے جسم کے ساتھ اٹھالیا یقیناً وہ اب زندہ ہیں اور عنقریب دنیا کی طرف لوٹیں گے اس میں بادشاہ بنیں گے پھر جس طرح اور آدمی مرتے ہیں اسی

طرح مریں گے۔'' ناظرین نے دیکھ لیا کہ ابن عباسؓ کس صراحت کے ساتھ بیان فرمارہے ہیں۔

جو اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت کو خدا سمجھے

حافظ جی کا پانچ سو روپیہ انعام

تین مہینے خواب غفلت میں پڑے رہنے کے بعد لوگوں کے جھڑ جھڑانے سے ذرا آنکھ کھلی تو نیند کی اونگھ میں حافظ جی کو وہی گرو جی کی پرانی چال یاد آئی جس میں سادہ لوح بہت جلد پھنس جاتے ہیں، حافظ جی میں اگر ہمت اور جرأت تھی تو ہمارے بلانے ہی پر سہی سامنے آتے۔ ہم کیا ہیں کہ ہماری علمیت وہ دیکھتے۔ ہاں! اللہ جل وعلا رسول اللہ ﷺ وصحابہؓ نے جو کہا ہے وہ انہیں سناتے اور دکھاتے۔ اس وقت ان کی انعام بازی کی ساری قلعی کھل جاتی، روپیہ کے لالچی تو حافظ جی ہی ہوں گے کہ ماہانہ سو روپلی کے لئے باوصف بے علمی اشتہار بازی پر مجبور ہوئے۔ ہم یقیناً پہلے روز ہل کے مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے (جو مرزائیوں کے ہاتھوں برباد ہی ہورہی ہے۔) ان سے کہتے کہ پانچ سو روپیہ کسی معتمد کے پاس جمع کیجئے اور نفس جواب لیجئے، اب کہ ہم اپنے بھولے بھائیوں کو سمجھانے کے لئے یہ سطور لکھ رہے ہیں کہ جب حسبۃ للّٰہ انہیں مرزائی چال کا پول کھول کر دکھائے دیتے ہیں۔

حافظ جی لکھتے ہیں اور اپنی طرف سے نہیں اپنے گرو جی کی عمر بھر کی علمی پونجی کا خلاصہ سامنے لاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ایک بھی ایسی مثال قرآن سے، حدیث سے، لغت عرب سے پیش کردیں کہ فعل توفیٰ باب تفعل سے ہوا اور اس کا فاعل اللہ ہو اور مفعول کوئی انسان ہو اور پھر اس کے معنی قبض روح کے سوا قبض جسم وغیرہ کے ہوں۔'' یہ تو ایک علیحدہ بات ہے کہ چونکہ شاید اونگھ کی حالت میں حافظ جی لکھ رہے ہیں لہٰذا مرزا قادیانی کی پوری تحریر یا تو سمجھ ہی میں نہ آئی یا لکھتے وقت پھر جھونکا آگیا، لہٰذا ان کے دعوے کو پوری طرح نہ لکھ سکے بہرنوع ہمیں تنقیح دعویٰ کے لئے اول یہ دکھانا ہے کہ قبض روح سے مرزا قادیانی کی کیا مراد ہے؟ اور ان کے نزدیک اس کے کیا معنی؟

الف...... ''تمام مقامات میں توفی کے معنی موت اور قبض روح کئے گئے ہیں۔''

(ازالہ الاوہام ص۸۸۶، خزائن ج۳ ص۵۸۳)

ب...... ''صرف ایک ہی معنی قبض روح اور موت کے لئے مستعمل تھا۔''

(ازالہ اوہام ص۸۸۶، خزائن ج۳ ص۵۸۴)

ج...... اوّل سے آخر تک قرآنی محاورہ یہی ثابت کرتا ہے کہ ہر جگہ درحقیقت توفی کے لفظ سے موت ہی مراد ہے۔ (ازالہ اوہام ص۳۳۴، خزائن ج۳ ص۲۷۰)

ان تینوں حوالوں نے بتا دیا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک قبض روح اور موت دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ قبض روح کے معنی موت اور موت کے معنی قبض روح۔

اب اسی آیت کو لیجئے جو حافظ جی نے خود لکھی فقط ہم ہی نہیں کہتے بلکہ خود مرزا قادیانی اور ان کی ذریت بھی یہی کہنے پر مجبور ہوگی۔ ہر ترجمہ قرآن کریم یہی بتائے گا اور معمولی علم والا بھی جان جائے گا کہ اس آیت میں توفیٰ کے معنی موت کے نہیں۔ ھو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ماجر حتم بالنھار (وہی ہے جو تم کو رات کے وقت لے لیتا ہے اور جانتا ہے کہ تم نے دن میں کیا کیا)

کیا بقول مرزا قادیانی کوئی عقل والا یہاں یہ معنی کرسکتا ہے کہ وہی ہے جو تم کو رات کے وقت مار ڈالتا ہے اور کیا ہر آدمی رات کے وقت مر جاتا ہے۔

غور سے دیکھ لیجئے کہ توفی باب تفعل سے ہے فاعل اللہ ہے مفعول انسان اور معنی موت کے نہیں بلکہ نیند کے ہیں۔

اگر مرزائی یہ کہیں کہ نیند بھی تو مجازی موت ہے جیسا کہ مرزا قادیانی نے فرمایا ''اس جگہ توفی سے مراد حقیقی موت نہیں بلکہ مجازی موت مراد ہے جو نیند ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۳۳۲، خزائن ج۳ ص۲۶۹)

تو اس مجازی کا جواب مرزا قادیانی کے خود کلمات میں کلمہ درحقیقت سے لیجئے یا تو یہ کہئے کہ نیند درحقیقت موت ہے اور یا یوں کہئے کہ توفیٰ کے معنی درحقیقت موت نہیں، نیند کو حقیقی موت تو کوئی احمق ہی بتائے گا۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ توفی کے معنی درحقیقت موت نہیں۔

پس جب توفیٰ کے معنی موت کے کرتے ہوئے بھی مرزا قادیانی کے نزدیک اس سے مجازی موت یعنی نیند مراد لی جاسکتی ہے تو انہیں سوائے اپنے دعویٰ مسیحیت کے بطلان کے خوف کے کونسی دشواری حائل ہے کہ وہ انی متوفیک میں بھی ایسی ہی مجازی موت یعنی نیند مراد لے لیں جبکہ اثر امام حسن بصریؒ بھی اس کی تائید میں موجود اور بعض مفسرین اہل حق نے اس مراد کو ذکر بھی فرمایا پس یہ تو اچھی طرح واضح ہوگیا کہ توفیٰ کے معنی درحقیقت موت نہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ درحقیقت اس کے کیا معنی ہیں؟

کتب لغت میں تصریح کے ساتھ موجود کہ: التوفیٰ اخذ الشیء و افیا۔ توفی کے (حقیقی) معنی ہیں کسی چیز کا پورا پورا لے لینا، موت کے معنی کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اس کو علامہ زمخشری جن کی امامت لغت عرب کو مرزا جی بھی تسلیم کرتے ہیں صاف بتا رہے ہیں کہ من المجاز توفیٰ وتوفاه الله ادرکته الوفاة ۔ یعنی توفی موت کے مجازی ہیں حقیقی نہیں، مجازی معنی موت یا نیند وغیرہ میں اسی وقت لیا جائے گا جبکہ کوئی قرینہ موجود ہو ورنہ اپنے اصلی و حقیقی ظاہری معنی میں رہے گا۔ قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے اصول کا متفق علیہ مسئلہ کہ۔

۱...... النصوص تحمل علیٰ ظواهرها وصرف النصوص عن ظواهرها الحاد نصوص کو ان کے ظاہری معنی پر حمل کیا جائے گا۔ نصوص کو ظاہری معنی سے پھیرنا الحاد ہے۔

۲...... اللفظ تحمل علی الحقیقة مالم یصرف عنها صارف لفظ اپنے حقیقی معنی پر حمل کیا جائے گا۔ جب تک کہ اس کو پھیرنے والا (قرینہ) ظاہری معنی سے نہ پھیر لے۔ ان لغت و اصول کی باتوں کو سیدھے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ توفی کے اصلی معنی ہیں پورا پورا لینا۔ پس جہاں کہیں بھی یہ لفظ استعمال کیا جائے گا۔ اس کے اول یا بعد کے الفاظ قرینہ بن کر بتا دیں گے کہ کس چیز کا پورا پورا لینا مراد ہے اگر آگے پیچھے کا کوئی لفظ یا جملہ یہ ظاہر کرے گا کہ موت مراد ہے تو مجازی معنی موت کے ہو جائیں گے۔ نیند کا قرینہ ہوگا تو نیند کے۔ جزا و سزا کا ذکر ہوگا تو اس کے۔ حق لینے کا بیان تو اس کے۔ غرض جیسا قرینہ ہوگا ویسے معنی۔ مثلاً دوسری آیت لیجئے۔ والله خلقکم ثم یتوفکم ومنکم من یرد الیٰ ارذل العمر اس میں یرد الی الارذل العمر کا قرینہ معنی موت پر دلالت کرنے والا۔ اسی طرح مرزا قادیانی نے موت کے معنی ظاہر کرنے کے لئے (ازالہ الاوہام ص۳۳۰،۳۳۲، خزائن ج۳ ص۲۶۸،۲۶۹) پر بہت سی آیتیں لکھیں مگر ان سب میں آگے پیچھے کے لفظ موت کا قرینہ ہیں، اس لئے موت کے معنی اور دیکھئے الله یتوفیٰ الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسك التی قضیٰ علیها الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمیٰ یہاں ایک ہی آیت میں توفی کی دو شاخیں موجود ایک موت کی کیفیت، دوسری نیند کی حالت۔ دیکھنا یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں کونسی صورت ذکر کی گئی، جیسا کہ ہم نے ابھی بتایا کہ قرینہ توفی کی مراد کو واضح کرے گا وہاں بھی ہمیں قرینہ ہی دیکھنا ہوگا۔

حافظ جی نے تو غالباً اونگھ کے سبب عجب بے تکا سوال کیا ہے کہ ''توفی کے معنی قبض روح

کے سوا قبض جسم وغیرہ کے ہوں۔‘‘ پہلے تو انہیں یہ غور کرنا چاہئے کہ یہ دعویٰ کس نے کیا، کب کیا، کہاں کیا؟ کلمہ توفی ہی کے حقیقی معنی صرف قبض جسم ہیں۔‘‘

مسلمانوں کا دعویٰ تو لغت کی رو سے صرف اس قدر ہے کہ توفی کے حقیقی معنی پورا پورا لینے کے ہیں۔ اگر کسی میں حوصلہ ہو تو یہ دکھائے کہ توفی کے معنی پورا لینے کے نہیں بلکہ صرف موت ہی کے ہیں، ہمارا دعویٰ ہے کہ ’’لینے‘‘ کے ساتھ جو قرینہ ہوگا اس قرینے کے مطابق ’’لینے‘‘ کا مطلب ہوگا۔

اب دیکھئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جہاں وعدہ متوفیک فرمایا گیا ہے وہاں کیا قرینہ ذکر میں آیا۔ آیت کریمہ ہے: ’’یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ‘‘ (اس آیت کا ترجمہ ہم مزید اتمام حجت کے لئے وہی کئے دیتے ہیں جو مرزا قادیانی کے خلیفہ اوّل صاحب نے کیا ہے) اے عیسیٰ علیہ السلام میں لینے والا تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف۔

قرائن

۱...... حق تعالیٰ خطاب کرتا ہے عیسیٰ علیہ السلام سے یہ ایک نام ہے کس کا؟ روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کا۔

۲...... توفی (پورا لینے) کا اطلاق کس پر ہوگا؟ عیسیٰ علیہ السلام کے وجود یعنی روح وجسم دونوں پر۔

۳...... رفع (اٹھانا) کس چیز کا ہوگا؟ روح اور جسم دونوں کا۔

۴...... توفی (پورا پورا لینا) رفع (روح وجسم کا اٹھانا) کس کی طرف ہوگا؟ اللہ کی طرف۔

پس ان قرائن نے صاف کردیا کہ یہ توفی ایک علیحدہ قسم کی توفی ہے جس میں نہ نیند کی کیفیت، نہ موت کی صورت بلکہ شکل ہی سب سے جدا، یعنی توفی مع الرفع اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس طرح خاص جیسے بغیر باپ کے پیدا ہونا، انہی کے لئے مخصوص۔ اس توفی کا نمونہ کس آیت یا حدیث میں کسی دوسرے شخص کے لئے طلب کرنا سراسر بیہودگی بلکہ فریب اور دھوکہ دہی، اس شان کی توفی کا وعدہ کسی کے ساتھ کیا ہی نہیں گیا اور نہ کسی کی توفی اس طرح ہوئی بلکہ جس طرح ان کے پیدا ہونے کے انداز میں اعجاز اس طرح ان کی توفی بھی اعجازی۔ نظر بریں ہمیں خیال آتا ہے کہ ہندوستان میں ایک صاحب نے حیات مسیح علیہ السلام کو بدلائل ساطعہ ثابت کرتے ہوئے۔ مرزائی چیلنج کا جواب دیتے ہوئے تمام مرزائی پارٹی کو ’’ایک ہزار روپیہ انعام کا

چیلنج'' دیا کہ ''اگر فعل توفیٰ، رفع کے ساتھ مستعمل ہے اور فاعل دونوں کا اللہ ہو اور مفعول ذی روح ذات واحد ہو تو وہاں توفیٰ کے معنی اخذ مع الرفع ہی کے ہوں گے، نہ کوئی اور معنی۔ اگر کوئی مرزائی سارے قرآن کریم میں ایک مقام پر بھی اس کے خلاف دکھاوے تو اسے مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام ملے گا۔''

اس چیلنج کو دیئے ہوئے بھی برسوں گزر گئے مگر آج تک کسی مرزائی کو جواب کی جرأت نہ ہوئی، اس امر پر تمام مسلمانوں کا یقین وایمان کہ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انسان، اللہ کے بندے اور رسول عظیم الشان، بے شک حسب فرمان واخبار عالم ما یکون وکان سید انس وجان علیہ السلام اس دنیا میں مکرر تشریف لائیں گے۔ نکاح کریں گے۔ دجال کو قتل فرمائیں گے۔ پھر مدینہ منورہ ہی میں انتقال فرمائیں گے اور وہیں مقبرہ مبارکہ میں دفن کئے جائیں گے۔ حافظ جی نے آیت کل نفس ذائقۃ الموت لکھی مرزا قادیانی نے ساری اس قسم کی آیتوں کو جمع کر کے اپنی انتہائی قوت صرف کر دی، مگر سب بے کار گئی، اس لئے کہ ان کو تو اس وقت پیش کیا جائے۔ جبکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کبھی موت ہی نہ آئیگی۔ بے شک بے شک وہ رجوع الی اللہ جس کے بعد پھر دنیا کی طرف نہ لوٹیں ہوگا اور ضرور ہوگا۔ ابھی رفع الی اللہ ہوا ہے۔

یہ کہنا کہ ''اگر کسی نبی کو آئندہ کے لئے زندہ رکھنا خدا کی سنت ہوتی تو حضرت رحمۃ للعالمین (فداہ ابی وامی) کو رکھتا۔'' کتاب وسنت سے جہالت پر مبنی۔ ممکن ہے کل کو کوئی یہ بھی کہے کہ اگر کسی نبی کو بغیر باپ کے پیدا کرنا خدا کی سنت ہوتی تو حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کو اس طرح بے باپ کے پیدا کرتا۔ اسی طرح دیگر معجزات انبیاء علیہم السلام کا ذکر بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ نرالی توفیٰ اور دوبارہ تشریف آوری کمالات محمدی ﷺ ہی کے اظہار کے لئے ہوئی کہ بنی اسرائیل کے نبی اولوالعزم بھی دنیا میں تشریف لائیں اور حضور انور ﷺ کے نائب وخلیفہ بن کر خدمات اسلام بجالائیں تا کہ بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو مرض امتیاز نسلی میں مبتلا ہو کر یہ کہتے ہیں کہ ہم بنی اسمٰعیل میں پیدا ہونے والے نبی کو نہیں مانتے، ان کی گردنیں ٹوٹ جائیں اور وہ اسرائیلی نبی حضرت مسیح ناصری کو رحمۃ للعالمین سید المرسلین ﷺ کی اطاعت وخلافت کرتے ہوئے دیکھ کر سب کے سب اسلام لائیں اور سمجھ جائیں کہ یہ نبی سارے عالم کے نبی۔ ان کی امت میں نہ گورے کالے کا فرق، نہ حسب ونسب کا امتیاز۔ سب مساوات کے ساتھ ان کے دین میں داخل اور ساری دنیا ان کی امت میں شامل۔

حضورﷺ نے فرمایا کہ بعثت الی الاسود والاحمر میں تو کالے اور سرخ کے لئے مبعوث کیا گیا۔ رنگ ونسل کے امتیاز کو حضورﷺ نے مٹایا آج اگر مرزائی متنبّی کو اصلی وحقیقی مسیح ناصری کے مقابلے میں نقلی اور جعلی مسیح بننے کی غرض سے ان کے ساتھ عناد ودشمنی ہے تو ہوا کرے اوران کے چیلے اگراسی عداوت کا اظہار بدیں الفاظ کرتے ہیں کہ ’’ہمیں بنی اسرائیل کے نبی کی حاجت نہیں۔‘‘ تو کیا کریں سارے عالم کے نبی (فداہ ابی وامی) اس ہرزہ سرائی کا جواب پہلے ہی فرما گئے کہ انا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم...... الخ! حضرت سید المرسلینﷺ کے اظہار شان ہی کے لئے رب العزت نے یہ حکمت رکھی کہ ظہور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے وقت حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نزول فرمائیں تا کہ دنیا پر ظاہر ہو جائے کہ فاطمی النسل محمد بن عبداللہ مہدی علیہ السلام امامت کر رہے ہیں اور بنی اسرائیل کے نبی ان کے مقتدی۔ اگر کوئی جدید صاحب شریعت نبی آپ کے بعد آتے تو۔

۱...... وعدہ ختم نبوت کیخلاف ہوتا۔

۲...... ان کی شریعت کی ضرورت وعدۂ تکمیل دین کے خلاف ہوتی۔

اگر غیر صاحب شریعت جدید نبی آتے تو

۱...... وعدۂ خاتم النّبیین کے خلاف ہوتا۔

۲...... ایسے نبی تو اور انبیاء کے بعد بھی آئے اس میں شان تخصیص نہ رہتی۔

سید المرسلین نبی الانبیاءﷺ جن کی نبوت کا میثاق سب رسل وانبیاء علیہم السلام سے لیا گیا۔ ان کی خاص شان کا اسی طرح اظہار کہ نبی اولوالعزم صاحب شریعت (جن کی شریعت نافذ ہوئی مگر شرع مصطفوی سے منسوخ ہو چکی) تشریف لائیں مگر تابع شرع مصطفوی بن کر اور مصداق یکون خلیفتی علی امتی ہو کر۔ اس لئے اس دلفریب منظر کو اس شادمانی وخوشی کے وقت کو حضور انورﷺ اس طرح پیش فرماتے ہیں۔ بیہقی صفحہ۳۰۱ عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہﷺ کیف انتم اذا نزل عیسیٰ بن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم تم۔ اس وقت کیسے (خوش) ہوگے جب عیسیٰ بن مریم آسمان سے تم میں نزول فرماہوں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔

اللّٰھم امنا وصدقنا بما اخبرنا نبیناﷺ

ان عیسیٰ علیہ السلام لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ ان عیسیٰ علیہ السلام یأتی علیہ الفنا

مذکورہ بالا احادیث کے متعلق حافظ جی نے ناحق یہ کہنے کی بھی تکلیف گوارہ فرمائی کہ ''یہ کوئی معتبر روایتیں نہیں نہ صحاح ستہ میں ان کا وجود پھر قرآن ان کو رد کررہا ہے۔ صحیح حدیثیں ان کو رد کررہی ہیں۔''

یہاں انہوں نے یقیناً حق شاگردی مرزا ادا نہیں کیا۔ انہیں وہی کہنا چاہئے تھا جو ایسے مواقع پر مرزا قادیانی نے کہا جب کبھی علماء نے کلام الٰہی کی تفسیر میں احادیث کو پیش کیا اور مرزا قادیانی کا دم بند ہوا تو مرزا قادیانی نے جھٹ کہہ دیا کہ۔

۱...... ''جو شخص حکم ہوکر آیا ہے اسے اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پاکر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پاکر رد کرے۔''

(حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص۱۰، خزائن ج۱۷ ص۵۱)

۲...... ''اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔''

(اعجاز احمدی ص۳۰، خزائن ج۱۹ ص۱۶۰)

مسلمان تو یقیناً قرآن کریم کو اسی طرح سمجھتے ہیں جس طرح حضور صاحب وحی وکتاب ﷺ نے اپنی احادیث میں سمجھایا۔ مرزا قادیانی نے جب قرآن ہی کے متعلق یہ فرمادیا کہ ''زمین سے اٹھ گیا تھا میں آسمان سے لایا ہوں۔'' تو حدیثوں کا انکار کردینا ان کے لئے کیا بڑی بات تھی۔

حافظ جی کو تو خبر نہیں مگر ہاں علم دین سے معمولی حصہ پانے والا بھی جانتا ہے کہ یہ کہنے سے کہ ''کوئی معتبر روایتیں نہیں نہ صحاح ستہ میں ان کا وجود...... الخ!'' کوئی حدیث غیر معتبر نہیں ہوسکتی۔ کیا صحاح ستہ کی حدیثوں کے سوا تمام احادیث غیر معتبر ہیں؟ اور کیا صحاح ستہ کی کسی حدیث میں کسی قسم کا ضعف ہے ہی نہیں؟ (اللہ اس جہالت سے پناہ میں رکھے)

۱...... پہلی حدیث علامہ ابن کثیر وابن جریر نے اپنی اپنی تفاسیر میں باسناد صحیحہ نقل فرمائی۔ ایک سند ہم نقل کئے دیتے ہیں: ''قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن عبدالرحمن حدثنا عبداللہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن قال قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ۔'' رسول ﷺ نے یہود سے فرمایا کہ یقیناً عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے اور وہ یقیناً تمہاری

طرف قیامت کے دن سے پہلے لوٹ کر آنے والے ہیں۔

۲...... وفد نصاریٰ بنی نجران کی دربار رسالت میں حاضری کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں اس قدر شہرت کے ساتھ ذکر کیا گیا کہ تاریخ اسلام سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والے کو بھی اس کی خبر ہوگی۔ ابن ہشام نے تفصیل لکھی جس کا دل چاہے دیکھ لے۔ ہم نے اس واقعہ کے صرف اس قدر حصہ کو نقل کیا جس کا ہمارے مضمون سے تعلق تھا۔ اب اس کی سند بیان کئے دیتے ہیں: ''اخرج ابن جریر ابن ابی حاتم عن الربیع قال ان النصاریٰ اتو رسول اللہ ﷺ فخاصموا فی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام وقالو له من ابوه وقالو علی اللہ الکذب البھتان فقال لھم النّبی ﷺ الستم تعلمون انه لا یکون ولداً الا وھو لیشبه اباه قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون ان ربنا حتی لا یموت وان عیسیٰ یأتی علیه الفنا قالو بلیٰ ''نصاریٰ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے باب میں مخاصمہ کرنے لگے اور کہا کہ (اچھا بتاؤ) ان کا باپ کون ہے؟ پھر خدا پر جھوٹ بہتان باندھنے لگے۔ (یعنی ان کو خدا کا بیٹا بتایا۔) حضور ﷺ نے فرمایا تم نہیں جانتے بیٹا ہمیشہ باپ سے مشابہ ہوا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں! حضور نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب تو ایسا زندہ ہے کہ کبھی نہیں مرے گا ہی نہیں اور یقیناً عیسیٰ علیہ السلام پر فنا آئے گی۔ وہ بولے بے شک، یا للعجب کہ اصلی مسیحی تو حضور کے سامنے ''بلیٰ'' کہیں مگر جعلی و نقلی مسیح کے پیرو ''لا'' ہی کہے جائیں۔

حضور اکرم ﷺ فرمائیں کہ وہ ابھی نہیں مرے بلکہ مریں گے۔ یہ کہے جائیں کہ نہیں وہ مر گئے۔ حافظ جی کا یہ کہنا کہ ''قرآن ان کو رد کر رہا ہے۔ صحیح حدیثیں ان کو رد کر رہی ہیں۔'' یہ صرف کہنا ہی کہنا ہے۔ اگر حوصلہ تھا تو کسی ایک آیت ہی میں دکھایا ہوتا کہ ''ان عیسیٰ مات'' عیسیٰ مر گئے۔'' قرآن کریم میں تو کسی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ''موت'' کا لفظ استعمال ہی نہ کیا گیا مگر وہی جہاں ان کے دوبارہ آنے کے بعد تمام اہل کتب کے ایمان لانے کا واقعہ بیان ہوا۔ یعنی ان من اھل الکتب الا لیومنن به قبل موته (اس کا ترجمہ بھی ہم وہی لکھ دیں جو مرزا قادیانی کے خلیفہ نمبرا نے لکھا شاید مرزائی اس کو دیکھ کر ہی ہدایت پا جائیں) ترجمہ ''نہیں کوئی اہل کتب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے (عیسیٰ علیہ السلام کے) پہلے موت اس کی (عیسیٰ علیہ السلام) کے۔'' (فصل الخطاب ج۲ ص۸۰) رہی توفی اس کی کیفیت ہم ظاہر کر ہی چکے۔

حافظ جی نے صحیح احادیث کا نام تو لیا مگر کوئی ایک حدیث ہی نقل کی ہوتی جس میں یہ موجود ہوتا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مر گئے۔'' علمائے اسلام برسوں سے مرزائیوں کو للکار رہے ہیں کہ کوئی ایک حدیث ایسی ہی سہی جیسی ہم پیش کر رہے ہیں دکھاؤ جس میں موجود ہو کہ ''عیسیٰ بن مریم مر گئے۔'' مگر آج تک نہ کوئی دکھا سکا نہ دکھا سکے۔ ہاں اپنی خود رائی سے قرآن کریم کے معنی بدلے۔ احادیث کے معنی بدلے، اصح احادیث میں بیان کیا گیا کہ ''عیسیٰ بن مریم آسمان سے منارہ شرقی دمشق پر دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ باب لد پر دجال کو قتل کریں گے۔ ۴۰، ۴۵ برس زندہ رہیں گے۔ سرکار دو عالم کی قبر انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں گے۔ پھر مدینہ منورہ ہی میں انتقال فرمائیں گے۔ وہیں حضور انور ﷺ کے مقبرہ میں اس طرح دفن ہوں گے کہ ان کی قبر چوتھی ہو۔'' (ملخصا)

اس سے زیادہ دجل وفریب اور کیا ہوگا کہ مرزا جی لغت کو بدلیں۔ صرف ونحو کو بدلیں، ناموں کو بدلیں، اپنی ڈکشنری نئی بنائیں۔ تعجب ان پر ہی جو ایسے کھلے کھلے امور کو دیکھتے ہوئے بھی ان کے فریب میں آئیں اور سمجھانے پر بھی راہ راست نہ پائیں۔

مرزائی ڈکشنری کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

الفاظ	مرزائی ڈکشنری
عیسیٰ بن مریم	غلام احمد بن گھسیٹی
کدعہ	قادیان
منارہ	نور کی جگہ (اور وہ مینار جو مرزا قادیانی نے چندے سے بنایا)
شریف	خاندان مغل
قرآن	وہ جو مرزا قادیانی آسمان سے لائے۔ (معاذ اللہ)

الفاظ	مرزائی ڈکشنری
دو فرشتے	نور الدین ومحمد احسن
باب لُد	شہر لدھیانہ
دمشق	ظہور مسیح
قبر	جنت یا دوزخ کا ٹکڑا
حدیث	وہ جس کو مرزا قادیانی ردّی کر کے نہ پھینکیں

وغیرہ ذلک من الخرافات

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

خطبہ امام حسنؓ

حافظ جی نے کسی جگہ حضرت امام حسن علیہ السلام وعلیٰ آباءٗ السلام کے خطبہ کے کلمات دیکھ لئے لہٰذا بے سوچے سمجھے لکھ ڈالا تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ حیات مسیح کے ثبوت میں ایک حوالہ دے تو دیا۔ اگر ذرا عقل ہوتی، عربی زبان کا کچھ علم ہوتا تو سوچتے کہ امام حسنؓ نے حضرت علیؓ کی رحلت کا ذکر فرماتے ہوئے صرف تاریخ کی اہمیت دکھاتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور وہاں بھی اسی مسلمانوں کے عام اعتقاد کے مطابق حضرت علیؓ کے انتقال کی کیفیت کو قبض کے لفظ سے ظاہر کیا مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے وہ لفظ نہ استعمال کیا بلکہ عرج کہا۔ اگر دونوں کی کیفیت یکساں ہوتی تو ایک لفظ استعمال ہوتا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع وعروج کا مسئلہ صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک ایسا مشہور چلا آرہا ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی بھی اس واقعہ کا کسی عنوان سے ذکر کرتا ہے اس مخصوص کیفیت عروج کی طرف کسی نہ کسی انداز سے اشارہ کر ہی دیتا ہے۔ وہی شان اس خطبہ کے کلمات میں بھی موجود ہے۔ حافظ جی نے حضرت ابن عباسؓ کا نام لیا ہم نے ان کا عقیدہ پیش کیا اب امام حسن کا ذکر کیا۔ لیجئے اب حضرت امام حسنؓ کا عقیدہ بھی ملاحظہ کیجئے۔ امام حسن مجتبیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''كيف تهلك امة انا اولها والمهدى وسطها والمسيح اخرها'' وہ امت کیونکر ہلاک ہوسکتی ہے جس کا اول میں ہوں وسط امام مہدی ہیں اور آخر مسیح علیہ السلام۔ (مشکوٰۃ ص ۵۸۳) یہاں یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ مہدی اور ہیں اور مسیح دوسرے یعنی وہی مسیح بن مریم، یہ مرزائیوں کا فریب ہے کہ مسیح ومہدی دونوں ایک ہی ہیں۔

عمر مسیح علیہ السلام

ثبوت موت مسیح میں جناب حافظ صاحب حجج الکرامہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں۔ (غالباً ان کے نزدیک یہ کتاب صحاح ستہ میں داخل ہوگی اس لئے کہ بقول ان کے صحیح حدیثیں تو فقط صحاح ستہ ہی میں ہیں) علمائے محققین نے اس قسم کی تمام حدیثوں کو جمع فرمایا جس میں حضرت مسیح کی عمر کا ذکر آیا اور جو فیصلہ مختلف احادیث میں تطبیق دینے سے کیا جاسکا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۲۰ سال ان کی عمر شریف کی وہ پوری مدت ہے جو اس زمین پر انہوں نے گزاری اور گزاریں گے۔ مرزائیوں کی عام عادت ہے وہی مرض حافظ جی میں بھی کہ کہیں سے آدھا پاؤ جملہ

لے لیا۔ حدیث کا کوئی جز وذکر کر دیا تحقیق کرنا پورے جملوں پر نظر ڈالنا یہ علماء کا کام۔ حافظ جی کو اس سے کیا نسبت۔ تحریر طویل ہوتی جاتی ہے۔ ورنہ ہم اس کی تفصیل بھی لکھ دیتے۔

قبر مسیح علیہ السلام

سامعین جلسہ وعظ کو یاد ہوگا ہم نے ترجمہ حدیث کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور رسول اکرم ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ قبر اور مقبرہ کا فرق معمولی اردو پڑھے ہوئے بھی جانتے ہیں۔ حافظ جی کی دھوکہ دہی کے لئے کہ اول ہمارے لفظ کو بدلا پھر یہ بیہودہ بات تراشی کہ ''آنحضرت ﷺ کی قبر کو شہید کرنے کی کون مسلمان جرأت کرے گا۔'' پھر قبر کی وہ نئی اصطلاح بتائی جو مرزائی ڈکشنری میں انہیں آنکھ بند کر کے نظر آئی، اور اس تحریف نے بھی ان کی کچھ حاجت روائی نہ کی بلکہ موجب رسوائی ہوئی جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا۔

ان تمام لغو باتوں کے جواب میں ہم اپنے ناظرین کو مختصراً وہ فیصلہ سنا دیں جو احادیث وآثار صحابہ میں موجود۔ ظاہری معنی کو بدلنا اور من گھڑت معنی لینا آپ نے دیکھ ہی لیا۔ اصول کا مسئلہ ہے کہ یہ الحاد ہے۔ حدیث میں جو لفظ آئے ان کا کھلا مطلب آثار صحابہ میں دیکھئے۔ وہ امام بخاری جن کی تعلیق وروایت کردہ اثر پر بھی حافظ جی اور تمام مرزائی پورا اعتماد رکھتے ہیں۔ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں۔ صاحب درمنثور اس کو ج۲، ص۲۴۵ پر بدیں الفاظ درج کرتے ہیں: ''اخرج البخاری فی تاریخه عن عبداللّٰه بن سلام قال یدفن عیسیٰ علیه السلام مع رسول اللّٰه ﷺ وابی بکر وعمر فیکون قبره رابعاً'' عبداللہ بن سلام جو یہود کے سب سے بڑے عالم تورات وانجیل کے زبردست فاضل مانے جاتے تھے اور اجل اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ وابوبکر وعمرؓ کے ساتھ دفن کئے جائیں گے پس ان کی قبر اس مقبرہ میں چوتھی قبر ہوگی۔

اس مضمون کی ایک مرفوع حدیث علامہ ابن جوزی محدث نے ''کتاب الوفاء'' میں نقل کی ہے جس میں حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: ''ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمساً واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر (مشکوٰة ص۴۸۰)'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین کی طرف اتریں گے پھر شادی کریں گے۔ پھر ان

کی اولاد ہوگی اور ۴۵ برس کے بعد رحلت فرمائیں گے پھر میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے پھر حشر کو میں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک مقبرہ سے اٹھیں گے ابوبکرؓ وعمرؓ کے درمیان۔ حافظ جی کہاں تک حدیثوں کا انکار کریں گے اوران کی تحرف کو حدیثیں چلنے کب دیتی ہیں۔ قبر سے آپ نے باغ جنت مراد لیا تو قطع نظر اس کے قبر کا لفظ اس معنی کے لئے نہ بنایا گیا نہ اس معنی میں مستعمل نہ کسی لغت میں قبر کے یہ معنی آئے نہ زبان عرب کا کوئی محاورہ اس کا شاہد۔ لفظ دفن کو کیا کیجئے گا۔ باغ میں آرام کرنے کو دفن ہونا کس ملک میں بولتے ہیں؟ قادیان کا مخصوص محاورہ ہو تو عجب نہیں کہ وہاں کی ہر بات بے ڈھنگی۔ دنیا میں تو سیر وتفریح آرام کو دفن نہیں بولتے۔ پھر قبر کے معنی باغ جنت لینے پر رابعاً کی صفت کیسے چسپاں ہوگی، اور باغ جنت میں قبروں کی شمار کا کیا طریقہ ہوگا۔ تحریف کرتے شرم تو نہ آئی ہوگی اور تحریف بھی ایسی کھلی اور باطل تحریف کے کوئی اجہل بھی نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے پھر شادی کریں گے پھر اولاد ہوگی۔ ۴۵ برس دنیا میں رہ کر انتقال فرمائیں گے۔ پس میرے مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے۔ ایسے موقع پر کوئی کودن بھی نہ کہے گا کہ قبر کے معنی مزار نہیں باغ جنت ہے۔ باغ جنت تو ان حضرات کے غلاموں کے لئے بھی ہے اوران کی قبریں قطعہ جنت بنی ہوئی ہیں مگر قبر کے معنی کا انکار تو کسی طرح بنتا ہی نہیں۔ حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر (حشر کو) میں اور عیسیٰ علیہ السلام ایک مقبرے سے اٹھیں گے۔ ابوبکر وعمرؓ کے درمیان۔ اب اگر قبر کے معنی واقعی مراد نہ لو، تو باغ جنت یہاں کس طرح مراد ہوسکتا ہے؟ حدیث شریف کا ایک ایک کلمہ حافظ کی اس تحریف کو باطل کر رہا ہے۔ مرزائیوں کی غیرت پر حیرت ہے کہ انہیں ایسی صریح باطل بات زبان سے نکالنے کی جرأت کس طرح ہوتی ہے۔

حافظ جی نے ہماری نقل کردہ ایک حدیث پر اور ہاتھ صاف کرنے کی کوشش بے جا کی۔ مگر بے چاروں نے حدیث پڑھی ہوتی تو یہ تمیز آتی کہ حدیث پر تنقید کس طرح کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے ناحق براہ عناد یہ لکھا کہ فلاں حدیث معتبر نہیں۔ ان کے لئے سیدھی سی بات وہی تھی جو مرزا قادیانی نے کہا کہ ’’جو حدیث ان کی مرضی کے خلاف ہو وہ ردی کی ٹوکری میں۔‘‘ معاذ اللہ وہ ناحق صاحب کنزالعمال کو بدنام کرتے ہیں اور ابن عساکر کی تمام روایتوں کو ناقابل اعتبار بتاتے ہیں۔ انہیں اتنی تمیز کہاں کہ کسی کتاب کو نامعتبر کہنا تو کیا حدیث کو ضعیف کرے گا۔ اگر خاص

کسی حدیث پر جرح مبہم کی جائے وہ بھی پایۂ اعتبار سے ساقط نہیں ہوتی اور جرح مبہم کسی حدیث کو ناقابل استدلال نہیں کرسکتی ورنہ ہر حدیث کو جو چاہے نامعتبر بتادیا کرے۔ کبھی اصول حدیث کو خواب میں بھی دیکھا ہے۔ کچھ بودگی تھی تو وجہ ضعف لکھی ہوتی اور اور ایک حدیث ضعیف بھی ہوتی تو جب اس مضمون کی بکثرت صحیح حدیثیں وارد ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے تو انکار کا کیا محل؟ بلکہ فرض کرو کوئی اور حدیث اس مضمون کی نہ ہوتی صرف ایک حدیث ہی ہوتی اور وہ بھی ضعیف ہوتی تو کیا قابل انکار تھی؟ بقول مرزا قادیانی تھی تو حدیث ہی، کس مدعی مہدیت ومسیحیت کے الہام کی ڈینگ تو نہ تھی کیوں نہ مانی جاتی۔ ضعیف حدیث اس وقت چھوڑی جاتی ہے جبکہ وہ قوی وصحیح کے معارض ہو، اس کا معارض ہی کہاں ہے؟ افسوس بے علمی اور مدارک علمیہ میں دخل دے کر اپنا ایمان برباد کرنا۔ اللہ ہدایت کرے۔

مؤطا امام مالک کی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے اس سے یہ معنی نکالنا کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں تین مقبروں ہی کا ہونا مقدر تھا۔ حافظ جی کی مزید جہالت کا ثبوت ہے۔ حدیث میں اس کی رمق بھی نہیں یہ خالص افتراء اور محض بہتان ہے۔ غیرت ہو تو حدیث میں وہ لفظ بتائیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ حجرہ صدیقہ میں تین قبروں ہی کا ہونا مقدر تھا۔ آپ کے دین کا مدار ایسی افتراء پردازیوں پر ہی ہے؟ ثبوت شے کا نفی ماعدا کی دلیل کس نے مانا ہے؟ یہ تو ایک علمی اصول ہے آپ اس کو نہ سمجھ سکے تو اتنا سمجھنا بھی آپ کی عقل سے بالاتر تھا کہ خواب میں کسی کو ایک شے کے پیدا ہونے کی خبر ملنا اس کے اور اولاد ہونے کا انکار نہیں۔ خواب کے ذریعہ سے حضرت امام حسنؓ کی ولادت کی خبر دی گئی تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت خاتون جنت کے اور اولاد ہی نہ ہوگی۔ اگر حضرت صدیقہؓ کے اس خواب میں ان کے حجرۂ مبارکہ میں حضور سید عالم ﷺ اور شیخین جلیلین کے مدفون ہونے کی خبر ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت صدیقہؓ کے زمانہ میں یہ تین حضرات آرام فرمائیں گے۔ نہ یہ معنی کہ پھر اور قبر ہی نہ ہوگی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا دفن ان کے زمانہ میں نہیں اس لئے ان کی خواب میں اس کا بیان بھی نہیں اور بیان کی حاجت بھی کیا جبکہ صحیح حدیثوں میں صراحت کے ساتھ اس کا بیان موجود ہے تو کیا خواب میں اس کا بیان نہ ہونے سے ان تمام صحیح احادیث کا انکار جائز ہوجائے گا؟

نفس امر یہ ہے کہ مرزائی اور حدیث سمجھیں؟ وہ تو سمجھے ہیں، نہ سمجھیں گے، دین میں

سمجھ کے لئے ایمان شرط، جب شرط نہیں تو مشروط کہاں سے آئے؟

حدیث کو مرزا قادیانی اور ان کے حواریّین کیا سمجھ سکتے ہیں جبکہ بقول حافظ جی مدتوں تک قرآن کریم کے لفظوں کو بھی مرزا قادیانی نہ سمجھ سکے بلکہ ان کے الہام کرنے والے نے بھی ان کو نہ سمجھایا برسوں ایسے عقیدہ میں مبتلا رہنے دیا جوان کے خلیفہ نمبر۲ کے نزدیک مشرکانہ عقیدہ ہے۔ حافظ جی کا دعویٰ ہے کہ ''جب تک صریح طور پر مرزا قادیانی کو خدائے تعالیٰ نے خبر نہیں دی وہ بھی مسلمانوں کے رسمی عقیدہ کو تسلیم کرتے رہے۔'' کیا حافظ جی نے یہ سمجھ لیا ہے کہ دنیا میں کوئی عقل والا رہا ہی نہیں جو اتنی موٹی بات کو بھی مان جائے کہ کسی معاملہ میں حرام وحلال جائز وناجائز کا امر یا نہیں دوسری چیز ہے اور ایک تاریخی واقعہ بلکہ ایک لفظ کے لغوی معنی دوسری چیز، مرزا قادیانی تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ''توفی کے معنی درحقیقت موت ہیں۔'' تمام آیتیں تمام حدیثیں تمام لغت عرب بقول ان کے سب کے سب اس کی تائید کرتے ہیں پس اس سے اتنا تو ثابت ہوگیا کہ۔

۱...... مدتوں برسوں مرزا قادیانی تمام آیتوں، تمام حدیثوں، تمام لغت عرب کے معنی (بقول خود) غلط سمجھتے رہے اس وقت تک ان کے نزدیک بھی تمام آیتوں تمام حدیثوں تمام لغت عرب میں توفی کے معنی درحقیقت موت کے نہ تھے اب اس کے بعد سمجھے تو لغت عرب کے ذریعہ نہ سمجھے قرآن کے ذریعے نہ سمجھے حدیث کے ذریعہ نہ سمجھے بلکہ (بزعم خود) صرف اپنے الہام سے سمجھے، چنانچہ فرماتے ہیں۔ ''اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکا ہے۔'' اس الہام سے مرزا قادیانی یہ سمجھے کہ ''توفی کے معنی درحقیقت موت ہی کے ہیں۔''

(ازالہ اوہام ص۵۶۱، خزائن ج۳ ص۴۰۲)

پس اب نہ (مرزائیوں کو) قرآن سے مطلب، نہ حدیث سے غرض، نہ لغت عرب سے بحث، صرف یہ دیکھ لینا ہے کہ مرزا قادیانی کا الہام سچا یا جھوٹا خدا کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے؟ اس کی پہچان خدائے قدوس نے قرآن کریم میں بتا ہی دی کہ: ''لو کان من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیہ اختلافاً کثیرا'' اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو تم اس میں بہت اختلاف پاتے یعنی جن الہاموں میں اختلاف ہو وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ انصاف پسند حضرات بغور دیکھیں کہ اس مزعومہ الہام کی رو سے انی متوفیك کے معنی ہوئے ''میں تجھے مارنے والا ہوں۔'' چنانچہ بقول مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے۔ اب دوسرا مزعومہ الہام دیکھئے جناب مرزا قادیانی (براہین احمدیہ ص۵۱۹، خزائن ج۱ ص۶۶۴ حاشیہ) میں فرماتے ہیں کہ: بعد اس کے الہام ہوا یٰعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ۔ اے عیسیٰ (یہاں

عیسیٰ سے مراد جناب مرزا قادیانی ہیں اس لئے کہ یہ الہام ان پر ہورہا ہے ان کے متعلق ہے۔(معاذ اللہ))''میں تجھے کامل اجر بخشوں گا نیز فرمایا اے عیسیٰ (مرزا قادیانی) میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔''

خدارا انصاف شرط ہے للہ! کوئی غور کر کے کہ اس مزعومہ الہام میں جبکہ لفظ متوفیک مرزا قادیانی کے لئے استعمال کیا گیا تو الہام ہی میں اس کے معنی''کامل اجر بخشوں گا۔''فرمائے گئے''پوری نعمت دوں گا۔''بتائے گئے اور جب یہی وحی ربانی حضرت عیسیٰ بن مریم کے متعلق قرآن حکیم میں ذکر ہوئی تو مرزا قادیانی ہی کے مزعومہ الہام میں یہ معنی بتائے گئے کہ''وہ فوت ہو چکا ہے۔''وہی لفظ جب مرزا قادیانی کے لئے الہام میں بولا گیا تو الہام کرنے والے نے اور معنی بتائے وہی لفظ بالکل اسی شان سے اسی عبارت میں جب عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آیا تو الہام کرنے والا دوسرے معنی بتائے۔یا تو یہ مرزا قادیانی پر الہام کرنے والا دروغ گورا حافظہ نباشد کا مصداق ہے۔یا الہام کا مدعی ہی مفتری وکذاب۔

سچے خدا کا الہام ہمیشہ سچا

اس شکل کو دیکھتے ہوئے ہمیں یقین ہے کہ مرزائی صاحبان اپنی آئندہ تحریروں میں ''توفی''کے معنی کے متعلق جہاں اور شرطیں لکھتے رہے اب اس شرط کا اضافہ کردیں گے اور یہ لکھیں گے کہ''توفی باب تفعل سے ہونا فاعل اللہ ہو مفعول بہ خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم مسیح ناصری علیہ السلام ہوں تو اس کے معنی موت ہی کے ہوں گے۔''ورنہ اگر وہ یہ شرط نہ لگائیں گے تو ان کے چیلنج کے جواب میں مرزا قادیانی کے مزعومہ الہام (براہین احمدیہ ص۵۱۹،۵۵۷، خزائن ج۱ ص۶۱۹،۶۶۴) کو پیش کردیا جائے گا۔اس لئے کہ مرزا قادیانی کو بھی تو اعجازی کلام کا دعویٰ ہے ہی اور اس کے معنی چونکہ وہیں (بہ زعم مرزا قادیانی) الہام ہی میں بیان کردیئے گئے ہیں۔لہٰذا مرزائیوں کو ان کے ماننے میں انکار بھی نہ ہوگا۔

۲...... حافظ جی نے اپنی اس عبارت میں یہ بھی مان لیا کہ''حیات مسیح مسلمانوں کا رسمی عقیدہ تھا۔اسی لئے مرزا قادیانی اسے تسلیم کرتے رہے۔''

پس جب حافظ جی کو یہ تسلیم ہے کہ حیات مسیح تمام مسلمانوں کا عقیدہ تھا تو اس میں بھی انہیں تأمل نہ ہوگا کہ اس کے بعد (مزعومہ الہام ہی کے ذریعہ سہی) جو عقیدہ ممات مسیح کا سکھایا وہ اس عقیدہ کیخلاف ایک نیا طریقہ تھا۔اب ہم حدیث شریف میں دیکھتے ہیں کہ پرانے طریقے کیخلاف نیا طریقہ بتانے والے کون ہوتے ہیں اور ہمیں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔

حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ’’ان بین یدی الدجال کذابون ثلٰثون او اکثر قال ما ایتهم قال ان یاتوک بسنة لم تکونوا علیها یغیرون بها سنتکم ودینکم فاذا رأیتموهم فاجتنبوهم وعادوهم (رواہ الطبرانی عن ابن عمرؓ)‘‘ دجال سے پہلے تیس یا زیادہ کذاب ہوں گے۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ ان کی نشانی کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ تمہارے پاس وہ طریقہ لے کر آئیں گے جس پر تم پہلے نہ ہو گے وہ اپنے اس طریقہ سے تمہارے طریقہ اور دین کو بدل ڈالیں گے جب تم انہیں دیکھو تو ان سے بچنا اور ان سے عداوت رکھنا۔ (کنز العمال ج۷، ص۱۷۱)

ناظرین! آپ نے دیکھ لیا، سن لیا، حضور ﷺ نے ہمیں ذرا ذرا سی باتوں کی بھی خبریں پہلے ہی سے دے دیں، ہر قسم کی پہچانیں بتادیں: فهل انتم منتهون!

اب بھی اسی دجالی فتنہ سے نہیں بچو گے؟

حافظ جی کی دو ورقیوں کا جواب مختلف عنوانوں کے ماتحت ختم ہوا۔ ان کا اس دو ورقی میں آخری جھوٹ کہ (حافظ جی کی) ’’ان تحریروں نے ہمیشہ پریشان کیا ہے۔‘‘

مارشس والوں پر روشن کہ پریشان ہم تھے یا حافظ جی، جواب کا ’’دندان شکن‘‘ ہونا دلائل سے ظاہر۔ بہرصورت ہمیں ان فضولیات سے کچھ سروکار نہیں۔ وہ ہمیں اس سے زیادہ سب وشتم کرلیں لیکن خدارا اللہ جل وعلا ورسول اللہ ﷺ پر حملہ سے باز آئیں۔

باوصف مشاغل کثیرہ چلتے چلتے قلم برداشتہ دو نمبروں کے جواب دے ہی چکا تھا اب کہ جہاز میں سفر کر رہا ہوں، چاروں طرف نصاریٰ کا ہجوم ہے خود میری کیبن میں چار کیتھولک پادری میرے قریب کے کیبن میں پادریوں کا انسپکٹر پروٹسٹنٹ پادری وغیرہ بھی بہت سے آزاد خیال افراد میں بھی بہت سے منچلے...... میرا وہی حال ہے جو مارشس میں تھا چاروں طرف مختلف قسم کے مسائل پوچھنے والے، ہجوم کئے ہوئے اور میں تن تنہا جواب دینے کے لئے۔ یکسوئی کے ساتھ تحریر کی مہلت عنقا، پھر اس پر یہ عجیب ماجرا کہ ایک طرف دائیں آنکھ میں سخت درد، دوسری طرف تکلیف درد۔ معابمنہ تعالیٰ اسی حالت میں جو کچھ لکھا گیا وہ حاضر۔

مالک عالم کلام میں اثر دے جو ناظرین کے قلوب کو انوار ہدایت سے بھر دے۔ اگر اسے دیکھ کر ایک مرزائی بھی راہ راست پر آ گیا تو یہ بہترین ثمرہ ہوگا۔

مجھے مسودے کو صاف کرنا تو کجا بغور نظر ثانی کی بھی فرصت نہیں۔ اس لئے ناظرین سے التجا ہے کہ اگر کہیں سہو وسستی پائیں معاف فرمائیں اور بالفرض ناقل وکاتب صاحب سے

کتابت میں غلطی ہو تو مجھے ذمہ دار نہ بنائیں بلکہ خود اصلاح فرمالیں، دعائے خیر میں ہمیشہ یاد کرتے رہیں کہ مالک عالم اعدائے دین کی سرکوبی اور دین متین کی صحیح خدمت کے لئے مزید قوت وہمت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین ﷺ وعلیٰ اصحابہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العٰلمین!

محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری

کیبن ۲۱۹، ایس ایس جنرل وارڈ...... یکم مئی ۱۹۲۹ء

تقریظ جلیل

صدر الافاضل بدر الاماثل خلیفۂ اعلیٰ حضرت

علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین قادری اشرفی حنفی مراد آبادیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم!

عزیز و محبی حامی دین ناصر شرع متین مولانا الحاج شاہ محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی سلمہ العلیٰ الولی وحفظہ من شر کل غوی وایدہ بالایدالقوی نے مرزائی کا قلم برداشتہ جواب سفر کی رواروی اور جہاز پر ملاقاتوں کے ہجوم میں ایسا لکھا کہ باید وشاید۔ حقیقت واضح ہوگئی اور مرزائیت کے بطلان کا پردہ فاش ہوگیا۔

مرزائی مبلغ کا رد بحمد اللہ ابلغ وجہ پر ہوا اور مرزائی دین کی بنیادیں متزلزل ہوگئیں سلامت بیان، روانی مضمون، قوت دلیل، حسن ادا ایک ایک بات قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب مولانا کی اس تحریر کو گم گشتان راہ کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے۔ درحقیقت مولانا موصوف اسلام کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں اور انہوں نے دور دراز ممالک اور جزائر میں پہنچ کر بر و بحر کے سفروں کی صعوبتیں برداشت کر کے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی خدمتیں وقف کردی ہیں۔ جزاء اللہ تعالیٰ خیر الجزاء!

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین المراد آبادی غفرلہ الہادی!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

ختم نبوت

حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلم ان ختم النبوةعلى سيدنا محمدﷺ تدل عليه دلائل:

منها...... الاوّل:

قوله تعالى: ﴿ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النّبيين (احزاب:٤٠)﴾ لان قوله تعالىٰ: ”خاتم النّبيين“ حجة قاطعة على ختم النبوة على محمدﷺ۔ ولهذا كان اشفق وارحم على امة لان النّبى الذى بعده نبى يجوز ان يترك شيئاً من النصيحة والبيان لانها يستدركها من بعده واما من لا نبى بعده فيكون اشفق وارحم على امته واهدى بهم من كل الوجوه۔

منها...... الثانى:

قوله تعالىٰ: ﴿كان الناس امة واحدة يبعث الله النّبيين مبشرين ومنذرين وانزل معهم الكتب بالحق ليحكم بين الناس (بقره:٢١٣)﴾ لان هذه الآية تفيد ان كل نبى لا يكون نبياً فى اصطلاح الشرع الا من يجمع الصفات الاربعة:

الاولىٰ: ان يكون مبشراً

والثانية: ان يكون منذراً

والثالثة: ان ينزل معه الكتاب بالحق

والرابعة: ان يكون سفيرا بين الخالق والمخلوق فى الهداية والافاضة كما يدل عليه قوله تعالىٰ: ﴿ليحكم بين الناس (بقره:٢١٣)﴾

فلولا ختمت النبوة على سيدنا محمدﷺ وجاز ان يكون بعده نبى يلزم ان ينزل معه الكتاب كما توجبه الصفة الثالثة فيقدح فى كمال القرآن فى التعليم فلا يصدق قوله تعالىٰ: ﴿اليوم اكملت لكم دينكم (مائده:٣)﴾ ثم اعلم ان الآية المصدرة كما تدل على ختم النبوة على سيدنا محمداﷺ كذلك تدل على امرين آخرين۔

الاوّل: ان الـنبوة فى اصطلاح الشرع لا تكون الا نبوة تشريعية لا ظـليـا وبـروزيـا كـمـا اخترعه اهل زماننا فان يسئل ان هارون عليه السلام كـان نبيناً ولم يكن صاحب امة ولاكتاب يجاب بان هارون عليه السلام كان صاحب امة وصاحب كتاب۔

امـا الاول فـلانـه تـعـالىٰ قال فى البقرة ﴿اٰل موسىٰ واٰل هارون﴾ فـذكـر ال مـوسـىٰ اولاً واٰل هـارون عـليهـما السلام ثانيا استقلالا فكان كل واحـد مـنهـمـا صـاحـب امة فـاٰل موسىٰ عليه السلام هم الذين استفادوا فى بركاته وآل هارون هم الذين استفاضوا فى فيوضاته۔

وامـا الثـانـى فـلانـه تـعـالىٰ قـال فـى الـصٰـفٰت ﴿واتينهما الكتاب الـمستبيـن﴾ اى اتيـنا كل واحد منهما الكتاب المستبين ونظيره قوله تعالىٰ ﴿وانزل معهم الكتب (بقره:۲۱۳)﴾ فان المراد انزل مع كل واحد منهم الكتاب اذ ارادة انزالا لكتاب الواحد مع جميعهم ظاهر البطلان۔

والثـالث ان النبى فى اصطلاح الشرع لا يكون نبياً الا من بعث فى اللّٰه بـالهـديـات والـوحـى وجـعـل سـفيرا بين الخالق والمخلوق فى تبليغها واشـاعتهـا بيـن الـنـاس كـمـا تـقتضيه الصفة الرابعة ولايكون نبياً بمجرد الـوحـى والـمكائمة والا يلزم ان يكون الحواريون انبياء حيث قال تعالىٰ فى الـمـائـدة ﴿او حيـث ال الـحواريين﴾ ويدل على نفيه وبطلانه قولهﷺ لم يـكـن بينى وبينه (اى عيسىٰ عـليه السلام) نبـى فـمن توهم ان النّبوة مجرد الـوحـى ومكـالـمة الـملك فقد حاد عن الصواب الى ترى الى قوله تعالىٰ فى الـقـصـص ﴿واوحيـنـا الىٰ ام موسىٰ﴾ مع انها لم تكن نبية ثم اعلم ان النّبى بـالـمـعـنـى الـلغوى اى المخبر فى اللّٰه سواء كان لا فاضة الناس ديناً او امراً ذاتياً لا يجوز ان يستعمل بعد سيدنا محمداًﷺ فيمن بعده لتجانس اللفظى ولذالم يجتراء ابو بكر ولا عمر ولا عثمان ولا علیؓ على ان يستعمل فيهم لفظ الـنِبى بـالـمـعـنـى الـلـغـوى مـع انهـم فـنوا فى نـبيناﷺ وكانو اخيار قرن

النّبیﷺ۔ قالﷺ "خیر القرون قرنی" ولذا لم یجوز شبابا اهل الجنة والحسن والحسینؓ استعماله فهما مع انهما کانا معاً جمال النّبیﷺ ظاهراً وباطناً ولذا لم یخبر قطب الاقطاب الشیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سره استعماله فیه مع انه قال خضنا بحراً لم یقف علی ساحلة الانبیاء ای فنینا فی النّبی الامی الذی هو کالبحر فی السخاء فمن ادعی النّبوة بعد نبیناﷺ لم یکن مجدداً ولا مهدیا ایضاء لان الافتراء لیس من شان المجددیة والمهدویة۔

منها...... الثالث

قوله تعالیٰ: ﴿تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعلمین نذیرا (فرقان:۱)﴾ اعلم ان هذه الایة تفید ان نبیناﷺ افضل العالمین بل افضل النّبیین۔

اماالاوّل: فلانه ینهم منها ان نبیناﷺ کان بالکتاب الا لٰهی للعالمین نذیراً ومن کان بالکتاب الا لٰهی للعالمین نذیراً فهو نبی العالمین والعالمون امته والنبی افضل من امته۔

اما الثانی: فلانه یتجلیٰ منها ومن قوله تعالیٰ ﴿الیوم اکملت لکم دینکم (مائده:۳)﴾ ان نبیناﷺ بعث بالکتاب الالٰهی الجامع الکامل لتبلیغ العالمین کلهم اجمعین والتبلیغ الذی قسم من قبل بین الف نبی او الفین فوض والزم ادائه الی نبینا الواحدﷺ۔ فنبیناﷺ اجمع واکمل القوی فی الحقیقة وفی علم الله سبحانه فهو الانسان الاجمع الاکمل فی سائر النّبیین فهو افضل النّبیین فلو جاز ان یکون بعد نبیناﷺ نبی یلزم ان یکون النّبی المتاخر افضل فی نبیناﷺ وهو ظاهر البطلان لما مر۔ اما اللزوم فلانه کما یتحرک کل متحرک لتحصیل المطلوب واذا وجد مطلوبه سکن ووقف کذلک تحرکت النّبوة فی نبی الیٰ نبی ثم الی نبی لانه کان مطلوبها الانسان الاجمع الاکمل فلم تقف علی آدم علیه السلام ولا علی نوح علیه

السلام ولا علیٰ ابراهیم علیه السلام وغیرهم فی الانبیاء فاذا وصلت الی الذات المحمدیة ووجدتها سکنت ووقفت لانه الانسان الاجمع الاکمل وهو مطلوبها وقد حصل فلوا جاز ان یکون بعد نبیناﷺ نبی ولم تختم النّبوة علیه یلزم ان لا یکون الانسان الاجمع الاکمل بل یکون النّبی المتاخر الانسان الاجمع الاکمل فهو افضل منه ویبطل قوله تعالیٰ: ﴿تبارك الذی...... الخ! (ملك:۱)﴾ کما مرفی التفصیل ولما کان فی ارادة اللّٰه الا زلیة ان تختم النّبوة علی الواحدة کما ابتدات فی آدم علیٰ الواحدة وتذهب الاجنبیة وتصیر بنو آدم قوماً واحداً کما انهم تحت نوع واحد بعث تعالیٰ بالکتاب الجامع الکامل الانسان الجامع الکامل الیٰ العالمین کلهم نبیاً مشترکاً واحداً فصارت بنو آدم قوماً واحداً اختتاماً کما کانو ابتداء۔

دلیل اول

قوله تعالیٰ: ''ما کان محمداً ابا احمد من رجالکم ولکن رسول اللّٰه وخاتم النّبیین ط وکان اللّٰه بکل شیء علیما (الاحزاب:۴۰)'' ﴿یعنی محمدﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔﴾

آنحضرتﷺ کی ابوت روحانی کا سلسلہ تا قیامت غیر منقطع ہے

اس آیت کا یہاں کیا تعلق ہے؟ اصل مضمون تو آنحضرتﷺ کا اسوہ حسنہ ہوتا تھا اور یہ کہ مومنوں کا تعلق آپ سے روحانی تعلق ہے اور آپ مومنوں کے لئے روحانی طور پر باپ ہیں، اسی مضمون کو یہاں ادا کیا ہے اور بتایا ہے کہ محمدﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن چونکہ اس سے جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی ''ابوت'' کی نفی کا اشتباہ پیدا ہوتا تھا اس لئے حرف استدراک لکن سے فی الفور اس کا ازالہ کیا اور فرمایا: ''رسول اللّٰه'' وہ اللہ کے رسول ہیں، یعنی روحانی طور پر تمہارے باپ ہیں، کیونکہ ہر ایک رسول اپنی امت کے حق میں روحانی طور پر باپ کا حکم رکھتا ہے، جس طرح جسم کی ابتداء باپ سے ہوتی ہے، روحانیت کی ابتداء رسول سے ہوتی ہے۔ پس ''رسول اللّٰه'' کا لفظ لا کر آپﷺ کی ابوت روحانی کو قائم کیا۔ لیکن یہاں پھر

ایک وہم پیدا ہوتا تھا کہ جس طرح پہلے رسولوں کے بعد دوسرے رسول آجاتے رہے تو پہلے رسولوں کی ابوت روحانی منقطع ہوجاتی رہی۔ کیا اسی طرح رسول اللہ کے ساتھ ہوگا؟ تو فرمایا ایسا نہیں ہوگا بلکہ آپ ’’خاتم النّبیین‘‘ بھی ہیں، یعنی آخری نبی اور آپﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس لئے آپ کی ابوت روحانی کا سلسلہ بھی تا قیامت منقطع نہ ہوگا۔ بلکہ جو فیض ملے گا وہ صرف محمد رسول اللہﷺ سے ہی ملے گا اور اسی فیض کے پانے سے ہی آپ کی امت کے لوگ مثیل انبیاء ہوں گے۔ ’’علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل‘‘ وہ نبی نہ ہوں گے۔ پر نبیوں کی طرح ہوں گے وہ نبی نہ ہوں گے۔ پر اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوگا۔ ’’رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء‘‘ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام معطل نہیں ہوسکتی۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کی دلیل ہے کہ تمام دنیا کی ضروریات مذہبی کے متعلق مکمل ہدایات رسول اللہﷺ پر نازل فرمادیں۔ اسی لئے آیت کا ختم ’’بکل شیٔ علیما‘‘ پر کیا ہے۔

تفسیر خاتم النّبیین باللغۃ

خاتم کے معنی ’’مہر‘‘ بھی ہیں اور ’’آخر‘‘ بھی، لیکن کسی قوم کے ’’خاتَم‘‘ اور ’’خاتِم‘‘ سے مراد ان میں سے ’’آخری‘‘ ہونا ہے: ’’خِتام القوم وخَاتمھم وخاتِمھم اٰخِرھم‘‘ (لسان العرب) اور ’’خاتَم‘‘ اور ’’خاتِم‘‘ ہمارے نبیﷺ کے اسماء میں سے ہیں اور ’’خاتم النّبیین اور ’’خاتم النّبیین‘‘ کے معنی ہیں آخری نبی (لسان العرب) اور آپﷺ کو ’’خاتم النّبیین‘‘ کہا۔ اس لئے کہ نبوت کو آپ کے ساتھ ختم کردیا (مفردات امام راغب) ’’خاتم النّبیین‘‘ کے معنی لغت سے اوپر بیان ہوچکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا ’’خاتَم‘‘ یا خاتِم‘‘ ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ یعنی ان میں آخری ہونا، پس نبیوں کے ’’خاتم‘‘ کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں۔

تفسیر خاتم النّبیین بالاحادیث النبویۃ

یہاں ان سب احادیث کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں جن میں ’’خاتم النّبیین‘‘ کی تشریح کی گئی ہے یا جن میں آنحضرتﷺ کے بعد نبی کا نہ آنا بیان کیا گیا ہے اور یہ احادیث متواترہ ہیں جو صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد نبی نہیں۔

حدیث اوّل: جس میں لفظ ’’ختم النّبیین‘‘ کی تفسیر زبان نبوی ﷺ سے مروی ہے۔ متفق علیہ ہے۔’’مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویتعجبون له ویقولو ن هلا وضعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النّبیین ‘‘یعنی میری مثال اور نبیوں کی مثال ایک شخص کی مثال ہے۔ جس نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھا خوبصورت بنایا سوائے کونے کی اینٹ کے تو لوگ اس کے گرد گھومتے اور تعجب کرتے اور کہتے اینٹ کیوں نہیں لگائی سو میں وہ اینٹ ہوں اور میں ’’خاتم النّبیین‘‘ ہوں۔

دوسری حدیث: ابوداؤد اور ترمذی میں لفظ ’’ختم النّبیین‘‘ کی تفسیر یوں کی ہے: ’’انه سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی ‘‘یعنی میری امت میں ’’تیس کذاب‘‘ ہوں گے ہر ایک ان میں سے جھوٹا دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں ’’ختم النّبیین‘‘ ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور تیسری حدیث: جو مسلم، ترمذی میں نسائی کی ہے یہ ذکر ہے کہ مجھے چھ چیزوں میں دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے۔ جن میں چھٹی یہ ہے کہ ’’ختم بی النّبیون‘‘ یعنی میرے ساتھ نبی ختم کئے گئے ہیں، وہاں بجائے ’’خاتم النّبیین‘‘ کے یہ لفظ رکھ کر بتا دے کہ ’’خاتم النّبیین‘‘ سے یہی مراد ہے نہ کچھ اور۔

وہ احادیث جن میں آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی درحقیقت ’’خاتم النّبیین‘‘ کی تفسیر ہی ہیں۔ بہت سی ہیں مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں نبی کے بعد نبی آتا تھا۔ لیکن میرے بعد نبی نہ آئے گا۔ بلکہ خلفاء ہوں گے اور ایک حدیث میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا اور ایک میں ہے کہ علیؓ کی نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں اور ایک میں ہے کہ میرا نام عاقب ہے اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو’’انا العاقب والعاقب الذی لیس بعده نبی‘‘

اور ایک میں ہے کہ نبوت میں کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات۔

اور ایک میں ہے کہ نبوت اور رسالت منقطع ہوگئی۔

اور دس حدیثوں میں ہے کہ ’’لا نبی بعدی‘‘ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور ایسی حدیثیں جن میں آپ ﷺ کو آخری نبی کہا گیا ہے چھ ہیں۔

اس قدر زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کرنا بیّنات اور اصول دینی سے انکار ہے۔

لو عاش ابراهیم لکان نبیا پر بحث

اور ''ختم نبوت'' کے خلاف جو کچھ احادیث میں سمجھا گیا ہے وہ ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے۔ ''لو عاش ابراہیم لکان نبیا'' مگر اول اس سے امکان نبوت نہیں نکلتا، بلکہ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ''لوکان فیهما الهة الا الله لفسدتا'' جس طرح یہاں دوخداؤں کا ہونا اور فساد دونوں ممتنع امر ہیں، اسی طرح وہاں ابراہیم کا زندہ رہنا اور اس کا نبی ہونا دونوں ممتنع ہیں۔ دوسرے اس حدیث کی سند میں ضعف ہے، کیونکہ اس میں ابوشیبہ ابراہیم ہے۔ جسے ضعیف کہا گیا ہے۔ تیسرے اس کی تشریح دوسرے اقوال سے ہوتی ہے۔ مثلاً بخاری میں عبداللہ بن ابی اوفی کا قول: ''لو قضی بعد محمد ﷺ نبی عاش ابراهیم ولکن لا نبی بعده'' یعنی اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو آپ ﷺ کا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا۔ لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یا انسؓ کا قول: ''ولو بقی لکان نبیا لکن لم یبق لان نبیکم آخر الانبیاء'' یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ لیکن وہ باقی نہیں رہا کیونکہ تمہارے نبی آخری نبی ہیں۔

حضرت عائشہؓ کا قول

''قولوا خاتم النّبیین ولا تقولوا لا نبی بعده'' اور ''ختم نبوت'' کے خلاف ایک قول حضرت عائشہؓ کا پیش کیا جاتا ہے: '' قولوا خاتم النّبیین ولا تقولوا لا نبی بعده '' یعنی خاتم النّبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نزدیک ''ختم النّبیین'' کے معنی کچھ اور تھے۔ کاش وہ معنی بھی کہیں مذکور ہوتے، حضرت عائشہؓ کے اپنے قول میں ہوتے۔ کسی صحابی کے قول میں ہوتے۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث میں ہوتے۔ مگروہ دوبطن قائل ہیں اور اس قدر حدیثوں کی شہادت جن میں ''خاتم النّبیین'' کے معنی ''لا نبی بعدی'' کئے گئے ہیں۔ ایک بے سند قول پر پس پشت پھینکی جاتی ہے۔ یہ غرض پرستی ہے۔ خداپرستی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تیس حدیثوں کی شہادت ایک بے

سند قول کے سامنے رد کی جاتی ہے۔ اگر اس قول کو صحیح مانا جائے تو کیوں اس کے معنی یہ نہ کئے جائیں کہ حضرت عائشہؓ کا مطلب یہ تھا کہ دونوں باتیں اکٹھی کہنے کی ضرورت نہیں۔ ’’خاتم النّبیین‘‘ کافی ہے۔ جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے آپؐ کے سامنے کہا ’’خاتم الانبیاء ولا نبی بعدہ‘‘ تو آپ نے کہا ’’خاتم الانبیاء‘‘ کہنا تجھے بس ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا مطلب ہو کہ جب اصل الفاظ ’’خاتم النّبیین‘‘ واضح ہیں اور احادیث نبویہ سے واضح ہو چکے ہیں تو وہی استعمال کرو۔ یعنی الفاظ قرآنی کو الفاظ حدیث پر ترجیح دو۔ اس سے یہ کہاں نکلا کہ آپ الفاظ حدیث کو صحیح نہ سمجھتی تھیں اور اتنی حدیثوں کے مقابل اگر ایک حدیث ہوتی تو وہ بھی قابل قبول نہ ہوتی چہ جائیکہ صحابی کا قول ہو جو حدیث کے مقابل شرعاً حجت نہیں۔

صراط الذین انعمت علیہم!

’’انعمت علیہم‘‘ سے کون مراد ہیں؟ قرآن کریم خود تشریح فرماتا ہے کہ ’’الذین انعم اللہ علیہم من النّبیین والصدیقین والشہداء والصلحین (النساء)‘‘ یعنی وہ انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔ یہاں نبی کا لفظ آجانے سے بعض لوگوں کو یہ ٹھوکر لگی ہے کہ خود ’’مقام نبوت‘‘ بھی اس دعا کے ذریعہ سے مل سکتا ہے اور گویا ہر مسلمان ہر روز بار بار ’’مقام نبوت‘‘ کو ہی اس دعا کے ذریعہ سے طلب کرتا ہے۔ یہ ایک اصولی غلطی ہے۔ اس لئے کہ نبوت محض موہبہ ہے اور نبوت میں انسان کی جدوجہد اور اس کی سعی کو کوئی دخل نہیں ایک وہ چیزیں ہیں جو موہبہ سے ملتی ہیں اور ایک وہ جو انسان کی جدوجہد سے ملتی ہیں۔ نبوت ’’اوّل‘‘ یعنی پہلی قسم میں سے ہے جیسا کہ: ’’الرحمن علم القرآن‘‘ سے بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ الرحمٰن کے معنی بلا بدل اور بلا جدوجہد رحمت کرنے والا ہے۔ دنیا میں کوئی شخص کوشش کر کے اور دعائیں مانگ مانگ کر، اور خدا سے التجائیں کر کے نہ پہلے نبی بنا، نہ آئندہ بنے گا بلکہ خود اللہ تعالیٰ ’’اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (الانعام)‘‘ کے ماتحت جب چاہتا کسی کو نبوت ورسالت کے منصب پر کھڑا کر دیتا تھا، یہاں تک کہ اپنی کامل ہدایت کی راہیں آنحضرت ﷺ پر کھول کر تمام آنے والی نسلوں کے لئے مقام نبوت ورسالت کو ایک برگزیدہ انسان کے نام کے ساتھ مخصوص کر دیا اور اس کو ’’النبی‘‘ اور ’’الرسول‘‘ کے نام سے پکار کر بتا دیا کہ اب دوسرا نبی اور دوسرا رسول نہیں ہوگا۔ پس مقام نبوت کے لئے دعا کرنا ایک بے معنی فقرہ ہے اور اسی شخص کے منہ سے نکل سکتا ہے جو اصول دین سے ناواقف ہے۔

اگر یہ دعا نبوت کے حاصل کرنے کے لئے ہوتی تو کم از کم آنحضرتﷺ کو ہی مقام نبوت پر کھڑا ہونے سے پہلے سکھائی جاتی مگر قرآن کریم میں اس کا موجود ہونا بتاتا ہے کہ مقام نبوت ملنے کے بعد سکھائی گئی۔ نبوت عطا فرما کر اس دعا کا سکھانا صاف بتاتا ہے کہ حصول نبوت کے لئے یہ دعا نہیں اور اگر حصول نبوت کی دعا مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ تیرہ سو سال میں کسی مسلمان کی دعا قبول نہ ہوئی۔ حالانکہ مقربین اور محبوبین ہزاروں کی تعداد میں ہوکر گزرے، خدا خود دعا سکھائے اس کی حکمت یہ ہو کہ دعا مانگنے والے کو نبوت ملے۔ دعا کرنے والی امت کو ''خیر امۃ'' کہا جائے اور پھر تیرہ سو سال سب کے سب محروم رہیں۔ حتیٰ کہ وہ بھی جن کے متعلق صریح سند ہے۔ ''رضی اللہ عنہم ورضوعنہ'' اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔

''یبنی آدم اما ایتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیٰتی فمن اتقٰی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والذین کذبوا بأیتنا واستکبروا عنھا اولٰئك اصحب النارھم فیھا خالدون (الاعراف)'' ﴿یعنی اے بنی آدم! اگر کبھی تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں، میری آیات تم پر پڑھتے ہوں، تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ پچھتائیں گے اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں اوران سے تکبر کریں، وہ آگ والے ہیں، اسی میں رہیں گے۔﴾ پہلی آیت سے پیشتر چند باتیں عام طور پر ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے کہی ہیں۔ ''یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا'' ''یبنی آدم لا یفتننّکم الشیطن'' ''یبنی آدم خذو زینتکم'' اور یہاں نیز سیاق کے مطابق ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے کہا ''یبنی اٰدم امام یاتینکم رسل'' جس کا مطلب یہ ہے کہ لباس سارے بنی آدم کے لئے ہے۔ شیطان کے فتنہ سے سب بنی آدم کو متنبہ کیا ہے۔ سب بنی آدم خدا کی عبادت کرتے وقت زینت اختیار کرنے کو کہا اور بالآخر سب بنی آدم کو بتایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی اپنا رسول بھیجے تو اس کو قبول کرنا چاہئے۔ کیونکہ رسولوں کو قبول کرنے سے انسان کی اصلاح ہوتی ہے اوران کا رد کرنا موجب خسران ہے۔ بعض ختم نبوت کے منکر اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ اس کے ماتحت آنحضرتﷺ کے بعد بھی رسول آتے رہنے چاہئیں۔ اس آیت سے رسولوں کے آنحضرتﷺ کے بعد آنے کا نتیجہ اوّل بہاء اللہ نے اور بعد میں ان کی

نقل کر کے مرزا محمود احمد قادیانی کے مریدوں نے نکالا ہے۔ حالانکہ اس آیت کو نہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اور ان کی زندگی میں ان کے مریدوں نے کبھی پیش کیا۔ ایک شرطیہ جملہ سے یہ نتیجہ نکالنا کمال نادانی ہے۔ مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ اگر بنی آدم کے پاس خدا کا رسول آئے۔ تو اس کو قبول کرنے میں ان کی بہتری ہے۔ سو وہ رسول اللہ یعنی محمد ﷺ ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات کے متعلق یہ اعلان ہے کہ اگر اس کو قبول کرلو گے تو تمہاری بہتری کا موجب ہے اگر رد کرو گے تو تمہارے نقصان کا موجب ہے اور اگر کہا جائے کہ ''رسل'' کا لفظ جمع کیوں استعمال کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لئے کہ خطاب کل نبی آدم کو ہے اور بنی آدم کی طرف رسول بھیجنے کا عام ذکر ہے۔ تو بلاشبہ آنحضرت ﷺ سے پہلے بنی آدم کے پاس رسول آتے رہے اور سب سے آخر حضرت محمد ﷺ کو بھیجا گیا کہ دنیا کی کل قوموں کو ایک سلسلہ اخوت میں منسلک کریں اور اس بات کی شہادت کہ آپ کے بعد رسول نہ آئیں گے۔ دوسری جگہ سے ملتی ہے جہاں فرمایا: ''الیوم اکملت لکم دینکم (مائدہ:۳)'' ﴿آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔﴾ رسول تو دین سکھانے کے لئے آتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کر کے پہنچا دیا تو پھر رسولوں کے آنے کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔ جب ''کمال شریعت'' اور شریعت کے آنے کے لئے مانع ہوگیا تو ''کمال نبوت'' بھی اور نبی کے آنے کے لئے مانع ہوگیا جو ضرورت تھی وہ پوری ہوگئی۔ آفتاب رسالت شمس نصف النہار کی طرح چمک رہا ہے۔ اس لئے اب کسی ''رسول'' کی ضرورت دنیا کو نہیں اور وہ لوگ جو ''رسول'' کے آنے کا جواز نکالتے ہیں۔ مگر شریعت کا آنا نہیں مانتے ان کے لئے خود یہاں لفظ موجود ہیں: ''یقصّون علیکم اٰیٰتی'' یعنی ''رسول'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیغام بھی لائیں گے۔ وہی پیغام شریعت ہے اور اگر کہا جائے کہ یہ کسی پہلے ''رسول'' کی آیات ہیں تو پھر تکذیب تو ان آیات کی ہے۔ دیکھو اگلی دوسری آیت ایسے ''رسول'' کی تکذیب کوئی شے نہ ہوئی۔

دوسری آیت سے صاف شہادت ملتی ہے کہ رسولوں کے آنے سے مراد ایسے رسولوں کا آنا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغام بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ جس طرح پہلے فرمایا تھا: ''اما یاتینکم منی ھدی (البقرۃ)'' اور اس کے متعلق دو گروہوں کا ذکر کیا:

ایک: ''فمن تبع ھدای'' اس ہدایت کی پیروی کرنے والے اور

دوسرے:’’والذین کفروا وکذبوا بایتنا ‘‘یعنی اس ہدایت،اس پیغام کا انکار کرنے والے۔اسی طرح یہاں دوگروہ ہیں ایک اصلاح کرنے والے دوسرے آیات یعنی پیغام الٰہی کی تکذیب کرنے والے پس دونوں آیتوں کا مطلب ایک ہے اور دونوں گروہوں کی جزا کا ذکر یکساں الفاظ میں ہے۔دونوں میں سزا تکذیب پیغام کی ہے۔

ظلی نبوت

صوفی جسے’’ظلی نبوت‘‘ کہتے ہیں وہ فی الواقع نبوت نہیں بلکہ نبوت کی بعض صفات کی جھلک ہے۔جو ایک سچے پیروی کرنے والے میں پیدا ہوجاتی ہے۔جس طرح ’’ظل اللہ‘‘نہیں اسی طرح ’’ظل نبی‘‘نہیں اور نہ ظلی نبوت،نبوت ہے۔

ختم نبوت آنحضرتﷺ پر جو ایک ہی دنیا میں کامل انسان ہوا رحمت ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:’’الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون. الذین آمنوا وکانوا یتقون. لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ ۔ لا تبدیل لکلمت اللّٰہ ذلك ھو الفوز العظیم (یونس) ‘‘﴿سن لو اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور وہ غمگین ہوں گے جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے،اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔﴾

یہاں آیت کے آخر پر یہ لفظ لاکر(ذلک ھو الفوز العظیم)یعنی یہی بڑی بھاری کامیابی ہے، یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ بلند سے بلند مقام ہے جس پر انسان نبوت محمدیہ کے فیوضات کے ذریعہ سے پہنچ سکتا ہے،اس سے اوپر کوئی مقام نہیں اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اب نبوت نہیں تو کچھ بھی نہیں یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دروازہ بند ہوگیا۔حدیث میں ہے کہ جب نبی کریمﷺ نے فرمایا’’ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت ولا رسول بعدی ولا نبی قال فشق ذلك علی الناس فقال ولکن المبشرات ‘‘﴿یعنی رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی اور میرے بعد کوئی رسول نہیں اور نہ کوئی نبی ہے تو یہ بات لوگوں پر شاق گزری۔تو آپﷺ نے فرمایا:لیکن’’مبشرات‘‘باقی ہیں۔﴾جس میں یہی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ ومخاطبہ جو اصل نعمت ہے وہ باقی ہے کیونکہ وہ معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے اور اسی طرح اشارہ ہے۔’’رجال یکلّمون من غیر ان یکونوا انبیاء ‘‘میں۔ہاں!نبوت کی اصل غرض چونکہ لوگوں پر اللہ

تعالیٰ کی رضا کی راہوں کا ظاہر کرنا تھا اور تکمیل دین کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی اس لئے اب نبوت نہیں، مگر مقامات عالیہ تک پہنچنے کی سب راہیں آنحضرت ﷺ کے ذریعہ موجود ہیں، چنانچہ احمد اور ابن ابی حاتم اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ان اللّٰہ تعالیٰ عبادا لیسوا بانبیاء ولا شہداء یغبطھم النّبییون والشہداء علی مجالستھم وقربھم من اللّٰہ '' (روح المعانی) یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو نبی اور شہید نہیں، لیکن نبی اور شہید کے مرتبہ اور ان کے اللہ تعالیٰ کے قرب پر رشک کریں گے اور ابوہریرہؓ سے اسی کی مثل روایت ہے: ''ان من عباد اللّٰہ یغبطھم الانبیاء والشہداء '' اور جب لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون ہیں تو آپ نے ان کے متعلق کچھ باتیں بیان کر کے یہی آیت پڑھی: ''الآ ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (تفسیر ابن جریر)''

اور ایسی ہی روایت ابوداؤد میں ہے (ابن کثیر) اور ان روایات کا ماحصل یہی ہے کہ بسبب کمال اتباع نبوی قرب الٰہی کے مراتب اسی طرح لوگوں کو ملتے رہیں گے اور انقطاع نبوت سے مقامات عالیہ سے محروم نہ کئے جائیں گے۔ بلکہ اگر آنحضرت رحمت عالم ﷺ پر جو تمام عالم میں ایک ہی انسان کامل ہیں اور اپنے کمالات میں نظیر نہیں رکھتے۔ نبوت ختم نہ ہوتی اور دوسرے نبی آنے والے کی اتباع لازم کی جاتی تو وہ مقامات عالیہ جو بسبب کمال اتباع محمدی حاصل ہوتے ہیں، ان سے مخلوق محروم رہ جاتی۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر ختم نبوت تمام مخلوق کے لئے رحمت ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کئی راتوں میں نہایت نیاز اور رازداری سے دعا کی کہ اے اللہ اتباع محمدی سے مستفیض فرما اور ''مستجاب الدعاء'' ہوا۔

سوال...... عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مستقل انبیاء اولوالعزم سے ہیں تو برتقدیر نزول اگر شرع محمدی ﷺ کے متبع ہوں گے تو نبوت سے معزول کئے جائیں گے جو سراسر خلاف عقل ونقل ہے اور اگر ''نزول مع النّبوة'' ہوگا تو ''خاتم النّبیین'' کی مہر ٹوٹ جائے گی؟

جواب...... نبوت اور رسالت کے لئے دو رخ ہیں، یعنی ظہور اور بطون، اللہ تعالیٰ سے مکالمہ ومخاطبہ اور فیضان کے حاصل کرنے کو بطون کہا جاتا ہے اور صاحب بطون کو مقرب الٰہی ہونا لازم اور غیر منفک ہے اور مخلوق کی طرف توجہ اور تبلیغ شریعت ظہور ہے اور بسبب تبدل وتغیر شرائع کے ظہور میں انقلاب آسکتا ہے اور چونکہ نبی سابق کی شریعت کیلئے نبی لاحق کی شریعت ناسخ ہوتی ہے

تو نبی لاحق کے زمانہ میں نبی سابق کو اپنی شریعت کو ترک کر کے نبی لاحق کی شریعت پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتا تو اس کو بغیر میری شریعت کے عمل درآمد کرنا جائز نہ ہوتا اور اس ظہور کے انقلاب سے نبوت کے بطون میں جس کو قرب الٰہی اور عنداللہ معزز ہونا لازم ہے، ہرگز تغیر نہیں آتا بلکہ ترقی ہوتی ہے۔ بشرطیکہ نبی متبوع نبی تابع سے اکمل ہو۔ کیا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آنحضرت ﷺ کو بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوکر نماز پڑھنے کی اجازت دی اور بعد میں جب بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو آپ ﷺ کی نبوت ورسالت میں فرق آگیا یا آپ ﷺ اس قدر ومنزلت سے جو آپ ﷺ کو پہلے بارگاہ خداوندی میں حاصل تھی معزول کئے گئے۔ ہرگز نہیں۔ لیکن حصول نبوت اور نبی ہونے کے لئے یہ لازم اور ضروری ہے[۱] کہ ایک بار مستقل طور پر صاحب بطون وصاحب ظہور ہوا۔ اگر کلکتہ کے علاقے کا لیفٹیننٹ گورنر لاہور کے لفٹنٹ کے علاقہ میں بغرض اصلاح آئے تو اس کو لیفٹیننٹ گورنر کہا جائے گا لیکن وہ اس عہدہ پر نہیں آیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آنحضرت ﷺ کے بعد دنیا کے سارے پیغمبر آجائیں تو ''خاتم النّبیین'' کی مہر نہیں توڑ سکتے۔

مرزا قادیانی کا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہونا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبوت تشریعیہ کا مدعی ہے اور اس کے ثابت کرنے کے لے ہم ان کا ایک مکالمہ ووحی بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ مکالمات الٰہیہ جو ''براہین احمدیہ'' میں شائع ہوچکے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ وحی ہے: ''هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهر علی الدین کله'' اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔

(براہین احمدیہ ص۴۹۸، خزائن ج۱ ص۵۹۳)

یہ آیت ''سورہ فتح'' کے اخیر رکوع میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔'' اس آیت میں نبی تشریعی کا بیان ہے جیسا کہ ''بالهدیٰ ودین الحق'' سے ظاہر ہے اور مرزا قادیانی کا یہ فقرہ کہ (اس میں صاف طور اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے) اس امر پر کھلی شہادت ہے کہ مرزا قادیانی نبوت تشریعیہ کے مدعی ہیں۔

۱؎ کما یدل علیه قوله تعالیٰ ﴿کان الناس امة واحدة……الخ﴾

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

تذکرۃ العباد

(لکیلا یفتروا باقوال اہل الحاد)

حضرت مولانا عبدالحئی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین ۰
وانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء بما کانوا یفسقون ۰

تعارف…… تذکرۃ العباد لکیلا یغترو باقوال اھل الالحاد

جس میں اسباب عذاب پر مفصل بحث کی گئی اور بتلایا گیا ہے کہ طاعون زمانہ حال میں کثرت معاصی وشامت اعمال کا نتیجہ ہے اور یہ کہ طاعون گزشتہ سنین میں کئی بار واقع ہوچکی ہے حالانکہ مدعی نبوت جدید کوئی بھی موجود نہ تھا اور یہ کہ طاعون آنحضرتﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے: اللھم اجعل فناء امتی قتلا فی سبیلك بالطعن والطاعون ۔ نبی کے انکار پر اس کی بناء نہیں اور آیت وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا کا ایسا مقدر قرار نہیں دیا جائے گا جو آیت خاتم النّبیین کی معارض واقع ہو کیونکہ قرآن تعارض حقیقی سے مبّرا ہے اور ختم نبوت پر قرآن وسنت اجماع امت اور قیاس عقلی اور بائبل سے جو اس وقت عیسائیوں کی ہاتھ میں موجود ہے مکمل ثبوت اور یہ کہ مماثلت انبیاء کو ممکن ہے لیکن یہ محض اخلاقی مماثلت اور روحانی مشابہت ہے جس کے پیرایہ میں نبوت نہیں حاصل ہوسکتی جو فیض وہبی ہے بلکہ بعض کمالات جزئیہ غیر نبیوں میں پائی جاتی ہے جن کی انبیاء بروز قیامت تمنا کریں گے۔ لیکن پھر بھی غیر نبیوں کو درجہ نبوت تک رسائی نہیں۔ الغرض قرآن سے اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ ہر دفعہ مماثلت کے پرایہ میں نبوت نہیں حاصل ہوتی اور اس مسئلہ کو واضح اور مدلل طور پر کئی ایک مثالوں سے حل کیا گیا ہے۔

مرزاقادیانی کی قلم سے اس بات کا ثبوت کہ طاعون ان کی مکذب ہے

۱…… عام طور پر یہ بات جماعت مرزائیہ کے زباں زد ہے کہ ظہور طاعون مرزاقادیانی کی نبوت کا مصدق ہے لیکن جہاں تک مرزاقادیانی کی تصانیف کو دیکھا گیا تو حالت برعکس نظر آئی اور نتیجہ خلاف پیدا ہوا یعنی طاعون کا وقوع ملک میں خود بدولت کے دعویٰ کا بکلی استحصال کرتا ہے کیونکہ دافع البلاء میں آپ نے یہ پیش گوئی قلم بند کی ہے: ’’قادیان میں طاعون نہیں آئے گا کیونکہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔ (دافع البلاء ص۱۰، خزائن ج۱۸ ص۲۳۰)‘‘ انی لا یخاف لدی المرسلون (دافع البلاء ص۷، خزائن ج۱۸ ص۲۲۷) جو پوری نہیں ہوئی۔ قادیان میں طاعون زور وشور پر رہا اور اس کثرت سے موتیں وارد ہوئیں کہ خود بدولت گھبرا کر قادیان سے باہر ایک کنارے خیمہ زن ہوئے اور اپنے اخباروں میں وقتاً فوقتاً وقوع طاعون کا اقرار بھی کرتے رہے۔ خداتعالیٰ کا

مرزا قادیانی کی پیش گوئی کو جامۂ وجود پہنانے سے انکار کرنا اسلام کی پہلی تائید ہے اور پھران کے اخباروں میں ان کی قلم سے اس اقرار کو قلم بند کرانا دوسری تائید ہے۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اور نووی نے شرح مسلم میں بحوالہ قول قاضی عیاض یہ مسئلہ اعتقادیہ تحریر کیا ہے کہ انسان کی کئی پیش گوئیاں جو باعتبار نجوم یا رمل یا جفر بیان کرتا ہے۔ اتفاقیہ طور پر صحیح نکل آتی ہے۔ مگر جب وہ مدعی نبوت ہوجائے اس کی پیش گوئیاں قطعاً خدا کی طرف سے جھوٹی کی جاتی ہیں تاکہ خلق خدا پر تلبیس واقع نہ ہو اور وہ غیر نبی کو نبی نہ خیال کرنے لگیں اور توراۃ کتاب استثناء باب ۱۸ میں جھوٹی مدعی کی یہ شناخت لکھی ہے کہ: ''اگر کوئی نبی خدا کا نام لے کر کوئی ایسی بات کہے جو پوری نہ ہو تو سمجھ کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے تو اس سے مت ڈر۔'' اس رول کے ماتحت مرزا قادیانی کی کل پیش گوئیوں اور الہامات میں تخلف واقع ہوا جو آپ کی افتراء پردازی کی دلیل ہے۔ محمدی بیگم کے متعلق مشتہرہ پیش گوئی اور عبداللہ آتھم کی موت، لیکھرام کی موت، وغیرہ وغیرہ ان میں سے کوئی الہام اپنی عبارت میں پورا نہیں ہوا۔

لیکھرام کے متعلق آپ نے یہ الفاظ لکھے تھے کہ وہ خارق عادت موت سے مرے گا۔ حالانکہ اس کی موت کسی آسمانی خارق عادت طریق سے عمل میں نہیں آئی بلکہ وہ مقتول ہوا جو عام طور پر سرحد میں روزانہ ایسے واقعات عمل میں آتے ہیں اور نیز حمامۃ البشریٰ میں ان الفاظ میں وہ الہام مندرج ہے: بشرنی ربی بموته فی ست سنة جو قاعدہ کے لحاظ سے یہ عبارت غلط ہے جو ملہم کی لاعلمی پر دلالت کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ شیطان لاعلم ہے خدا کی ذات لاعلمی سے مبّرا ہے۔ اس کی صفت تو قرآن میں لکھی ہے: ''قد احاط بکل شیء علما'' اور لکھا ہے ''انزله الذی یعلم السرفیٰ السموت والارض'' اور الہام الٰہی کے متعلق ارشاد ہے: ''انما انزل بعلم اللّٰه'' قاعدہ متقضی تھا کہ اعداد کی تمیز ثلث سے عشر تک مجرد اور مجموع ہو اور مرزا قادیانی برخلاف ضابطہ ست کی تمیز مفرد لکھی ہے یعنی ست سنۃ اور چاہئے تھا ست سنین یا ست سنوات۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خودساختہ الہام ہے ورنہ عبارت میں غلطی نہ ہوتی اور یہ ممکن نہیں کہ خدا کا الہام غلط عبارت میں نازل ہو چنانچہ مرزا قادیانی نے رسالہ ضرورت الامام میں اس بات کا خود اعتراف کیا ہے کہ جس الہام کی عبارت برخلاف قاعدہ اور غلط ہے وہ منجانب اللہ نہیں۔

۲...... اور ایک طرح سے بھی طاعون مرزا قادیانی کے دعویٰ کی تکذیب کرتی ہے کہ (کشتی نوح ص۱۰، خزائن ج۱۹ ص۱۰) میں آپ لکھتے ہیں کہ: ''مجھے خدا کا الہام ان لفظوں میں ہوا۔ انی حافظ کل من فی الدار'' (کشتی نوح ص۱۰، خزائن ج۱۹ ص۱۰) اور فی الدار کی وسعت کو ایسا عام و تام بیان

کیا کہ جوفرد بشر میری مریدی میں داخل ہوگا کہ وہ گویا میری چاردیواری میں داخل ہے وہ طاعون کی زد سے محفوظ رہے گا گویا گھر کی چاردیواری نہیں بلکہ بیعت کی چاردیواری مراد ہے۔ اور اس بناء پر اپنے مریدوں کو طاعون کا ٹیکا لگانے سے منع کردیا کہ خدا نے طوفان طاعون میں ان کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ اس لئے وہ ٹیکا کی ضرورت سے سبکدوش ہیں مگر مرزاقادیانی کے مریدوں کا طاعون نے وہ ستیاناس کیا کہ الامان الامان معلوم ہوتا تھا کہ دراصل متبع طاعون یہی قوم ہے اور نیک بختوں پر انہیں کی شامت سے طاعون واقع ہورہی ہے۔ دراصل طاعون کا مریدوں پر حملہ نہ تھا بلکہ مرزاقادیانی کے الہام پر حملہ کر کے ان کی تکذیب منظور تھی حتی کہ دھرم کوٹ رندھاوا میں ایک واقعہ اس نوعیت سے گزرا کہ مرزاقادیانی کے مریدوں نے اپنی ہم جماعت مطعون کی لاش کو بغیر دفن چھوڑ دیا اور نزدیک تک نہ گئے آخر کار مسلمانوں کی جماعت نے بحکم لاچاری اسے تہ زمین میں ڈال دیا۔ کہتے ہیں کہ اس کا جنازہ ادا نہیں ہوا تھا۔

۳...... اتفاق سے مرزاغلام حیدر مرحوم کا انتقال ہوگیا۔ جن کا رہائشی مکان مرزاقادیانی کے مکان سے ملحق تھا جو ان کے ورثاء کی تحویل میں آگیا۔ وہ اپنا حصہ فروخت کرنے پر رضامند ہوگئے۔ تب مرزاقادیانی نے اپنے الہام کا رخ دوسری طرف پھیر دیا اور کہا کہ: ’’اس طوفان میں بحکم انی احافظ کل من فی الدار میرا مکان بمنزلہ کشتی نوح ہے جو اس میں داخل رہے گا وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور جو اس سے باہر ہوا وہ تباہ ہوگا۔ لیکن میرا مکان بالکل تنگ ہے جس میں بہت تھوڑے آدمیوں کی گنجائش ہوسکتی ہے اور مرزاغلام حیدر متوفی کے ورثاء اپنا وہ حصہ جو میرے مکان سے ملحق ہے۔ بیع کرنے پر رضامند ہوگئے ہیں۔ اس لئے چندہ کی ضرورت ہے تاکہ میں اپنے مکان کو جو بمنزلہ کشتی نوح ہے وسیع کردوں تاکہ زیادہ آدمیوں کی حفاظت ہوسکے۔‘‘ (کشتی نوح ص۷۶، خزائن ج۱۹ ص۸۶) کوئی مرید غور نہیں کرتا کہ پہلے خود بدولت نے الہام کے معنے یہ قرار دیئے تھے کہ جو میری بیعت کی چاردیواری میں داخل ہوگا طاعون کے حملہ سے محفوظ رہے گا۔ اور اب مرزاغلام حیدر کا متروکہ مکان فروخت ہوتا دیکھ کر الہام کا رخ دوسری طرف کردیا۔ کہاں لکھا ہے کہ مرزاغلام حیدر متوفی کے مکان کا فروخت ہونا الہام کے معنے تبدیل کرنے کے لئے قرینہ صارفہ ہے۔ دوئم اگر آپ کا مکان بمنزلہ کشتی نوح تھا جیسا کہ آپ نے الہام کا منشا ظاہر کیا ہے تو پھر نبی کو اپنے الہام پر ایسا اعتماد ہونا چاہئے کہ اس میں ذرہ بھر پس وپیشی نہ کرے۔ اور سمجھے کہ زمین وآسمان ٹل جائیں مگر خدا کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ معہذا آپ کا کشتی نوح کو چھوڑ کر باہر صحراء میں خیمہ زن ہونا کیا معنے رکھتا ہے؟ اینچہ بوالعجبی است؟ سوم اگر آپ کا مکان بمنزلہ کشتی

نوح تھا تو مرزا نظام الدین طاعون کے حملہ سے کیوں محفوظ نہ رہے اور مرزا قادیانی نے ان کو طاعون کی زد سے کیوں نہ بچایا۔ حقیقت الوحی میں خود ان کا اس بیماری میں مبتلا ہونا مانتے ہیں۔ اس الہام کی وہ حالت ہوئی جو خدا کرے کسی خانہ بدوش مسافر کی بھی نہ ہو۔ جو مارا مارا پھرتا ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ۰ الحمدللّٰہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد سید الانبیاء والمرسلین الیٰ یوم الدین۔ اگرچہ اس سوال کا جواب تقریراً تحریراً کئی دفعہ دیا گیا ہے۔ لیکن اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ شاید خدا تعالیٰ اس جماعت میں سے کسی کو نور بصیرت بخش کر اپنی راہ کی طرف جذب کرلے اور میں اپنی تھوڑی کوشش سے ثواب مزید کا مستحق ہو جاؤں۔ اس سوال کا جس کا عام زبانوں پر چرچا ہے جواب لکھتا ہوں۔ حدیث میں ہے۔

لان یھدی اللّٰہ بک رجلا خیر لک من حمر النعم (مسند احمد ج۵ ص۲۳۸)
یعنی اگر خدا تمہارے ذریعے کسی ایک انسان کو بھی راہ راست پر لے آئے تو شتران سرخ سے یہی تیرے لئے زیادہ مفید ہے۔ ’’سواب غور سے کام لیں اور تحریر کو پڑھنے کے وقت دل کو تعصب سے پاک کردیں۔ کیونکہ وہ آنکھوں پر ایک پٹی ہے اور خدائے عزشانہ سے توفیق طلب کریں وہ فیوض وبرکات کا دروازہ دلوں پر کھول دے گا۔ اور حق وباطل میں تمیز کرنے کا مادہ اپنے فضل سے عطا فرمائے گا کیونکہ تقویٰ اور راست شعاری سے خدائے تعالیٰ اپنے مخلص بندے کے دل پر نور کی کھڑکیاں مفتوح کرتا اور اندھیری سڑک میں خود رہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

’’ان تتقوا اللّٰہ یجعل لکم فرقاناً (انفال:۲۹)‘‘ اگر تم تقویٰ اور خوف الٰہی کی راہ اختیار کرو گے تو خدا تمہیں ایک نور مرحمت فرمائے گا جس سے حق وباطل کی تمیز بخوبی کرسکو گے۔‘‘ اور دوسری آیت میں فرمایا ہے:

’’آمنوا باللّٰہ ورسولہ یوتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نوراً تمشون بہ (الحدید: ۲۸)‘‘ خدا اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ تم کو دو حصے اپنی رحمت سے عنایت کرے گا اور تمہارے لئے ایسا نور بخشے گا کہ جس کی روشنی میں جنت کی سڑک کو طے کرلو گے۔‘‘ لیکن یاد رہے کہ اس نعمت کے حاصل کرنے کے لئے رجوع اور تعصب سے دل کو خالی کردینا شرط ہے تاکہ واردات الٰہیہ کے سبیل میں کوئی مانع اور عائق باقی نہ رہے۔

’’ویھدی الیہ من ینیب (الشوریٰ: ۱۳)‘‘ جو خدا کی جانب رجوع اور توجہ کرے خدا اس کی

نظر میں ہدایت کے راستے صاف کردیتا ہے۔‘‘اور فرمایا:

’’والذین جاھدوا فینالنھدینھم سبلنا (العنکبوت: ۶۹)‘‘جوقوم میرے مذہب میں سعی اور توجہ سے کام لیتی ہے اس کے سامنے ہم اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔‘‘

اس باب ہدایت کا مہیا کرنا انسان کے ذمہ ہے اور ہدایت منجانب اللہ نازل ہوتی ہے۔غرضیکہ جونفوس تردد اور شک میں پڑے ہوئے ہوں ان کو کوشش اور دعا سے کام لینا چاہئے اور یہ دعا جوخود اس پر برکت وجود سے جو سرچشمہ رحمت ہے ثابت ہے اختلاف خیالات کے وقت بہت مفید ہے۔

’’اللھم رب جبریل ومیکائیل واسرافیل فاطر السموت والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادك فیما کانوا فیه یختلفون اھدنی لما اختلف فیه من الحق باذنك انك تھدی من تشاء الیٰ صراط مستقیم‘‘

یہ دعا آنحضرت کی زبان مبارک سے بالا سناد صحیح مسلم میں مروی ہے۔

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم ۰ نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم!

سوال...... نبی کی تکذیب سے خلق اللہ پر عذاب نازل ہوتا ہے۔مرزاقادیانی کی تکذیب سے بھی مخلوقات میں طاعون رونما ہوئی اس لئے مرزاقادیانی نبی ہیں۔

نزول عذاب کے دوموجب ہیں، انکار نبوت اور کثرت معاصی

موجب اوّل پرشہادتیں

ضمن اوّل...... دنیا میں عذاب کا نازل ہونا انکار نبی سے مخصوص نہیں۔اکثر اوقات حکم عدولی، معصیت الٰہی خدا کے غضب وقہر کا موجب ہوتی ہے اور گناہوں کی شامت عذاب کی شکل اختیار کر کے دنیا کو تازیانہ عبرت سے متنبہ کرتی ہے گویا نزول عذاب کے دو اسباب ہیں۔انکار نبوت اور کثرت معاصی، موجب اول پر چنداں شہادت درکار نہیں۔سارا قرآن ان اقوام کے قصوں سے مملو ہے جوراست باز جماعت انبیاء کی مخالفت کر کے مستوجب لعنت ہوئے اور ان پر ایسا عذاب آیا کہ وہ صفحہ ہستی سے نیست ونابود ہوگئے البتہ اجمالی ثبوت کے طور پر چند شہادتیں قرآن سے ذکر کرتے ہیں جن سے اصل مسئلہ کی حقیقت پر بقدر ضرورت روشنی پڑے گی۔

اوّل...... ’’اولا یرو ن انھم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون ولا ھم یذکرون(التوبه:۱۲۶)‘‘

کیا وہ نہیں سوچتے کہ ہر سال ایک دفعہ یا دو دفعہ ان پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

بااین ہمہ نہ وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ انہیں کچھ عبرت ہوتی ہے۔
دوئم...... ’’وضرب اللّٰہ مثلا قریة کانت امنة مطمئنة یاتیها رزقها رغدامن کل فکفرت بانعم اللّٰہ فاذا قها اللّٰہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون ولقد جائهم رسول منهم فکذبوه فاخذهم العذاب وهم ظالمون (النحل: ۱۱۲)‘‘
خدانے ان کے سمجھانے کو ایک شہر کی مثال بیان کی جو امن واطمینان کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اور ہر جہت سے اس کو رزق اور معیشت کا سامان چلا آتا تھا۔ اس پہ کی آبادی نے خدا کے انعامات کی بے قدری کی اس لئے دفعتہً فاقہ اور خوف کی سنگین سزا میں مبتلا ہوگئے۔ جو یہ عملی نحوست کا نتیجہ تھا۔ نعمت کی بڑی بے قدری یہ تھی کہ ان کی قوم میں سے ان کے پاس پیغمبر آیا لیکن اس کا انکار کردیا اور اس کی صداقت پر یقین نہ لائے۔ آخرکار جو ظالموں کا انجام ہوتا ہے۔ وہی ان کا حشر ہوا اور عذاب نے ان کو تہ وبالا کردیا۔
سوئم...... ’’ولایزال الذین کفروا تصیبهم بما صنعوا قارعة او تحل قریباً من دارهم حتی یأتی وعد اللّٰہ ان اللّٰہ لا یخلف المیعاد ولقد استهزی برسل من قبلك فاملیت للذین کفروا ثم اخذتهم فکیف کان عقاب (الرعد:۳۱)‘‘
کفار پر عملی شامت کی وجہ سے کوئی نہ کوئی دل ہلا دینے والی آفت آتی رہے گی یا کم سے کم عبرتناک واقعات ان کے شہر سے نزدیک رونما ہوتے رہیں گے۔ تاآنکہ خدا کا حتمی وعدہ نازل ہوگا خدا کے وعدہ میں خلاف نہیں یاد رکھو انبیاء سابقین کے ساتھ استہزاء کیا گیا بااینہمہ مضحکہ اڑانے والوں کو جو کفر کی چال چل رہے تھے میں نے مہلت دی پھر دفعتہً ان کو گرفتار عذاب کردیا۔ تاریخ پڑھو تو تمہیں معلوم ہو کہ میرا عذاب شدت میں کس درجہ کا تھا۔
چہارم...... ’’ولقد اهلکنا القرون من قبلکم لما ظلموا وجأتهم البینات وما کانوا لیومنوا کذلك نجزی القوم المجرمین (یونس:۱۳)‘‘
جب نبیوں کے مقابلہ میں آنے والی قوم ظلم اور بے انصافی کی راہ اختیار کرچکی اور معجزات اور نشان دیکھنے کے بعد بھی ان کے نقطہ قسمت میں تبدیلی واقع نہ ہوئی اور وہ ایمان کی لائن کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور نہ ہوسکتے تھے تو ہم نے ایسے قرون سابقہ کو تباہ کردیا۔ مجرموں کو یونہی پاداش ملا کرتی ہے۔
پنجم...... ومن اهل المدینة مردوا علی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتین ثم یردون الیٰ عذاب عظیم (التوبه: ۱۰۱)

مدینہ کی آبادی میں بعض دودلے بھی ہیں۔ جونفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ہمیں تو ان کی ساری حقیقت معلوم ہے مگر آپ ان کے اندرونی حالات سے ناواقف ہیں ان کو دنیا وقبر میں سخت سزادے کر بڑے جیل خانہ میں ڈال دیں گے جہاں ہیبت ناک عذاب تیار ہے۔

ششم…… ’’وما ارسلنا فی قریة من نبی الا اخذنا اهلها بالباساء والضراء لعلهم یضرعون ثم بدلنا مکان السیئة الحسنة حتی عفوا وقالوا قدمس اٰبائنا الضراء والسراء۔ فاخذناهم بغتة وهم لا یشعرون ولو ان اهل القریٰ آمنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکات من السماء والارض و لکن کذبوا فاخذناهم بما کانوا یکسبون (الاعراف:۹۴)‘‘

﴿ہم نے جس شہر میں کوئی پیغمبر مبعوث کیا اوراس کی رسالت کی تکذیب اس سے ظہور میں آئی تو اس کے باشندوں کو قحط وگرسنگی و بیماری اور دکھ درد کی مار میں گرفتار کر کے یہ توقع رکھی کہ شائد وتضرع زاری کی طرف رجوع کریں پھر ایک عرصہ کے بعد تکلیف کو الٹ کر ان کی حالت کو خوش گوار کردیا اوران کی تعداد اور جمعیت بڑی پھولی اور ترقی اور بہبودی نے انہیں اپنے سایہ میں لے لیا۔تو کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادوں کے وقت سے ایسا ہی دستور چلا آتا ہے کہ کبھی رنج اور کبھی راحت دونوں ہی ہمارے آباؤ اجداد کے لازم حال رہے ہیں اورخواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے اور نہ تازیانہ عبرت کا مطلب سمجھے تو ہم نے دفعتہً نہیں ماخوذ کرلیا۔اگر شہروں اور بستیوں کے باشندے انبیاء پر ایمان لاتے اور تقویٰ کی راہ ہاتھ سے نہ دیتے تو ہم ان کی خاطر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے مفتوح کردیتے لیکن انہیں راستی کا اعتبار نہ آیا اس وجہ سے ہم نے انہیں عذاب میں ڈال دیا۔﴾

علاوہ ازیں سوانح قوم نوح اور ہود اور صالح اور شعیب اور لوط اور ابراہیم اور تاریخ قوم موسیٰ وغیرہم قرآن میں مفصلاً مذکور ہے جس کے پڑھنے سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ منکرین انبیاء کو دنیا میں تہ وبالا کردیا جاتا ہے۔یا طرح طرح کے عبرتناک عذاب نازل ہوکران کی قوت فاہمہ کو بیدار کرتے ہیں۔

موجب دوم پر شہادتیں

رہا دوسرا موجب تو اس پر بھی بکثرت شہادتیں کتاب اللہ اور سنت میں موجود ہیں۔

پہلی شہادت

’’فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شیء حتیٰ اذا

فرحوا بما اوتوا اخذنا هم بغتة فاذا هم مبلسون (انعام:۴۴)‘‘یعنی جب عبرت کے ذرائع اوراحکام الٰہی کوفراموش کرکے غفلت کے خطرناک دائرے میں جاپڑے۔ہم نے ہر ایک کامیابی کا دروازہ ان پرکھول دیا۔جب وہ اپنے عطا شدہ انعامات کی خماری میں اتر گئے۔ دفعتہً ان کو ہماری گرفت نے آلیا کہ وہ مایوس اور بے امید ہوگئے۔اور سمجھے کہ اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔

دوسری شہادت

’’فلما نسوا ما ذکروا به انجینا الذین کانوا ینهون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون فلما عتو اعما نهوا عنه قلنالهم کونو اقردة خاسئین (انعام: ۱۶۵)‘‘جب تذکیروو عظ کواسرائیلیوں نے فراموش کردیا تو شرارت سے منع کرنے والوں کو ہم نے نجات بخشی ظالموں کو بداعمال کی وجہ سے تباہ کردیا۔جب اس قوم نے ممنوعات کے ارتکاب کی طرف اپنا قدم تیز کیا اور سرکش ہوگئے تو ہم نے ذلیل بندروں کی شکل میں انہیں اتاردیا۔

تیسری شہادت

’’واذ تاذن ربك لیبعثن علیهم الیٰ یوم القیامة من یسومهم سوء العذاب ان ربك لسریع العقاب وانه لغفور الرحیم (اعراف: ۱۶۷)‘‘تیرے رب نے ان کی سوعملی کو مدنظر رکھ کر دائمی حکم چڑھادیا کہ یہود پر تا قیامت دوسری قومیں حکمران رہیں گی جوان کوطرح طرح کی اذیتوں میں ڈالتے رہیں گے تیرا خدا گناہ پر سزا کا حکم بھی جلد سناتا ہے اور تائبین کو معافی بھی دے دیتا ہے۔

چوتھی شہادت

’’فانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء وما کانوا یفسقون (بقرہ: ۵۹)‘‘ظالموں پر ان کی بداعتدالی اوران کی فسق کی وجہ سے ہم نے عذاب نازل کیا۔

پانچویں شہادت

’’واذا اردنا ان نهلك قریة امرنا مترفیها ففسقوا فیها فحق علیها القول فدمرناها تدمیرا (الاسراء:۱۶)‘‘جب ہمارا ارادہ ہوتا ہے کہ کسی شہر کو تباہ کریں تو اس کے رہائشی ناز پروردہ عیاشی اورفسق فجور کے مرتکب ہوجاتے ہیں اورحکم تقدیری خلاف ثابت

نہیں ہوتا۔ آخر کار عذاب کا حکم نازل ہو کر ان کی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس اور آیات بھی اس مضمون کی تائید میں بکثرت موجود ہیں۔ جن کا استقصاء مشکل ہے اور احادیث شارحہ نے مسئلہ ہذا کی ہستی کو نہایت ہی روشن کر دیا ہے۔

حدیث اول

جو بروایت عبادہ بن صامت صحیحین میں مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''ومن اصاب من ذالك شيئاً فعوقب به فى الدنيا فهوكفارة له ومن اصاب من ذلك شيئا ثم ستره الله فهو الى الله ان شاء عفا عنه وان شاء عاقبه فبايعناه علىٰ ذلك (بخاری شریف ج۱، کتاب الایمان ص۷)'' یعنی جو فرد بشر شرک، زنا، سرقہ اور قتل اولاد اور بہتان اور معصیت کا مرتکب ہوا اور اسے دنیا میں سزا مل جائے تو بس گناہ کا کفارہ ہو گیا اور خدا نے پردہ پوشی سے کام لیا تو سمجھو کہ التواء واقع ہو گیا اور معاملہ خدا کے سپرد رہا خواہ معاف کرے یا سزا کا حکم صادر کرے۔

حدیث دوئم

اور حضرت معاذ بن جبلؓ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے: ''اياك والمعصية فان بالمعصية حل سخط الله (مسند احمد ج۵ ص۲۳۸)'' معصیت الٰہی سے برکنار رہو کیونکہ حکم عدولی سے خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ یہ روایت مسند امام احمد میں موجود ہے۔

حدیث سوم

جو ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے اپنے مضمون کے لحاظ سے بالکل سابقہ روایتوں کے ہم آواز ہے: ''اذا اراد الله بعبده الخير عجّل له العقوبت فى الدنيا واذا اراد الله بعبده الشر امسك عنه بذنبه حتى يوافيه به يوم القيامة (ترمذى ج ٢ ص ٦٢)'' جب خدا اپنے کسی بندے سے بھلا ارادہ رکھتا ہے تو دنیا میں گناہ کی سزا اسے دے دیتا ہے اور جس کے متعلق ایسا ارادہ نہ ہو اس کی سزا قیامت پر ملتوی کر دیتا ہے۔

ترک رہنمائی کبیرہ گناہ ہے

بڑی معصیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک کرنا ہے جس سے دنیا میں ضلالت پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ بہت روایات اس مضمون کی شاہد ہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے انحراف موجب نزول غضب ہے۔

روایت اوّل

’’اخرج الاصبهانی عن انس بن مالکؓ عنه ان رسول اللّٰهﷺ قال لاتزال لا اله الا اللّٰه تنفع من قالها وترد عنهم العذاب والنقمة مالم یستخفوا بحقها قالو یا رسول اللّٰه وما الا استخفاف بحقها قال ایظهر العمل بمعاصٰ اللّٰه فلا ینکروا لا یغیر ‘‘یعنی اصبہانی نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ کلمہ خوانوں کو لا الہ الا اللہ ضرور نفع دیتا رہے گا۔ اور اپنی برکت سے عذاب ٹالے گا جب تک حقوق کلمہ کی تحقیر نہ کریں گے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں معصیت کا چرچا ہو جائے گا اور کوئی بدی پر انکار نہ کرے گا اور نہ اس میں تبدل وتغیر کی کوشش کرے گا۔

روایت دوم

’’روی الاصبهانی عن ابن عمرؓ عنهما قال قال رسول اللّٰه ﷺ یایها الناس مرو، بالمعروف وانهوا عن المنکر قبل ان تدعوا اللّٰه فلا یستجیب لکم وقبل ان تستغفروه فلا یغفرلکم الامر بالمعروف والنهی عن المنکر لا یدفع رزقا ولا یقرب اجلا ان الاحبار من الیهود والرحبان من النصارٰی لما ترکوا الامر بالمعروف والنهی عن المنکر لعنهم اللّٰه علٰی لسان انبیائهم ثم عموا بالبلاء‘‘

’’عبداللہ بن عمرؓ سے اصبہانی نے روایت کیا کہ حضور سرور کائناتﷺ نے فرمایا اے قوم! اہل دنیا کو نیک اور معقول راہ بتاؤ۔ اور برے افعال سے منع کرو۔ اس سے پیشتر کہ تم دعائیں کرو اور مقبول نہ ہوں اور خدا سے مغفرت چاہو اور تمہاری سنی نہ جائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر رزق سے محروم نہیں کرتے اور نہ اجل ان کی تعمیل سے نزدیک ہو جاتی ہے۔ یہود کے علماء اور نصاریٰ کے زاہدوں نے انبیاء کی زبان پر انہیں لعنت کی اور پھر عام عذاب نازل کیا۔‘‘

روایت سوم

’’اخرج ابن حبان فی صیحیحه عن عائشةؓ قالت قلت یا رسول اللّٰه اذا نزل سطوته باهل الارض وفیهم الصالحون فیها لکون بهلاکهم فقال یا عائشه ان اللّٰه اذا انزل سطوته باهل نقمة وفیهم الصالحون فیصبون معهم ثم یبعثون علٰی نیاتهم ‘‘ابن حبان نے صحیح میں حضرت عائشہ سی روایت کی ہے کہ میں

نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ جب اہل ارض پر خدا کی قہمت نازل ہوتی ہے تو صلحاء بھی اس تباہی میں ہلاک ہوجاتے۔ حضورﷺ نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ نیکوکاروں کی موجودگی میں جو عذاب بدکاروں پر نازل ہوتا ہے۔ اس میں صلحاء بھی مارے جاتے ہیں۔ پھر اپنی اپنی نیت کے مطابق ان کا حشر ہوگا۔

روایت چہارم

’’اخرج البیہقی عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہﷺ اوحیٰ اللہ الیٰ جبریل ان اقلب مدینۃ کذا وکذابا ھلھا فقال یا رب ان فیھم عبدک فلا نالم یعصک طرفۃ عین قال فقال اقلبھا علیہ وعلیھم فان وجھہ لم یتمعرفی ساعۃ قط‘‘ بیہقی نے عمر بن خطاب سے مرفوعاً روعایت کیا ہے کہ خدا نے بذریعہ وحی جبریل کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو زیروزبر کردو۔ جبریل نے عرض سنائی کہ اس میں ایک تیرا مخلص بندہ ایسا بھی ہے جس نے ساری عمر میں ایک لمحہ بھر تیری نافرمانی نہیں کی۔ خدا نے کہا۔ کچھ پرواہ نہیں۔ شہر کو الٹ دو۔ کیونکہ وہ بدی کو دیکھتا ہے اور اس کے چہرے پر آثار ناراضگی کبھی ظاہر نہیں ہوئے۔ (یعنی رنج سے چہرے پر سرخی نمودار نہیں ہوئی)

روایت پنجم

’’عن عبداللہ بن مسعود مرفوعاً لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نھتھم علماؤھم فلم ینتھوا فجالس ھم فی مجالسھم واکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علیٰ لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم ذلک بما عصوا و کانو یعتدون فجلس رسول اللہﷺ وکان متکئا فقال لا والذی نفسی بیدہ حتیٰ تاطردھم اطرا (مسند احمد ج۱ ص۳۹۱)‘‘ ابوداؤد اور ترمذی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ سرور کائنات علیہ السلام نے فرمایا جب بنواسرائیل معاصی میں مصروف ہوگئے تو علماء نے ہر چندانہیں منع کیا لیکن وہ باز نہ آئی۔ آخر کار ہار کر نصیحت چھوڑ بیٹھے اور ان سے شریک مجلس اور ہم پیالہ ہم نوالہ ہوگئے تو خدا نے سب دلوں کو گویا ایک ٹکسال سے نکال دیا اور حضرت عیسیٰ اور داؤد نے اپنے کلام میں ان پر لعنت کی اور وہ خدا کی لعنت تھی کیونکہ وہ عاصی اور متجاوز حدود تھی۔ حضرت تکئے کا سہارا چھوڑ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے پنجہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم نجات نہیں پاسکتے۔ جب تک قوم کو سرکشی سے منع نہ کرو۔

روایت ششم

’’اخرج البغوی من روایته عدی بن عدی العمری قال حدثنا مولیٰ لنا انه سمع جدی یقول سمعت رسول اللہ ﷺ ان اللّٰہ لا یعذب العامة بعمل الخاصة حتی یروا المنکر بین ظهرانیهم وهم قادرون علیٰ ان ینکروه فلا ینکروا فاذ فعلوا ذلک عذب اللّٰہ العامة والخاصة (شرح السنۃ ج۷ص۳۵۸)‘‘ امام بغوی نے شرح السنۃ میں عدی بن عدی کندی کا بیان نقل کیا ہے کہ ہمارے دادا جان سے ہماری غلام آزاد نے بگوش خود یہ روایت سن کر بیان کیا کہ آپ کو حضرت کی زبان سے یہ الفاظ مسموع ہوئے کہ خدا عام لوگوں پر خاص کی شامت عملی سے عذاب نہیں بھیجتا۔ جب تک وہ خلاف شرع رسمیات اور اعمال دیکھ کر باوجود قدرت انکار کے خاموشی اختیار نہ کریں۔ جب وہ ایسا کرتے ہیں تو ہر خاص وعام پر خدا عذاب نازل کرتا ہے۔

روایت ہفتم

’’وعن ابی البختری عن رجل من اصحاب النّبی ﷺ ان یهلک الناس حتی یعذروا من انفسهم (مسند احمد ج۴ص۲۶۰)‘‘ ابوداؤد نے ابوالبختری سے روایت کیا ہے کہ ایک صحابی کا بیان حضرت ﷺ سے اس طرح آیا ہو کہ کوئی قوم تباہ نہ ہوگی تا آنکہ کثرت ذنوب سے اپنے عذر توڑ دیں۔ مجدالدین فیروزآبادی نے اس حدیث پر یہ حاشیہ دیا ہے کہ ہمزہ اس میں سلب کے لئے مستعمل ہوا یعنی کثرت ذنوب سے جب قوم کے پاس کوئی عذر وحجت نہ رہے تو عذاب نازل ہوتا ہے کیونکہ خدا کی طرف سے وہ عذاب کے مستوجب ہوتے ہیں اور لوگوں کو منع وزجر کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔ (مختصر لمعات)

روایت ہفتم

’’اخرج ابوداؤد ابن ماجة عن جریر بن عبداللّٰہ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیهم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیروا علیه ولا یغیرون الا اصابهم اللّٰہ منه بعقاب قبل ان یموتوا (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۷)‘‘ ابوداؤدوا اور ابن ماجہ نے جریر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی قوم میں عمل معاصی کا مرتکب ہو اور وہ اس میں ردوبدل کی قدرت رکھتے ہوئے

چپ چاپ رہیں اوراس کونہ بدلیں تو موت سے قبل دینا میں ان پر عذاب نازل ہوگا۔ نہ ان کی عملی کمزوری سے بلکہ اس بدکردار کی شامت اعمال سے۔

روایت ہشتم

’’وصححه من روایت ابی بکر الصدیقؓ قال یاایها الناس انکم تقرؤن هذه الایة یاایهاالذین اٰمنو علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتهم فانی سمعت رسول اللهﷺ یقول ان الناس اذا راؤا المنکر فلم یغیروه یوشك ان یعمهم الله بعقابة وفی اخریٰ له ما من قوم یعمل فیهم المعاصی ثم یقدورن علی ان یغیروا ثم لا یغیرون الا یوشك الله ان یعمهم بعقاب وفی اخریٰ له ما من قوم یعمل فیهم بالمعاصی هم اکثر ممن یعلمه‘‘

(مسند احمد ج۱ ص۵، ابن ماجہ، ترمذی) نے بسند صحیح حضرت ابوبکر صدیق سے روایت کیا ہے کہ تم قرآن میں روزانہ یہ آیت تلاوت کرتے ہو جس کا مضمون یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو سنبھالو تمہیں دوسروں سے کیا سروکار، گمراہ کی گمراہی کا وبال تمہاری ذات پر واقع نہیں ہوسکتا۔ یاد رکھو میں نے حضرتﷺ سے یوں سنا ہے۔ جب قوم کا یہ شیوہ ہوجائے گا۔ کہ خلاف شرع کام دیکھ کر اسے تبدیل کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔ تو عنقریب خدا عذاب عام نازل کرے گا۔ جس میں مرد وعورت چھوٹا بڑا نیک اور بد شریک ہوں گے۔ اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ جس قوم میں عمل معصیت جاری ہے اور متقی باوجود کثرت تعداد ان کو روکتے نہیں تو خدا کی طرف سے عذاب عام اترتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا قول بھی اس کا موئید ہے۔ واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة کہ ایسے فتنہ سے ڈرو جس کا اثر محض ظالموں کی ذات تک محدود نہ رہے گا۔ بلکہ ہر عام وخاص پر اس کی مصیبت کا احاطہ ہوگا بہت روایات اس مضمون کی کتب روایت میں مروی ہیں۔

ظلم موجب نزول عذاب ہے۔

اور ظلم بھی ان موجبات سے ہے جو مصائب وشدائد کا دریا مخلوق پر توڑ بہاتا ہے اوران کی آسائش وراحت کو قطع کردیتا ہے اور طرح طرح کے عذاب ظلم العباد سے بندگان خدا پر نازل ہوتے ہیں۔

شاہد اول

بیہقی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک نے کہا ان الظالم لا یضر الا نفسہ یعنی ظالم محض اپنی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے تو ابوہریرہؓ نے کہا بلی واللّٰہ حتیٰ الجارا لتموت فی وکرھا ھزلا لظلم الظالم کیوں نہیں ظالم کو ظلم کا اثر دوسری خلق اللہ پر بھی پڑتا ہے حتیٰ کہ سرخاب ظلم ظالم کی وجہ سے اپنے گھونسے میں دبلا ہو کر مرجاتا ہے۔

شاہد دوئم

بخاری و مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کیا ہے: ''ان اللّٰہ لیملی الظالم حتیٰ اذا اخذہ لم یقتلہ ثم قرء کذلک اخذ ربک اذا اخذی القریٰ وھی ظالمۃ (بخاری شریف ج۲ص۶۷۸) خدا تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے جب اسے گرفت کرتا ہے تو اسے نہیں چھوڑتا۔ پھر یہ آیت بطور شہادت پڑھی کہ تیرے رب کی گرفت ظالم شہروں پر اسی طرح ہوئی کہ ناگہاں عذاب نے انہیں آلیا۔

شاہد سوئم

شیخین نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے: ''لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسھم الا ان تکونوا باکین ان یصیبکم ما اصابھم ثم قنع راسہ واسرع السیر حتیٰ اجتازالوادی'' ظالموں کے شہروں اور مسکنوں میں روتے ہوئے داخل ہو مبادا تمہیں بھی ایسا عذاب نہ آلے جیسے ان پر آیا پھر سر پر چادر اوڑھ کر تیز رفتاری سے اس میدان کو طے کیا۔

عقوق الوالدین بھی موجب نقمت الٰہی ہے

ماں باپ کو ستانا اور ان سے بے سلوکی کرنا اور ان کا حکم نہ ماننا اور خدمات واجبہ سے پہلوتہی کرنا ایسے عذاب امور ہیں اور جو عذاب کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

بیہقی نے حضرت ابوبکرؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''کل الذنوب یغفر اللّٰہ منھا ماشاء الا عقوق الوالدین فانہ یعجلہ لصاحبہ فی الحیاۃ قبل الممات'' جس قسم کا گناہ ہو خدا چاہے تو معاف کر دے سوائے عقوق والدین کے کہ یہ ایسا بڑا جرم ہے جس کی سزا موت سے پہلے دنیا کی زندگی میں خدا دے دیتا ہے اور قطع رحمی اور ناطہ شکنی بھی عقوق کے ہمدوش ہے اس کی سزا جو عقبیٰ میں مقرر ہے وہ تو مل کر رہے گی مگر دنیا میں ہی

قاطع رحم شکنجہ عذاب میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے: ’’ما من ذنب اجریٰ ان یجعل اللّٰہ لصاحبہ العقوبۃ فی الدنیا مع ما یدخرلہ فی الآخر من البغی وقطیعۃ الرحم‘‘ کوئی گناہ اس قابل نہیں کہ جس کی سزا مرتکب کو خدا دنیا میں دے دے اور مع ہذا عاقبت میں بھی سزا سے سبکدوشی نہ ہو۔ سوائے ظلم اور قطع رحمی کے ان کی سزا دارین میں ملتی ہے۔

نزول عذاب کے پندرہ اسباب ایک حدیث میں

حضور علیہ السلام نے ایک روایت میں عذاب کے پندرہ اسباب ذکر کئے ہیں۔ اس روایت کو ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا: ’’اذا اتخذ الفیٔ دولاً والامانۃ مغنماً والزکوٰۃ مغرما وتعلم لغیر الدین واطاع الرجل امرأتہ وعق امہ وادنی صدیقہ واقصیٰ اباہ وظہرت الاصوات فی المساجد وساد القبیلۃ فاسقہم وکان زغیم القوم ارذلہم واکرم الرجل مخافۃ شرہ وظہرت القینات والمعازف وشربت الخمور ولعن آخر ھذہ الامۃ اولہافارتقبوا عند ذلک ریحا حمراء وزلزلۃ خسفا ومسخا وقذ فاوآیات تتابع کنظام قطع سلکہ فتتابع ورواہ ایضا عن علیؓ بلفظ اذا فعلت امتی خمس عشر خصلۃ حل بہا البلاء وعد ھذہ الخصال ولم یذکرتعلم لغیر الدین قال وبرصدیقہ وجفا اباہ قال وشرب الخمر ولبس الحریر‘‘ (ترمذی شریف کتاب الفتن ج۲ ص۴۴)

جب مال غنیمت امیروں میں تقسیم ہوگا اور امانت کو لوٹ کا مال تصور کیا جائے گا اور زکوٰۃ کو مسلم تاوان سمجھے گا اور دینی اغراض کو چھوڑ کر محض دنیاوی مفاد کے لئے تعلیم وتعلم کا چرچا ہوگا۔ مرد اپنی جورو کا مطیع اور ماں کا عاصی ہوگا۔ دوست کو اپنے نزدیک بٹھائے گا اور باپ کو دور ڈال دے گا اور مسجدوں میں شوروغل اور نعرے سنائی دیں گے اور فاسق فاجر قوم کی سرداری سے ممتاز ہوگا اور کمینہ قبیلہ کا رئیس قرار پائے گا اور شرارت کے خوف سے ہر ایک کی عزت کی جائے گی۔ سرودنوں اور راگنوں کی شہرت ہوگی۔ شراب کھلے طور پر نوش کی جائے گی اور متاخرین امت متقدمین کو لعنت کرے گی۔ اس وقت سرخ آندھیوں اور بھونچال اور خسف اور مسخ اور پتھروں کی بارش کی توقع رکھو۔ اور ایسے ہیبت ناک کئی نشان یکے بعد دیگرے ظاہر ہوں گے۔ جیسے ایک لڑی موتیوں کی منقطع ہوجائے تو اس کے موتی پے در پے گرتے ہیں اور حضرت علیؓ نے اس کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے میری امت جب پندرہ خصال میں مبتلا ہوگی تو ان پر آفت اور بلا نازل ہوگی۔

خصال مذکور کو شمار کرتے ہوئے یہ کلمات ذکر کئے ہیں کہ آدمی دوست کا وفادار ہوگا اور باپ سے بے وفائی کرے گا اور شراب نوشی اور ریشم پوشی کا چرچا ہوگا۔

شراب نوشی، راگ، سماع مزامیر اسباب نزول عذاب ہیں

ابن ماجہ نے ابومالک اشعریؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا:

’’لیشربنّ ناس من امتی الخمر یسمونها بغیر اسمها یعزف علی رؤسهم بالمعازف والمغینات یخسف اللّٰہ بهم الارض ویجعل منهم القردة والخنازیر ‘‘میری امت کے بہت لوگ شراب نوشی کریں گے اس کا نام اور ہی تجویز کرلیں گے ان کی مجلس میں باجے بجیں گے راگ ہوگا۔ خدا زمین کو بمع ان کے دھنسا دے گا اور ایک جماعت کو ان میں سے بندروں اور خنزیروں کی شکل میں اتار دے گا۔

ترمذی نے عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سرور کائنات فداہ روحی نے فرمایا:’’فی هذه الامة خسف ومسخ وقذف قال رجل من المسلمین یا رسول اللّٰہ متی ذالك قال اذا ظهرت القینات والمعازف وشربت الخمور‘‘

(ترمذی ج۲ ص۴۵) اس امت پر ایک زمانہ آئے گا جب کہ زمین دھنسائی جائے گی اور شکلیں تبدیل ہوجائیں گی آسمان سے سنگباری ہوگی کسی نے پیغمبر خدا سے دریافت کیا کہ یہ واقعات کب رونما ہوں گے کہا کہ جب سرود بولنے والیاں کثرت سے ہوں گی اور باجوں کا چرچا ہوگا۔ شراب نوشی کا عام دور ہوگا۔

محرمات کو حلال خیال کرنا اور راگ کہنے والی عورتوں کو بلانا، شراب نوشی، سود خوری، ریشم پوشی نزول عذاب کا موجب ہے

عبادہ بن صامتؓ نے آنحضرتؐ سے روایت کیا ہے:’’والذی نفسی بیده لیبیتن اناس من امتی علی اشرو بطرولعب ولهو فیصبحوا قردة وخنازیر باستحلالهم المحارم والتخاذهم القینات وشربهم الخمر وباکلهم الربا ولبسهم الحریر ‘‘میری امت کے بہت افراد غرور اور تکبر اور لہو ولعب میں شب باشی کریں گے کہ صبح ہوتے دفعتہً بوزنوں اور خنزیروں کی شکل میں ڈھل جائیں گے۔ کیونکہ وہ محرمات کو حلال سمجھیں گے۔ اور سرودن عورتیں ان کے ہاں ملازم ہوں گی۔ شراب نوشی کریں گے۔ سود خوری حریر پوشی انکا رویہ ہوگا۔ (مسند احمد ج۵ ص۳۲۹)

قطع رحمی موجب نزول عذاب ہے

اور بیہقیؒ اور احمدؒ نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے: ’’بشربهم الخمر ولبسهم الحرير واتخاذهم القينات واكلهم الربا وقطيعتهم الرحم وخصلة نسيها‘‘ جعفر ابوامامہ نے آنحضرت سے نزول عذاب کے حسب ذیل اسباب نقل کئے ہیں کہ خلق خدا شراب نوشی کرے گی۔ ریشم پہنے گی۔ سرود سنیں گی۔ سودخوری اور قطع رحمی ان کا وتیرہ ہوگا۔

زناکاری، سودخوری اور رشوت نزول عذاب کا موجب ہے۔

ابویعلیٰ نے آنحضرتﷺ کی حسب ذیل حدیث کو ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے:

’’نهىٰ رسول اللهﷺ ان تشترىٰ الثمرة حتىٰ تطعم وقال اذا ظهر الزناء والربافى قرية فقد احلوا بانفسهم عذاب الله رواه الحاكم عن ابن عباس وصححه وفى رواية ابى يعلىٰ عن ابن مسعود ماظهرفى قوم الزنا والربا الااحلوا بانفسهم عذاب الله ولا حمد عن عمروا بن العاص مرفوعا ما من قوم يظهرفيهم الربا الااخذوا بالسنة وما من قوم يظهر فيهم الرشا الا اخذوا بالرعب‘‘ آں حضرتﷺ نے میوہ جات کی خرید سے منع کیا ہے جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہوجائیں اور نیز فرمایا کہ جب بدکاری اور سودخوری کسی شہر میں عام ہوجائے تو آبادی نے عذاب الٰہی کو اپنی ذات پر لازم کرلیا۔ حاکم نے اس روایت کو ابن عباس سے روایت کیا ہے اور ابویعلیٰ کی روایت ابن مسعود سے بھی اس کے لگ بھگ ہے اور امام احمد نے حضرت عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے جس قوم میں سودخوری کا چرچا ہوا۔ ان پر قحط کا عذاب آتا ہے اور جس قوم میں رشوت خوری عام ہو ان پر دشمن کا رعب ڈالا جاتا ہے۔

ظلم اور جھوٹی قسم موجب نزول عذاب ہے

’’اخرج البيهقى عن ابى هريرةؓ مرفوعاً ليس مما عصى الله به هو اعجل عقابا من البغى وما من شىء اطيع الله فيه اسرع ثوابا من الصلة واليمين الفاجرة تدع الديار بلاقع۔‘‘ خدا کے معاصی میں کوئی جلد عذاب لانے والی خصلت ظلم سے بڑھ کر نہیں۔ اور جس کی ادائیگی میں انسان جلد سے جلد ثواب کا مستحق ہو۔ صلہ سے بڑھ کر نہیں۔ اور جھوٹی قسم کا وبال یہاں تک پہنچتا ہے کہ آبادی ویران ہوکر جھوٹی قسم کی شامت

سے چٹیل میدان رہ جاتی ہے۔

زنا کاری، خیانت، نقص کیل ووزن اور حکم جوراور نقص عہد سے عذاب نازل ہوتا ہے

زنا کاری، خیانت، نقص کیل ووزن اور حکم جوراور نقص عہد بھی عذاب الٰہی کا پیش خیمہ ہیں۔امام مالکؒ نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً نقل کیا ہے:''ماظهر الغلول فی قوم الا القی اللّٰہ فی قلوبهم الرعب ولا فشا الزنا فی قوم الا کثر فیهم الموت ولا نقص قوم المکیال والمیزان الاقطع عنهم الرزق ولا حکم قوم بغیر الحق الا فشافیهم الدم ولا ختر قوم بالعهد الا سلط اللّٰہ علیهم العدو رواه الطبرانی ایضا واخرج ابن ماجة واللفظ له والبزارو البیهقی عن ابن عمرو رواه الحاکم من حدیث هریرة وصححه قال اقبل علینا رسول اللّٰہﷺ فقال یا معشرالمهاجرین خمس خصال اذا بتلیتم بهن واعوذ باللّٰہ ان تدرکوهن لم تظهر الفاحشة فی قوم قط حق یعلنوابها الا فشافیهم الطاعون والا وجاع التی لم تکن مضت فی اسلافهم الذین مضوا ولم ینقصوا والمکیال والمیزان الا اخذوا بالسنین وشدة المونة وجور السلطان علیهم ولم یمعنوا زکوٰة اموالهم قط الا منعوا القطر من السماء ولولا البهائم لم یمطرو واولو ینقضوا عهد اللّٰہ وعهد رسوله الا سلط اللّٰہ علیهم عدوا من غیرهم فاخذوا بعض ما فی ایدیهم وما لم تحکم ائمتهم بکتاب اللّٰہ ویتخیر فیها انزل اللّٰہ الّا جعل اللّٰہ باسم بینهم ''جس قوم میں خیانت کارواج جاری ہو۔خدا ان کے دل میں دشمن کا رعب ڈال دیتا ہےاور جس قوم میں زنا کاری بکثرت ہوجاتی ہے ان میں مری عام پڑتی ہےاور جوقوم ترازو اور پیمانہ کوکم تولتی اور ماپتی ہےان کے رزق کوقطع کردیا جاتا ہے جوقوم فیصلے میں بے انصافی روا رکھتی ہےان میں خونریزی بکثرت ہوتی ہے جو جماعت عہد شکنی کی مرتکب ہوتی ہے خدا اسے دشمن کے پنجہ میں دے دیتا ہے۔طبرانی نے بھی اس روایت کوذکر کیا ہےاور حاکم نے بریدہ سی حدیث کی صحت کی تصریح کی ہے کہ نبیﷺ نے ہماری جانب توجہ کرکے فرمایا۔مہاجرین کی جماعت! سنو کہ جب پانچ قبیح خصلتوں میں تم مبتلا ہوگئے (اور پناہ بخدا کہ تم ان میں مبتلا ہو) بدکاری کا ظہور جس قوم میں ہوا ہےان میں طاعون اور ایسی بیماریاں رونما ہوتی ہیں جوگزشتہ آباؤاجداد میں ان کا نام سنا نہ جاتا تھا اور جوقوم ترازو اور پیمانہ میں خیانت کرتی ہے ان پر قحط کا عذاب آتا ہےاور سخت مشقت برداشت کرنی پڑتی ہےاور بادشاہ کے ظلم کا تختہ مشق بن جاتے ہیں۔جوقوم باوجود قدرت

کے زکوٰۃ ادا نہ کرے ان پر آسمان کی کھڑکیاں بند ہو جاتی ہیں اور وہ باران رحمت سے محروم کئے جاتے ہیں۔ اگر چار پائے نہ ہوں تو بارش کی بوند نہ گرے اور جو قوم خدا اور رسول کے عہد کو توڑ ڈالے خدا تعالیٰ غیر دشمن کو اس پر مسلط کر دیتا ہے جو ان کی دولت اور مقبوضات پر قبضہ جما لیتا ہے اور جو قوم خدا کی کتاب پر فیصلہ ترک کر دیتی ہے۔ ان میں خانہ جنگی جاری ہو جاتی ہے۔

خباثت موجب نزول عذاب ہے۔

’’اخرج الشیخان عن زینب بنت جحش ان رسول اللہ ﷺ دخل علیھا یوما فزعا یقول لا الہ الا اللہ ویل للعرب من شر قداقترب فتح الیوم من روم یاجوج وماجوج مثل ھذہ وحلق باصبعیہ الابھام والتی تلیھا قالت زینب فقلت یارسول اللہ افنھلك وفینا الصالحون قال نعم اذا اکثر الخبث‘‘ یعنی بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کے ہاں رسول کریم ﷺ تشریف لائے۔ لا الہ الا اللہ آپ کی ورد زبان تھا اور یہ بھی کہتے تھے کہ عرب کی تباہی ان پر عنقریب بلا لانے والی ہے۔ دیوار یاجوج وماجوج میں بقدر حلقہ سبابہ وزانگشت کے سوراخ ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نیکو کاروں کی موجودگی میں ہم تباہ ہو سکتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب خبائث اور معاصی یا اولاد زنا کا غلبہ ہو جائے گا تو بدکار اور نیکو کار دونوں تباہی میں پڑ جائیں گے۔

ظہور ولد الزنا موجب نزول عذاب ہے

ابو یعلیٰ اور احمد نے باسناد حسن حضرت میمونہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ’’لا تزال امتی بخیر متماسك امرھا بمالہ یظھر فیھم ولد الزنا‘‘ میری امت تادوام بالخیر رہے گی جب تک ان میں اولاد زنا پیدا نہ ہوگی۔ جب ایسے بچے پیدا ہوں گے تو عنقریب خدا تعالیٰ ایک عام عذاب ان پر نازل کرے گا۔‘‘ امام احمد کے لگ بھگ ابو یعلیٰ کے الفاظ ہیں۔

ظہور طاعون کی نبوی پیشگوئی

عوف بن مالک کا بیان ہے کہ میں جنگ تبوک میں بخدمت حضور ﷺ کے حاضر ہوا اور آپ چمڑی کے خیمہ میں مقیم تھے۔ جناب نے فرمایا: ’’اعدد ستاً بین یدی الساعۃ موتیٰ ثم فتح بیت المقدس ثم موتان یاخذفیکم کقعاص الغنم ثم استفاضۃ المال حتی یعطی الرجل مائۃ دینار فیظل ساخطا ثم فتنۃ لا یبقی بیت من

العرب الا دخلتہ ثم مدینۃ تکون بینکم وبین بنی الاصفر فیغدرون فیاتونکم تحت ثمانین غایۃ تحت کل غایۃ اثنا عشرا الفا رواہ البخاری۔‘‘
یعنی قیامت سے پیشتر چھ علامات شمار کرو اولاً میری وفات دوئم بیت المقدس کو اہل اسلام فتح کریں گے۔ ثالثاً طاعون کا پھوڑا نمودار ہوگا جیسے بکریوں کو رساؤلیاں نکلتی ہیں۔ چہارم مال کثرت سے لوگوں کے قبضہ میں ہوگا یہاں تک کہ ایک بندہ خدا کو تین سو روپیہ ماہوار تنخواہ ملے گی۔ (آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے دینار کے حساب سے) اور نوصد روپیہ زمانہ حال کے حساب سے لیکن پھر بھی وہ ناراض اور خفا رہے گا۔ پنجم ایک فتنہ ملک عرب میں برپا ہوگا جس سے عرب کا کوئی گھر خالی نہ رہے گا۔ پھر تمہارے اور عیسائیوں کے درمیان ایک صلحنامہ قرار پائے گا جسے عیسائی توڑ ڈالیں گے اور اسی جھنڈوں کے ماتحت کثیر فوج لے کر حملہ کے لئے آئیں گے اور ہر جھنڈے کے ماتحت بارہ بارہ ہزار فوج ہوگی۔ اس طرح ساری فوج کی تعداد بارہ لاکھ ساٹھ ہزار ہوگی۔ اس حدیث کو غور سے پڑھو اور دیکھو آنحضرت نے اپنی امت میں ظہور طاعون کی پیش گوئی بیان کی ہے بلکہ طاعون کی ماہیت پر یہی روشنی ڈالی ہے پھر کیونکر سمجھا جائے کہ مرزا قادیانی کی خاطر طاعون ملک میں رونما ہوئی ہے۔ فقط

طاعون کا عذاب سابقہ قوموں پر بھی نازل ہوا

پہلی قوموں اور سالفہ جماعتوں پر فاحشہ کبریٰ کے ظہور سے عذاب طاعون بھیجا گیا اور وہ ایک گھنٹہ یا دن میں ستر ہزار کی تعداد میں مارے گئے۔ اتنی سرعت ہلاکت قابل حیرت وتعجب ہے۔ حدیث میں ہے:

’’الطاعون رجز ارسل علیٰ طائفۃ من بنی اسرائیل او علیٰ من کان قبلکم فاذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ وان وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارا منہ متفق علیہ من حدیث اسامۃ بن زید وللبخاری عن عائشہ قالت سالت رسول اللہ ﷺ عن الطاعون فاخبرنی انہ عذاب یبعثہ اللہ علیٰ من یشاء وان اللہ جعلہ رحمۃ للمومنین لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابرا محتبسا یعلم انہ لا یصیبہ الا ما کتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر شھید ‘‘ طاعون ایک عذاب تھا جو بنی اسرائیل یا کسی سابقہ جماعت پر بھیجا گیا۔ جب اس کی خبر تمہیں پہنچے کہ کسی سرزمین پر طاعون اپنا کام کر رہی ہے۔ تو وہاں نہ جاؤ اور جس شہر میں تمہاری رہائش ہے اگر وہاں طاعون نمودار ہو تو بھاگو نہیں بلکہ قضاء وقدر کو سچے دل سے قبول

کرو۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں روایت کی ہے اور بخاری نے حضرت عائشہؓ سے یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت سے طاعون کا حال دریافت کیا تو آپ نے بتلایا کہ یہ عذاب ہے جس پر اللہ چاہتا ہے بھیجتا ہے۔ لیکن مؤمنین کے حق میں اسے رحمت قرار دیتا ہے۔ جس شہر میں طاعون واقع ہو جو کوئی وہاں جمعیت قلبی اور صبر سے بغرض حصول اجر مقیم رہے اور سمجھے کہ میرا کچھ نہ بگڑے گا جو کچھ اللہ نے تقدیر میں لکھا ہے وہی ہوگا۔ اسے شہید کے برابر ثواب ملے گا۔

بلعم بن باعورا کا تاریخی واقعہ

اس کی تفصیل طبریٰ نے بروایت سلیمان حضرت یسارؓ سے یوں نقل کی ہے: ’’ان رجلا کان یقال له بلعم کان مستجاب الدعوة۔ وان موسیٰ اقبل فی بنی اسرائیل یرید الارض التی فیها بلعم فاتاده قومه فقالوا ادع اللّٰه علیهم فقال حتیٰ اوامر ربی فمنع فاتوه بهدیة فقبلها وسالوه ثانیا فقال حتی او امر ربی فلم یرجع الیه بشیء فقالوا لو کره لنهاك فدعا علیهم فصار یجری علیٰ لسانه ما یدعوا به علیٰ بنی اسرائیل فینقلب علیٰ قومه فلاموه علیٰ ذلك فقال سادلکم علیٰ مافیه هلاکهم ارسلوا النساء فی عسکرهم ومروهن لا یمتنعن من احد فعسیٰ ان یزنوا فیهلکوا فکان فیمن خرج بنت الملك فارادها بعض الاسباط فاخبرها بمکانه فمکنته من نفسها فوقع فی بنی اسرائیل الطاعون فمات منهم سبعون الفا فی یوم وجاء رجل من بنی هارون ومعه الرمح فطعنهما فایده اللّٰه فانتظمهما جمیعا وهذا مرسل جیدوذکر ابن اسحاق ابن بنی اسرائیل لما کثر عصیانهم اوحی اللّٰه الی داؤد فیخرهم بین ثلث اما ان ابتلیهم بالقحط اوالعدد وشهرین او الطاعون ثلاثة ایام فاخبرهم فقالوا اخترلنا فاختار الطاعون فمات منهم الیٰ ان ذالت الشمس سبعون الفاوقیل مائة الفتضرع داؤد الی اللّٰه فرفعه وورد وقوع الطاعون فی غیر بنی اسرائیل فیحتمل ان یکون هو المراد بقوله اومن کان قبلکم واخرج عبدالرزاق فی تفسیره و ابن جریر عن الحسن فی قوله تعالیٰ الم تر الی الذین خرجوا من دیارهم وهم الوف حذر الموت قال افروا من الطاعون فقال لهم اللّٰه موتوا ثم احیاهم لیکملوا بقیة اجالهم فاقدم من وقفنا علیه ما المنقول ممن وقع الطاعون به فی بنی اسرائیل فی قصة بلعام ومن غیرهم

فی قصة فرعون وتکرر بعد ذلك لغیرهم'' (زرقانی جلد چہارم ص ۷۶)

طبریؒ نے سلیمان کے واسطے سے یسار کا بیان نقل کیا ہے کہ بلعم مستجاب الدعوات بزرگ تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر اس سرزمین پر حملہ کیا جہاں بلعم رہتا تھا۔ اس کی قوم نے درخواست کی کہ آپ حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کے خلاف بددعا کریں۔ بلعم نے قبولیت درخواست کو استخارہ پر موقوف کیا۔ استخارہ کیا تو خدا نے اس حرکت سے اسے منع کیا۔ قوم نے یہ حیلہ کیا کہ طرح طرح کے تحائف اس کی خدمت میں پیش کئے اور اپنی درخواست کی طرف توجہ دلائی۔ پھر اس نے دوبارہ استخارہ کیا جس میں اسے کچھ معلوم نہ ہوا۔ قوم نے اسے کہا کہ اگر خدا کے نزدیک یہ فعل مکروہ ہوتا تو تجھے منع کر دیتا جیسے پہلی بار کیا تھا۔ کوہ لبنان پر جاکر بددعا کی جو کلمات بددعائیہ حضرت موسیٰؑ کی قوم کے حق میں کہتا۔ وہ زبان کی گردش سے اپنے قوم کے حق میں صادر ہو جاتے۔ وہ اسے ملامت کرنے لگے کہ تو کیا کرتا ہے۔ تب اس نے یہ صورت بنی اسرائیل کی تباہی کے ان کے ذہن نشین کر دی کہ میری عاقبت سیاہ ہوگئی اور زبان سینہ پر لٹک آئی۔ تم ایسا کرو کہ مستورات کو آراستہ پیراستہ کر کے بنی اسرائیل کی چھاؤنی میں بھیج دو اور ان کو یہ فہمائش کرو کہ وہ کسی کی خواہش کو نہ روکیں اور بلعم کے ایماء کے مطابق خود شہزادی بھی اس حیلہ گر عورتوں میں بنی اسرائیل کے لشکر میں گئی اور اسباط بنی اسرائیل کا ایک سردار اس سے جرم کا مرتکب ہوا۔ بنی اسرائیل میں اس زور و شور سے طاعون واقع ہوا کہ ایک دن میں ستر ہزار آدمی مر گیا۔ بنی ہارون سے ایک مرد خدا نیک سیرت نکلا اور اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ اس نے فاعل اور مفعولہ دونوں کو سنگین کی نوک میں منکے کی طرح پرو کر نیزہ رو بآسمان نصب کر دیا وہ نیزہ پر لٹکے رہے خدا نے عذاب کو اٹھا لیا۔

ابن اسحاق نے اس قصہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں جب معصیت کا زور ہوا تو حضرت داؤدؑ کی طرف وحی آئی کہ تین عذاب اس قوم کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں جو پسند کریں ان پر بھیجا جائے یا قحط منظور کریں یا اجنبی دشمن کا حملہ اختیار کریں جو دو ماہ تک محاصرہ شہر کا رکھے گا یا تین روز طاعون آئے گی انہوں نے اس معاملہ کو حضرت داؤدؑ کی رائے پر چھوڑ دیا تو آپ نے طاعون کو منظور کر لیا۔ سورج کے ڈھلنے تک ستر ہزار مر دیا ایک لاکھ مارا گیا۔ حضرت داؤدؑ نے گریہ زاری سے دعا کی خدا نے عذاب کو رفع کر دیا۔ طاعون بنی اسرائیل میں کئی بار واقع ہوئی۔ حضرت حزقیل کے عہد میں جبکہ ہزاروں آدمی بخوف طاعون اپنے شہر چھوڑ نکلے۔ واقع ہوئی تھی۔ خدا نے انہیں موت کے بعد پھر زندہ کیا۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت داؤدؑ کے عہد میں بھی طاعون زور و شور پر رہی اور قبطیوں پر بھی طاعون نے اپنا پنجہ ڈالا اور بعد ازاں کئی بار مختلف ازمنہ

میں اس کا ظہور ہوا۔ ان واقعات سے حسب ذیل نتیجہ مستنبط ہوا:

۱...... جب نزول عذاب طاعون وغیرہ انکار نبی سے مخصوص نہ رہا بلکہ زنا کاری، معصیت الٰہی، حکم عدولی، ارتکاب فواحش بھی اس کے اسباب ہیں تو ظہور طاعون سے مرزا قادیانی کے دعویٰ کی تصدیق پر استدلال کرنا بالکل بے معنی ہے کیونکہ شرائع الٰہیہ میں تغافل کا روا رکھنا بھی غضب خدا کو نازل کرتا ہے اور اس سے طرح طرح کے عذاب نازل ہوتے ہیں جب تک احتمال ثانی کو بالکل دلائل شافیہ سے قطع نہ کیا جائے تب تک استدلال تام نہیں۔ قاعدہ یہ ہے: ''اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال'' کیا ضرورت ہے کہ ایک متنبّی کاذب جس کی نبوت آثار اور شواہد سے ثابت نہیں خواہ مخواہ اس کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے بالتکلف طاعون کو اس کی رسالت کا شاہد قرار دیا جائے جو شامت اعمال بنی آدم کا نتیجہ ہے۔

حدیث قدسی میں ہے: ''انما هی اعمالکم احصیاها علیکم فمن وجد خیرا فلیحمدالله ومن وجدشراً فلا یلومن الانفسه'' مولوی جلال الدین رومی کا قول ہے:

ابر نا یداز پے منع زکاۃ　　　وز زنا خیزد وبا اندر جهات

طاعون کا نزول جب ان کا نبی سے مخصوص نہ رہا بلکہ بسا اوقات گناہ اور معصیت بھی اس کا موجب ہے تو کبریٰ کلیہ نہ رہا۔ شکل اول کا کبریٰ جب کلیہ نہ ہو تو نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

طاعون حضرت کی دعا ہے۔ طاعون بشارت ہے

۲...... طاعون کا ظہور امت میں آنحضرتﷺ کی دعا سے ہوا ہے۔ آپ نے یہ دعا فرمائی تھی؟ ''اللهم اجعل فناء امتی قتلا فی سبیلك بالطعن والطاعون رواه احمد باسناد حسن والطبرانی فی الکبیر ورواه الحاکم من حدیث ابی موسیٰ وقال صحیح الاسناد (زواجر ج۲ ص۱۹۶)'' اور استجابت دعا پر آنحضرتﷺ نے تنصیص بھی فرمائی ہے: ''صح عن ابی موسیٰ الاشعریؓ انهﷺ قال فناء امتی بالطعن والطاعون فقیل یا رسول الله هذا الطعن عرفناه فما الطاعون قال وخزاعدائکم من الجن و فی کل شهادة رواه حمد باسانید احدها صحیح وابو یعلیٰ والبزارو الطبرانی'' یعنی آں حضرتﷺ نے فرمایا جو دعائیں میں نے امت کے حق میں کی تھی وہ منظور ہو چکی۔ اس لئے میری امت یا نیزہ سے فنا ہوگی یا طاعون سے مرے گی۔ صحابہ نے حضرت سے دریافت کیا کہ طعن کی حقیقت تو ہمیں معلوم ہے لیکن طاعون کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جو جنوں میں سے تمہارے دشمن ہے ان کے نیزے کی مار ہے یعنی تم ان کے

بہکانے سے گناہ کرتے ہو اور اس کے باعث طاعون پھیلتی ہے۔ گویا استعارۃً یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنوں نے گناہ کے نیزے سے تمہارا شکار کیا۔ اور دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے: ’’لاتفنی امتی الا بالطعن والطاعون قلت یا رسول اللّٰہ ھذا الطعن قد عرّفناہ فما الطاعون قال غدۃ کغدۃ البعیر المقیم بھا کالشھید والفار منہ کالفار من الزحف رواہ احمد وابو یعلیٰ والطبرانی والبزار و اسانیدھم حسان ‘‘ گویا طاعون ان روایات مذکورہ کے اقتضاء سے آنحضرت کی دعا اور امت کے لئے رحمت اور شہادت کی بشارت ہے۔ اسی بناء پر حضرت معاذ نے ملک شام میں خطبہ کے ضمن میں طاعون کا تذکرہ کیا اور کہا:

’’انھا رحمۃ ربکم ودعوۃ نبیکم وقبض الصالحین قبلکم اللھم اجعل علیٰ اٰل معاذ نصیبھم من ھذہ الرحمۃ ثم نزل عن مقامہ ذلک فدخل علیٰ عبدالرحمان بن معاذ فقال عبدالرحمن الحق من ربك فلا تکونن من الممترین فقال معاذ ستجدنے ان شاء اللّٰہ من الصابرین رواہ احمد باسناد جید عن ابی منیب الاحدب ولا حمد فی روایۃ اخریٰ عن معاذ بن جبلؓ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول ستھاجرون الی الشام فتفتح لکم ویکون فیہ داء کالدمل او کالجرۃ یاخذ بمراق الرجل یستشھد اللّٰہ بہ انفسھم ویزکی بہ اعمالھم اللھم ان کنت تعلم ان معاذا سمعہ من رسول اللّٰہ ﷺ فاعطہ ھو واھل بیت الحظ الادخر منہ فاصابھم الطاعون فلم یبق منھم احد فطعن فی اصبعہ السبابۃ فکان یقول مایسرنی ان لی بھا بھاجر النعم ‘‘ ﴿یعنی طاعون تمہارے نبی کی دعا اور تمہارے رب کی رحمت[1] ہے۔ نیکوکار جو تمہارے پہلے ہے اس بیماری سے

[1] طاعون بدکاروں کے لئے عذاب ہے جو معصیت اور حکم عدولی سے نازل ہوتی ہے۔ کسی نبی کا وجود اس کا موجب نہیں۔ چنانچہ بہت روایات اس مضمون کی موئید نذر قلم ہوچکی ہیں اور نیکوکاروں کے لئے رحمت اور شہادت ہے اور آں حضرت ﷺ کی دعا اس کا موجب ہے۔ ’’اللھم اجعل فنا امتی قتلا فی سبیلك بالطعن والطاعون ‘‘ بہرحال طاعون مرزا قادیانی کی تصدیق نہیں کرتی۔ بلکہ جناب سرور کائنات ﷺ کی تصدیق کرتی ہے کہ ان کی پیش گوئیاں برآئیں اور دعا مستجاب ہوئی۔ مرزا قادیانی کے وجود سے طاعون کا صرف اتنا تعلق ہے کہ دعویٰ نبوت سے بنی آدم کے گناہوں میں کفر اکبر کا جو اشد گناہ ہے اضافہ ہوگیا اور جو فہرست میں کمی تھی جس نے عذاب کو روکا ہوا تھا پوری ہوگئی اور فوراً عذاب نازل ہوگیا اور زیادہ نہیں۔

مرے اے خداوند تو آل معاذ کو اس رحمت سے حصہ عنایت کر۔ پھر منبر سے اترے اور اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے پاس آئے بیٹے نے کہا۔موت تیرے رب کا قطعی حکم ہے اسمیں شک نہ کیجیو تو حضرت معاذ نے فرمایا بیٹا! مجھے انشاء اللہ صابر جماعت میں سے پاؤ گے۔ امام احمد کی دوسری روایت میں حضرت معاذ کا سلسلہ کلام اس طرح منقول ہے کہ میں نے حضرت سے یہ حدیث سنی کہ ایک زمانہ عنقریب آنے والا ہے کہ تم ہجرت کر کے شام میں پہنچو گے۔ وہاں ایک بیماری ہوگی جس کی شکل ایک بڑی پھنسی کے مشابہ ہوگی۔ خدائے تعالیٰ وہاں کے رہنے والوں کو طاعون کے ذریعہ درجہ شہادت عنایت کرے گا۔ اور ان کے اعمال کا تزکیہ کرے گا۔ اے خداوند! اگر رسول ﷺ سے سنے ہیں تو اس کو اور اس کے اہل بیت کو طاعون سے کامل حصہ عطا فرما۔ پس ان کے سب متعلقین طاعون سے شہید ہو گئے۔ حضرت معاذؓ فرماتے تھے کہ مجھے اس نعمت کے عوض اگر شتران سرخ دیئے جائیں تو یہ تبادلہ مجھے خوش معلوم نہ ہو۔﴾

چونکہ طاعون رحمت ہے اور آنحضرت کی دعا کا ثمر اس لئے حضرت معاذ نے یہ درخواست کر کے اس رحمت کو خدا سے حاصل کیا۔ اس بناء پر علماء میں یہ اختلاف پیدا ہو گیا ہے کہ جہاں طاعون واقع ہو وہاں کے باشندے اس کو دفعیہ کے لئے دعا کریں یا نہ کریں۔ شارح اشباہ والنصائر نے رفع طاعون کے لئے دعا کرنے کو ممنوع لکھا ہے۔

’’ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل اقول هو وان كان من اشد النوازل الا انه رحمة وشهادة فلا يطلب رفعهما‘‘

﴿یعنی طاعون گو اشد درجہ کی مصیبت ہے لیکن آخر کار وہ رحمت اور شہادت ہے اس لئے ان کے رفع کی دعا نہ کرنی چاہئے۔﴾

اور مؤلف اشباہ کا جواب شارح کی رائے کے مخالف ہے۔

’’قال سئلت عنه فی طاعون سنة تسع وستين وتسعمائة بالقاهرة فاجبت بانه لم اره صريحا ولكن صرح فی الغاية وعزا الشمنی اليها بانه اذا نزل بالمسلمين نازلة قنت الامام فی صلوٰة الفجروهو قول الثوریؒ واحمد وقال جمهور اهل الحديث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوٰة كلها وفی فتح القديران مشروعية القنوت للنازلة مستمرة لم ينسخ وبه قال جماعة من اهل الحديث وحملوا عليه حديث ابی جعفر عن انسؓ عنها مازال......الخ!‘‘

﴿یعنی مؤلف علامہ کا قول ہے کہ اس طاعون کے متعلق جو ۹۶۹ھ میں قاہرہ میں واقع

ہوئے مجھے سوال کیا گیا کہ اس کے رفع کے لئے بدرگاہ رب العزت دعا وابتہال سے کام لیا جائے یا نہیں میں نے جواب میں لکھا کہ صریحاً میری نظر سے صورت مستفسرہ کا حل نہیں گزرا۔ لیکن شمنی نے کتاب غائث کی طرف منسوب کر کے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ مسلمانوں پر جب کوئی حادثہ نازل ہو تو امام نماز فجر میں دعا قنوت پڑھی۔ امام سفیان ثوریؒ اور امام احمد اس قول کے قائل ہیں اور جمہور اہلحدیث کا قول ہے کہ تمام نمازوں میں دعا قنوت کا پڑھنا مشروع ہے جبکہ کوئی آفت نازل ہو اور علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ عند النازلۃ دعا قنوت کا پڑھنا ایک عمل مستمر اور جاری ہے جو منسوخ نہیں اور اہل حدیث نے حدیث انس کا بھی مطلب بیان کیا ہے کہ آں حضرت ہر حادثہ کے وقت دعا قنوت پڑھا کرتے تھے۔﴾

اسی عموم کے ماتحت طاعون کے مرفع کے لئے دعا کرنا مندرج ہے لہٰذا کوئی مضائقہ نہیں کہ اگر دفعیہ طاعون کے لئے دعا وتضرع کی جائے ومجالس الابرار میں یہ مسئلہ مکمل طور پر مندرج ہے۔

آنحضرتﷺ کا ارشاد کہ اس امت پر عذاب نازل ہوں گے لیکن عذاب بیخ کن نازل نہیں ہوگا

ضمن دوم...... آنحضرتﷺ نے اپنی امت میں عذاب نازل ہونے کی خبر سنائی ہے لیکن یہ بھی ساتھ فرمایا ہے کہ سابقہ امتوں کی طرح کلیۃ استیصال کر دینے والا عذاب نہیں آئے گا۔ حضرت ثوبانؓ نے حضور سرور کائناتﷺ سے نقل کیا ہے۔

’’ان اللّٰہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا ومغاربھا وان امتی سیبلغ ملکھا ما زوی لی منھا واعطیت الکنزین الاحمر ولا بیض وانی سالت ربی لامتی ان لا یھلکھا بسنۃ عامۃ وان لا یسلط علیھم عدوا من سوی انفسھم فیستبیح بیغتھم ولو اجتمع علیھم من باقطار ھاوان ربی قال یا محمد انی اذا قضیت قضاء فانہ لایردوانی اعطیتك لا متك ان لا اھلکھم بسنۃ عامہ وان لا اسلط علیھم عدوا من سوٰی انفسھم فیستبیح بیضتھم ولو اجتمع علیھم من باقطارھا حتیٰ یکون بعضھم یھلك بعضا ولیسبیی بعضھم بعضا رواہ مسلم‘‘

﴿خدائے تعالیٰ نے روئے زمین کو میرے لئے سمیٹ دیا۔ میں نے مشرق سے مغرب تک نظر دوڑائی میری امت کی سلطنت انہیں حدود تک پہنچے گی جہاں تک کہ وہ میرے لئے

سمیٹی گئی اور مجھے زروسیم کے دوخزانے خداوندتعالیٰ نے عطا کئے۔ یہ دیکھ کر میں نے خداتعالیٰ کی بارگاہ میں کچھ دعائیں پیش کیں۔ میری امت کو قحط عام سے تباہ نہ کرے۔اور دوسری قوم کا اجنبی دشمن ان پر اقتدار نہ جمائے کہ ان کی جڑ بیخ اڑادے اگرچہ اطراف عالم کے کل باشندے قوت مجتمعہ سے حملہ کریں سو میرے خداوند خدا نے فرمایا کہ میری تقدیر مسترد نہیں ہوتیں۔ میں تیری امت کو فاقہ کشی اور قحط عام سے تباہ کروں گا۔اور کسی غیر قوم کا دشمن ان پر مسلط نہ کروں گا جو ان کا صفایا کردے اگرچہ ہر چہار کنارہ عالم ان کی مخالفت پر جمع ہوجائے وہ اندرونی اختلاف کے باعث ایک دوسرے کو ہلاک کردیں گے۔اور ایک دوسرے کو قید کریں گے۔

اور مسلم نے حضرت سعدؓ کا بیان صحیح میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ جناب سیدالکونین نے ارشاد فرمایا:’’سالت ربی ثلاثا فاعطا نے ثنتین ومنعنی واحدۃ سالت ربی ان لا یھلك امتی بالسنۃ فاعطا نیھا وسالت ان لا یھلك امتی بالغرق فاعطانیھا وسالتہ ان لا یجعل باسھم بینھم فمنعنیھا‘‘

﴿میں نے اپنے خداوند خدا سے تین درخواستیں کیں جن میں سے دو مجھے عنایت کردیں اور ایک مجھے نہ دی۔ میں نے کہا میری امت کو عام قحط سے تباہ نہ کریؤ اور میری امت طوفان سے غرق نہ ہو۔ یہ دونوں معروضات منظور ہوگئے اور تیسری عرضداشت یہ پیش کی کہ ان میں خانہ جنگی نہ ہو یہ درخواست بوجہ مخالفت قدر بارآور نہ ہوسکی۔﴾

اور خباب بن ارت کا بیان ہے:’’صلی بنا رسول اللہ صلوۃ فاطالھا قالوا یا رسول اللہ صلیت صلوٰۃ لم تکن تصلیھا قال اجل انھا صلوٰۃ رغبت ورحبۃ وانی سالت اللہ فیھا ثلاثاً فاعطانے اثنتین ومنعنی واحدۃ سالتہ الا یھلك امتی بالسنۃ فاعطانیھا وسالتہ ان لا یسلط علیھم عدواً من غیرھم فاعطا نیھا وسألتہ ان لا یذیق بعضھم باس بعض نمنعنیھا رواہ الترمذی والنسائی‘‘ ﴿ترمذی اور نسائی نے نقل کیا ہے کہ خباب بن ارت نے یہ تذکرہ سنایا گیا کہ آنحضرت نے ہمیں طویل نماز پڑھائی صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے عام معمول سے الگ یہ نماز ہمیں پڑھائی ہے آپ نے فرمایا کہ اس نماز سے رغبت اور شوق اور خوف الٰہی کا اظہار مقصود ہے میں نے تین درخواستیں اپنے مالک کے سامنے پیش کیں۔ میری امت کو عام قحط سے تباہ نہ کیا جائے اور غیر دشمن ان پر مسلط نہ ہو۔اور ان میں خانہ جنگی نہ ہونے پائے۔ پہلی دو درخواستیں منظور ہوگئیں اور تیسری اپنے حال پر رہی۔﴾

اور ابوداؤد نے ابومالک اشعری سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:’’ان اللہ عزوجل اجارکم من ثلث خلال ان لا یدعوا علیک نبیکم یتحل کموا جمیعا وان لا یظهر اهل الباطل علیٰ اهل الحق وان لا تجتمعوا علیٰ ضلالة‘‘ ﴿خدا نے تم کو تین مصیبتوں سے امن میں رکھا ہے تمہارے خلاف تمہارا پیغمبر بددعا نہ کرے گا کہ تم سب فنا ہو جاؤ اور اہل باطل حق پرستوں پر غلبہ نہ پائیں گے۔ اور گمراہی پر تم متفق نہ ہو گے۔﴾

یعنی آنحضرت کی امت پر ایسا عذاب نہ آئے گا کہ تمام دنیا سے نابود ہو جائیں۔ البتہ بسا اوقات بطور تازیانہ عبرت انواع واقسام کے عذاب آتے رہیں گے۔ خود آنحضرتﷺ نے امت میں ظہور عذاب کی خبریں سنائی ہیں جس قدر مصائب وآلام امت پر آتے ہیں وہ پہلے دن سے پیغمبر خدا کی خبر کی تصدیق ہے۔ نہ کہ مرزا قادیانی کے انکار کی وجہ سے یہ عذاب نازل ہو رہے ہیں۔ اگر طاعون کو امت کے لئے عذاب مانا جائے تو یہ حضرت کی پیش گوئی کا نتیجہ ہے۔ مرزا قادیانی کے انکار سے اس کا تعلق نہیں۔

ضمن سوم...... طاعون کا ظہور زمانہ ہذا سے قبل بارہا ہو چکا ہے۔ آنحضرتﷺ کے عہد میں مدائن میں طاعون واقع ہوئی اور بعہد خلیفہ ثانی عمر فاروقؓ شام میں طاعون عمواس رونما ہوئی۔ آپ سفر شام کا عزم کر کے جا رہے تھے کہ راستہ میں ابو عبیدہؓ نے ملک میں وبائے طاعون کی خبر سنائی آپ نے تمام صحابہ کو مدعو کر کے مجلس شوریٰ نے قائم کی کہ شام کی طرف قدم بڑھائیں یا واپس مدینہ جائیں چنانچہ مؤطا مالک میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں طاعون کا ظہور

’’ان عمر بن الخطاب خرج الی الشام حتی اذا کان بسرغ لقیه امراء الاجناد ابو عبیدة بن الجراح واصحابه فاخبروه ان الوباء قد وقع بالشام قال ابن عباس فقال عمر بن الخطاب ادعی لی المهاجرین الاولین فدعاهم فاستشارهم واخبرهم ان الوباء قد وقعت بالشام فاختلفوا فقال بعضهم قد خرجت لامرولا نریٰ ان ترجع وقال بعضهم معك بقیة الناس واصحاب رسول اللهﷺ ولا نری ان تقدمهم علیٰ هذه الوباء فقال عمر ارتفعوا عنی ثم قال ادع لی الانصار فدعوتهم فاستشارهم فسلکوا سبیل المهاجرین واختلفوا لا ختلافهم فقال لهم ارتفعوا عنی ثم قال ادع من کان

ھھنا من مشیخة قریش من مهاجرة الفتح فدعوتهم فلم یختلف علیهم منهم اثنان فقالوا نریٰ ان ترجع بالناس ولا تقدمهم علیٰ هذا الوباء فنادی عمر بن الخطاب فی الناس انی مصبح علی ظهر فاصبحو علیه فقال ابو عبیدة افرارا من قدر اللّٰہ قال عمر لو غیرك قالها یا اباعبیدة نعم نفر من قدر اللّٰہ الیٰ قدر اللّٰہ ارایت لو کان لك ابل فهبطت وادیاله عدوتان احدهما مخصبته والاخریٰ جدبة الیس ان رعیت الخصبته رعیتها بقدر اللّٰہ وان رعیت الجدبة رعتیها بقدر اللّٰہ فجاء عبدالرحمن بن عوف وکان غائبا فی بعض حاجة فقال ان عندی من هذا علما سمعت رسول اللّٰہ ﷺ علیه وسبیل یقول اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا علیه وان وقع بارض فانتم بما فلا تخرجو افرار امنه قال ابن عباس فحمد اللّٰہ عمر ثم انصرف رواه مالك عن عبدالله بن عامر نحو وعن سالم بن عبدالله مثل ذلك‘‘

﴿حضرت عمر بن خطابؓ نے سفر شام کا عزم کیا۔ سرغ پر جو ایک مقام کا نام ہے پہنچتے ہی جرنیلان لشکر ابوعبیدہ وغیرہم کی زبانی ملک شام میں طاعون کی زور کی خبر سنی حضرت ابن عباسؓ کے بیان کی رو سے حضرت فاروقؓ نے مہاجرین اولین کو بلا کر ان سے مشورہ کیا کہ وباء کا شام میں زور وشور ہے اب کس تجویز پر عمل کرنا چاہئے۔ پیش قدمی کریں یا مدینہ کو رخ بدلیں۔ مہاجرین نے کوئی قطعی رائے جس پر ان کا اتفاق ہو نہ بتلائی اور مختلف رائے ظاہر کرنے لگے۔ کوئی کہتا تھا واپسی مناسب ہے کیونکہ سرور کائنات کے بہترین اصحاب اور چیدہ بزرگ آپ کے ہمراہ ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ ان کی زندگی کو خطرے میں ڈالیں اور وہاں وباء میں ان کی عزیز جانیں دے دیں۔ اور دوسری بولے واپس جانا ٹھیک نہیں۔ پھر انصار کو بلایا وہ بھی مہاجرین کے رویہ پر چلے اور ان میں بھی ویسے ہی اختلاف ہوا جیسے مہاجرین میں تھا۔ پھر ان کی مجلس کو برخاست کر دیا۔ اور مشائخ، قریش کو بلایا۔ ان میں کوئی اختلاف نہ ہوا اور بالاتفاق یہ رائے دی کہ واپس مدینہ ہونا چاہئے اور وباء میں اپنا قدم نہ رکھنا چاہئے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے نداء عام کر دی کہ کل صبح ہم کوچ کریں گے۔ ابوعبیدہؓ نے اعتراض کیا کہ آپ تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہیں عمر فاروقؓ نے جواب دیا کہ اگر آپ کے سوا کوئی دوسرا ایسے کلمات کہتا تو چنداں قابل اعتراض نہ تھا لیکن تمہارے لئے یہ زیبا نہیں میں مسئلہ تقدیر کو مثال دے کر سمجھا دیتا ہوں۔ جس روش کو ہم باختیار خود پسند کریں گے۔ وہی ہمارے حق میں تقدیر ہو جائے گی۔ اس طرح ہم تقدیر کی ایک رخ سے دوسری رخ کی طرف

جارہے ہیں بتلاؤ تو سہی کہ اگر تم کسی میدان میں فروکش ہو جس کے دو کنارے ہیں ایک سرسبز اور دوسرا خشک جس کنارے تم اپنے شتر چرنے چھوڑو گے وہ بحکم تقدیر ہوگا۔ (اگر کوئی خشک کنارہ ترک کر کے سبز خطہ اختیار کرے تو یہ تقدیر کی مخالفت نہیں بلکہ حزم و احتیاط اور تقدیر کی موافقت ہے۔) اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جو کسی ضروری کام کے لئے مجلس سے غائب تھے آپہنچے اور یہ حدیث سنائی کہ جہاں طاعون واقع ہو وہاں جاؤ نہیں اور اگر تمہارے شہر میں طاعون پڑ جائے تو بھاگو نہیں۔ حضرت عمرؓ حمد خدا بجالائے اور مدینہ کو کوچ کیا۔ امام مالک نے یہ ساری سرگزشت حضرت ابن عباس عبداللہ بن عامر اور سالم بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ طاعون عمواس سیف بن عمرو کی تحریر کی رو سے ۱۸ھ میں اس کا ظہور ہوا اور عمواس عم واسار کا مخفف ہے چونکہ اس طاعون نے لوگوں کو بدحال کر دیا تھا اس لئے اس نام سے نامزد ہوئے۔

اور کوفہ میں باثناء ۴۹ء طاعون ظاہر ہوئی اور طاعون جارف ۶۵ھ لغائب ۸۰ھ میں نمودار ہوئے اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ۶۶ھ میں مصر میں عام طاعون اپنا کام کر رہی تھی اور بصرہ میں دوسری بار طاعون پھیلی جو طاعون فتیات کے نام سے نامزد ہے ازاں بعد طاعون اشراف واسطہ میں رونما ہوئی ان پانچ طاعونوں کی تصریح مدائنی نے تاریخ میں ذکر کی ہے علاوہ ان کے ہر زمانہ میں بہت دفعہ طاعون اپنا رنگ دکھلا چکی ہے۔

طاعونات کا وقتاً فوقتاً ظہور

شام میں طاعون عمواس کے بعد دوسری بار طاعون نے کھلبلی مچادی۔ پھر طاعون عدی بن ارطاۃ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں ۱۰۰ھ میں واقع ہوئی اور پھر تیسری بار شام میں باثناء ۱۰۷ھ و ۱۱۵ھ طاعون نے لوگوں کی حالت خستہ کر دی کذا ذکر ابن کثیر فی تاریخہ اور مراۃ الزمان میں بیان کیا گیا ہے کہ ۱۱۶ھ میں بعلاقہ عراق و شام طاعون کا زور شور تھا اور بصرہ میں تیسری چوتھی بار طاعون غرابا اور مسلم بن قتیبہ وارد ہوئی اور سال ۱۳۱ھ کا دور دورہ تھا کہ ماہ رجب و شعبان و رمضان میں تین ماہ متواتر طاعون نے سخت حملہ کیا۔ بنوامیہ کا دور تھا۔ طاعون کا سمندر اس عہد میں موجزن رہا ۲۴۹ھ میں عراق کے علاقہ میں طاعون نے خلق اللہ کو ستایا اور ۲۰۸ھ کا دوران تھا جبکہ اذربےجان اور بروعہ میں اس بیماری نے اپنے دانت تیز کئے اور ۲۰۹ھ میں بلاد فارس اور ۲۳۱ھ میں بعلاقہ بغداد اور ۳۲۴ھ میں ببلدہ اصفہان اور ۳۴۶ھ میں بنواحی عراق اور ۴۰۶ھ میں بشہر بصرہ اور ۴۲۳ھ میں بلاد ہندوستان و عجم و علاقہ جبل وباء نے خلق اللہ کی تباہی کی اور ۴۲۵ھ میں شیراز سے بصرہ اور بغداد تک پہنچی اور ۴۳۹ھ میں موصل و جزیرہ اور بغداد پر اس نے اپنا تسلط جمایا اور پھر ۴۴۸ھ میں

مصروشام وبغداد پر اس کا تصرف رہا اور ۴۴۹ھ میں بلاد عجم میں اس کا شیوع تھا اور ۴۵۵ھ میں مصر پر تباہی ڈالی اور ۴۶۹ھ میں شہزاد دمشق پر اس شدومد سے حملہ آور ہوئی کہ پانچ لاکھ آبادی میں سے صرف ساڑھے تین ہزار باقی رہ گئے اور بعدہ ۴۷۸ھ میں عراق اور ۵۰۲ھ میں علاقہ حجاز اور یمن اس کے پنجہ میں گرفتار تھا اور ۴۴۹ھ کی طاعون اس قوت سے ظاہر ہوئی کہ شرق وغرب سے کوئی ملک کوئی صوبہ کوئی ضلع کوئی شہر اس کے حملہ سے خالی نہ رہا ابن ابی حجلہ کا بیان ہے کہ قریباً نصف عالم یا زیادہ اس طاعون میں عالم بقاء کو سدھارا۔ اور ۷۶۴ھ میں دمشق اور قاہرہ پر اور پھر ۷۷۱ھ میں خاص دمشق پر اور ۷۸۱ھ میں خاص قاہرہ پر طاعون نے تاخت کی۔ ۷۹۶ھ اور ۸۱۳ھ اور ۸۱۹ھ اور ۸۲۱ھ اور ۸۲۲ھ اور ۸۳۳ھ میں طاعون نے قاہرہ پر چڑھائی کی اور آخری طاعون وسعت کے لحاظ سے بے نظیر تھی بعدہ ۸۴۱ھ میں مصر میں اس مہلک مصیبت نے اپنا اثر دکھلایا اور ۸۴۹ھ میں ماہ ربیع الاوّل میں لغائت ماہ ذالحجہ طاعون نے وہ یورش ڈالی کہ الامان الامان اور ۸۵۳ھ میں طاعون اس زور وشور سے ظاہر ہوئی کہ روزانہ پانچ ہزار آدمی نذر موت ہوتا تھا اور ۸۶۴ھ میں مصروشام کے اندر طاعون نے وہ جارحانہ حملہ کیا کہ جس کی برداشت مشکل تھی اور مکرر ۸۷۳ھ میں بنواحی مصروشام طاعون نے خلق خدا کو پریشان کر دیا اور پھر ۸۸۱ھ میں شام ومصر میں اس کا دور ثانیہ ہوا اور ۸۹۹ھ میں روم کے اندر اس نے اپنا جوش دکھلایا اور ۸۹۷ھ میں بشہر حلب اس بیماری نے اپنے اثر سے خلق اللہ کو عالم جاودانی کا راستہ بتایا اور اور عملداری نصاریٰ میں بہت دفعہ طاعون واقعہ ہو چکی ہے۔ ۳۴۸ء میں طاعون نے انگلستان پر چارلس دوم کے عہد میں تاخت وتاراج ڈالی شاہ جہاں کے عہد میں بلاد ہندوستان طاعون بڑی سختی سے واقع ہوئی۔ ۱۳۴۸ء میں ایک مہلک وبا مشرق سے حرکت میں آئی اور فرانس کی ثلث آبادی کو نیست ونابود کر گئی۔

طاعون کا ظہور علامت بعثت نبی نہیں

اب جماعت مرزائیہ سے سوال ہے کہ طاعونات مذکورہ میں جو انبیاء مدعی ہوئے ہیں ان کا بحوالہ تاریخ پتہ بتلائیں اور اگر اس بات سے عاجز رہیں تو پھر تسلیم کرنا ہوگا کہ طاعون نبی کے انکار سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ دنیا میں گنہ اور بدکاری کا مادہ جب زیادہ ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ حسنات سیئات کے مقابلہ بالکل کم نظر آنے لگتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے گوناگوں عذاب نازل ہوتے ہیں۔ انما ھی اعمالکم احصیھا علیکم فمن وجد خیر فلیحمد اللہ ومن وجد شرافلا یلومن الا نفسہ یہ جنرل رول ہے کہ جب تک حسنات سیئات دنیا میں مساوی الوزن رہیں کوئی عذاب نازل نہیں ہوتا۔ لیکن سیئات جب غالب الوزن ہوں تو ہر سال خدائے

تعالیٰ اپنے قہر اور شدت کا رنگ بدلتا اور مخلوقات کو عبرتناک واقعات دکھاتا ہے تاکہ وہ سمجھیں اور واپس آئیں۔

مانا کہ انکار نبی کو نزول عذاب لازم ہے۔ مگر نزول عذاب سے وجود نبی اور اس کے انکار پر استدلال نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ لازم عام کے تحقق سے ملزوم خاص کا تحقق ثابت نہیں ہوتا۔ اس بناء پر منطقیوں نے یہ قاعدہ تجویز کیا ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہوا کرتا ہے اور لکھا ہے کہ کل انسان حیوان کا عکس بعض الحیوان انسان صحیح اور کل حیوان انسان خطا ہے۔ اسی طرح کی دوسری مثال کل مسجد یخلع النعل خارجہ کا عکس کل ما یخلع النعل خارجہ فهو مسجد راست نہیں اس لئے کہ بسا اوقات گرجا گھر۔ دھرم سالہ اور شودیالہ میں بھی پاپوش اتار کر جاتے ہیں پھر کلیہ معکوس کس طرح صحیح ہوگا۔ البتہ بعض ''ما یخلع النعل خارجه فهو مسجد ''منطبق ہے صرفیوں نے یہ قاعدہ لکھا ہے کہ ''کل باب من ابواب منع یجئ فی عین کلمته اولامها حرف من حروف الحلق '' لیکن قضیہ معکوسہ بصورت کلیہ بالکل غلط ہے یعنی ''باب یجئی فی عین کلمته اولا مها حرف من حروف الحلق فهو من ابواب منع '' بالکل خلاف واقع ہے اس لئے کہ وعلا یعلا باوجودیکہ عین کلمہ اس کا حروف حلق سے ہے۔ باب ضرب سے مستعمل ہے۔ اسی قیاس پر قضیہ شرطیہ کلما ''کان تکذیب النّبی واقعا کان العذاب نازلاً '' صحیح ہے لیکن اس کا عکس بصورت کلیہ صحیح نہیں بلکہ عکس اس کا بموجب قاعدہ منطق جزئیہ شرطیہ آتا ہے ''قد یکون اذا کان العذاب نازلا کان تکذیب النّبی واقعاً '' اور یہ بعینہ اس قضیہ کے مطابق ہے کہ کلما ''کان هذا انسانا کان حیوانا '' کا عکس ''قد یکون اذا کان هذا حیوانا کان انسانا '' مستعمل ہے کیونکہ لازم عام کا وجود مستلزم تحقق ملزوم نہیں۔ اہل میزان اور اصولیوں نے لکھا ہے۔ ''ثبوت العام لا یستلزم ثبوت الخاص '' (اتقان جلال الدین سیوطی وکتب منطق) اور اعلام الموقعین میں لکھا ہے ''العام لا یدل الخاص '' بناء علیہ عذاب جو گاہے انکار نبی اور گاہے معصیت الٰہی سے نازل ہوتا ہے علی الخصوص وجود اور تکذیب نبی پر دلالت نہیں کرتا۔ اس لئے دلیل ناتمام ہے۔

وقوع طاعون کو مرزا قادیانی کی تصدیق کے لئے بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے لیکن اوّل یہ ضروری ہے کہ مرزا قادیانی کی نبوت کو جماعت مرزائیہ ثابت کرے یعنی معجزات وخوارق اور گزشتہ نبیوں کے بشارات اور آئندہ پیش گوئیاں اور اخلاق فاضلہ اور دیگر شواہد آثار جو نبوت کے لئے کافی ثبوت ہیں۔ مرزا قادیانی کی رسالت کی تائید پیش کرے۔ پھر نزول عذاب کو ان کی

تصدیق کے لئے شہادت سمجھا جائے گا کیونکہ جماعت مرزائیہ کا دعویٰ ہے کہ عذاب انکار نبی سے آتا ہے۔اس لئے یہ لازم ہے کہ جس کی خاطر طاعون کے نزول کا دعویٰ ہے۔اس کی نبوت کو مدلل کیا جائے:’’والادونہ خرط القتاد‘‘ ثانیاً دلیل کی تعریف اہل مناظرہ نے یہ بیان کی ہے ’’ما یلزم من العلم به العلم بشیء اٰخر‘‘یعنی جس کے علم سے دوسری چیز کا علم لازم آئے اورانکار نبی اورنزول عذاب کے درمیان جب تک تلازم ثابت نہ کیا جائے تب تک دلیل تام نہیں ہوسکتی کیونکہ نزول عذاب سے انکار نبی کا علم لازم نہیں۔ بسا اوقات معاصی اور حکم عدولی نزول عذاب کا موجب ہوا کرتی ہے۔

طاعون عمواس کے متعلق ممکن ہے کہ جماعت مرزائیہ بتقلید اپنے مرشد کی کہے کہ اسوقت حضرت عمر فاروقؓ موجود تھے جو محدث سمجھے جاتے تھے اورمحدث بھی ایک معنے سے نبی ہوتا ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے:’’اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدائے تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہوکر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدائے تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اورنبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے۔اورانبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں باآواز بلند ظاہر کرے اوراس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے اور معنی کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔‘‘ (توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۶۰)

محدث نبی نہیں ہوتا

باوجودیکہ حضرت عمرؓ کی محدثیت طشت ازبام ہوچکی ہے اور آنحضرتﷺ نے اپنے کلمات طیبات میں اس کا اعلان بھی کردیا ہے۔ چنانچہ بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:’’لقد کان فی قبلکم محدثون فان يك فی امتی احدنا فانه عمر‘‘ پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں جن سے خدا اور فرشتے ہم کلام ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی اس لقب کا مستحق ہے تو وہ حضرت عمرؓ ہیں مگر بایں ہمہ آپ کی ذات سے نبوت کو منفی کرکے پہلے سے مرزا قادیانی کے خیال کی تردید کردی ہے۔کہ محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

اوراس روایت سے صریح تر دوسری حدیث ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے’’لقد کان فیاقبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان يك احد فی امتی فانه

عمر ’’یہ مرزا قادیانی کے دعویٰ کا بکلی استحصال کر رہا ہے۔‘‘ہمیں مرزا قادیانی کی تحریرات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایسے دعاوی پیش کرنے کے عادی ہیں جو آنحضرت ﷺ کے بالکل معارض اور قرآن وسنت کے مدمقابل ہوں۔

محدث کی وحی دخل شیطانی سے منزہ نہیں ہوتی

۲...... آپ فرماتے ہیں کہ محدث کی وحی دخل شیطانی سے منزہ کی جاتی ہے جو یہ دعویٰ نہ صرف اہلسنت کے عقائد کیخلاف ہے بلکہ جملہ اہل اسلام کے معارض ہے۔ کتاب وسنت میں کوئی اشارہ بھی موجود نہیں جو عصمت وحی محدثین کا کفیل ہو۔ صحابہ کرام جو حضرت عمرؓ کی محدثیت کے معترف تھے مگر بہت سے مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے تھے۔ آپ جنب کے لئے بحالت سفر ومرض تیمّم کو روانہیں رکھتے تھے اور دیگر صحابہ تیمّم کے قائل تھے۔ آپ متعۃ الحج کے معترف نہ تھے دوسرے صحابہ متعۃ الحج کے قائل تھے۔ اگر آپ کی وحی معصوم تھی تو صحابہ پر ان کا اتباع لازم ہوتا اور مخالفت ہر طرح ممنوع اور حرام ہوتی۔ حضرت عمر فاروقؓ نکاح میں گرانمایہ مہر مقرر کرنے کی ممانعت کرتے ہیں اور ایک عورت گوشہ سے کھڑی ہوکر بحوالہ قرآن آپ کے خیال کو مخالفت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ خدا نے تو ہماری مہر گراں مایہ کی اجازت دی ہے اور ارشاد کیا ہے:’’وان اردتم استبدال زوج مکان زوج وآتیتم احداهن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئاً اتاخذونه بهتانا واثما مبینا (نساء:۲۰)‘‘تو حضرت عمرؓ لاجواب ہوجاتے ہیں اور فرماتے ہیں:’’کل الناس افقه منك یا عمرؓ‘‘اور بالآخر اس عورت کے استنباط کو بنظر استحسان دیکھتے اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اب بھی کوئی شبہ باقی ہے کہ محدث معصوم الرائے نہیں ہوتا؟

محدث کا لفظ منسوخ ہوگیا ہے

یہی وجہ ہے کہ محدث کا ذکر ایک قرأۃ میں رسول اور نبی سے مقرون بیان کیا گیا ہے لیکن بعدازاں اسے منسوخ کر کے ساقط کردیا گیا چنانچہ اب یہ لفظ آیۃ’’وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنیٰ القیٰ الشیطان فی امنیته (حج:۵۲)‘‘میں موجود نہیں تا کہ یہ سقوط اس امر پر دلیل ہو کہ محدث کا حکم نبی اور رسول سے متفاوت ہے اور جو قوم محدث کو نبی اور رسول کے مساوی سمجھتی ہے ان کا شبہ دور ہو:’’وقرء ابن مسعود ولا نبی ولا محدث وعن سعد بن ابراهیم بن عبدالرحمن بن عوف مثله وزاد فنسخت محدث حاشیه جامع البیان‘‘یعنی ابن مسعودؓ نے نبی کے ساتھ محدث کا لفظ بھی پڑھا ہے

لیکن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف کا قول ہے کہ یہ لفظ منسوخ ہوکر ساقط ہوگیا ہے۔ گویا لفظ ساقط کا حکم الفاظ مذکورہ سے جدا اور متفاوت ہوگیا ہے اور محدث کی وحی تلبیس شیطانی سے رسول و نبی کی طرح منزہ نہیں ہوتی۔

جب کوئی لفظ قرآن سے بصیغہ نسخ ساقط ہوجائے تو اس کا حکم تبدیل ہوجاتا ہے جیسے آیت ''فمن کان منکم مریضاً او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر'' میں متتابعات کا لفظ بھی نازل ہوا تھا جس کا یہ اثر تھا کہ ہرایک قضاء کنندہ صیام علی الترتیب اور متواتر روزی رکھتا تھا۔ لیکن جب یہ لفظ ساقط ہوگیا تو قضاء کے حکم میں تبدیلی واقع ہوئی اور کہا گیا: ''ان شاء فرق وان شاء تابع علیٰ ھذا القیاس '' جب محدث کا لفظ ساقط ہوگیا تو اس کی وحی اور الہام کا حکم انبیاء کی وحی سے بالکل مختلف ہوگیا۔ انبیاء کی وحی تلبیس شیطانی سے منزہ کردی گئی۔ برخلاف محدث کے کہ اس کی وحی دخل شیطانی سے پاک نہیں۔

ضمن چہارم...... جماعت مرزائیہ اس موقع پر آیت ''وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا'' سے بھی استدلال کیا کرتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ نزول عذاب بعثت نبی کی علامت ہے اور یہ عادت اللہ جاری ہے کہ جس وقت دنیا میں کوئی نذیر ظاہر ہو اور اس کی اتباع سے قوم منحرف ہو تو خدا اس کی تصدیق اور قوم کی تنبیہ کے لئے عذاب نازل کرتا ہے مگر یہ دعوائے بروئے آیت بالکل محاورات عرب اور قواعد صرفیہ اور لغویہ کے خلاف ہے کنا ماضی معلوم کا صیغہ ہے جو خدائے تعالیٰ کی گذشتہ عادت کو ظاہر کرتا ہے کہ زمانہ ماضی میں وہ ایسا کرتا رہا ہے کہ جب قوم نے نبی کا انکار کیا تو خدا نے تازیانہ عذاب سے انہیں بیدار کیا یا بالکل ان کا استحصال کردیا۔ آئندہ زمانہ پر آیت ہذا کا کوئی اثر نہیں بلکہ سورہ احزاب کی حسب ذیل آیت: ''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین (احزاب:۴۰)'' آئندہ زمانہ پر حاوی ہے۔

وما کنا معذبین کے معنے

لہٰذا حضور علیہ السلام کی بعثت سے بعد کا زمانہ ''وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا'' کے ماتحت داخل نہیں کیونکہ آیت ختم نبوۃ نے آئندہر زمانہ کے لئے انبیاء کی بعثت کو مسدود کردیا ہے لہٰذا قرآن کی دوسری آیت خود پہلی آیت کے یہی معنے بتلارہی ہے کہ اس کا اثر زمانہ قبل بعثت رسول کریم سے وابستہ ہے جماعت مرزائیہ جن معنے کی شیداء ہے وہ آیت ختم نبوۃ سے معارض ہیں اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ''انما نزل القرآن یصدق بعضہ بعضا فلا تضربوا کتاب اللّٰہ بعضہ ببعض'' یعنی قرآن ایک دوسرے حصہ کا مصدق نازل ہوا ہے تم

خدا کی کتاب کو آپس میں نہ ٹکراؤ یعنی کتاب اللہ کے ایسے معنے بیان کرو کہ دو آیتوں میں تعارض نہ واقع ہو مگر مرزا قادیانی کو آنحضرت کی پندونصیحت سے کیا سروکار وہ تو اپنی غرض کے تابع ہیں۔

خاتم النّبیین کے معنے

چونکہ آیت احزاب مرزا قادیانی کے مخل مقصود اور ان کی ساختہ عمارت کو مسمار کرتی تھی اس لئے وہ اس کی تاویل کی فکر میں ہوئے اور خاتم کو بمعنے مہر قرار دے کر آیت کا یہ مطلب سنایا کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ مگر وہی جس کی نبوت پر بوجہ اتباع آنحضرت ﷺ خود تصدیقی دستخط کریں اور مہر ثبت کریں۔ مگر یہ قرارداد نہ صرف اجماع امت کے خلاف ہے بلکہ جملہ کلمات طیبات حضور علیہ السلام کے منافی ہے اور مفسروں کا کلمہ مرزا قادیانی کی تجویز کی نفی کرتا ہے۔ مدارک التنزیل میں لکھا ہے: ’’ای آخرھم لا ینبأ احد بعد وعیسیٰ ممن نبی قبلہ وحین ینزل ینزل عاملا علیٰ شریعۃ محمد ﷺ کانہ بعض امتہ‘‘ یعنی آنحضرت آخرالانبیاء ہیں کسی کو آپ کے بعد نبوت جدیدہ مرحمت نہیں ہوسکتی۔ یہ معنی عاصم کی قرأت کے مطابق ہیں جو خاتم کو بفتح تا پڑھتے ہیں اور جلالین میں لکھا ہے: ’’وفی قرائۃ بفتح التاء کآلۃ الختم ای بدختموا‘‘ اگر خاتم کو بالفتح پڑھا جائے تو اسم آلہ ہے۔ جس کے معنی ہیں ما یختم بہ الشیٔ یعنی جو سب سے آخر میں ظاہر ہو اور اسم آلہ فاعل کے وزن پر یہی مستعمل ہے اس کی دوسری مثال لفظ عالم ہے: ’’ختم اللّٰہ بہ النبوۃ وقرء ابن عامرو عاصم خاتم بفتح التاء علیٰ الاسم ای اٰخرھم وقرء الآخرون بکسر التاء علی الفاعل لانہ ختم بہ النّبیین فھو خاتمھم‘‘

اور علامہ نجم الدین نسفی نے بھی خاتم میں ہر دو قرأت یعنی فتح وکسر کو نقل کیا ہے۔ اور لکھا ہے ’’وغیرہ بکسر التاء بمعنے الطابع وفاعل الختم وتقویہ قرأۃ ابن مسعود وتکن نبیا ختم النّبیین‘‘ اگر خاتم بمعنے مہر ہے تو صحیفہ مکمل ہونے کے بعد آخر میں مہر ثبت کی جاتی ہے کہ تکمیل کی دلیل ہو۔ تھیلی کا منہ بند کر کے اس پر مہر ثبت کی بات ہے کہ اب کوئی چیز داخل خارج نہیں ہوسکتی تو اندریں حالت بھی یہ لفظ اختتام نبوت کی صریح دلیل ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے جو معنے ذکر کئے ہیں وہ پنجابی محاورات کو ملحوظ رکھتے ہوئے تحریر کر دیئے ہیں۔ اگر لغت عربیہ کی امداد لیتے تو اس غلطی میں گرفتار نہ ہوتے۔ اور خاتم النّبیین کے ایسے معنے بیان نہ کرتے جو قرۃٔ فتح کی مخالف اور قرۃٔ کسر کی دوسری شق کے معارض ہیں۔

لکن کلام عرب میں اس وہم کے رفع کے لئے استعمال ہوتا ہے جو کلام سابق سے ناشی

ہو یعنی محمد ﷺ کی نسبت قوم کو یہ وہم تھا کہ زیدان کا بیٹا ہے تو خدا نے پہلے اس کی نفی کی اس نفی کے ضمن میں ایک دوسرا وہم پیدا ہوتا تھا کہ محمد ﷺ کو خدائے تعالیٰ نے نعمت اولاد نرینہ سے محروم کر دیا تو خدا نے اس وہم کو اس طرح رفع کیا کہ نعمت سے محروم نہیں کیا۔ بلکہ آپ کی ذات پر انعام کو مکمل کیا ہے کہ آئندہ کے لئے باب نبوت مسدود کر دیا جائے۔ اب آنحضرت کی حکومت روحانی تا ابد قائم رہے گی اور یہ بڑا افضل ہے ارشاد ہے: ''ان فضله كان عليك كبيرا'' اگر اولاد نرینہ آپ کی موجود ہوتی تو ختم نبوت کا کمال آپ کو حاصل نہ ہوتا۔ علامہ خازن نے لباب التاویل میں لکھا ہے: ''ختم الله به النبوة فلا نبوة بعده اى ولا معه قال ابن عباس يريد لو لم اختم به النّبيين لجعلت له ابنايكون بعده نبياوعنه قال ان الله لما حكم ان لا نبى بعده لم يعطه ولداً ذكراً يصيرا رجلا وكان الله بكل شىء عليما اى دخل فى علمه انه لا نبى بعده '' یعنی خدا نے حضرت کی ذات پر نبوت کو ختم کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں اور نیز آپ کے زمانہ کے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اگر میں نبوت کو ختم نہ کرتا تو آنحضرت ﷺ کے لئے اولاد نرینہ دیتا جو آپ کے پیچھے پیغمبر ہوتی اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ خدا جب یہ قطعی فیصلہ کر چکا کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت ختم ہے تو آپ ﷺ کو ایسی اولاد نرینہ نہ بخشی جو بالغ ہو کر منصب نبوت پر ممتاز ہونے کے قابل ہو اور یہ بات خدا کے علم میں پہلے سے شامل تھی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ علامہ سلیمان نے جمل میں تحریر فرمایا ہے: ''لانه لوبقى له ابن بالغ بعده لكان اللائق به ان يكون نبيا بعده فلا يكون هو خاتم النّبيين (زاده) واورد فى الكشف منع الملازمة اذ كثير من اولاد الانبياء لم يكونوا انبياء فانه اعلم حيث يجعل رسالته واجاب الشهاب عن ذلك بقوله الملازمة ليست على اللزوم العقلى والقياس المنطقى بل علىٰ مقتضىٰ الحكمة الالهية وهى ان الله اكرم بعض الرسل يجعل اولادهم انبياء كالخليل ونبينا اكرمهم وافضلهم فلوعاش اولاده اقتضى تشريف الله له جعلهم انبياء '' یعنی اگر کوئی آپ کا بالغ لڑکا زندہ رہتا تو لائق تھا کہ وہ آپ کے بعد منصب نبوت پر ممتاز ہوتا لیکن علامہ نے کشف میں کہا ہے کہ یہ ملازمت ممنوع ہے بہت انبیاء ایسے گزرے ہیں جن کی اولاد پیغمبر نہیں اگر حضرت کی اولاد نبی نہ ہوتی تو کوئی محذور لازم نہ آتا تھا۔ علامہ شہاب نے جواب دیا کہ ملازمت لزوم عقلی اور قیاس منطقی کے لحاظ سے مراد نہیں بلکہ حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ تھا کہ خدا نے بعض انبیاء کو یہ شرف بخشا ہے کہ ان کی

اولاد کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کی اولاد نبی تھی اور ہمارے سید الرسل سب سے بزرگتر ہیں۔ یہ تشریف مقتضی تھی کہ آپ کی اولاد کو نبوت سے عہدہ پر فائز کیا جاوے اور اس فضیلت میں بھی آپ کا دست بالاتر ہے۔ لیکن چونکہ نبوت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس لئے کوئی اولاد نرینہ آپ کی زندہ نہ رہی اور اسی مضمون کو دوسری حدیث جو متقدمین نے نقل کی ہے ادا کرتی ہے لو عاش ابراهیم لکان صدیقا نبیا اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی صدیق ہوتا۔ لیکن چونکہ باب نبوت حضرت کے بعد مسدود ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ زندہ نہ رہا۔

اور امام نووی نے اس روایت کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے باطل وجسارۃ علی الغیب ہے اور ابن عبدالبر نے تنقید حدیث میں حسب ذیل الفاظ استعمال کئے ہیں ''لا ادریٰ ماهذا فقد ولد نوح غیر نبی ''یعنی میں نہیں جانتا یہ حدیث کس نوعیت کی ہے۔ کیونکہ ملازمت باطل ہے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی نہ تھا۔ لیکن حضرت حافظ ابن حجر نے دونوں مشائخ کے قول پر اعتراض کیا ہے: ''هو عجیب من النووی مع ورده عن ثلاثه من الصحابة وکانه لم یظهر لهتاویله فان الشرطیه لا تستلزم الوقوع ولا یظن بالصحابی الهجوم علیٰ مثله ''یعنی نووی کا مسلک عجیب ہے۔ یہ مروایت تین صحابہ سے ثابت ہوئے ہیں امام نووی پر اصل تاویل حدیث کی مخفی رہی اس لئے وہ حدیث کو مطعون کرنے پر مجبور ہوئے مطلب بالکل ظاہر ہے۔ شرطیت اور وقوع میں تلازم نہیں۔ اس لئے معنے یہ ہوں گے۔ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ لیکن نبوت حضور کے بعد مسدود ہے اس لئے صاحبزادہ مذکور زندہ نہ رہا اور یہ ممکن نہیں کہ صحابی ازخود کوئی روایت تراش لے۔ (تذکرہ محمد طاہر) اور (فوائد مجموعہ شوکانی) اس مقام پر ناظرین کو خیال ہوگا کہ بعض روایات میں ختم نبوت کے ساتھ الا ان یشاء اللّٰہ کی قید موجود ہے۔ جو سلسلہ فیض الٰہی کو تادوام جاری رکھنے کی موئید ہے جیسے طبریٰ نے اس استثناء کو ذکر کرکے کہا ہے کہ استثناء کا مورد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات ہے اور بس لیکن علامہ محمد طاہر نے تذکرہ میں لکھا ہے: ''وطعن فیه المحققون قیل هو من محمد بن مسعود الشامی مصلوب علی الزندقة وان صحت التاویل لعیسیٰ علیه السلام اذا الاجماع علیٰ انه خاتم الانبیاء وایة الاحزاب وهو ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰه وخاتم النّبیین و کان اللّٰه بکل شیء علیما نص فیه وما ذکر القاضی من تجویز الاحتمال فی الفاظ الضعف وما ذکر الغزالی فی الاقتصاد فالحاد دو تطرق خبیث فی عقیدة المسلمین فالخدر الحذران

تراہ ولیس کلام الغزالی یوھمه وانما رماہ حسادہ ولد قجاء علیه ابن عطیة وفی جامع الصحاح روی محمد بن سعید الشامی المصلوب عن انس رفعه انا خاتم النّبیین ولا نبی بعدی الا ان یشاء اللّٰه فزاد الا ستثناء لما کان یدعوا الیه من الالحادوا الزندقه‘‘

یعنی محققین نے استثنائیہ فقرہ پرطعن کیا ہے کہ یہ محمد بن مسعود شامی کی ساخت ہے جو زندیقی کے باعث نذر صلیب ہوا۔ اگرچہ اس کی صحیح تاویل بھی ہوسکتی ہے۔ کہ استثناء کا مصداق مسیح بن مریم علیہ السلام کی ذات اطہر ہے اور کوئی نبی آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت جدیدہ سے ممتاز نہیں ہوسکتا کیونکہ رسالت مآب ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے پر امت کا اجماع ہے اور آیت الاحزاب ختم نبوت پر صریح نص ہے اور جو قاضی نے اجراء نبوت کا احتمال کمزور الفاظ میں بیان کیا ہے۔ یا غزالی نے اقتصاد میں ذکر کیا ہے وہ الحاد ہے اور اسلامیہ عقائد میں ایک خبیث راہ نکالی گئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے بھی پرہیز کرنا لازم ہے۔ قاضی پر تو اعتراض بالکل درست ہے لیکن امام غزالی کے کلام سے یہ شائبہ پیدا نہیں ہوتا اسے محض حاسدین نے الزام دیا ہے اور ابن عطیہ نے اس پر دل کھول کر کلام کی ہے اور جامع الصحاح میں مذکور ہے کہ محمد بن سعید شامی نے حضرت انسؓ سے یہ روایت ذکر کی ہے: ’’انا خاتم النّبیین ولا نبی بعدی الا ان یشاء اللّٰه‘‘ اور استثناء یہ فقرہ خود کلام میں بڑھا دیا ہے کیونکہ وہ الحاد اور زندیقی کی دعوت دیتا تھا۔

حدیث کا دعویٰ ہے کہ نبوت ختم ہوچکی ہے۔

حدیث اوّل

بخاری اور مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: ’’کانت بنوا اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلك نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قال فما تامرنا قال فوابیعة الاوّل فالاول فاعطوھم حقھم فان اللّٰه سائلھم عما استرعاھم‘‘

(بخاری شریف ج۱ ص۴۹۱، مسلم شریف ج۲ ص۱۲۶)

﴿یعنی بنواسرائیل پر انبیاء حکمرانی کرتے تھے ایک نبی وفات پاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین بنتا میرے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ خلفاء بکثرت ہوں گے راوی نے دریافت کیا کہ ہمیں خلفاء کے متعلق کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو خلفیہ اولاً بیعت لے چکا ہے۔ اس کے عہد بیعت کو پورا کرو اسی طرح نمبروار سلسلہ ہذا پر کاربند رہو اور ان کے حقوق برابر ادا کرو۔ خدا تعالیٰ خلفاء کو

رعیت کے حقوق کی نسبت خود باز پرس کرے گا۔ اپنے حقوق کی کمی وبیشی کا چنداں خیال نہ کرو۔﴾

حدیث دوم

مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا: ’’فضلت علی الانبیاء بست۔ اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجد او طھورا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النّبییون (مسلم شریف ج۱ص۱۹۹)‘‘

دوسرے انبیاء پر مجھے چھ وجوہ سے فضیلت حاصل ہے مجھے خدا نے جامع کلمات عطا کئے ہیں کہ مختصر عبارت بے شمار مقاصد پر حاوی ہوتی ہے اور ایک ماہ کی مسیرۃ تک دشمن میرے رعب سے لرزتے ہیں۔ یہ خدا کی میری ساتھ امداد ہے اور غنیمت کا مال سابقہ امتوں کے لئے حلال نہ تھا کیونکہ ان کی دعوت ایک قوم یا علاقہ پر محصور ہوتی تھی۔ لیکن آنحضرت کی دعوت تمام دنیا کے لئے عام تھی اور ساری دنیا پر اس قوم کا اقتدار ہونا لازم تھا اور یہ کسی طرح واجب نہ تھا کہ فوجی کارکن اماکن بعیدہ اور بلاد شاسعہ سے نان وخورش اور ضروری نفقہ حاصل کرنے کے لئے ملک عرب میں واپس جائیں۔ اس لئے آسانی کی خاطر خدا نے ایسا حکم دیا جو اس امت کے مناسب حال تھا اور مال غنیمت کو ان کے واسطے حلال کیا گیا۔ پہلی امتوں پر لازم تھا کہ وہ سوائے اپنی معبد کے کسی دوسری جگہ نماز ادا نہ کریں اور وضوء ان کے لئے بہرحال شرط تھا لیکن میرے لئے خدا نے روئے زمین کو مسجد بنادیا اور عذر کے وقت تیمّم کا حکم صادر کیا اور مجھ کل خلقت کی جانب پیغمبری دیکر بھیجا گیا۔ عالم ملائکہ اور جن اور انسان میری دعوت میں شامل ہیں اور نبیوں کا سلسلہ میری ذات پر ختم ہوگیا ہے۔

حدیث سوم

مسلم نے روایت کیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے جناب سرور کائناتﷺ کا بیان اس طرح نقل کیا ہے: ’’کان النّبیﷺ یسمی لنا نفسہ اسماء فقال انا محمد وانا احمد وانا المقفی وانا الماحی ونبی التوبۃ ونبی الرحمتہ‘‘

(مسلم شریف ج۲ص۲۶۱)

﴿یعنی آنحضرتﷺ ہمارے سامنے اپنے چند اسماء بیان فرماتے تھے یعنی میں محمد ہوں اور میرا دوسرا نام احمد بھی ہے اور تیسرا نام مقفی اور چوتھا نام ماحی یعنی کفر وشرک اور ضلالت کا نابود کرنے والا ہوں اور میں نبی رحمت اور نبی توبہ بھی ہوں۔﴾ یہ چھ نام مجھے عطا ہوئے ہیں۔ علامہ

خازن نے بیان کیا ہے:’’المقفی ھو المولیٰ الذاھب یعنی اٰخر الانبیاء المتبع لھم فاذا قفی فلا نبی بعدہ ‘‘یعنی مقفی سے مراد آخر الانبیاء ہے۔ یہ ایک ایسا لفظ ہے جو اس تاویل سے پاک ہے جو مرزا قادیانی نے خاتم النّبیین کے لفظ میں اسکے اصلی مفہوم کو مشتبہ کرنے کی خاطر بیان کی ہے۔ خدا اپنے کلمات کو حد اشتباہ سے منزہ کر دیتا ہے تاکہ خلق اللہ تلبیس میں واقع نہ ہو۔

حدیث چہارم

ترمذی اور مسلم نے جبیر بن مطعم سے مرفوعاً روایت کیا ہے:’’ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحوا اللّٰہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علیٰ قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی (ترمذی شریف ج۲ص۱۱۱، مسلم شریف ج۲ص۲۶۱)‘‘ یعنی میرے کئی نام ہیں میں محمد بھی ہوں اور احمد بھی اور ماحی میرا نام ہے خدا روئے زمین سے میرے ذریعہ کفر کو نابود کرے گا۔ سب سے پہلے میرا حشر ہوگا لوگ میرے بعد قبروں سے نکلیں گے۔ اس لئے میرا نام حاشر ہوا اور عاقب بھی میرا نام ہے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ مقفی کی طرح یہ لفظ بھی بے جا حاشیہ اور تاویل سے منزہ ہے۔

حدیث پنجم

ترمذی نے حضرت علی سے روایت کیا ہے:’’واذ التفت التیقت معاً بین کتفیہ خاتم النّبوۃ وھو خاتم النّبیین ‘‘یعنی آنحضرت کا مڑ کر دیکھنا بڑی سرعت سے عمل میں آتا تھا۔ آپ کے شانہ مبارک پر مہر نبوت کا نشان موجود تھا اور آپ خاتم النّبیین تھے۔

حدیث ششم

بغوی نے عرباض بن ساریہ سے اور احمد نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا:’’انی عند اللّٰہ مکتوب خاتم النّبیین وان اٰدم لمنجدل فی طینۃ (الحدیث) ‘‘یعنی میں خدا کے ہاں اس وقت بھی خاتم النّبیین لکھا ہوا تھا کہ جبکہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں لپٹے ہوئے تھے۔

حدیث ہفتم

حضرت جابرؓ نے آنحضرت سے نقل کیا ہے:’’انا قائد المرسلین ولا فخر وانا اول شافع ومشفع ولا فخر رواہ الدارمی ‘‘یعنی میں مرسلوں کا پیشرو ہوں۔ اور مجھے اس پر کوئی ناز نہیں اور میں خاتم النّبیین ہوں اور مجھے کچھ غرور نہیں اور میں شفیع اول مستجاب

الشفاعت ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں۔

حدیث ہشتم

اور بخاری اور مسلم نے حضرت ثوبانؓ سے یوں نقل کیا ہے کہ آنحضرتﷺ کا ارشاد ہے: ’’سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی ‘‘یعنی میری امت میں تیس جھوٹے مدعی ظاہر ہوں گے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ میں پیغمبر ہوں اور میں خاتم النّبیین ہوں میرے بعد سلسلہ نبوت ختم ہے۔

حدیث نہم

اور بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب سرور کائناتﷺ نے فرمایا: ’’مثلی ومثل الانبیاء قبلی کمثل قصر احسن بنیانه ترك منه موضع لبنة فطاف به النظار یتعجبون من حسن بنیانه الا موضع تلك اللبنة فكنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی البنیان وختم بی الرسل وفی روایة فانا اللبنة وانا خاتم النّبیین ‘‘یعنی میرا اور نبیوں کا حال ایک محل سے نسبت رکھتا ہے جس کی عمارت خوب اچھی طرح پر تیار کی گئی تھی مگر ایک اینٹ کا رخنہ باقی تھا۔ تماشائی جو دیکھنے آتے تھے وہ اسکی خوب وضع عمارت دیکھ کر متعجب ہوتے تھے مگر ایک اینٹ کا فرق محل کی خوبی پر دھبہ دے رہا تھا میرے وجود سے یہ رخنہ بند ہوگیا اور عمارت مکمل ہوگئی۔ رسولوں کا اختتام میری ذات پر ہو چکا چونکہ یہاں ایک شائبہ پیدا ہوتا تھا کہ رسول صاحب کتاب نبی کو کہتے ہیں اس لئے روایت ہذا کا منشا ہے کہ تشریعی رسالت ختم ہوچکی لیکن سلسلۂ نبوت جاری ہے۔ اس لئے دوسری روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں جو اس شبہ سے مبرّا ہیں۔ ’’انا اللبنة وانا خاتم النّبیین ‘‘یعنی میں وہ کونے کی اینٹ ہوں اور نبوت مجھ پر ختم ہوچکی ہے میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ یعنی غیر تشریعی نبوت بھی مسدود ہے۔

انجیل متی کی بشارت

درحقیقت یہ روایت صدر ایک دعویٰ پر متضمن ہے کہ انجیل متی باب ۲۱ کی پیش گوئی آنحضرتﷺ پر چسپاں ہوتی ہے۔

’’جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سر کا پتھر ہوگیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظروں میں عجیب ہے اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی

جائے گی اور اس کو جو اس کے پہلے لائی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔‘‘

انجیل کی عبارت حسب ذیل اقتباسات پر مشتمل ہے۔ باب ۲۱ آیت ۴۲ لغایت ۴۴

اقتباس اوّل

۱...... پتھر سے مراد حضور سرور کائنات کی ذات اطہر ہے کیونکہ آپ مضبوط اور پائیدار ہونے میں اس کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ متنبّی کا قول ہے۔

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت
واذا نطقت فاننی الجوزاء

پتھر کا قاعدہ ہے کہ دوسری چیز کو توڑ ڈالتا ہے اور خود شکستہ نہیں ہوتا اسی طرح حضور دوسری سلطنتوں کو پامال کر دیں گے۔ مگر آپ کی سلطنت کو تاابد زوال نہ ہوگا۔

دانیال باب ۲ میں اس کی تشریح موجود ہے۔

’’اور دیکھ ایک بڑی مورت تھی وہ بڑی مورت جس کی رونق بے نہایت تھی تیرے سامنے کھڑی ہوئی اور اس کی صورت ہیبت ناک تھی۔ اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا۔ اس کا سینہ اور اس کے بازو چاندی کے اور اس کا شکم اور رانیں تانبے کی تھیں اس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کہ اور کچھ مٹی کے تھے اور تو اسے دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کے نکالے۔ آپ سے نکلا جو اس شکل کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے لگا اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کیا تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور تابستانی کھلیان کی بھوسی کی مانند ہوئے اور ہوا انہیں اڑا لے گئی یہاں تک کہ ان کا پتہ نہ ملا اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو مارا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین کو بھر دیا۔ وہ خواب یہ ہے اور اس کی تعبیر بادشاہ کے حضور بیان کرتا ہوں تو اے بادشاہ بادشاہوں کا بادشاہ۔ اس لئے کہ آسمان کے خدا نے تجھے ایک بادشاہت اور قوت اور توانائی اور شوکت بخشی ہے اور جہاں کہیں بنی آدم سکونت کرتے ہیں اس نے میدان کے چوپائے اور ہوا کے پرندے تیرے قابو میں کر دیئے اور تجھے ان سبھوں کا حاکم کیا تو ہی وہ سونے کا سر ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہوگی جو تجھ سے چھوٹی ہے اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی اور چوتھی سلطنت لوہے کی مانند مضبوط ہوگی اور جس طرح کہ لوہا توڑ ڈالتا ہے اور سب چیزوں پر غالب ہوتا ہے۔ ہاں لوہے کی طرح سے جو سب چیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اسی طرح وہ ٹکڑے ٹکڑے کرے گی

اور کچل ڈالے گی اور جو کہ تو نے دیکھا کہ اس کے پاؤں اور انگلیاں کچھ تو کمہار کی مٹی اور کچھ لوہے کی تھیں سو اس سلطنت میں تفرقہ ہوگا۔ مگر جیسا کہ تو نے دیکھا کہ اس میں لوہا گارے۔ سے ملا ہوا تھا سو لوہے کی توانائی اس میں ہوگی اور جیسا کہ پاؤں کی انگلیاں کچھ لوہے کی اور کچھ مٹی کی تھیں سو وہ سلطنت کچھ قوی کچھ ضعیف ہوگی۔ اور جیسا تو نے دیکھا کہ لوہے گلاوے سے ملا ہوا ہے وہ اپنے کو انسان کی نسل سے ملائیں گے لیکن جیسے لوہے مٹی سے میل نہیں کھاتا تیساوے باہم میل نہ کھائیں گے اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہوگی اور وہ سلطنت دوسری قوم کے قبضہ میں نہ پڑے گی وہ ان سب مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی تا ابد قائم رہے گی۔ جیسا کہ تو نے دیکھا کہ وہ پتھر بغیر اس کے کوئی ہاتھ سے اس کو پہاڑ سے کاٹ نکالے آپ سے آپ نکلا اور اس نے لوہے اور تانبے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ خدائے تعالیٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے کو ہونے والا ہے'' اور یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر یقینی۔'' اور باب ۲ آیت ۲۸ میں اتنا اضافہ اور موجود ہے اور وہ بنوکد نفر بادشاہ کو وہ بات بتاتا ہے جو آخری ایام میں ہوگی۔ اسی اسلامی سلطنت نے جس کی بنیاد حضرت محمد ﷺ نے ڈالی فارس کی سلطنتوں کو نیست و نابود کر دیا اور مضبوط پتھر کی طرح انہیں چکنا چور کیا اور خود وسیع ہو کر تمام دنیا پر پھیل گئی۔''

اقتباس دوئم

۲...... آنحضرت کی رسالت پر یہود و نصاریٰ ناخوش ہوئے۔۔ گویا اس پتھر کو ناپسند کیا اور رد کیا۔ مگر خدا نے یہ شرف علیٰ رغم انوفھم آنحضرت کو بخشا اور آخر کار محل کی عمارت میں کونے کے سرے پر اسے نصب کیا۔ اس پتھر کے لگنے سے عمارت مکمل ہوگئی اور کوئی رخنہ باقی نہ رہا جہاں کسی دوسرے پتھر کے لگنے کی امید ہو۔ گویا آخری پتھر یہی تھا جو عمارت میں مرکوز ہو چکا۔ یہ لطیف تشبیہ ظاہر کرتی ہے کہ آنحضرت آخرالانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اقتباس سوئم

۳...... یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظروں میں عجیب تعجب کی بات یہ تھی کہ نبوت اور رسالت بنی اسرائیل کے گھرانہ سے چھین لی گئی اور خاندان اسماعیل کو دی گئی جن میں کبھی کوئی نبی پیدا نہ ہوا تھا۔ پس ایسے خاندان کا جسمیں صدیوں سے سلسلۂ نبوت جاری تھا۔ اس امتیاز سے محروم ہونا اور ایک اجنبی خاندان کا مشرف بہ نبوت ہو جانا ایک انوکھی اور عجیب بات ہے مگر یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ چنانچہ آئندہ فقرہ اس مطلب پر روشنی ڈالتا

ہے کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ یہود کو اپنے خاندان سے نبوت کا سلب ہونا اور اسماعیل کے خاندان میں منتقل ہونا برا معلوم ہوا اور وہ غیرت اور حسد کی نگاہیں بھر بھر کر دیکھتے تھے ارشاد خداوندی ہے۔ ’’ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ من فضلہ فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتاب والحکمۃ واٰتیناھم ملکا عظیما‘‘

اور آج کا دن وہ دن ہے جو کتاب استثناء باب ۳۲ کی بشارت ظہور میں آئی اس لئے کہ اس کے بیٹوں اور اس کی بیٹیوں نے اسے غصہ دلایا اور اس نے فرمایا کہ میں ان سے اپنا منہ چھپاؤں گا۔ تاکہ میں دیکھوں کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔ اس لئے کہ وہ کج نسل ہیں ایسے لڑکے جن میں امانت نہیں۔ انہوں نے اس کے سبب سے جو خدا نے مجھے غیرت دلائی اور اپنی واہیات باتوں سے مجھے غصہ دلایا سو میں بھی انہیں اس سے جو گروہ نہیں غیرت میں ڈالوں گا اور ایک بے عقل قوم سے انہیں خفا کروں گا۔

بے عقل قوم سے عرب کی امی قوم مراد ہے جیسے قرآنی ارشاد ہے: ’’ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین‘‘

عیسائیوں کا دعویٰ اور اس کا ابطال

یہ بشارت جس کا حوالہ انجیل متی میں دیا گیا ہے۔ کتاب یسعیاہ باب ۲۸ سے ماخوذ ہے اور حضور کو آخرالانبیاء ثابت کرتی ہے۔ عیسائی مدعی ہیں کہ یہ پیش گوئی حضرت مسیح کی ذات پر منطبق ہے۔ لیکن بشارت کے الفاظ اس کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت مسیح خاندان بنی اسرائیل میں سے تھے۔ ان کو نبوت کا عطا ہونا کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ اس خاندان میں سلسلہ نبوت جاری تھا اور پیش گوئی میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور دوسری قوم کو دی جائے گی حضرت مسیح کسی غیر قوم میں سے نہ تھے بلکہ آپ کا سلسلہ نسب بنی اسرائیل سے منسلک ہے اور نیز بشارت کے آخری الفاظ کا مفہوم حضرت مسیح کی ذات میں پایا نہیں جاتا کہ جو اس پتھر پر گرے گا اس کی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ مگر جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا کیونکہ حضرت مسیح نے میدان جنگ میں قدم نہیں رکھا اور نہ کسی مخالف قوم پر حملہ کیا ہے اور بخیال عیسائیوں کے یہود نے انہیں گرفتار کر کے صلیب پر لٹکا کر قتل کر دیا جو بالکل الفاظ مندرجہ کے متضاد ہے۔ اس لئے نہ تو پہلی جزو کا ظہور آپ کی ذات میں ہے کہ جو اس پتھر پر گرے گا۔ چکنا چور

ہوجائے گا اور نہ دوسری جزو کا شمہ آپکی ذات میں ہے مگر حضرت کی ذات میں اس صفت کا ظہور بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے کہ جس قوم پر آپ نے حملہ کیا وہ تباہ ہوئی اور جس قوم نے آپ پر حملہ کیا وہ چکنا چور ہوئی۔

حدیث دہم

سید علامہ نے ترجمان القرآن میں ایک روایت کو ذکر کیا ہے جو پہلی روایتوں کی موئید ہے یعنی آنحضرت نے فرمایا:''انا خاتم الف نبی او اکثر '' یعنی میں ہزار نبی بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد کا خاتم ہوں۔

حدیث یازدہم

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول ہے:''قولوا خاتم النّبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ '' یعنی تم کو یہ کہنا لازم ہے کہ آنحضرت کی ذات پر نبوت ختم ہوچکی ہے اور جدید نبوت کسی کو مرحمت نہیں ہوسکتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی سابقہ نبوت پر جوان کو آنحضرت سے چھ صد سال قبل عطا ہوچکی ہے۔ بحالت نبوت نازل ہوں گے۔ لہٰذا یہ مت کہو کہ لا نبی بعدہ۔

خاتم کے معنی پر مختصر بحث

مرزا قادیانی کا قول ہے کہ خاتم النّبیین کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت کی مہر اور تصدیق سے آپ کے بعد انبیاء ہوسکتے ہیں اور اس طرح سلسلہ نبوت جاری ہے لیکن یہ ایک ایسے معنی ہیں جو آنحضرتﷺ کے بیان کے بالکل مخالف ہیں۔ چنانچہ حدیث ثوبان میں جو صدر میں گزری آنحضرت سے خاتم النّبیین کی تفسیر اسی طرح مروی ہے۔ انا خاتم النّبیین لا نبی بعدی خاتم النّبیین کے مقصد اصلی پر کافی روشنی ڈال دی ہے جس کے بعد کسی شرح یا حاشیہ کی حاجت نہیں۔ یہ جملہ پہلے مجمل جملہ کی تشریح کا ذمہ وار ہے اذا جائہ نہر اللّٰہ بطل نہر معقل نبی کے کلام میں ان جملہ مفاسد کی تردید کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ جو آئندہ زمانہ میں پیدا ہونے والے ہوں۔ اس لئے حضور نے بطور مزید تشریح ایسا جملہ کلام میں بڑھا دیا ہے جس نے سب احتمالات فاسدہ کی نفی کردی ہے اور فصحاء عرب کے کلام میں بلکہ خود قرآن میں ایسے نظائر موجود ہیں کہ جن میں جملہ مؤخر جملہ مقدم کی تشریحی واقع ہوا ہے۔ چنانچہ جزو۲۹ میں سورہ معارج کی آیت اسی قسم سے ہے:''ان الانسان خلق ھلوعا اذا مسہ الشرجزوعا واذا مسہ الخیر منوعا ''مؤخر جملات ہلوعا کے لئے بطور تفسیر واقع ہیں۔ علامہ سیوطیؒ نے جلالین میں اس بیان

کی تائید کی ہے اور تفسیر معالم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: ’’یفسره ما بعده وهو قوله اذا مسه الشر جزوعا واذا مسه الخير منوعا ‘‘یعنی ہلوعا کے معنے مابعد کی جملات بیان کرتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں: ’’اذا مسه الشر جزوعا ‘‘جب اس کو تکلیف پہنچی جزع وفزع کرتا ہے۔ ’’واذامسه الخير منوعا ‘‘جب خدا اس پر فضل کرے تو اداء حقوق میں بخل سے کام لیتا ہے۔

ہلوع کی تفسیر

اور علامہ نجم الدین نسفی نے مدارک میں محمد بن عبداللہ بن طاہر کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے حضرت ثعلب سے ہلوعا کی تفسیر دریافت کی تو ثعلبؒ نے جواب دیا۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلمات میں اس لفظ کے معنے بیان کر دیئے ہیں اور خدا کی تفسیر سے واضح تر کوئی تفسیر نہیں: ’’هو الذی اذا ناله شراظهر شدة الجزع واذا ناله خير بخل به ومنعه الناس وهذا طبعه وهو ما مور بمخالفة طبعه وموافقة شرعه انتهیٰ ‘‘ہلوعا کے معنے مابعد میں مذکور ہیں یعنی جس کو صدمہ پہنچے تو سخت جزع وفزع کا اظہار کرے اور جسے کوئی انعام ملے تو بخل سے کام لے اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنا چھوڑ دے یہ اس کی ذاتی طبیعت ہے جس کی مخالفت اور شرع کی موافقت کا اسے خدا نے حکم دیا ہے۔

خلود کی تفسیر

خلود سے مراد ایسا دوام ہے جس کے بعد موت نہ ہو بخاری کی روایت میں جو حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے خلود کی تفسیر مابعد کے جملہ میں آنحضرت نے بیان کی ہے اور کہا ہے: ’’يا اهل الجنة خلود فلا موت وياأهل النار خلود فلاموت اخرجه الشيخان عن ابی سعيد مرفوعا‘‘

مختصر المعانی میں بھی اس طرز کی مثال موجود ہے: ’’واما وضعه فلكونه مبيناً له كاشفا عن معناه كقولك الجسم الطويل العريض العميق يحتاج الیٰ فراغ ما يشغله فان هذه الاوصاف مما يوضح الجسم ويقع تعريفاً له ونحوه فی الكشف قوله‘‘

المعی کے معنے

’’الا لمعی الذی يظن بك الظن ﴿ كان قدرای وقد سمعا فالا لمعی

معناه الذکی المتوقد والوصف بعده مما یکشف معناه ویوضحه (ص۴۸)'' یعنی صفت کاشفہ موصوف کی وضاحت کرتی ہے اوراس کے معنے بیان کرتی ہے جیسے فقرہ الجسم الطویل العریض العمیق میں اوصاف ثلاثہ جسم کے لئے بمنزلہ تعریف واقع ہوئے ہیں اور جسم کے معنی کی توضیح کرتے ہیں اوراس طرح کا یہ شعر ہے جس میں المعی کی تشریح مابعد کا جملہ: ''کان قدرای وقد سمعا'' بیان کرتا ہے۔اس نہج پر خاتم النّبیین کی توضیح مابعد کے جملہ کے ذریعہ عمل میں آئی ہے سو مرزا قادیانی کا پیدا کردہ احتمال بالکل بلادلیل ہے۔

حدیث دوازدہم

''ذکر الرشاطی فی اقتباس الانوار عن عمر بن الخطاب انه قال فی کلام بکیٰ بهی النّبی ﷺ فقال بابی انت وامی یا رسول اللّٰه لقد بلغ من فضیلتك عند اللّٰه ان بعثك اخر الانبیاء وذکرك فی اولهم فقال واذاخذنا من النّبیین میثاقهم ومنك ومن نوح الایة (شفاء قاضی عیاض ص۲۲)'' حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ایسی کلام کی جس سے آں حضرت کے آنسو جاری ہوگئے چنانچہ انہوں نے کہا کہ اے پیغمبر خدا! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں خدا کے ہاں آپ کی فضیلت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ آپ کو سب انبیاء کے بعد مبعوث کیا اور سب سے اول آپ کا تذکرہ کیا۔ پھر آیت احزاب پڑھ کر سنائی۔

حدیث سیزدہم

''قال قتادہ ان النبی ﷺ قال کنت اول الانبیاء فی الخلق واٰخرهم فی البعث (شفاء ص۳۳)'' حضرت قتادہ نے فرمایا کہ جناب سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں بلحاظ خلقت سب نبیوں سے مقدم ہوں اور بلحاظ بعثت سب سے آخر ہوں۔ مرزا قادیانی کے ہم خیال بتلائیں کہ آخر کا لفظ تو غیر محتمل ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں کیا اس لفظ کی تحریف کی کوئی صورت ہے؟

اجماع امت بتارہا ہے کہ نبوت ختم ہوچکی ہے۔

مدعی نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد خارج از اسلام ہے نبوت کسبی نہیں

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے شفاء میں تحریر فرمایا ہے:''وکذالك من اوحی نبوة احد مع نبینا ﷺ وبعده کالعیسویة من الیهود القائلین بتخصیص رسالته

الیٰ العرب وکالخرمیة الاقائلین بتواتر الرسل وکاکثر الرافضة القائلین بمشارکت علیٰ فی الرسالة للنبی ﷺ وبعده وکذالك کل امام عند هئولاء یقوم مقامه فی النبوة والحجة وکالبزینیة والبیانیة منهم القائلین نبوة بزیغ وبیان واشباه هئولاء ومن ادعیٰ النبوة لنفسه وجوّز اکتسابها والبلوغ بصفاء والقلب الیٰ مرتبتها کالفلاسفة وغلاة المتصوفة وکذالك من ادعیٰ منهم انه یوحیٰ الیه وان لم یدع النبوة اوانه یصعد الی السماء ویدخل الجنة و یأکل من ثمارها ویعانق الحور العین فهؤلاء کلهم کفار مکذبون للنبی ﷺ لانه اخبرانه ﷺ خاتم النّبیین ولا نبی بعده واخبر عن اللّٰه تعالیٰ انه خاتم النّبیین وانه ارسل کافةً للناس واجمعت الامة علیٰ حمل هذا الکلام علیٰ ظاهرة وان مفهومة المرادبه دون تاویل ولا تخصیص فلا شك فی کفر هئولاء الطوائف کلها قطعا اجماعاً وسمعاً (ص۳۶۲)‘‘

﴿جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ کسی کو آپ کے عہد میں یا بعد ازاں شریک نبوت قرار دے جیسے عیسویہ گروہ کہتا ہے کہ آنحضرت رسول صادق ہیں لیکن آپ کی رسالت خطہ عرب سے مخصوص ہے اور خرمیہ جماعت کا مذہب ہے کہ رسول متواتر آتے رہیں گے اور اکثر رافضہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ آنحضرت کے ساتھ شریک رسالت ہیں اور ایسے ہی ہر ایک امام بخیال شیعہ نبوت اور تحدی میں قائم مقام نبی ہے اور بزیعیہ کا خیال ہے کہ بزیع نبی تھا اور بیانیہ کا زعم ہے کہ بیان پیغمبر تھا اور ایسے ہی دیگر جماعتیں یا جو خود نبوت کا مدعی ہو اور یہ کہے کہ نبوت محنت ریاضت اتباع اور صفاء قلبی سے حاصل ہوسکتی ہے جیسے فلاسفہ اور غلاۃ صوفیہ کا دعویٰ ہے اور ان میں سے یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر وحی الٰہی نازل ہوئی ہے گو نبوت کا مدعی بھی نہ ہو یا کہے کہ وہ آسمان پر جا کر داخل جنت ہوتا اور میوہ خوری کرتا اور حوروں سے معانقہ کرتا ہے اس قسم کے تمام مدعی کافر اور آنحضرت کے مکذب ہیں۔ کیونکہ سرور کائنات ﷺ نے بتلایا ہے کہ میں خاتم النّبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور خدائے تعالیٰ کا قول بھی نقل کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت جملہ خلق اللہ کے لئے عام ہے اور امت نے بالاتفاق لفظ خاتم النّبیین کو بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے ظاہر معنے پر محمول کیا ہے۔ پس ایسی جماعتوں کے کفر میں کوئی شک نہیں یقیناً اجماعاً اخباراً دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔﴾

چونکہ یہ مسئلہ اجماعی ہے اس لئے اہل عقائد نے اسے بالاتفاق کتب عقائد میں درج

کیا ہے۔ علامہ نجم الدین نسفی نے عقائد میں تحریر کیا ہے: ’’اول الانبیاء اٰدم واٰخرھم محمد ﷺ ‘‘ یعنی پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں تحریر کیا ہے: ’’دعوۃ النبوہ بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع ‘‘ جو آنحضرت ﷺ کے بعد مدعی نبوت ہو وہ باتفاق اہل اسلام دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

قیاس عقلی مقتضی ہے کہ باب نبوت مسدود ہے

چونکہ زمانہ ارتقاء کی طرف مائل رہا ہے اس لئے سابقہ شریعت مابعد کے زمانہ کے لئے کافی نہ ہوسکتی تھی۔ جب تک اس میں کچھ ردوبدل اور زمانہ کے حالات کے مطابق کچھ زائد احکام کا اضافہ نہ کیا جائے اور جابجا مناسب ترمیم سے اس کی تعلیم کو ضروریات زمانہ کا کفیل نہ بنادیا جائے لہٰذا یکے بعد دیگرے کتابیں نازل ہوتی رہیں۔

مذہب اسلام کی تکمیل ہوچکی ہے

حتیٰ کہ وہ زمانہ سر پر آپہنچا جس کا آخری حصہ قیامت سے ملا ہوا ہے اور حضرت محمد ﷺ پر ایک جامع اور مکمل کتاب نازل کی گئی جس میں تمام تعلیم سابقہ کتابوں کی جمع کردی گئی ہے اس کے بعد قرآن نے کھلے لفظوں میں یہ دعویٰ کیا کہ ’’فیھا کتب قیمۃ ‘‘ یعنی صحیفۂ رحمانی میں تمام نازل شدہ سچی کتابوں کا مضمون یکجا لکھ دیا گیا ہے اور حضور ﷺ جب کہ اپنے آخری ایام میں حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں شتر سوار کھڑے تھے اور تبلیغ کا فرض بوجہ اتم سرانجام دے کر سبکدوش ہوچکے تھے تو جبرئیل علیہ السلام نے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا کی بشارت سنائی وہ دن حاضرین اور مابعد کی آنے والی نسلوں کے لئے ایسا مبارک دن تھا کہ اس پر جتنی خوشی منائیں تھوڑی ہے۔

ایک یہودی کا خیال الیوم اکملت کے متعلق

حتیٰ کہ ایک یہودی اس آیت کے مضمون کو سن کر کہتا ہے کہ ایسی آیت اگر ہماری کتاب میں نازل ہوتی تو ہم یوم نزول کو عید کا روز قرار دیتے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ جمعہ کے دن بروز عرفہ یہ آیت نازل ہوئی جو ہم مسلمانوں کے لئے دونوں خوشی کے دن ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس روز پانچ عیدیں جمع ہوگئی تھیں۔ جمعہ، عرفہ، عید یہود، عید نصاریٰ، عید مجوس، نہ اس کے بعد نہ اس سے پہلے کبھی ایسا اتفاق ہوا ہے۔

انجیل سے تکمیل اسلام کی شہادت

یہ دن اور طرح سے بھی خوشی منانے کے لائق تھا۔ کہ آج سے چھ صد سال قبل حضرت مسیح علیہ السلام کے گفتہ کلمات پورے ہوئے اور اس تکمیل کی جس کا وعدہ آپ اپنی امت کو سنا گئے تھے خوشخبری دی گئی۔ انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۷، لغایت ۱۵ میں لکھا ہے: ''لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا۔ پر اگر میں جاؤں تو میں اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائے گا گناہ سے اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے اور راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے تو وہ تمہیں سارے سچائی کے راہ بتائے گی اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سنے گی سو کہے گی اور آئندہ کی خبریں دے گی وہ میری بزرگی کرے گی اس لئے کہ وہ میری چیزوں سے پائے گی اور تمہیں دکھائے گی۔''

عبارت ہذا میں حسب ذیل امور قابل توجہ ہیں

امر اوّل

۱...... اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا۔ کیونکہ دو صاحب کتاب رسول ایک وقت ایک مکان میں جمع نہیں ہو سکتے جب تک پہلا رسول موجود ہے۔ دوسرا ظاہر نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح کے جانے کے بعد جب آثار شریعت مسیحی محو ہو گئے اور تحریف سے اس کی کایا پلٹ گئی تو حضرت محمد ﷺ مدعی رسالت ہوئے۔ تسلی دینے والا فارقلیط کا ترجمہ ہے۔ فارقلیط عربی لفظ ہے جو یونانی سے معرب کیا گیا ہے۔ اگر پیرکلوطوس سے معرب مانا جائے تو اس کے معنی بعینہ احمد ہیں قرآن اسی صورت کا موئید ہے چنانچہ سورہ صف میں ارشاد ہے ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد

کتاب الجنائز والصلات میں لکھا ہے: ''والحاصل ان الباء قلیط وفی لفظ الفاء قلیطا عبارۃ عن محمد ﷺ واسمہ لہ فی العجمۃ الیونانیۃ وھو الصحیح ''یعنی فارقلیط یونانی زبان میں حضرت محمد ﷺ کا نام ہے اور بارقلیط اور فارقلیطا ایک ہی طرح کے الفاظ ہیں اور اگر پارہ کلی طوف سے معرب مانا جائے تو اس کے معنے شفیع اور واسطہ اور مسلی اور مجد اور معین وغیرہ ہیں اور یہ صفات بھی آنحضرت کی ذات میں موجود ہیں۔ جواد بن

ابراہیم ساباط حسنی نے کتاب براہین ساباطیہ فیما تستقیم بہ دعائم الملۃ المحمدیہ میں لکھا ہے کہ فارقلیطا یونانی لفظ ہے:''معناہ الشافع والواسطة و المسلی والمحمد وهذا المعانی تدل علیٰ ممدوح بعضها بالمطابقة وبعضها بالتضمن فان التمجید مرادف ادق للحمد والآخر مما یوجب الحمد فهذا هو معنے قوله مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد والدلیل علیٰ ذلك مكثه الی الابد والدوام فانه لم یات بعد عیسیٰ علیه السلام احد یتصف بهذه الصفة غیره وفی التنكیر دلالة علیٰ ان هذا الفار قلیطارا الذی هو الأن معكم ای المسیح زمنی لا یبقے الی الا بدو الذی یاتی بعده ابدی''

﴿جس کے معنے شافع اور وسیلہ اور تسلی دینے والا اور تعریف کردہ شدہ یعنی محمد ہیں اور یہ معانی حضور علیہ السلام کی ذات کا پتہ بتلاتے ہیں کیونکہ پہلے تینوں صفات موجب حمد ہیں اور چوتھا خود محمد کا مترادف ہے۔ اور یہ بعینہ آیت:''ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد'' کی تصدیق ہے اور دلیل اس مدعا پر یہ ہے کہ آیات انجیل میں یہ تصریح موجود ہے کہ وہ روح حق جو تمہارے پاس آئے گی تا ابد تمہارے ساتھ رہے گی یعنی میری رسالت زمنی ہے جو دوامی نہیں لیکن اس دوسری فارقلیط کی رسالت ابدی ہوگی اور ان کے بعد کوئی رسول ناسخ شریعت یا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اور یہ حالت حضرت محمد ﷺ پر حذو النعل بالنعل منطبق ہیں۔﴾

امر دوم

۲...... میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ تمہاری استعداد ناقص احکام کاملہ کی برداشت تمہارے لئے مشکل ہے۔

امر سوم

لیکن جب وہ روح حق آوے تو وہ تمہیں سارے سچائی کے راہ بتائے گی۔ روح حق سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات اطہر ہے۔ بائبل کی اصطلاح میں روح کا لفظ نبی اور واعظ پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ نامہ اول یوحنا باب ۴ میں ہے اے عزیزو! ہر ایک روح کا یقین نہ کرو بلکہ روحوں کو آزماؤ کہ وہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ساری سچائی کے راہ کھول دیئے اور کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ حتی کہ قرآن نے دعویٰ کیا وتمت كلمة ربك صدقا وعدلا اور رسول خدا ﷺ نے فرمایا:''اوتیت علم الاولین والآخرین'' اور حدیث ابن مسعودؓ میں آنحضرت کا ارشاد مروی ہے:''ایها الناس

لیس من شئی یقربکم الی الجنة ویباعدکم من النار الاقد امر تکم به ولیس من شئی یقربکم الی النار ویباعدکم من الجنة الاقد نهیتکم عنه ’’یعنی جوذریعہ تمہیں بہشت اورابدی خوشی سے ملانے والا اور جہنم کی تیز آگ سے دور ہٹانے والا ہے۔ میں نے تمہیں اس کا حکم دے دیا ہے۔ اور باقی کچھ نہیں چھوڑا۔ اور جو عمل دوزخ کے قریب اور جنت سے بعید لے جائے اس سے تمہیں منع کر دیا ہے اور کسر نہیں رکھی۔ یہ روایت بغوی نے شرح السنۃ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہے۔

امر چہارم

۴...... اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ سنے گی سو کہے گی۔ قرآن بھی اس دعویٰ کا مصدق ہے: ’’قال ما ینطق عن الهویٰ ان هوالا وحی یوحی ‘‘اور سورہ یونس میں ارشاد ہے: ’’ما یکون لی ان ابدله من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ ‘‘اور سورہ الحاقہ میں فرمایا ہے: ’’ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین ‘‘

امر پنجم

۵...... آئندہ کی خبریں دے گی آنحضرتﷺ نے بے شمار پیش گوئیاں آئندہ زمانہ اور قبر اور حشر نشر میزان وصراط، نشر صحف، حساب اعمال، اور جنت ودوزخ کے متعلق بیان کی ہیں جن میں سے اکثر پوری ہوچکی ہیں باقی بھی پوری ہوں گی۔

امر ششم

۶...... وہ میری بزرگی کرے گی آنحضرتﷺ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی اور یہود کے الزامات سے انہیں منزہ کیا۔ یہود آپ کی پیدائش ناجائز قرار دیتے تھے قرآن نے عقلی دلائل سے بن باپ ان کی پیدائش کو جائز قرار دیا اور کہا: ’’ان مثل عیسیٰ عند اللّٰه کمثل اٰدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون ‘‘

انکار نبوت مسیح کی پہلی بنیاد

اور یہود نے اسی بناء فاسد پر انکار نبوت مسیح علیہ السلام کی بنیاد قائم کی تھی۔ کیونکہ تورات میں لکھا تھا، حرامی بچہ دس پشت تک خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ حضرت نے ان کی بناء کے ستون متزلزل کردیئے اور قائم شدہ عمارت کو ایک آن میں گرادیا۔

دوسری بنیاد

اس معاند قوم نے یہ پیدا کی تھی کہ حضرت مسیح مصلوب[1] ہوکر لعنت کی موت مرے لہٰذا آپ بلحاظ بشارت کتاب[2] استثناء باب ۱۸ نبی نہیں ہوسکتے جس میں لکھا ہے لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے آنحضرتﷺ نے اس بنیاد کی طرف توجہ کی اور واقعہ صلیب مسیح علیہ السلام کو ایک غلط فسانہ قرار دیا اور خدا کا قول سنایا: ''ماقتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیما۔''

[1] عیسائیوں نے برخلاف حقیقت الامران ہر دو پیشن گوئیوں کو جو باب ۱۸ کتاب استثناء اور باب ۹ کتاب یسعیاہ میں مذکورہ ہیں حضرت مسیح پر چسپاں کیا۔ یہود نے ان کے بالمقابل ایسا پہلو اختیار کیا جو طعن پر مشتمل تھا اور حضرت مسیح کے احترام میں اس سے فرق آتا تھا۔ حضرت نے اس طعن کو رفع کیا اور احترام مسیح علیہ السلام کو قائم کیا مگر عیسائیوں کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کی کہ یہ پیش گوئیاں واقعی حضرت مسیح کے ظہور کی خبر دیتی ہیں کیونکہ پیش گوئیوں کی عبارت اور الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ ہر دو بشارتیں رسول خدا کی ذات پر صادق آتی ہیں جیسے خاکسار ضمیمہ میں مفصل طور پر اس حقیقت کو واضح کر چکا ہے۔ اور یہ ضمیمہ عنقریب شائع ہو جائیگا۔ اگر ناظرین اس کتاب کی قدر کریں گے۔

[2] دوسری بے حرمتی حضرت مسیح کے اعتقاد صلیب سے اس طرح لازم آتی تھی کہ وہ اس عقیدہ کی بناء پر کہتے تھے کہ معاذ اللہ مسیح ملعون ہوئے کیونکہ تورات کتاب استثناء باب ۲۱ آیت ۲۲ لغایت ۲۳۔ اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے تو اسے لٹکا دے رات بھر درخت سے لٹکا نہ رہے۔ بلکہ تو اسی دن اسے گاڑ دے کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے۔ خدا کا ملعون ہے اور عیسائیوں نے باتباع یہود واقعہ صلیب کو تسلیم کر کے انہیں معاذ اللہ مستوجب لعنت قرار دیا لیکن اتنی اور عقیدہ میں ترمیم کی کہ وہ ہماری ہی خاطر ملعون ہوا۔ عیسائیوں کا پولوس مقدس نامہ گلتیوں باب ۳ آیت ۱۳ میں لکھتا ہے مسیح نے ہمارے لئے لعنتی بن کر اور ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔ حضرت نے واقعہ صلیب کے متعلق حقیقت کو کھول دیا کہ یہودا صلیب پر لٹکایا گیا اور حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور کہا کہ صلیب پر لٹکایا جانا جو آپ کی بے حرمتی کا سنگ بنیاد ہے۔ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ گویا آپ نے حضرت کی بزرگی بیان کی۔

تیسری بنیاد

تیسری بنیاد انکار نبوت کی یہ تھی کہ یواقیم کی نسل سے داؤد کی کرسی پر بیٹھنے والا پیدا نہ ہوگا چنانچہ یرمیاہ باب ۳۶ میں لکھا ہے اس لئے یہوداہ کے بادشاہ یہویقیم کی بابت خداوند یوں کہتا کہ اس کی نسل میں سے کوئی نہ رہے گا جو داؤد کے تخت پر بیٹھے۔ حضرت مسیح کا تعلق چونکہ خاندان یہویقیم سے ہے اس لئے وہ نبی نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس خیال کو محض فرضی قرار دیا اور عوام الناس کو یہود کی بدذاتیوں پر متنبہ کیا کہ وہ روزانہ تحریف کتاب الٰہی میں مصروف ہیں اور اپنے مدعا پورا کرنے کے لئے کتاب میں کمی وبیشی کر دیتے ہیں۔ ان کی نبوت کو مضبوط کرنے کے بعد ان کے حق میں ثنائیہ کلمات جو ظاہر فرمائے وہ قرآن کی سورتوں میں سلسلۃ الذہب کی طرح ممزوج مخلوط ہیں سورہ آل عمران میں ہے: ’’وجیھا فی الدنیا والاٰخرۃ و من المقربین ویکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصالحین ‘‘ اور سورہ انبیاء میں کہا ’’ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئك عنھا مبعدون لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم خالدون لا یحزنھم الفزع الاکبر وتتلقھم الملائکۃ ‘‘ اور سورہ زخرف میں فرمایا: ’’ان ھوالا عبدانعمنا علیه وجعلناہ مثلا لبنی اسرائیل‘‘

امر ہفتم

۷...... اس لئے کہ وہ میری چیز سے پائے گی۔ حضرت نے تعلیم کا وہ حصہ جو مسیح علیہ السلام نے بیان کیا تھا اسے از سر نو زندگی بخشی اور غبار تحریف سے پاک کر کے اسے اصل حقیقت پر واپس کیا گویا انہیں چیزوں سے پایا جو حضرت مسیح کو دی گئیں تھیں۔ سورہ شوریٰ میں ہے: ’’شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیك وما وصینا به ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیمو الدین ولا تتفرقوا فیه‘‘

الغرض جب یہ کتاب مکمل ہوچکی اور تکمیل شریعت کا اعلان ہوچکا تو کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ بعد میں آنے والا نبی رسوم شریعت سابقہ کو ردوبدل کرنا اور زمانہ کی ضرورت کے مطابق فرائض وآداب وسنن کا اضافہ کر کے جو تقصیر اس میں ہے اسے پورا کہتا ہے۔ کامل شریعت کو انتظار نہیں رہتی کہ بعد میں کوئی دوسرا اس کی تکمیل کرے۔

عہد عتیق اور عہد جدید محرف ہیں

یہود کی معاندانہ اور حاسدانہ کارروائیوں نے کتاب اللہ پر ادبار کی گھنگور گھٹا طاری

کردی اور اندرونی اختلاف کے باعث اپنے اپنے عقیدہ کی نصرت کے لئے کتاب کے مضمون میں کمی وبیشی اور ردوبدل شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ اصلی تعلیم کا عنصر جعلی تعلیم میں غائب ہوگیا اور حق وباطل کی تمیز مشکل ہوگئی اور جو مقصد کتاب اللہ کے نزول سے خدا پورا کرنا چاہتا تھا وہ مفقود ہوگیا اور کتاب اس قابل نہ رہی کہ وہ خلق اللہ کی رہنمائی کر سکے۔ تب خدا کی غیوریت جوش میں آئی اور کسی دوسرے نبی کو مبعوث کر کے اصلی تعلیم کا منظر بیرونی سیاہی سے پاک کیا جاتا اور اس طرح قوم کے باہم اختلاف کا خاتمہ ہوتا۔ ارشاد خداوندی ہے: ’’کان الناس امة واحدة فبعث اللّٰه النّبيين مبشرين ومنذرين وانزل معهم الكتاب ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه وما اختلف فيه الذين اوتوه من بعد ماجاء تهم البينات بغيابينهم فهدیٰ اللّٰه الذين آمنوا لما اختلفوا فيه من الحق باذنه واللّٰه يهدى من يشاء الى صراط مستقيم ‘‘ یعنی قوم پہلے ایک چال پر تھی پھر عناد سے ان میں اختلاف رونما ہوگیا خدا نے انبیاء کو بشارت اور نذارت پر مامور کر کے دنیا میں بھیجا اور ان کے ساتھ ایک ایسی کتاب نازل کی جو مخلوقات کے اختلاف میں فیصلہ کرے اور اختلاف محض حسد کی وجہ سے ان میں ظاہر ہوا جبکہ ان کے پاس واضح آیتیں خدا کی طرف سے نازل ہو چکی تھیں مگر انہیں محرف کر کے اختلاف میں پڑ گئے خدا نے اہل ایمان کو اختلاف کے بعد حق کا راہ دوسرے نبی کی معرفت جو بعد میں آیا دکھلا دیا اور خدا جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے اسی طرح دوسری آیت بھی اس مضمون کی مؤید ہے: ’’اللّٰه الذى انزل الكتاب بالحق والميزان ‘‘ یعنی خدا نے کتاب لاحق کو سچی تعلیم پر حاوی کر کے اتارا اور اسے حق وباطل کی تمیز کے لئے میزان مقرر کیا پس سابقہ کتاب کے لئے لاحق کتاب بمنزلہ معیار ہے۔

قرآن تحریف سے محفوظ ہے اس لئے اس کے بعد نبی کی ضرورت نہیں

مگر قرآن کریم چونکہ انسانی دستبرد سے منزہ اور ابدالآباد کے لئے تحریف سے محفوظ ہے یہاں تک کہ اس کی حفاظت کا اہتمام خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے اور ارشاد کیا: ’’انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون ‘‘ یعنی کتاب اللہ کو ہم نے اتارا ہے اور ہم اس کے تغیر وتبدل اور تحریف لفظی اور معنوی سے حافظ ہیں چنانچہ اس وعدہ کے ایفاء کے لئے خدا نے ایسے اسباب اور ذرائع مہیا کر دیئے کہ اس میں تحریف کا دخل نہ ہو سکے۔

سبب اوّل

ا...... قرآن کو رفتہ رفتہ بالتدریج نازل کیا تا کہ وہ سبق سبق ہو کر سینہ میں محفوظ ہو جائے

برخلاف اور کتابوں سابقہ کے کہ وہ دفعتہً نازل ہوجایا کرتی تھیں۔ اس لئے ان کا حافظ عنقاء کا حکم رکھتا تھا: ’’وقرانا فرقناه لتقرؤه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا‘‘ یعنی ہم نے قرآن کو رفتہ رفتہ نازل کیا ہے تاکہ تو تھوڑے تھوڑے وقفہ سے لوگوں میں پڑھ کر سنائے اور وہ اس پر بلا تکلف عمل کر سکیں اور بغیر اشکال حفظ کر لیں اور سورہ فرقان میں فرمایا: ’’وقالوا لولا نزل هذا القرآن جملة واحدة كذالك لنثبت به فوادك ورتّلنا ترتيلا‘‘ یعنی قرآن کو رفتہ رفتہ منجم طور پر نازل کرنے کی دو وجوہات ہیں ایک تو مخالفین کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دے کر آنحضرتﷺ کے دل کو مطمئن کرنا مقصود ہے۔ دوئم ترتیل قرأت پیش نظر ہے۔ کہ امی قوم اسے ضبط رکھ سکے۔

قرآن کی پیش گوئی یسعیاہ کی کتاب میں

چنانچہ یسعیاہ باب ۲۸ آیت ۹ لغایت ۱۳ میں اس کتاب کی طرف ان لفظوں میں ارشاد کیا گیا ہے۔ ’’وہ کس کو دانش سکھاوے گا وہ کس کو وعظ کر کے سمجھائے گا۔ ان کو جن کا دودھ چھڑایا گیا جو چھاتیوں سے جدا کئے گئے کیونکہ حکم پر حکم حکم پر حکم۔ قانون پر قانون قانون پر قانون ہوتا جاتا تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں وہ وحشی کے سے ہونٹوں اور اجنبی زبان سے اس گروہ کے ساتھ باتیں کرے گا کہ اس نے ان سے کہا کہ وہ آرام گاہ ہے تم ان کو جو تھکے ہوئے ہیں آرام دیجئو اور یہ چین کی حالت ہے۔ پر دے شنواء نہ ہوئے سو خداوند کا کلام ان سے یہ ہوگا حکم پر حکم حکم پر حکم۔ قانون پر قانون قانون پر قانون تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں تاکہ دے چلے جائیں اور پچھاڑی کریں اور شکست کھائیں اور دام میں پھنسیں اور گرفتار ہوویں۔‘‘

پیشگوئی مذکور کی تشریح

یعنی نبیﷺ امتیوں کو دانش سکھا دیں گے اور ان کو وعظ کر کے سمجھا دیں گے۔ گویا چھاتیوں سے الگ ہونا علم کے دودھ سے محروم رہنے کے لئے ایک لطیف استعارہ ہے اور قرآن ان کی ان پڑھ ہونے کے باعث منجم طور پر باقساط متعددہ نازل ہوگا کچھ مکہ میں کچھ مدینہ میں کچھ سفر میں کچھ حضر میں اور آنحضرتﷺ کی قوم حضورﷺ کے مقابلہ میں شکست کھائے گی۔ چنانچہ اہل عرب کے علاوہ دوسری قوموں نے آنحضرت کی صداقت کا یہ معیار قائم کر رکھا تھا کہ اگر آپ اپنی قوم پر غالب آئے تو صادق ہیں۔ مشکوٰۃ میں حدیث مروی ہے: ’’وكانوا يتلو مون باسلامهم الفتح ويقولون اتركوه وقومه فان ظهر عليهم فانه نبى‘‘ یعنی اسلام لانے کے لئے لوگوں نے فتح مکہ کا دن مقرر کر رکھا تھا اور کہتے تھے کہ اس نبی کو اپنے حال پر چھوڑ دو

اگروہ اپنی قوم پر غالب آ گئے تو سچے نبی ہیں۔

۲...... پہلے خدا عبری زبان میں ایک عرصہ دراز کلام کرتا رہا لیکن قرآن ایک اجنبی زبان میں نازل ہوا۔ چونکہ عرب کا ملک دشت اور بادیہ تھا اس لئے ان لوگوں کی زبان کو وحشیوں کی زبان قرار دیا گیا اور حضرت اسماعیل کو جو صحرائے عرب میں سکونت پذیر تھے توراۃ میں انسان وحشی کہا ہے اور دام میں پھنسنے سے مراد وہ قید ہے جو جنگ بدر میں معرض ظہور میں آئی۔

یرمیاہ کی کتاب میں کتاب اللہ کی بشارت

قرآن کا تدریجی نزول مسلمانوں کے لئے ہزارہا برکات کا موجب ہوا۔ جن میں سے بڑی برکت یہ تھی کہ اہل اسلام میں اس کے حفظ کی سنت جاری ہوگئی اور اس طرح قرآن کریم تغیرات خارجہ سے پاک ہوگیا۔ یرمیاہ نبی کی کتاب میں اس کا نقشہ مکمل طور پر کھینچا گیا ہے۔ ان دنوں کے بعد خداوند فرماتا ہے: ''میں اپنی شریعت کو ان کے اندر رکھوں گا اور ان کے دل پر اسے لکھوں گا اور میں ان کا خدا ہوں گا اور وہ میرے لوگ ہوں گے اور وہ پھر اپنے اپنے پڑوسی اور اپنے بھائی کو یہ کہ کے نہ سکھائیں گے۔ کہ خداوند کو پہچانو کیونکہ چھوٹے سے بڑے تک وہ سب مجھے جانیں گے خداوند کہتا ہے کہ میں ان کی بدکاری کو بخش دوں اور ان کے گناہ کو یاد نہ کروں گا۔'' جملہ خط کشیدہ قابل غور ہے۔ صفت امت محمدیہ میں فرمایا ہے کہ ان کی کتاب دلوں پر نقش کی جائے گی اور ہزارہا ہزار حفاظ پیدا ہوں گے۔ باوجودیکہ قرآن کا اہتمام کسی شاہی انتظام واہتمام کے ماتحت نہیں بلکہ ایک غریب قوم کے ہاتھ میں ہے۔ مگر بااینہمہ بڑے شوق سے قوم اس کے حفظ میں مصروف ہے۔ پہلے قرآن آنحضرت کے سینہ مبارک میں جمع ہوا جیسے قرآنی ارشاد ہے: ''ان علینا جمعه وقرآنه فاذا قرئناه فاتبع قرآنه ثم ان علینا بیانه '' پھر امت نے حضرت کی اقتداء سے اسے محفوظ کیا تاکہ سابقہ پیش گوئیاں برآئیں اور ان کے پورا ہونے کی طرف آیت: ''بل هو آیات بینات فی صدور الذین اوتو العلم '' میں اشارہ موجود ہے۔ علامہ بغوی اور خازن نے تفسیر میں عربی توراۃ سے پیش گوئی کو بدیں الفاظ نقل کیا ہے:

''قربانهم دمائهم وانا جیلهم فی صدورهم رهبان باللیل و لیوث بالنهار ''

نبی کی آمد اصلاح تحریف کے لئے ہوا کرتی ہے جس کی قرآن کو ضرورت نہیں

لہٰذا اس کتاب پر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی نہ اس کے آثار کو زمانہ محو کرسکتا ہے نہ آگ جلاسکتی ہے۔ حدیث مسلم میں حضرت عیاض سے مروی ہے کہ حضور کو بذریعہ حدیث قدسی نے کہا: ''انزلت علیك کتابا لا یقسله الماء تقرء نائما ویقظان '' یعنی میں نے تجھ پر

ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی محو نہیں کرسکتا جب کتاب ہذا تغیر سے محفوظ ہے تو نبی جو اصلاح تحریفات کے لئے دنیا میں آیا کرتا تھا اس کی ضرورت باقی نہ رہی۔

سبب دوم

۲...... قرآن کے عہد میں مطبع جاری ہوگیا اور اس کی ہزار در ہزار نقلیں دنیا میں شائع ہوگئیں۔حتیٰ کہ کسی کو ایک لفظ بڑھانے یا گھٹانے کی مجال نہ رہی۔

سبب سوئم

۳...... علماء نے قرآن کی سورتوں اور آیات اور حروف والفاظ کی تعداد لگا دی ہے جو عامہ تفاسیر میں مشتہر ہوچکی ہے۔ ہر ایک امی غیر امی اس کی تلاوت کرتا ہے۔نماز پنجگانہ اور قیام رمضان وصلوٰۃ الیل میں اس کی تلاوت جاری ہے۔ یا ایسے اسباب ہیں جن کے ہوتے ہوئے تحریف ناممکن ہے۔اس لئے مابعد کے زمانہ میں نبی پیدا ہونے کی حاجت نہ رہی اس لئے آئندہ لاسلسلہ نبوت مسدود ہے۔

آنحضرت ﷺ کی رسالت ہر مکان وزمان کے لئے عام ہے

آنحضرت ﷺ سے قبل انبیاء کی نبوت کسی خاص قوم یا شہر یا علاقہ کے لئے محدود ہوتی تھی۔اس لئے تعدد مبلغین کی ضرورت تھی حضور ﷺ کی رسالت جملہ خلق اللہ کے لئے عام ہے جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہے لہٰذا حضور کے بعد کسی دوسرے نبی کی حاجت نہیں۔ جناب علیہ السلام نے بآواز بلند فرمایا:’’یایها الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا الذی له ملك السمٰوٰت والارض (اعراف:۱۵۸)‘‘

۲...... ’’تبارك الذی نزل الفرقان علیٰ عبده لیکون للعالمین نذیرا (فرقان:۱)‘‘

۳...... ’’واوحی الیّ هذا القرآن لا نذرکم به ومن بلغ (الانعام:۱۹)‘‘

۴...... ’’لتنذر ام القریٰ ومن حولها (شوریٰ:۷)‘‘اور حضور نے ارشاد فرمایا: ’’ارسلت الی الخلق کافة‘‘ مجھے جملہ خلق اللہ کی رہنمائی کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔

کتاب پیدائش کی بشارت

اور توراۃ کتاب پیدائش میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آنجناب کی دعوت تمام قوموں پر حاوی ہے اور دنیا کا کوئی خطہ آپ کی دعوت سے باہر نہیں۔’’لا یزول الحاکم من یهود او الراسم من بنی اسرائیل حتیٰ یحیی الذی له الکل وایاه تنتظر الامم

والیه تجتمع الشعوب ''یعنی نبی ہمیشہ بنی اسرائیل میں سے ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ نبی پیدا ہو جس کی اتباع پر تمام قومیں مامور ہیں۔ یعنی حضرت محمد ﷺ جن کی دعوت سب دنیا کے لئے عام ہے۔ اس وقت نبوت بنی اسرائیل سے خارج ہو جائے گی اور تمام امتیں اس نبی کی انتظار میں ہیں کیونکہ ہر نبی نے اپنی اپنی امت سے ان کا تذکرہ کر دیا ہے۔ اور آسمانی صحائف بتامہا ان کی بشارتوں سے پر ہیں دنیا کی جملہ اقوام ان کے مذہب میں داخل ہوں گی یہ ان کا اجتماع ہے جس کی طرف فقرہ الیه تجتمع الشعوب میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو اور کسی زمانہ کی رسالت کو اس کے ساتھ وابستہ سمجھا جائے تو حضرت کی دعوت عام نہیں رہتی بلکہ بعض ازمنہ سے مخصوص ہو جاتی ہے جو خلاف قرآن وسنت واجماع ہے۔

بائبل پکار پکار کہتی ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء ہیں
کتاب یسعیاہ سے ختم نبوت کا ثبوت

یسعیاہ باب ۴۹ میں ہے۔ اے بحری سرزمینو! میری سنو! اے لوگو! جو تم دور ہو کان دھرو خداوند نے مجھے رحم سے بلایا میں جب سے اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا تب ہی سے اس نے میرے نام کو مذکور کیا اور اس نے میرے منہ کو تیز تلوار کی مانند کیا اور مجھ کو اپنے ہاتھ کے سایہ تلے چھپایا اور اس نے مجھے تیر آبدار کیا اور اپنے ترکش میں مجھے چھپا رکھا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تو میرا بندہ ہے۔

تشریح

بحری زمین کی تخصیص اس لئے ہے کہ حضور جزیرۃ العرب میں پیدا ہوئے اور اہل جزیرہ کو سب سے اول حق کی دعوت دی اور کہا اے بحری سرزمینو میری سنو! پھر عرب کے جزیرہ سے متجاوز ہو کر دنیا کے تمام بلاد وممالک میں جو دور دراز واقع ہیں۔

صدائے دعوت پہنچائی اور کہا کہ اے لوگو جو تم دور ہو کان دھرو اس نے میرا نام مذکور کیا حضرتؐ کا ذکر احبار رہبان وشعراء کاہنوں وجنوں واصنام کی زبان پر جاری تھا

آنحضرت ﷺ ابھی تولد نہ ہوئے تھے کہ احبار اور رہبان اور کاہنوں اور نجومیوں کی زبان پر آپ کا تذکرہ اشاعت پذیر تھا اور شاعروں نے اپنے قصائد کو حضور کے ذکر سے زیب وزینت بخشی۔ یہود میں سے عبداللہ بن سلام اور پسران سعید اور ابن یامین اور میخریق اور کعب

الاحبار اور شاموک عبداللہ بن صوریا۔ حی بن خطب اور برادر خطب اور کعب بن اسد وزبیر بن باطیاء نے آپ کی صداقت کی شہادت دی اور علماء نصاری میں سے بحیراء اور نسطورا اور صاحب بصری اور صفاطر اور استف شام اور جارود اور سلمان اور نجاشی اور مسیحیین حبشہ اور راہب بصری اور اساقف نجران اور ہرقل ملک روم اور صاحب رومہ وغیرہم نے حضرت کی نبوت کی تصدیق کی اور مقوقس والی مصر اور اس کے وزیر نے حضور علیہ السلام کے حق میں تصدیقیہ الفاظ بیان کئے اور شعراء میں سے تبع اور اوس بن حارثہ اور کعب بن لوئ اور سفیان بن مجاشع اور قس بن ساون اور سیف بن ذی یزن وغیرہم کے اشعار حضور کی صفات کو مشتہر کرتے ہیں اور زید بن عمرو بن نفیل حنیف اور ورقہ بن نوفل عیسائی اور عشکلان جمیری نے بھی آپ کی نبوت کا اعلان کر دیا تھا اور کاہنوں کی جماعت میں سے شافع بن کلیب اور شق اور سطیح اور سواد بن قارب اور خنافر اور افعی نجران اور جذل بن جذل کندی اور ابن خاصہ دوسی اور سعید بن بنت کریرا اور فاطمہ بنت نعمان نے آپ کی خبر پہلے سے مشتہر کی اور جنوں کی زبان اور بتوں کے شکم اور ذبیحوں سے حضرت کے وقت رسالت کی اطلاع ملتی تھی اور قبروں اور پتھروں اور دیواروں پر آپ کا تذکرہ خط قدیم سے لکھا ہوا پایا گیا۔ بلکہ آپ کا نام نامی واسم گرامی ہر زبان پر دائر تھا۔ اس لئے بہت نفوس نے اپنی اولاد کا نام محمد رکھا تاکہ نبوت ورسالت ان کے حصہ میں آئے لیکن اللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ آنحضرت کے عہد میں آپ کے ہم نام ہفت کس موجود تھے محمد بن احیحہ کو بن جلاج اوسیٰ، محمد بن مسلمہ انصاری محمد بن برا بکری، محمد بن سفیان بن مجاشع، محمد بن عمرو بن جعفی، محمد بن خزاعی السلمی، پہلا شخص جو اس نام سے موسوم ہوا محمد بن سفیان ہے اور یمینوں کا دعویٰ ہے کہ محمد بن یحمد اس نام سے مشرف ہوا جو قبیلہ ازود سے ہے۔

باقی تشریح

اور حضرت کا منہ تیز تلوار کی مانند تھا یعنی فصاحت میں تلوار کی طرح کام کرتے تھے۔ یا آپ کے احکام لسانیہ تیز تلوار کا نمونہ تھے یا آپ کی دعائیں وہ کام کرتی تھیں جو شمشیر برآں کرتی ہے۔ یا چہرہ کی درخشانی اور رخسار کی صفائی بشرہ کی چمک ودمک تلوار سے ملتی جلتی تھی: ”قال رجل وجهه مثل السيف قال لا بل كان مثل الشمس والقمر وكان مستديرا “ شراح نے لکھا ہے: ”مثل السيف فى البريق واللمعان لكن لما كان يوهم الطول ايضاً قال جابر لا بل كان وجهه مثل الشمس والقمر “یعنی حضرت کا چہرہ صباحت اور چمک میں تلوار سے نسبت رکھتا تھا۔ مگر حضرت جابر کا بیان ہے کہ چہرہ

کی استدارت کا خیال رکھتے ہوئے آفتاب یا مہتاب سے مماثلت درست بیٹھتی ہے۔

اور رسول خدا ﷺ کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں کے سایہ تلے چھپایا اور دشمنوں کے زور آور حملوں سے انہیں بچایا اور پیغام واللہ یعصمك من الناس سنایا وسیکفیکھم اللہ اور انا کفیناك المستھزئین کا مژدہ بتلایا اور اس نے آنحضرت کی ذات ستودہ صفات کو تیر آبدار بنایا کہ جیسے تیر دشمن پر غلبہ پانے کا ایک آلہ ہے۔ اسی طرح حضور کی ذات غلبہ براعداء کا وسیلہ ہے صحابہ کہتے ہیں: ''کنا اذا حمی الوطیس القینا برسول اللہ ﷺ '' دشمنوں کی حشمت وشوکت کو حضور کے وجود نے زائل کر دیا اور اپنی ترکش میں مجھے چھپا رکھا تا کہ آخر پر مجھے ظاہر کیا جائے اور نبی ﷺ کو خدا نے سب سے اوّل پیدا کیا اور آخری وقت تک محفوظ رکھا اور آخر میں دنیا میں بھیجا۔ قاضی عیاضؒ نے شفا میں تحریر فرمایا ہے: ''وسمی اللہ تعالیٰ نبیة محمد ﷺ بالفاتح فی حدیث الاسراء الطویل من روایة الربیع بن انس عن ابی العالیة وغیرہ عن ابی ھریرة وفیه من قول اللہ تعالیٰ وجعلتك فاتحا وخاتما وفیه من قوله علیه الصلوة والسلام فی ثناء علی ربه وتعدید مراتبه ورفع لی ذکریٰ وجعلنی فاتحا وخاتما ثم قال فی معناہ اقوالا اخر المبدء المقدم فی الانبیاء والخاتم لھم کما قال علیه السلام کنت اوّل الانبیاء فی الخلق وآخرھم فی البعث ''یعنی خدا نے اپنے نبی کا نام فاتح قرار دیا۔ ابوالعالیہؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے بسلسلہ اسناد ربیع بن انس یونہی نقل کیا ہے اور اس سیاق متن میں خدائے تعالیٰ کا قول جناب نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے مجھے سب سے اول پیدا کیا اور تا آخر چھپا رکھا اور سب سے پیچھے مجھے دنیا میں مبعوث کیا اور بعد ازاں خدا کی ثناء کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس نے میرا شہرہ بلند کیا اور مجھے تمام سے پہلے بنایا اور سب سے آخر ظاہر کیا اور حدیث: ''کنت اول الانبیاء فی الخلق وآخرھم فی البعث'' اس مضمون کی موئید ہے۔

انجیل متی کی بشارت

اور انجیل متی باب ۱۹ میں ہے کہ: ''آسمان کی بادشاہت اس گھر کے مالک کی مانند ہے جو سویرے نکلا تا کہ اپنے انگوری باغ میں مزدور لگائے اور اس کے مزدوروں سے ایک دینار روز ٹھہرا کر انہیں اپنے باغ میں بھیج دیا۔ پھر دن چڑھے کے قریب نکل کر اس نے اوروں کو بازار میں بے کار کھڑے دیکھا اور ان سے کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ جو واجب ہے تمہیں دوں گا پس وہ چلے گئے۔ پھر اس نے دوپہر اور تیسری پہر کے قریب نکل کر ویسا ہی کیا اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر

نکل کر اوروں کو کھڑے پایا اور ان سے کہا کہ تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہے انہوں نے اس سے کہا اس لئے کہ کسی نے ہم کو مزدوری پر نہیں لگایا۔ اس نے ان سے کہا کہ تم بھی باغ میں چلے جاؤ۔ جب شام ہوئی تو باغ کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا کہ مزدوروں کو بلا اور پچھلوں سے لے کر پہلوں تک انہیں مزدوری دے دے جب وہ آئے جو گھنٹہ دن رہے تو انہیں ایک ایک دینار ملا جب پہلے مزدور آئے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ہمیں زیادہ ملے گا اور ان کو بھی ایک ایک دینار ملا۔ جب ملا تو گھر کے مالک سے یہ کہہ کر شکایت کرنے لگے ان پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا اور تو نے انہیں ہمارے برابر کر دیا۔ جنہوں نے دن بھر کا بوجھ اٹھایا اور سخت دھوپ سہی اس نے جواب دے کر ان میں سے ایک سے کہا۔ میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا۔ کیا تیرا مجھ سے ایک دینار نہیں ٹھہرا تھا جو تیرا ہے اٹھا لے اور چلا جا۔ میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا ہوں اس پچھلے کو بھی اتنا ہی دوں۔ کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال کو جو چاہوں سو کروں۔ یا تو اس لئے کہ میں نیک ہوں تو بری نگاہ سے دیکھتا ہے اس طرح آخر اول ہو جائیں گے۔‘‘

حدیث مطابق مضمون انجیل

آنحضرتﷺ نے پیش گوئی مندرجہ صدر کا مصداق اپنی امت کو قرار دیا ہے چنانچہ بشارت ہذا کا خلاصہ مضمون اپنے کلمات میں اخذ کر لیا ہے۔ بخاری نے صحیح میں اور محمد نے موطا میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے: ’’انما اجلکم فی اجل من خلا من الامم ما بین صلوٰۃ العصر الی مغرب الشمس وانما مثلکم ومثل الیھود والنصاریٰ کرجل استعمل عمالا فقال من یعمل لی الی نصف النھار علی قیراط قیراط فصملت الیھود والی نصف النھار علیٰ قیراط قیراط ثم قال میں یعمل لی الیٰ صلوٰۃ العصر علیٰ قیراط قیراط ثم قال ومن یعمل من صلوٰۃ العصر الیٰ المغرب الشمس علی قیراطین قیراطین الافانتم الذین یعملون من صلوٰۃ العصر الی مغرب الشمس الالکم الاجر مرتین ففضبت الیھود والنصاریٰ فقالوا نحن اکثر عملا واقل عطاء قال اللہ تعالیٰ فھل ظلمتکم من حقکم شیئاً قالو لا قال اللہ تعالیٰ فانه فضلی اعطیه من شئت‘‘ ﴿یعنی تمہاری میعاد سابقہ امتوں کے مقابلہ میں اتنی ہے جیسا عصر سے مغرب تک وقت کی ہے اور تمہارا اور یہود کا حال بالکل ایسے شخص سے ملتا ہے جس نے باغ میں مزدور لگائے اور آواز دیا کہ کون صبح سے دن ڈھلتے تک ایک ایک قیراط کے مقابلہ میں کام کرے گا۔ یہود نے اس کا کام دوپہر تک ایک ایک قیراط لے کر

کیا۔ پھر نکلا اور نداء کی کہ کون دوپہر سے عصر تک میرا کام ایک ایک قیراط کے معاوضہ میں کرے گا۔ تو عیسائیوں نے عصر تک کام کیا مگر ایک ایک قیراط لے کر پھر نکلا اور صدا اٹھائی کہ کون میرا کام عصر سے مغرب تک کرے اور اجر دو دو قیراط پاوے سن رکھو تم وہ امت ہو جن کا وقت مزدوری عصر سے مغرب تک ہے مگر تمہیں دو دو قیراط ملیں گے یعنی دوہرے اجر کے تم مستحق ہو۔ تب یہود و نصاریٰ رنج میں آئے اور مالک سے کہا کہ ہم نے محنت پر زیادہ عرصہ صرف کیا اور اجرت ہمیں کم ملی تو مالک نے کہا کہ جو محنتانہ تم سے ٹھہرایا تھا اس سے کم تمہیں نہیں دیا۔ ایک کو اگر میں نے اپنے مال سے زیادہ دیا تو یہ میری مرضی میں اپنے مال کا مختار ہوں میرا افضل ہے جس کو چاہوں میں عطا کروں۔ ۞

دوسری حدیث مطابق مضمون انجیل

اس طرح پچھلے پہلے ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً بخاری اور مسلم نے امت محمدی کی شان میں نقل کیا ہے: ”نحن الآخرون السابقون یوم القیامة بیدانهم اوتوا الکتاب من قبلنا واوتیناه من بعدهم “یعنی ہم پچھلے ہیں دنیا میں اور پہلے ہوں گے دن قیامت کے۔ ہاں یہ بات اور ہے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب عطاء ہوئی اور ہم کو بعد میں عنایت ہوئی اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے: ”نحن الآخرون الاولون یوم القیامة ونحن اوّل من یدخل الجنة “یعنی ہم دنیا میں آخر اور روز قیامت اول ہوں گے۔ سب سے اوّل ہم ہی بہشت میں جائیں گے اور تیسری روایت میں حضرت حذیفہ سے اس طرح ثابت ہے: ”نحن الآخرون من اهل الدنیا والاولون یوم القیامة المقضی لهم قبل الاخلائق “ہم اہل دنیا میں سب سے اخیر میں اور عقبیٰ میں سب سے مقدم ہوں گے۔ ہمارا فیصلہ سب خلق اللہ سے اول ہوگا اور دارمی نے اس روایت کو عمرو بن قیس سے بیان کیا ہے۔ حدیث کا منشاء بالکل انجیل کے بیان کے مطابق ہے جہاں کچھ معمولی اختلاف ہے وہ ان کتابوں کی تحریف کا اثر ہے۔

مرزا قادیانی کا خود ازالہ میں یہ قول ہے کہ نبوت کا اختتام ہو چکا ہے

”اور نیز خاتم النّبیین ہونا ہمارے نبی ﷺ کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لائیں اور پھر چپ ہو جائیں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مہر ٹوٹ گئی

اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہوگئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النّبیین ہیں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبریل بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد نہیں آسکتا۔'' (ازالہ مختصر اًص ۵۷۵و ص ۵۷۷، خزائن ج ۳ ص ۴۱۰، ۴۱۱)

مرزا قادیانی کا دعویٰ کہ وحی مجھ پر نازل ہوتی ہے

ختم نبوت کو توڑنے کے لئے آنخضرت ﷺ کے بعد ایک فقرہ کا نزول بھی مرزا قادیانی نے کافی سمجھا ہے۔ اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت آیت ختم نبوت کی تحقیر کا متضمن ہے آپ نے صرف اسی دعویٰ پر قناعت نہیں کی بلکہ لکھا ہے کہ: ''خدا کی وحی بارش کی طرح مجھ پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر مجھے نبی کا خطاب دیا گیا۔ مگر اس طرح کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدائے تعالیٰ کی وحی کی اس رسالہ میں بھی لکھی ہیں۔ ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدائے تعالیٰ میری نسبت کیا فرماتا ہے۔ میں خدائے تعالیٰ کی دس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں۔ میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہے۔''

(حقیقت الوحی ص ۱۵۰، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۴)

اور نیز اپنی کتاب نزول المسیح کے ضمیمہ میں لکھتے ہیں: ''اگر خدا کی پاک وحی سے حدیثوں کا کوئی مضمون مخالف پاوے اور اپنی وحی کو قرآن کے مطابق پاوے اور بعض حدیثوں کو بھی اس کی موئید دیکھے تو ایسی حدیثوں کو چھوڑ دے اور ان حدیثوں کو قبول کرے جو قرآن کے مطابق ہیں اور اس کی وحی کے مخالف نہیں۔'' (ضمیمہ ص ۳۰ ملحقہ باعجاز احمدی، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۹)

مرزا قادیانی اپنی وحی کو قرآن کے برابر خیال کرتے ہیں

اور (حقیقت الوحی کے ص ۲۱۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۲۰) پر بھی ایسا بیان مندرج ہے جو مرزا قادیانی کی وحی کو کتب اربعہ منزلہ کے مساوی بتلا رہا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: ''میں خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں۔ اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے۔'' اور اربعین نمبر ۴ ص ۱۹ کے ذیل میں لکھا ہے:

’’جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توراۃ اور انجیل اور قرآن پر تو کیا انہیں مجھ سے یہ توقع ہوسکتی ہے کہ میں ان کی ظنیات بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں جس کی حق الیقین پر بنا ہے۔‘‘ (اربعین نمبر۴ص۱۹، خزائن ج۱۷ص۴۵۴) اور حقیقت الوحی میں لکھا ہے:

’’اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب میں امت میں گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ ان میں پائی نہیں جاتی۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ص۴۰۶)

ناظرین! بحوالہ ازالہ مرزا قادیانی کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں کہ ایک فقرہ کا نزول بھی آنحضرت کے بعد منافی ختم نبوت ہے۔ اس کے ساتھ ان کے دوسرے بیانات کو ملاحظہ فرمائیں جن میں اپنی وحی کو کتب منزلہ کے مساوی بتلایا ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ بارش کی طرح مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو ایک طرح گویا مرزا قادیانی کا اقرار ہے کہ میرا دعوائے آیت خاتم النّبیین کے مخالف ہے اور میں اس آیت کا منکر ہوں اور دیدہ دانستہ میں نے خاتم النّبیین کے مضمون کو توڑ دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ آپ حقیقی نبوت کے مدعی ہیں ورنہ آپ کی وحی قرآن اور انجیل اور تورات سے ہم پلہ کیونکر ہوسکتی تھی۔

تشریعی اور غیرتشریعی نبوت کے دونوں اقسام منقطع ہوچکی ہیں

آنحضرتﷺ بعزم تبوک پابرکاب تھے اور حضرت علیؓ کو بچوں اور بوڑھوں اور مستورات کی حفاظت کے لئے مدینہ میں اپنا جانشین بنایا حضرت علیؓ نے عذر کیا اتخلفنی فی النساء والصبیان یعنی یہ بات میرے لئے موجب عار ہے کہ آپ مجھے جرگہ نسواں وصبیان میں چھوڑتے ہیں۔ حضورﷺ نے ان کے اطمینان کے لئے یہ الفاظ فرمائے: ’’انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی ‘‘یعنی اخوت اور عارضی جانشینی کے لحاظ سے آپ کو میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی لیکن ہارون علیہ السلام نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ گویا ان الفاظ نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ غیرتشریعی نبوت بھی ختم ہوچکی ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ صاحب شریعت پیغمبر تھے اور حضرت ہارون غیرتشریعی نبی بطور مددگار لگے ہوئے جیسے ان کی دعاء سے یہ بات بالکل واضح ہے: ’’واجعل لی وزیر امن اهلی هارون اخی اشد به ازری ‘‘اور اس بات کی اجابت کو بھی خدا نے سورہ فرقان میں ظاہر کیا ہے: ’’ولقد اٰتینا موسیٰ الکتاب وجعلنا معه اخاه

ھارون وزیرا‘‘

مرزا قادیانی نے نبوت کے دو اقسام قرار دئیے ہیں تشریعی کو مسدود بتلایا ہے یعنی صاحب شریعت جدیدہ آنحضرت کے بعد نہیں آسکتا اور غیر تشریعی نبوت کے متعلق آپ کی یہ رائے ہے کہ وہ تا قیامت جاری رہے گی کیونکہ خدا کا فیض کسی خاص زمانہ تک محدود نہیں ہوسکتا اور اس عقیدہ کو اہل سنت نے کفر بتلایا ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے کلمات طیبات میں غیر تشریعی نبوت کے انسداد کی بھی تصریح کی ہے۔ بخاری نے روایت کیا ہے: ’’کانت بنوا اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلك نبی خلفه نبی وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی ‘‘بنواسرائیل پر انبیاء حکمرانی کرتے تھے۔ جب ایک نبی انتقال کرتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوجاتا۔ یہ سلسلہ حضرت موسیٰ کے بعد متواتر جاری رہا۔ یہ خلفاء موسیٰ علیہم السلام کہلاتے تھے جن کے پاس جدید شریعت نہ تھی۔ وہ تورات پر حکم صادر کرتے تھے اور حضرت موسیٰ کی نبوت کے مصدق تھے۔ لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ میرے بعد ایسے انبیاء غیر تشریعی بھی نہ ہوں گے جیسے حضرت موسیٰ کے بعد ہوئے ہیں۔ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور خلفاء بغیر نبوت میرے پیچھے کثرت سے ہوں گے۔

اگر غیر تشریعی نبوت جاری تھی تو حضرت نے مسیلمہ پر کیوں کفر کا فتویٰ دیا۔ جس نے محض یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں غیر تشریعی نبی ہوں اور شریک نبوۃ محمدیہ جس طرح حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے ساتھ شریک تھے۔ حضرت موسیٰ تشریعی نبی تھے اور حضرت ہارون غیر تشریعی۔ پھر مسیلمہ کے دو معتقدوں کو جو مسیلمہ کی چٹھی لے کر حاضر خدمت ہوئے تھے۔ یہ کیوں کہا کہ تم بھی مسیلمہ کی نبوت کے قائل ہو۔ تمہارا قتل کر دینا واجب تھا مگر معذوری یہ ہے کہ قاصدوں اور سفیروں کے قتل کا نہ حکم ہے نہ رواج اور حضرت ابوبکر صدیق نے مسیلمہ اور اس کے معتقدین کیخلاف کیوں شمشیر اٹھائی اور خالد کے سپہ سالاری میں ایک جرار فوج دے کر کیوں یمامہ پر حملہ کا حکم دیا حتیٰ کہ خالد نے اکثر رفقاء مسیلمہ کو تہ تیغ کر کے فتح یابی حاصل کی۔ کیا وہ نہ سمجھتے تھے: ’’امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدو ان لا الله الا الله وان محمد رسول الله ‘‘یعنی قتال اس وقت ممنوع ہے جبکہ فریق مقابل کلمہ گو ہو۔ مسیلمہ اور اس کے رفقاء ’’لا الہ الاالله محمد رسول الله ‘‘پڑھتے تھے اور حضرت کی نبوت کے قائل تھے اور ان کے دین کو دین حق خیال کرتے تھے۔ معہٰذا اصحابہ نے انہیں کافر سمجھا۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ آیت خاتم النّبیین کا انکار کر کے دائرہ کفر میں داخل ہوگئے۔ اور انہیں کلمہ کا مفہوم جو اعتراف توحید و رسالت ہے نافع نہ ہوا۔

کیونکہ ایک آیت قرآنی کا انکار جملہ قرآن کے انکار کے مساوی ہے اور قرآن کا انکار انکار رسالت کے ہم دوش ہے اور انکار رسالت میں خدا کا انکار لازم ہے۔ اسلئے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ! کا اعتراف باطل ہوگیا۔

حضرت علیؓ مثیل ہارون علیہ السلام ہیں لیکن نبوت کے مدعی نہیں

اور آنحضور علیہ السلام نے حضرت علی کو حضرت ہارون سے جو غیر تشریعی نبی تھے نسبت اور مماثلت دے کر آخر میں یہ جملہ فرمایا: الا انہ لا نبی بعدی یعنی غیر تشریعی نبوت جیسی حضرت ہارون کو ملی تھی۔ میرے بعد ختم ہے اور حضرت علیؓ باوجودیکہ بروزی اور ظلی طور پر حضرت ہارون کے مثیل تھے۔ لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد ہر طرح کی نبوت کا سلسلہ مسدود ہے اس لئے آپ نے فرمایا: ’’الا انی لست بنبی ولا یوحیٰ الیّ ولکنی اعمل بکتاب اللّٰہ وسنۃ نبیہ ما استعطت (شفاء ص۱۹۴)‘‘ یعنی حضرت علی کا قول ہے کہ میں پیغمبر نہیں اور نہ مجھے وحی آتی ہے لیکن میں حتیٰ الامکان کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عامل ہوں۔

باب وحی آنحضرتؐ کے بعد قطعاً مسدود ہو چکا ہے ابوبکر صدیقؓ آنحضرتؐ کے بعد نزول وحی کی نفی کرتے ہیں

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطبۂ خلافت میں بتصریح فرمایا ہے کہ مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی اور آنحضرت ﷺ مورد وحی تھے اس لئے مجھ سے غلطی کا صادر ہونا ممکن ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ خطا سے محفوظ اور شیطان سے معصوم تھے: ’’اخرج احمد عن قیس بن ابی حازم قال قال ابو بکر الصدیقؓ لئن اخذتمونی بسنۃ نبیکم ما اطیقھا ان کان لمعصوما من الشیطان وان کان لینزل علیہ الوحی من السماء ‘‘ یعنی اگر تم مجھ کو اپنے نبی کی سنت سے گرفت کرو گے تو مجھے اس کی کماحقہ بجاآوری کی طاقت نہیں۔ آنحضرت ﷺ شیطان سے معصوم تھے اور آپ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی مگر مجھے یہ کمالات حاصل نہیں: ’’اخرج ابن سعد عن الحسن البصری انکم ان کلفتمونی ان اعمل فیکم بمثل عمل رسول اللّٰہ ﷺ لم اقم بہ کان رسول اللّٰہ ﷺ عبداً اکرمہ اللّٰہ بالوحی وعصمہ الا وانما انا بشروا لست بخیر من احدکم ‘‘ ابن سعد نے حضرت حسن بصری سے ابوبکر صدیق کا بیان اس طرح نقل کیا ہے کہ اگر مجھ کو یہ تکلیف دو گے کہ میں تمہارے درمیان ایسی چال چلوں جیسے رسول اللہ چلتے تھے میں اس کی کماحقہ پابندی نہ کرسکوں گا۔ حضرت خدا کے مکرم بندہ

تھے۔ خدا نے آپ ﷺ کو وحی سے سرفراز فرمایا تھا اور شیطانی زد سے محفوظ رکھا تھا۔ میں ایک تمہاری طرح بشر ہوں اور تم میں سے کسی کی نسبت فضیلت نہیں رکھتا باوجودیکہ آپ صدیقؓ ہیں اور صدیقؓ کا پایہ محدث سے اعلیٰ ہے پھر بھی آپ وحی نبوت کے نزول سے انکار کرتے ہیں۔

ام ایمن کا قول کہ وحی منقطع ہو چکی ہے

اور ام ایمن کا قول مسلم نے بروایت انس یوں روایت کیا ہے: ’’ولکن ابکی ان الوحی قد انقطع من السماء ‘‘یعنی میں حضرت ﷺ کی وفات پر اس لئے روتی ہوں کہ وحی کا نزول آسمان سے منقطع ہو گیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

رویا صادقہ جزو نبوت ہے بذاتہا نبوت نہیں مبشرات کے پیرایہ میں نبوت حاصل نہیں ہو سکتی

حدیث بخاری میں ہے: ’’لم یبق من النّبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرویاء الصالحۃ وزاد مالک بروایۃ عطاء بن یسار یراھا الرجل المسلم اوتریٰ لہ ‘‘یعنی نبوت جاتی رہی اور اب اس کا ایک حصہ یعنی مبشرات دنیا میں باقی ہیں۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ مبشرات سے کیا مراد ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا سچی خواب مبشرات میں داخل ہے اور مالک نے بروایت عطاء بن یسار کہا کہ سچے خواب جو مسلمان دیکھے یا اس کے حق میں دیکھی جائے مبشرات کا جزو ہے۔ اور بخاری و مسلم نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: ’’اذا اقترب الزمان لم یکد یکذب رویاء المؤمن ورویا المؤمن جزء من ستۃ واربعین جزء من النّبوۃ وما کان من النبوۃ فانہ لا یکذب وروی الترمذی الفصل الاخیر من روایتہ ابی رزین العقیلی ‘‘جب زمانہ قرب قیامت یا موسم بہار آوے تو مومن کا خواب غلط نہ ہوگا۔ مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور جو نبوت کے تعلق سے خواب دیکھی جائے وہ جھوٹ نہیں ہوتی۔ ترمذی نے صرف روایت کا آخر حصہ بیان کیا ہے۔ چند اقتباسات یہاں قابل ذکر ہیں۔

رویاء کافر کی جزو نبوت نہیں

ا...... رویاء مؤمن کی اجزاء نبوت میں سے ہے نہ کافر کی۔ مرزا قادیانی کا ایماء علماء مذہب کے نزدیک غیر مسلم ہے چنانچہ فتویٰ مشتہرہ اس کے لئے کامل دلیل ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی کے رویاء جزو نبوت نہیں۔

۲...... تحقق جزو کا مستلزم تحقق کل نہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ جملہ اہل ایمان جو رؤیا دیکھتے ہیں نبی قرار دیئے جائیں۔ اور لازم باطل ہے۔ فکذا الملزوم

انبیاء اور مومنین کی رؤیا میں بون بعید ہے

اور نیز یہ نتیجہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء اور مؤمنین کی رویاء یا مساوی ہو حالانکہ ان میں فرق ہے۔ انبیاء کی رویا قطعی بمنزلہ وحی ہوتی ہے۔ برخلاف عامہ مؤمنین کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی رویاء کو وحی کا ردیف سمجھا لیکن عام اہل ایمان کی رویاء کی شان نہیں۔

تحقق جزو موجب تحقق کل نہیں

خود حضور علیہ السلام کی دوسری حدیث اس کی تائید کر رہی ہے کہ جزو کا تحقق موجب تحقق نبوت نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے: ’’ذهبت النّبوة وبقيت المبشرات والرويا الصالحة جزء من ستة اربعين جزء من النّبوة (مدارک)‘‘ یعنی نبوت مرتفع ہوگئی ہے اور رویاء صالحہ جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے باقی ہے۔ ایک جزو سے نبوت کا مفہوم مکمل نہیں ہوسکتا اس لئے کہا ذہبت النّبوۃ اس قضیہ کو سمجھنے کے لئے حسب ذیل امثلہ پر غور کرو۔

نماز کے ایک رکن کے ادا کرنے کو نماز نہیں کہتے

نماز ارکان متعددہ اور واجبات اور شرائط وسنن اور مستحبات اور آداب پر مشتمل ہے اگر کوئی صرف سجدہ یا رکوع کو بجالائے تو اسے مصلی نہیں کہا جاتا۔

اذان کا ایک کلمہ کہنا اذان نہیں

اور ایسے ہی اذان کہ سترہ کلمات پر حاوی ہے اگر کوئی ذاکر اس کا صرف ایک کلمہ الله اکبر یا لا اله الا اللّٰه یا اشهد ان لا اله الا اللّٰه پڑھے تو مؤذن نہیں کہلاتا جب تک سارے کلمات ادا نہ کرے اسی طرح نبوت کا ایک جزو باقی رہنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ دنیا میں اس حصہ نبوت سے متصف ہو کر نبی پیدا ہوسکتے ہیں۔

علامہ خازن

علامہ خازن نے تفسیر میں لکھا ہے: ’’فاذا وقع لا حدفی المنام الاخبار بغیب یکون هذاء القدر جزء امن النّبوة لانه نبی واذا وقع لا حدفی المنام یکون صدقا‘‘ جب کسی رائے پر خواب میں اخبار غیبی ظاہر ہوں تو یہ نبوت کا حصہ ہے یہ نہیں کہ وہ نبی ہو جاتا ہے۔ غایت مافی الباب ایسی خواب سچی نکلتی ہے۔

سید علامہ

سید علامہ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے: ’’کون الرویاء الصالحۃ جزء من النّبوۃ حقیقت لا باس بہ ولا ینا فی ذلک انقراض النّبوۃ وذھابھا فان جزء لایکون ذلک الشیء ‘‘یعنی یہ قول کہ رویاء صالحہ نبوت کا جزو ہے۔ اگر حقیقت پر محمول کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اور نہ یہ کسی طرح ختم نبوت کے منافی ہے۔ کیونکہ یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی چیز کا جزو بعینہ وہ شئی نہیں ہوتی۔

علامہ محمد طاہر

علامہ محمد طاہر نے مجمع البحار میں حدیث کی شرح اس طرح کی ہے: ’’الرویاء جزو من النبوۃ ای فی حق الانبیاء فانھم یوحون فی المنام وقیل الرویاء تاتی علیٰ وفق النبوۃ لانھا جزء وباق منھا وقیل ھی من الانبیاء ای انباء وصدق من اللہ لا کذب فیہ ولا حرج فی الاخذ بظاھرہ فان اجزاء النّبوۃ لا یکون نبوۃ فلا ینافی حدیث ذھبت النّبوۃ ‘‘یعنی رویاء جزو نبوت ہے یہ فقرہ انبیاء کے حق میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان کی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے کیونکہ انہیں خواب میں بھی وحی ہوتی ہے اور بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ رویا کا حال نبوت سے ملتا جلتا ہے کیونکہ وہ اس کی جزو ہے اور مشبہ اور مشبہ بہ میں تغائر من وجہ اور اتحاد من وجہ پایا جاتا ہے۔ لہٰذا عینیت ثابت نہ ہوئی یا وہ خدا کی طرف سے سچی خبر دیا جانے کا نام ہے۔ جس میں کذب کو دخل نہیں اور اگر اس کلام کو ظاہری معنے پر محمول کیا جائے تو کچھ ہرج نہیں کیونکہ اجزاء نبوت بعینہ نبوت نہیں۔ لہٰذا جملہ ’’ذھبت النبوۃ ‘‘بالکل راست اور درست ہے اور الرویاء جزء من النّبوۃ اس کے منافی بھی نہیں۔ کیونکہ وجود جزء اور کل میں تلازم نہیں پایا جاتا۔

اگر رویاء صادقہ نبوت ہے تو فاسق کو بھی نبی ماننا ہوگا

علامہ محی الدین نووی نے شرح مسلم میں تحریر فرمایا ہے کہ روایات اس بارے میں مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں جن میں رویاء کو نبوت کا بیالیسواں اور چھیالیسواں اور ستر واں اور چالیسواں اور انچاسواں اور پچاسواں اور چوالیسواں اور چھبیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے ان روایات کی تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے: ’’فالمؤمن الصالح تکون رویاء جزءً من ستۃ واربعین والفاسق جزء من سبعین جزءً ‘‘یعنی مومن کی رویاء صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور

فاسق کی رویا نبوت کا سترواں حصہ ہے اگر کسی کی ذات میں نبوت کا حصہ موجود ہونے سے اس کی نبوت ثابت ہوتی ہے تو فاسق کو بھی نبی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ اس میں بھی یہ حصہ موجود ہے۔

بروزی نبوت کوئی چیز نہیں

مرزا قادیانی نے جو نبوت کی دو اقسام بیان کئے ہیں حقیقی و بروزی اس تقسیم پر شریعت مطہرہ کے اصول یعنی کتاب وسنت واجماع امت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ کسی ایک امام کا قول بھی اس دعویٰ کی رہنمائی نہیں کرتا

بروز کی حقیقت۔ مباحث بروز کا حکم

۱...... جب کوئی انسان انبیاء کے اخلاق حمیدہ وصفات حسنہ وخصال پسندیدہ کا مظہر ہو جائے اور یہ تمام اوصاف اس کی روحانیت میں منعکس ہو جائیں تو اسے بروز کہتے ہیں اور جتنا انسان اخلاق نبوت سے بعید ہو جائے اسے کمون کہتے ہیں۔ یہ مسئلہ ایسا ہے جو اسلام کے موضوع میں داخل نہیں اور نہ اس پر متقدمین نے کوئی بحث لکھی ہے۔ البتہ فلاسفہ کے زمانہ میں جب عقائد حقہ پر زوال آنا شروع ہوا تو اس وقت علماء کے رد وقدح نے علم العقائد اور علم الکلام اور علم تصوف کی بناء ڈالی اور اصحاب تصوف نے مسئلہ بروز وکمون پر بہت مباحث درج تحریرات کئے لیکن اگر اس کو اعتقادات دینیہ کے قبیل سے شمار کیا جائے تو اس کے بدعت ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور محض اس مسئلہ پر بحث وتنقیح کرنا بجز اس کے اسے عقائد دینیہ میں معدود سمجھے البتہ بدعات حکمیہ میں داخل ہے جسے دوسرے لفظوں میں بدعت حسنہ کہتے ہیں۔

شاہ اسماعیل محدث دہلوی کی رائے

شاہ اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب ایضاح الحق الصریح میں فائدہ اولی کے ماتحت مسئلہ اولیٰ کے عنوان سے یہ عبارت لکھی ہے: ”باید دانست کہ مسئلہ وحدت وجود وشہود ومبحث تنزلات خمسہ وصادر اول وتجدد امثال وکمون وبروز امثال آں از مباحث تصوف وہم چنیں مسئلہ تجردواجب وبساطت او تعالیٰ بحسب ذہن یعنی تنزیہہ او تعالیٰ از زمان ومکان وجہت وماہیت وترکیب عقلی ومبحث عینیہ وزیادہ صفات وتاویل متشابہات واثبات رویت بلا جہت ومحاذاۃ واثبات جوہر فردوابطال ہیولیٰ وصورت ونفوس وعقول یا بالعکس وکلام در مسئلہ تقدیر وکلام وقوم لصدور عالم برسبیل ایجاب

واثبات قدم عالم وامثال آن از مباحث فن کلام والٰهیات فلاسفه از قبیل بدعات حقیقت است اگر صاحب آن اعتقادات مذکوره را ازجنس عقائد دینیه میشماردوالا دریں جزو زمان دربدعات حکمیه البته مندرج است چه سعی درا دراك حقیقت آں واهتمام تنقیح آل ومعدود شدن صاحب آں ورزمره علماء دین وحکماء ربانین وتمدح بآں درمقام ذکر کمالات دینیه درعرف عوام بلکه درکلام خواص هم دائر است وسائرات“

حافظ ابن حزم کا اتحاد وصفی آنحضرت ﷺ سے

۲...... بروز وصفی جس کی حقیقت مذکور ہوچکی مسلم ہے کہ انسان کی روحانیت پر اتباع انبیاء سے اوصاف واخلاق[1] انبیاء کا انعکاس پڑ جاتا ہے اور اس کی روح بالکل ان کے صفات حسنہ سے رنگین ہوجاتے ہیں۔ حتیٰ کہ روحانیوں کے نزدیک دونوں میں امتیاز مشکل ہوجاتا ہے اور وہ اس شعر کا مصداق ہوجاتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی
من جاں شدم تو تن شدی
تاکس نگوید بعد ازاں
من دیگرم تو دیگری

اور اسی کو اہل تصوف اتحاد وبروز کہتے ہیں۔ شیخ اکبر نے فتوحات کے باب ۲۲۳ میں حافظ ابن حزم کے متعلق ایک ایسا واقعہ لکھا ہے جس سے ان کا اتحاد وصفی آں حضرت ﷺ سے بدرجہ کمال سمجھا جاتا ہے۔ ”غایة الوصلة ان یکون الشیء عین ما ظهرولا یعرف انه کما رایت النّبی ﷺ فی المنام وقدعانق محمد بن حزم المحدث فغاب الواحد فی الاٰخر فلم نرالا واحدا وهو رسول اللّٰه ﷺ فهذا غایة الوصله وهو المعبر عنه بالاتحاد بلفظه ولنعم ما قیل“

[1] اخلاق انبیاء سے گومشابہت حاصل ہوجاتی ہے لیکن جوکمال مشبہ بہ میں ہے مشبہ کو حاصل نہیں ہوتا اور نہ وہ اخلاق فاضلہ جو نبی کی ذات میں مجموعی طور پر موجود ہیں اس کی ذات میں ظاہر ہوسکتے ہیں کیونکہ تمام اخلاق کاملہ کا نبی کی ذات میں ایسے طور پر جمع ہونا۔ جو دوسرے کی ذات میں اس کمال اور حصر کے ساتھ جمع ہونا محال ہو۔ نبی کا معجزہ ہے اور معجزہ وہی ہے جو دوسرا انسان اس کے مقابلہ سے عاجز ہو۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ نے اعتقاد صحیح میں اس مسئلہ کی روشن تقریر درج کی ہے۔

توهم واشينا بليل مزاره
فهم ليسعى بيننا بتباعد
فعانقته حق اتحدنا تعانقا
فلما اتانا مارای غير واحد

’’ويقرب من ذلك ما قيل بالفارسية‘‘

﴿ کہ رقیب آمد و شناخت نشان من وتو (اتحاف النبلاء)﴾

یعنی عاشق ومعشوق کے درمیان کمال درجہ کا اتحاد یہ ہے کہ ایک انسان بعینہ دوسرے کا مظہر ہو جائے اور اسے دیکھ کر کوئی شناخت نہ کر سکے کہ حقیقت یہ فلاں انسان ہے جیسے رویاء میں میں نے سرور کائناتﷺ کو دیکھا کہ محدث ابن حزم سے معانقہ کیا اور وہ ایک دوسرے میں روپوش ہوگئے اور وہاں ہم سوائے رسول خداﷺ کے اور کسی کو نہ دیکھتے تھے یہ اعلیٰ درجے کا اتصال ہے جسے متصوفین اتحاد کہتے ہیں۔

ہمارے چغل کو یہ گمان ہوا کہ محبّ ومحبوب کی رات کو ملاقات ہونے والی ہے تو اس نے ہمارے درمیان تفریق کی بے حد کوشش کا ارادہ کیا۔ جب میرا اس سے معانقہ ہوا تو معانقہ کی حالت میں ہم دونوں واحد ہوگئے۔ جب رقیب آیا تو اس نے صرف ایک ہی منظر دیکھا۔ دوسرا وہاں کوئی نہ تھا۔ یہ عربی اشعار کا مطلب ہے۔ اور فارسی شعراء کا مطلب بھی اس کے قریب قریب ہے کہ میرے اور تیرے درمیان اتحاد کا جذبہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ رقیب جب آیا تو وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ اس لئے میرا اور تیرا جدا جدا نشان شناخت نہ کر سکا۔

مگر یاد رکھو کہ یہ اتحاد حقیقی نہیں بلکہ وصفی ہے جو غلبہ محبت صادقہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کی محبت اسے فناء کے درجہ تک پہنچا دیتی ہے اور وہ اپنے ستون وارکان مضمحل پاتا ہے اور محبوب کی ہستی کا اپنے پر غلبہ دیکھتا ہے اور پاتا ہے کہ میں اسی مظہر میں ظاہر ہوا ہوں اور اس کے اوصاف کا انعکاس اپنی روحانیت میں منقوش دیکھ کر شک وشبہ میں واقع ہو جاتا ہے اور

اسے وہم[1] ہو جاتا ہے کہ میں مقامات انبیاء میں پہنچ چکا ہوں اور بعض حالات میں وہ اپنے تئیں ان سے بھی برتر سمجھنے لگتا ہے لیکن حقیقت وعکس میں فرق نہیں کر سکتا اور اوہام ہر چہار طرف سے اس کی طبیعت کو روک لیتی ہے۔

بروز سے نبوت حاصل نہیں البتہ بعض دفعہ مساوات انبیاء کا وہم ہو جاتا ہے

یہ مقام مقام لغزش اور آزمائش کا ہے اگر خدا نے اس منزل میں دستگیری کی تو فریب ابلیس وکید شیطانی سے محفوظ رہا ورنہ اگر ٹھوکر لگی تو گمراہی میں منتقل ہو کر نبوت ورسالت کا مدعی ہو جاتا ہے اور اپنی سابقہ بضاعت کھو[2] بیٹھتا ہے ایسے وقت میں ایک ہی نسخہ مجرب ہے کہ خالص توجہ

۱؎ مرزا قادیانی کا کفر یقینی اور قطعی ہے اور اس بات میں ذرہ بھی شبہ نہیں کہ وہ اسلام سے ایسے بے تعلق ہیں جیسے بال خمیر سے لیکن چونکہ وہ اکابر اولیاء کی نقل اتارنا چاہتے ہیں اور وہ بھی غلط اور جعلی طور پر اپنی ذات کو بزمرہ اصفیاء ومجددین شمار کر کے اہل تصوف اور علماء اسرار وحکما ربانیین کی عبارتوں کو بے جا حاشیوں سے آلودہ کر کے بے محل اور ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش میں ہیں اس لئے خاکسار کا ارادہ ہے کہ مؤلفوں کی اصل عبارت سے حجاب کو اٹھا دیا جائے تاکہ چہرہ حقیقت بخوبی نظر آنے لگے اور ناظرین کو علماء اسراء کی تحریرات کا اصلی مقصد معلوم ہو جائے کہ بروز سے ان کی کیا غرض ہے اور یہ کہ بہ پیرایہ بروز نبوت حاصل نہیں ہو سکتی اور مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ مشابہت اخلاقی کے ضمن میں نبوت کا حصول بھی متیقن ہے۔ حالانکہ علماء تصوف اولیاء سے جن کو وہ اخلاقاً مثیل انبیاء کہتے ہیں نبوت کی نفی کرتے ہیں جیسے آئندہ بیان سے ظاہر ہوگا۔ لیکن یہ سارا بیان حقیقت سے چشم پوشی پر مبنی ہے۔ ورنہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی ولایت اور تجدید تو رہی درکنار آپ کا اسلام بھی ثابت نہیں اور آپ کے جملہ عقائد جماعات مبتدعہ کے موافق اور ان کو دائرہ کفر میں داخل کرنے کے لئے کافی ہیں۔ پھر ولایت یا مجددیت یا نبوت ورسالت اور مسیحیت مہدویت کا منصف تو اعلیٰ ہے وہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ خاکسار نے بطور تبکیت خصم وارخاء عنان موجودہ طرز پر کلام شروع کی ہے اور بیان کی ہے کہ آپ اکابر کی نقل بھی غلط اتار رہے ہیں کیونکہ وہ محض اخلاقی مشابہت کے قائل تھے اور بروز کے ماتحت نبوت کو ممکن الحصول نہ سمجھتے تھے اس لئے اکابر دین میں سے باوجود اخلاقی مشابہت کے کسی کو نہ پاؤ گے کہ وہ نبوت کا مدعی ہوا ہو اور مرزا قادیانی کے عقائد کفریہ اور ہفوات تو صاف بتلا رہے ہیں کہ آپ کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

۲؎ مگر مرزا قادیانی کی یہ حالت نہ تھی بلکہ آپ کے عقائد اور احوال پہلے سے جماعات مبتدعہ کے موافق تھے اور آپ نے ساری زندگی ترویج بدعت میں گزاری اور اگر مرزائیہ جماعت ان کی ولایت کے کی قائل ہو تو اب ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ بعد دعویٰ نبوت وہ اپنی سابقہ بضاعت کھو چکی ہیں اور اسلام کی بجائے کفر کو خرید لیا ہے۔ ابلیس نے ایک عرصہ دراز صلاحیت کی راہ اختیار کی۔ لیکن آخر کار اس کا کیا حشر ہوا مگر ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو درجہ ولایت کا راہ بھی معلوم نہ تھا چہ جائیکہ ان کو کسی وقت میں ولی تسلیم کیا جائے۔

سے تضرع وابتہال کے ساتھ اپنے خدا سے جو بےکسوں کو روشنی عطا کرتا اور تاریک راہ میں رہنمائی کرتا ہے۔ دعا کیجئے اور وہ اپنی پناہ میں لے کر اس دشوار گزار گھاٹی سے پار اتارے۔

مبتدی اور متوسط اس وہم میں پڑتے ہیں

کیونکہ یہ شائبہ عموماً مبتدیوں اور متوسطوں کو واقع ہوا کرتا ہے اور منتہی اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ حضرت مخدوم زادہ محمد صادق نے ایک سوال خدمت عالی مجدد الف ثانیؒ میں پیش کیا کہ سالک بسا اوقات اپنی تئیں انبیاء کے مساوی پاتا ہے اور گاہے دیکھتا ہے کہ میرا رتبہ ان سے بھی بڑھ گیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

حضرت مجدد مرحوم نے مکتوب ۲۰۸ میں اس کی حقیقت پر بحسن کمال روشنی ڈالی ہے اور مبتدیوں اور منتہیوں کے حال کے مطابق جدا جدا جواب لکھے ہیں۔ خاکسار کا رخ اس وقت محض اس جواب کی طرف ہے جو مبتدیوں کے مناسب حال ہے کیونکہ ان کی مکمل تحریر کو درج کرنا موجب طوالت ہے وہ ناظرین اصل مکتوب میں ملاحظہ فرمائیں۔

’’اما در ابتداء اگر ایں تو هم پیدا شود وخودرا در مقامات اکابر یا بدوجهش آنست که هر مقام را در ابتداء وتوسط ظل ومثال است وبلندی ومتوسط چوں بظلال آنها میر سند خیال مے کنند که بحقیقت آں مقامات رسید ند فرق درمیان حقائق وظلال نمیتوا نند کردوهم چنیں شبه ومثال اکابر راچوں مدرظلال مقامات ایشاں مے یا بند خیال میکنند که شرکتے باکابر در مقامات پیدا کرده اند نه چنیں است بلکه اینجا اشتباه ظل شئی است بنفس شئی ’’اللهم ارنا حقائق الاشیاء کما هی وجنبنا عن الاشتغال بالملاهی ‘‘یعنی سالک کو ابتداً، اگر یہ وہم دامنگیر ہو کہ وہ اکابر یا انبیاء کے درجہ میں واصل ہو گیا ہے یا ان سے یہی اس کا پایہ عالی تر ہو گیا ہے تو اس کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ ہر مقام ابتدائے اور متوسط کا سالک کی ذات میں ایک انعکاسی نقشہ منعکس ہوتا ہے جو مقامات انبیاء کا ظل وبروز ہے اور بلندی اور متوسط جب ظلی مدارج میں جو حالات انبیاء کی عکسی تصویریں ہیں پہنچتے ہیں غلطی سے ایسا سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ فی الحقیقت انہیں مقامات پر فائز ہو گئے ہیں جو انبیاء کی شان کے لائق ہیں اور حقیقت اور عکس میں فرق نہیں کر سکتے اور ایسے ہی اکابر کی حالت کا نقشہ جب اپنے مقامات عالیہ میں منعکس پاتے ہیں جیسے آئینہ میں انسان کی تصویر ظاہر ہوتی ہے تو ان کے دل میں ایک غلط گمان موجزن ہوتا ہے کہ ان کو اکابر انبیاء سے شرکت مقامی حاصل ہو گئی ہے۔

فی الحقیقت ایسا نہیں ہوتا بلکہ عکس کو اصل شئے سے چونکہ مشابہت تامہ اور مماثلت کاملہ ہوتی ہے اس لئے امتیاز میں خطا واقع ہو جاتی ہے اے خدا تو ہمیں شبہ سے محفوظ بنا اور اشیاء کی حقیقت کا اصلی رخ ہمارے سامنے ظاہر ہو کر اور جو امور دل کو حقیقت سے غفلت میں ڈالنے والے ہیں ان سے ہمیں برکنار کر دے یہ مقام مقام مزلت ہے جو اس شک وشبہ کی منزل میں اصل حقیقت پر مطلع ہو گیا وہ محفوظ رہا اور جو شیطان کے دام تزویر میں واقع ہو گیا ابلیس اس سے انواع واقسام کے دعاوی کرا دیتا ہے۔ یہ مشکل اور دشوار گزار گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی ہے۔

اس وہم کا علاج تضرع والتجا ہے

چنانچہ مجدد صاحب کا بیان ہے۔"دریں وقت التجاء وتضرع وعجز ونیاز بحضرت حق سبحانہ درکار است تاآنچہ حقیقت کار است ظاہر گردد وایں مقام از مزلۃ اقدام سالکان است"یعنی ایسے وقت میں خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں التجا وتضرع بصد عجز نیاز لازم ہے۔ تاکہ اصل حال ظاہر ہو جائے اور اس مقام میں سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ بروزی نبوت کوئی چیز نہیں اور نہ اتحاد وصفی سے دعویٰ نبوت کا حق پیدا ہوتا ہے بلکہ بعضے دل کے کچے عقل کے اندھے انعکاسی حالات کو حقیقت پر محمول کر کے لغزش کھا جاتے ہیں اور دعویٰ نبوت اور رسالت کر دیتے ہیں۔

نبوت وہبی ہے کسبی نہیں

اور یہ بالکل سچ ہے کہ بروز کے سایہ میں اگرچہ اوصاف کسبیہ انبیاء کے کسی بزرگ کو حاصل ہو جائیں تو روا ہے لیکن نبوت ایک امر وہبی ہے وہ بہ پیرایہ اتباع وتسنن دستیاب نہیں ہوتا۔ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ نبوت کسبی نہیں جو محنت وریاضت وپابندی اخلاق انبیاء سے مکتسب ہو سکے۔ بلکہ خدا کا فضل ہے۔ جہاں چاہتا ہے کرتا ہے اور جب چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے بعد اس نے باب نبوت کو مسدود کر دیا۔ کیونکہ وہ اسباب کے مہیا ہونے پر موقوف نہ تھی بلکہ فیض الٰہی پر اس کا انحصار تھا۔ قرآن کا دعویٰ ہے:"واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم (بقرہ)"یعنی خدا اپنی نبوت سے (جس کا انحصار محض اس کی رحمت پر ہے) جسے چاہتا ہے مخصوص کرتا ہے کیونکہ نبوت اس کا فضل ہے اور خدا اپنے بندوں پر بڑی فضل کرتا ہے:"یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق (سورہ مومن)"خدا اپنے امر سے جس پر اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے وحی کا القا کرتا ہے تاکہ وہ روز قیامت کا خلق اللہ کو ڈر سنائے:"ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ علیٰ من یشاء من

عبــــاده ''یعنی فرشتوں کو وحی دے کر اپنے بندوں میں سے جدھر چاہتا ہے۔ بھیجتا ہے:'' ذلك فـضـل الله یـوتـیـه من یشاء والله ذوالفضل العظیم ''نبوت اللہ کی رحمت ہے جو اپنی مشیت کے مطابق جسے چاہتا ہے۔ دیتا ہے خدا بڑے فضل والا ہے:'' ولکن الله یمنّ علیٰ من یشاء من عباده '' خدا جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے فضل کرتا ہے۔

یہ آیات بآواز بلند بتلا رہی ہیں کہ نبوت ایک فیض وہبی[۱] ہے جو اسباب پر منحصر نہیں اور اس کا مکتسب کرنا بھی ناممکن ہے۔

فلاسفہ کے نزدیک نبوت کسبی ہے

اور فلاسفہ اور غلاّۃ متوصفہ کا دعویٰ قرآن کی آواز کے بالکل مخالف ہے وہ کہتے ہیں نبوت ایک کسبی فضیلت ہے جیسے پیشتر ازیں بحوالہ شفاء مؤلفہ قاضی عیاضؒ خاکسار تحریر کر چکا ہے۔ مرزا قادیانی قرآن کی آواز کے تابع نہیں ہوتے بلکہ فلاسفہ کا سرود انہیں بھاتا ہے۔

ابن تیمیہ

امام ابن تیمیہ نے فرقان میں بھی اس قول کو فلاسفہ کا مذہب بتلایا ہے:'' فـلـمـا ارادوا هؤلاء الـمـتـاخرون ومنهم کابن سینا ان یثبت امر النّبوة علیٰ اصلهم الفاسدة زعـمـوا ان النّبوة لها خصائص ثلاثة من التصف بما فهو نبی ان یکون له قوة عـلـمیة یسمـونهـا الـقـوة الـقـدسیة ینال بها العلم بلا تعلم وان یکون له قوة تـخییلیة تـخـیـل ما یعقله فی نفسه بحیثیت یری فی نفسه صورا او یسمع فی نفسه صوتا کما یراه النائم ویسمعه ولا یکون لها وجود فی الخارج وزعموا ان تـلك الـصـور هی مـلائکة الله وتلك الاصوات هی کلام الله و ان یکون له قوة فـعـالة یـوثـر بهـا فـی هیولی العالم وجعلوا کرامات الاولیاء ومعجزات الانبیاء وخـوارق السحرة من قوی النفس فاقروا من ذلك بما یوافق اصولهم دون قلب العصاحیة ودون انشقاق القمر ونحو ذلك فانه ینکرون وجود هذا''

[۱] نبوت کے وہبی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کا حصول اسباب پر منحصر نہیں جیسے مرزا قادیانی کا قول ہے کہ فنا فی الرسالۃ سے نبوت حاصل ہوجاتی ہے اور ثانیاً یہ کہ اس کا فیضان بطور حقیقت نہیں بلکہ اس کا فضل ہے جب وہ باب نبوت کو مسدود کردے تو اس پر اعتراض نہیں ہوسکتا کہ اسے کیوں روکا گیا آنحضرت ﷺ کے بعد اس نے قطعاً باب نبوت کو مسدود کردیا۔

جب متاخرین ابن سینا وغیرہ نے نبوت کی تقریر اپنے فاسدہ اصول کے مطابق کی تو یہ تجویز باطل ٹھہرائی کہ نبوت کے تین خصائص ہیں جو ان کو اپنی ذات میں پیدا کرلے وہی نبی ہوجاتا ہے۔ اول یہ کہ اسے قوت علمیہ حاصل ہو جسے باصطلاح خود وہ قوت قدسیہ کہتے ہیں اس کا خاصہ یہ ہے کہ بلاتعلم انسان کو علوم میں مہارت ہوجاتی ہے۔ دوئم اس کی قوت تخیلیہ ایسی تیز ہو کہ معقولات کے نقشے اور تصویریں اسے نظر آنے لگیں اور اپنے دل میں اسے آواز سنائی دے جیسے نائم کا حال ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ بعض اشکال دیکھتا اور آوازیں سنتا ہے۔ جن کا وجود خارجی نہیں ہوتا اور ان کا زعم فاسد یہ بھی ہے کہ یہ ذہنی تصویریں خدا کے ملائکہ ہیں اور یہ غیبی آوازیں جو قوت متخیلہ کے اثر سے ظاہر ہوتی ہیں۔ کلام الٰہی ہیں سوئم اس کی قوت فعالہ ایسی ہو کہ ہیولیٰ عالم پر اپنا اثر ڈال سکے انبیاء کے معجزات اور اولیاء کے کرامات اور ساحروں کے خوارق کو انہوں نے قوی نفس کا اثر بتلایا ہے اور وہ صرف ایسے معجزات کے مقر ہیں جو انکے ان اصول پر پورے اترتے ہیں قلب عصا اور انشقاق قمر جن کو نفسانی قوی کا اثر نہیں کہا جاسکتا ہے وہ انکے بالکل منکر ہیں۔''

گویا یہ صفات جو کوئی محنت سے حاصل کرے بزعم فلاسفہ وہ نبی ہوجاتا ہے مگر فلسفہ قرآنیہ منجانب اللہ نازل شدہ ہے اس لئے وہ انسانی تجویزات کا مبطل ہے وہ قرار دیتا ہے کہ نبوت فیض وہبی ہے جو اسباب ثلاثہ پر منحصر نہیں یہی کل اہل سنت وصحابہ وتابعین کی لائن ہے۔

حافظ ابن حبان کا واقعہ

حافظ ابن حبان جن کا علم قابل رشک اور پایہ محدثین میں اعظم تر ہے (وہ ایک کتاب تلزم الصحۃ جو صحیح ابن حبان کے نام سے موسوم ہے اپنی یادگار میں چھوڑ گئے ہیں۔) ایک قابل قدر بزرگ تھے مگر اہل زمانہ نے آپ سے یہ سوال کیا کہ نبوۃ کیا ہے تو آپ نے ایک ایسا جواب دیا جس میں حاسدین ایک دوسرا احتمال بھی پیدا کرسکتے تھے یعنی النبوۃ العلم والعمل نبوت کے لئے علم اور عمل لازم ہے یعنی نبی اپنے علم کے مطابق عامل ہوتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کا قول ہے: ''وما ارید ان اخالفکم الیٰ ما انھکم عنہ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت'' میں یہ نہیں چاہتا کہ جو کہوں اس کے خلاف عمل کروں میرا ارادہ حسب استطاعت اصلاح کرنے کا ہے اور رسول خدا کے سوانح میں قاضی عیاض نے ایک وفد کا قول اس طرح نقل کیا ہے: ''لا یامر بخیر الاکان اول عامل بہ'' یعنی جب کسی معروف کام کا ارشاد فرماتے ہیں تو پہلے آپ اس پر عامل ہوجایا کرتے ہیں لیکن حاسدین کا ستیاناس انہوں نے اس عبارت میں ایسا احتمال پیدا کیا جو سراسر اجماع امت اور طریق اہل سنت اور سلف صالحین کے خلاف تھا یعنی

نبوت علم وعمل کا ثمرہ ہے۔ جب کسی کو علم وعمل میں کمال ہو جائے تو وہ نبی ہو جاتا ہے۔ اس احتمال کو علماء زمانہ نے شاہ وقت کی مجلس میں پیش کیا۔ چونکہ یہ اجماع کے خلاف تھا کہ نبوۃ کسبی ہے۔ شاہ نا ہنجار نے انہیں قتل کرادیا کہ ابن حبان نبوت کو اوصاف کسبیہ میں شمار کرتے ہیں۔ (اتحاف انبلاء)

صدیق مثیل نبی ہو کر بھی نبوت سے متصف نہیں

ا...... یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام باوجود یکہ اخلاق نبوت[1] اوصاف حمیدہ رسل سے متصف تھے۔ لیکن انہوں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا کیونکہ ایک فیض وہبی ہے جسے آنحضرت کے بعد خدا مسدود کر چکا ہے۔

[1] نبی ﷺ اور بعض اہلبیت کے درمیان اتحاد وصفی قائم تھا وہ بلحاظ اوصاف واخلاق حضور علیہ السلام کا مظہر تھے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی نسبت آنجناب رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے: ’’ان علیا منی وانا منه وهو ولی کل مومن رواه الترمذی عن عمران بن حصین مرفوعا ‘‘یعنی علیؓ میرے ساتھ ایسا اتحاد وصفی رکھتے ہیں کہ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ وہ میری ذات میں شریک ہیں اور میں ان کی ذات میں شریک ہوں گویا اتحاد اوصاف کو مبالغتہً ان لفظوں میں ادا کیا گیا ہے۔ ایک وصف محبوبیت بھی حضور ﷺ کی ذات میں موجود تھی حضرت علیؓ میں بھی اس وصف کا ظہور پایا جاتا ہے اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا: ’’وهو ولی کل مؤمن ‘‘ وہ ہر مومن کے محبوب ہیں اور حبشی بن جنادہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ کی شان میں فرمایا: ’’علی منی وانا من علی ولا یودی عنی الاانا او علی رواه الترمذی واحمد عن ابی جنادة ‘‘یعنی علیؓ کی ذات میں اوصاف نبی علیہ السلام کا نمونہ جلوہ گر ہے گویا دو ذاتیں ایک جوہر سے ہیں اس لئے بلحاظ محاورہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ علیؓ مجھ میں سے ہیں اور میں ان میں سے اس کو ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے۔ اس بناء پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اور علیؓ کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ’’من سب علیا فقد سبنی واه احمد ‘‘جس نے علیؓ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔ اگر یہ اتحاد مورث نبوت ہوتا تو حضرت علیؓ دعویٰ کرتے لیکن آپ فرماتے ہیں۔ لست بنبی ولا یوحیٰ الیٰ! اور ایسے الفاظ حضور علیہ السلام نے حضرت عباسؓ کے حق میں بھی فرمائے ہیں: ’’عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ العباس منی وانا منه ‘‘میری حالت اور عباسؓ کی حالت باہم موافق اور مماثل ہے گویا وہ میرا مظہر ہے۔ معہذا حضرت عباسؓ بھی آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں سمجھتے اور حاضرین کے سامنے ایسی تقریر کرتے ہیں جس سے ان کا تزلزل رفع ہو جاتا ہے۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے (جن پر صدیقیت کی کھڑکی سے غیبی امور کا کشف ہوتا تھا اوراس وحی کا پرتو جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوتی آپ کے دل پر پڑ جاتا اورانہیں بھی وحی منزل پر ایسا اطمینان ہوجاتا جیسے خود رسول کریم ﷺ کو) دعویٰ نبوت نہیں کیا۔

بقیہ حاشیہ: اوران کے لئے موجب استقامت بنتی ہے۔'' واللّٰہ ما مات حتیٰ ترك السبیل نهجا واضحا فاحل الحلالی وحرم الحرام رواہ الترمذی '' یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات کے موقع پر حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ کا انتقال نہیں ہوا تاوقتیکہ آپ نے اس اسلام کی سڑک کو بالکل واضح اور روشن کردیا اور حلال وحرام کا بخوبی امتیاز کردیا۔ اگر دین میں کوئی کمی ہوتی تو حضور ﷺ زندہ رہتے۔ جب دین مکمل ہوگیا تو خدا نے اپنے نبی کو بلالیا۔ اس میں آئندہ نبوت کے انسداد کی طرف اشارہ ہے اور امام حسین علیہ السلام کو بھی رسول خدا ﷺ نے اپنے ساتھ متحد الصفات بتلایا اور کہا کہ وہ میرا مظہر ہیں: ''عن یعلی بن مرۃ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال حسین منی وانا من حسین احب اللّٰہ من احب حسینا حسین سبط من الاسباط رواہ الترمذی '' باایں ہمہ رسول خدا ﷺ نے ان کو شان نبوت سے سرفراز نہیں فرمایا اور کہا: ''الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة الا نبی الخالة عیسیٰ بن مریم ویحییٰ بن زکریا '' یعنی دونوں صاحبزادے جوانان اہل جنت کے سردار ہیں مگر عیسیٰ بن مریم اور عیسیٰ بن زکریا سے ان کا شان نہیں ملتا۔ حضور علیہ السلام تو ان کا درجہ انبیاء سے نیچے بیان کرتے ہیں گویا اولیاء میں سے فرد کامل ہیں لیکن مرزا قادیانی خدا سے لڑائی کرتے ہیں اور بحکم: ''من عادی الی ولیا فقد بارز اللّٰہ بالمحاربة وفی روایة فقد اذنته بالحرب '' ان کے حق میں بے جا الفاظ استعمال کرکے خدا کے دشمن بنتے ہیں:

طلبتم فلا حامن قتیل بخیبة
فخییکم رب غیور متبره
واللّٰہ لیست فیه منی زیادة
وعندی شهادات من اللّٰہ فانظروا
وانی قتیل الحب لکن حسینکم
قتیل العدیٰ فالفرق اجلیٰ واظهره
وشتان ما بینی وبین حسینکم
فانی اوید کل اٰن وانصره

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

میدان حدیبیہ میں فاروقی تنقیح

شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں کہ صدیقؓ جوہ جو وحی میں آئے گا ان کا دل آپ ہی اس پر گواہی دے۔ اس امر کی تصدیق کے لئے وہ واقعہ کافی ہے کہ میدان حدیبیہ میں جب مشرکین مکہ نے حضرتﷺ کو داخلہ مکہ کی اجازت نہ دی اور حضرتﷺ داخلہ کے متعلق اپنی رویاء مشتہر کر چکے تھے تو عمرؓ بن خطاب کہتے ہیں کہ بشریت کے تقاضا سے میرے دل میں شکوک موجزن ہوئے۔ شروع اسلام سے مجھے ایسا تردد کبھی پیدا نہیں ہوا جیسا اس روز پیش آیا۔ میں نے حضرتﷺ کی خدمت میں اپنا شبہ ان لفظوں میں پیش کیا۔

۱...... کیا آپ خدا کے نبی نہیں۔ جواب دیا کہ ہاں میں رسول صادق ہوں۔

۲...... کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارے اعداء دین باطل کے پابند نہیں۔ جواب ملا کیوں نہیں!!

تب میں بولا کہ دین کے معاوضہ میں دنیا دے کر ہم خالی واپس کیوں جائیں ہم چاہتے ہیں کہ معاملہ ایک طرف ہو جائے۔ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ میں خدا کا سچا رسول ہوں اور وہ میرا معاون ہے۔ اور میں اس کے اشارے پر چلتا ہوں اس کی حکم عدولی ہرگز نہیں کرتا۔ پھر میں نے کہا کہ آپﷺ نے ہمیں یہ رویا سنائی تھی کہ ہم خانہ کعبہ میں جا کر اس کا طواف کریں گے۔

بقیہ حاشیہ

واما حسین فاذکروا دشت کربلا
الی ھذہ الایام تبکون فانظروا
وانی بفضل اللہ فی حجر خالقی
ادبی واعصم من لئام تنمروا

(اعجاز احمدی ص۶۹ تا ۸۲، خزائن ج۱۹ ص۱۸۱ تا ۱۹۴)

یہ قصیدہ اعجازیہ کے اشعار ہیں جن کا مطلب یہ ہے تم نے اس کشتہ سے نجات چاہی جو نومیدی سے مر گیا۔ پس تم کو خدا نے جو غیور ہے ہر ایک مراد سے نومید کیا وہ خدا جو ہلاک کرنے والا ہے۔ بخدا اسے مجھ سے کچھ زیادت نہیں اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں پس تم دیکھ لو اور میں خدا کا کشتہ ہوں۔ لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔ مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔ مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کر لو۔ اب تک تم روتے ہو۔ پس سوچ لو اور میں خدا کے فضل سے اس کے کنار عاطفت میں ہوں پرورش پا رہا ہوں اور ہمیشہ لئیموں سے جو پلنگ صورت ہیں بچایا جاتا ہوں۔

اس میں تخلف کیوں واقع ہوا؟ حضور ﷺ نے جواب دیا کہ میں نے کہا تھا کہ یہ واقعہ امسال ہوگا؟ کہا نہیں۔ فرمایا کہ زمین وآسمان ٹل جائیں مگر خدا کی باتیں نہ ٹلیں گی یہ ضرور ہو کر رہے گا۔ مسلمان خانہ کعبہ میں داخل ہوں گے۔ اور اس کا طواف کریں گے۔ خواہ کسی سال میں ہو کیونکہ خدا نے رؤیا کے پورا ہونے کی کوئی میعاد مقرر نہیں کی میں نے یہ شبہ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے بھی ذکر کیا۔ آپ نے ترکی بترکی وہی جواب دیا جو رسول خدا نے دیا تھا بلکہ اتنا اور کہا: ’’فاستمسك بغرزه حتی تموت فوالله انه لعلی الحق ‘‘یعنی پیغمبر کے رکاب پاء کو خواب مضبوطی سے پکڑ اور مرتے دم تک نہ چھوڑ۔ خدا کی قسم وہ سچے ہیں اور ہر طرح حق پر ہیں۔ حضرت عمرؓ کے شبہات کافور ہوگئے اور سینہ نور ایمانی سے معمور ہوگیا۔ عمرؓ کہتے ہیں اور اس برکت سے میں نے ایسے کارنامے دکھلائے ہیں جو میری فوقیت ایمانی کے گواہ ہیں۔ اس واقعہ نے اس بیان کی تصدیق کردی ہے جو شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ میں تحریر فرمایا ہے۔

حجۃ اللہ کی عبارت

’’ومنها الصديقية والمحدثية وحقيقتهما ان من الامة من يكون فی اصل فطرته شبيها بالانبياء بمنزلة التلميذ الفطن للشيخ المحقق فتشبه ان كان بحسب القوىٰ العقلية فهو الصديق او المحدث وان كان تشبه بحسب القوى العملية فهو الشهيد والحوارى والیٰ هاتين القبيلتين وقعت الاشارة فی قوله تعالیٰ والذين اٰمنو بالله ورسوله اولئك هم الصديقون والشهداء والفرق بين الصديق والمحدث ان الصديق نفسه قريبة الماخذ من نفس النبی كالكبرية بانسبة الی النار فكلما سمع من النبی ﷺ خبرا وقع فی نفسه بموقع عظيم ويتلقاه بشهادة نفسه حتی صاركانه علم هاج فی نفسه من غير تقليد والیٰ هذا المعنیٰ الاشارة فيما وردان ابا بكر الصديقؓ كان يسمع دوی صوت جبريل حين كان ينزل بالوحی علی النبی ﷺ والصديق تنبعث من نفسه لا محالة محبة الرسول ﷺ اشد ما يمكن من الحب فيندفع الی المواساة معه بنفسه وماله والموافقة له فی كل حال حتی يخبر النبی ﷺ من حاله انه امن الناس عليه فی ماله وصحبته وحتی يشهد له

النبی ﷺ بانہ لو امکن ان یتخذ خلیلا من الناس لکان ھو ذلک الخلیل وذلک لتعاقب ورد انوار الوحی من نفس النّبی ﷺ الی نفس الصدیق‘‘

﴿یقین کامل کی شاخوں میں سے صدیقیت اور محدثیت ہے جن کی اصل حقیت یہ ہے کہ امت کے بعض افراد انبیاء کے ساتھ ایسی مناسبت رکھتے ہیں جیسے شاگرد دانا کو شیخ محقق سے ہوتی ہے۔ اگر بلحاظ قوی عقلیہ کے یہ تناسب پایا جائے تو اسے صدیق یا محدث کہیں گے اور اگر قویٰ عملیہ کے لحاظ سے مماثلت ہو تو شہید اور حواری اس کا نام ہوگا اور ان دو جماعتوں کی طرف آیۃ ہذا میں ارشاد موجود ہے کہ جو قوم خدا اور اس کے رسول پر کما حقہ ایمان لائے وہ صدیق اور شہید کہلائے گی اور صدیق اور محدث میں یہ فرق ہے کہ صدیق کی ذات بلحاظ اخذ علوم کے نبی کی ذات سے ایسی قریب ہوتی ہے جیسے گندھک اور آگ میں مقاربت ہے جب صدیق نبی سے کوئی واقعہ سنتا ہے فوراً اس کے دل میں خوب طرح راسخ ہو جاتا ہے اور چونکہ اس کا دل پہلے سے اس پر گواہی دیتا ہے اس لئے نبی کی زبان سے سن کر اسے اخذ کر لیتا ہے گویا وہ ایک ایسا علم ہے جو بغیر تقلید کے اس کے دل میں موجزن ہوا ہے۔ اسی مضمون کی طرف حدیث میں اشارہ واقع ہے کہ ابوبکر صدیقؓ وحی کے نزول کے وقت جبریل کی آواز سنتے تھے۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کو وحی سناتا تھا اور صدیق کے دل میں اعلیٰ پیمانے پر نبی کی محبت جوش مارتی ہے۔ اس لئے وہ جان تن من دھن اور ہر طرح موافقت سے نبی کی ہمدردی کرتا ہے اور نبی اس کے حال کی خبر اس طرح دیتا ہے کہ جتنا ابوبکرؓ کی ذات اور مال سے مجھے فائدہ پہنچا ہے اتنا کسی کے مال سے میں نے نفع نہیں پایا اور نبی اس کے حق میں گواہی دیتا ہے کہ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیقؓ کو اپنا خلیل بناتا اس کے دل پر نبی کے دل سے انوار وحی منعکس ہوتے ہیں۔﴾

اور پھر لکھا:’’والصدیق اولی الناس بالخلافة لان نفس الصدیق نصیرا وکر العنایة اللہ بالنّبی ونصرته وتائیده ایاه حتیٰ یصیر کان روح النّبی ﷺ ینطق بلسان الصدیق وھو قول عمر حین دعا الناس الیٰ بیعة الصدیق فان یك محمد ﷺ قدمان فات اللہ قد جعل بین اظھرکم نورا تھدون به ھدی اللہ محمد ﷺ (حجۃ اللہ ص۲۸۳)‘‘

صدیق خلافت کے لائق تر ہوتا ہے کیونکہ اس کے دل میں نبی کی حمایت اور نصرت اور

تائید جو مقصود خداوندی ہے اس طرح جانشین ہوتی ہے جس طرح پرندہ اپنے گھونسلے میں اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے گویا روح نبی کا صدیق کی زبان پر بولتا ہے حضرت عمرؓ نے بیعت کی تقریب پر یہ الفاظ فرمائے تھے کہ اگر محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں تو خدا نے تمہارے درمیان ایسا ہی نور باقی چھوڑا ہے کہ جس کے ذریعہ حضرت محمد ﷺ کو رہنمائی کی تھی اور وہ نور صدیق اکبرؓ کی ذات میں ہے اس سے بڑھ کر بروز روحانی کیا ہوگا کہ[۱] صدیق کی ذات میں گویا نبی کی روح بولتی ہے۔

اور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں: ’’ومن مقامات القلب مقامان یختصان بالنفوس المتشبهة بالانبیاء علیهم الصلوٰت والتسلیمات ینعکسان علیهما کما ینعکس ضوءَ القمر علیٰ مرأة موضوعة بازأ کوة مفتوحة ثم ینعکس ضؤها علی الجدران والسقف والارض (حجۃ اللہ ص۲۸۷)‘‘

مقامات قلبیہ میں سے دو مقام ایسے نفوس سے مخصوص ہیں جن کو انبیاء سے مماثلت حاصل ہوتی ہے۔ وہ مقام نبی کے دل سے صدیق کے دل پر ایسے منعکس ہوتے ہیں جیسے چاند کی روشنی کا پرتو پہلے اس آئینہ پر پڑتا ہے جو ایک روشندان کے سامنے پڑا ہو۔ پھر اس کی روشنی کا عکس دیواروں اور چھت اور زمین پر واقع ہوتا ہے۔

۱؎ صلوٰۃ مسعودی میں جو فقہ کی معتبر کتاب ہے لکھا ہے کہ نابینا کی اقتداء میں نماز جائز ہے کیونکہ نبی کے ساتھ روحانی مناسبت امامت کے لئے درکار ہے نہ جسمانی۔ سو جس کو نبی سے روحانی مناسبت زیادہ ہے وہ حقدار امامت ہے۔ فقدان بصر کا اس کے جواز یا عدم جواز میں کوئی اثر نہیں معلوم ہوا کہ ہر متبع سنت کو رسول کریم سے روحانی مناسبت ہوتی ہے لیکن صدیق اکبر کو سب سے زیادہ مماثلت روحانی آنحضرت ﷺ سے حاصل تھی اس لئے وہ تمام صحابہ کی موجودگی میں امامت کے لئے منتخب کئے گئے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا:

’’لا ینبغی لقوم فیهم ابوبکر ان یؤمهم غیره‘‘ اب نتیجہ بالکل صاف ہے کہ صدیق اکبرؓ کو سب صحابہ سے زیادہ مناسبت روحانی آنحضرت سے۔ حاصل تھی اور آپ نے وہ کارنامے دکھلائے کہ طبقہ ثانیہ نے ان کے متعلق یہ رائے ظاہر کی۔ ’’لقد قام مقام نبی من الانبیاء‘‘ مگر بایں ہمہ وہ نبی نہیں اور آنحضرت ﷺ نے ان کا شان انبیاء سے کم تر بیان کیا ہے جو ان کی نبوت کی نفی پر صریحاً مشتمل ہے۔

صدیق کا شان انبیاء کے برابر نہیں

بایں ہمہ صدیق اکبرؓ کو شان نبوت حاصل نہیں۔

’’اخرج عبدالرحمن بن حمید فی مسنده و ابو نعیم وغیرهما من طرق من ابی الدرداء ان رسول اللهﷺ قال ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبی وفی لفظ علی احد من المسلمین بعد النّبیین والمرسلین افضل من ابی بکر وقدورد ایضاً من حدیث جابر ولفظه ما طلعت الشمس علیٰ احدمنکم افضل منه اخرجه الطبرانی وغیره وله شواهد من وجوه واخر تقضی له بالصحة او الحسن وقد اشارة ابن کثیر الی الحکم بصحته‘‘

عبدالرحمٰن بن حمید نے مسند میں اور ابونعیم وغیرہما نے متعدد اسنادوں کے ذیل میں ابو الدرداءؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ آفتاب کا طلوع وغروب کسی نفس پر نہیں ہوا۔ جو ابوبکرؓ سے افضل اور برتر ہو۔ سوائے نبی کی نبوت کی شان اعلیٰ ہے اور ایک لفظ میں یوں آیا کہ آفتاب کا مسلمانوں میں سے کسی پر طلوع وغروب نہیں ہوا۔ جو انبیاء اور مرسلین کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے فائق تر ہو اور حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ تم میں سے کسی پر آفتاب کا طلوع نہیں ہوا جس کی شان ابوبکرؓ سے زیادہ ہو۔ طبرانی وغیرہ نے اس روایت کو ذکر کیا ہے اور متعدد طرق سے اس کے شواہد موجود ہیں جو یا تو صحیح ہیں یا حسن اور ابن کثیرؒ نے ان کی صحت کا اشارہ کیا ہے۔

خلاصہ مطلب یہ کہ جہاں سے آفتاب طلوع ہوتا ہے اور جہاں غروب ہوتا ہے اس سارے حلقہ میں ابوبکرؓ کے سوائے انبیاء کے کوئی فاضل تر نہیں۔ ’’واخرج الطبرانی عن سلمة بن الاکوع قال قال رسول اللهﷺ ابو بکر الصدیق خیر الناس الا ان یکون نبی ‘‘ طبرانی نے سلمہ بن اکوع سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ سوائے انبیاء کے تمام خلقت سے افضل ہیں۔ ’’اخرج الترمذی عن انس وابن ماجة عن علیؓ قالا قال رسول اللهﷺ لابی بکروعمر هذان سیدا کهول اهل الجنة من الاولین والاٰخرین الا النّبیین والمرسلین وفی الباب عن ابن عباس وابن عمر وابی سعید الخدری وجابر بن عبدالله ‘‘ ترمذی نے حضرت انسؓ سے اور ابن ماجہ نے حضرت

علیؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ابوبکر وعمر جنت کے میانہ عمروں کے سردار ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ متقدمین میں سے تھے یا متاخرین میں سے ہوں۔ لیکن نبی اور رسول مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ ان دونں وصاحبوں سے فائق ہیں اور روایتیں بھی اس کے ہم مضمون حضرت ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ اور ابی سعید خدریؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے منقول ہیں۔

ابوبکر صدیق مثیل ابراہیم وعیسیٰ حضرت عمر مثیل نوح وموسیٰ ہیں (علیہم السلام) مگر نبوت کا دعویٰ نہیں

۲...... رسول خدا ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو حضرت ابراہیم اور عیسیٰ علیہما السلام سے تشبیہ دی اور حضرت عمرؓ کو حضرت نوح علیہ السلام سے اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے باوجودیکہ ان کا بروز روحانی آنحضرت ﷺ کے قول سے مصدق تھا۔ مگر کسی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ اگر بروز سے نبوت بھی باقی اخلاق اور اوصاف کی طرح حاصل ہوجاتی تو یہ اصحاب نبوت کے مدعی ہوتے۔

علامہ سلیمان نے تفسیر جمل میں لکھا ہے: ’’روی عن عبداللہ بن مسعودؓ قال لما کان یوم بدر وجئ بالا ساریٰ فقال رسول اللہ ﷺ ما تقولون فی ھئولاء فقال ابو بکرؓ یارسول اللہ قومك واھلك استبقھم وتان بھم لعل اللہ ان یتوب علیھم وخذ منھم فدیة تکون لنا قوة علی الکفار وقال عمرؓ یا رسول اللہ کذّبوك واخرجوك قدمھم نضرب اعناقھم یمکن علیا من عقیل فیضرب عنقه ومکننی من فلان نسیب لعمر فاضرب عنقه ومکن حمزة من العباس یضرب عنقه فان ھئولاء ائمة الکفر وقال ابن رواحة انظرو ادیا کثیر الحطب فادخلھم فیه ثم علیھم نارا فقال له العباس قطعت رحمك فسکت رسول اللہ ﷺ ولم یجیبھم ثم دخل فقال ناس یاخذبقول ابی بکر وقال ناس یاخذ بقول ابن رواحة وقال ناس یاخذ بقول عمر ثم خرج رسول اللہ ﷺ فقال ان اللہ لیلین قلوب رجال حتی تکون الین من اللبن ویشد قلوب رجال حتیٰ تکون اشد من الحجارة وان مثلك یا ابابکر مثل ابراھیم قال فمن

تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانك غفور الرحیم ومثل عیسیٰ قال ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم ومثلك یا عمر مثل نوح قال رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا ومثلك مثل موسیٰ قال ربنا اطمس علیٰ اموالھم واشد دعلیٰ قلوبھم فلا یؤمنوا حتی یرو العذاب العلیم ثم قال رسول اللہ ﷺ الیوم انتم عالة فلا یفنتن احد منھم الا بفداء وبضرب عنقه ثم ساق البغوی فی المعالم‘‘

بدر کے قیدیوں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے مشورہ طلب کیا تو ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ لوگ آپ کی قوم اور اہل میں سے ہیں انہیں زندہ چھوڑنا چاہئے اور مہلت دے کر اس قابل کرنا چاہئے کہ وہ توبہ کریں۔ شاید خدا ان کی توبہ منظور کرے اور ان سے معاوضتہً فدیہ وصول کرلیا جائے تاکہ ہمارا فنڈ بمقابلہ کفار مضبوط ہوجائے اور حضرت عمرؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ یہ لوگ آپ کے دشمن اور مکذب ہیں انہوں نے آپ کو وطن مالوف سے نکال دیا انہیں ہمارے حوالے کیا جائے کہ ہم ان کو تہ تیغ کردیں۔ عقیل کو حضرت علی کے سپرد کریں اور میرا رشتہ دار میری تحویل میں کردیں اور عباس کو حضرت حمزہ کے حوالے کردیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں کی گردنیں اڑادیں کیونکہ یہ کفر کے پیشوا ہیں عبداللہ بن رواحہ کی رائے سب سے زیادہ تشدد آمیز تھی کہ کوئی میدان جس میں ہیزم کثیر فراہم ہو تلاش کریں اور اساریٰ بدر کو اس میدان میں داخل کر کے آتش مشتعل کردیں۔ حضرت عباس سے رہا نہ گیا وہ بول اٹھے کہ تو قاطع رحم ہے تب مسلمان حضرت ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد رائے زنیاں کرنے لگے۔ کوئی کہتا تھا کہ حضرت ابوبکر کی رائے قبول ہوگی کسی کا خیال تھا کہ حضرت عمر کی رائے پر عمل ہوگا۔ کسی کو معلوم ہوتا تھا کہ عبداللہ بن رواحہ کی تجویز پاس ہوگی حضور ﷺ گھر سے تشریف لاکر فرمانے لگے کہ بعض دلوں کو خدا اتنا نرم کردیتا ہے کہ وہ دودھ سے زیادہ نرم ہوجاتے ہیں اور بعض کو پتھروں سے زیادہ سنگین بنادیتا ہے ابوبکر! تمہارا حال حضرت ابراہیم سے ملتا جلتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو میرا متبع ہو وہ میری جماعت میں داخل ہے اور جو میرا حکم بردار نہیں تو میں نہیں کہتا کہ تو اسے سزا دے تو بخشنے والا مہربان ہے ابوبکر! تمہارا حال حضرت عیسیٰ سے بھی لگاؤ کھاتا ہے کہ آپ نے فرمایا اے خداوند! اگر تو انہیں عذاب کرے تو بجا ہے کیونکہ یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معافی دے دے تو تجھ سے کوئی دوسرا زبردست اور حکیم نہیں جو تجھے

روکے اور سمجھائے تیراز ور سب سے بڑھ کر اور تیری دانائی سب سے غالب تر ہے۔ عمر تمہارا حال نوح علیہ السلام سے مناسبت رکھتا ہے جنہوں نے کہا کہ اے خداوند عالم! زمین کی آبادی پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑیو اور تمہارا حال بعینہ ویسا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کا جنہوں نے دعا کی تھی کہ اے خاوند تو ان کے مال اور جاگیریں نابود کر دے اور ان کے دل شدت سے بھر دے کہ وہ بن عذاب دیکھے ایمان نہ قبول کریں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم سارے محتاج ہو۔ اس لئے جماعت کفار سے کوئی رہا نہ ہوگا۔ جب تک وہ فدیہ ادا نہ کرے ورنہ ان کی گردنیں نذر شمشیر ہوں گی۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروقؓ کی نبوت کی بالتصریح نفی کی ہے۔

حضرت علیؓ مثیل عیسیٰ علیہ السلام ہیں

۳...... حضرت علیؓ کو آنحضرت نے مثیل عیسیٰ علیہ السلام قرار دیا چنانچہ امام احمد مسند میں اور بزار اور ابو یعلیٰ اور حاکم نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’ان فيك مثلا من عيسىٰ ابغضة اليهود حتىٰ بهتو امه واحبته النصارىٰ حق انزلوه بالمنزلة التى ليست له ثم قال يهلك فى رجلان محب مفرط يقرظنى بماليس فىّ ومبغض يحمله شنأنى علىٰ ان يبهتنى ‘‘یعنی حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت حاصل ہے۔ یہود نے ان کو اس حد تک دشمن خیال کیا کہ ان کی ماں پر الزام دیئے اور نصاریٰ نے اس حد تک ان کو محبوب خیال کیا کہ ان ہیں ایسے رتبہ پر اتارا جو ان کے شایان شان نہیں یعنی خدا کا ابن حقیقی والٰہ کامل اور اقنوم ثالث کہا اس طرح دو گروہ تمہاری ذات کے متعلق پیدا ہو جائیں گے ایک گروہ جو تمہارا حد سے زیادہ محبّ ہوگا وہ نصاریٰ کا ہم پلہ ہے اور دوسرا تمہارا دشمن وہ یہود کا نمونہ ہے اور ان کے درمیان ایک گروہ حق پر ہوگا اور پھر یہ فرمایا کہ میری ذات کی نسبت بدعقیدت کی وجہ سے دو قسم کے انسان تباہ ہوں گے ایک محبّ مفرط جو میری ایسی مدح سرائی کرتا ہے جو میری ذات میں نہیں اور دوسرا دشمن جو مجھے الزامات دیتا ہے۔

دیکھو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو صاف لفظوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نسبت دی ہے لیکن باب نبوت کو مسدود سمجھ کر اور یہ خیال کر کے کہ بروز سے نبوت حاصل نہیں ہوتی

آپ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ کہا لست بنبی ولا یوحیٰ الیّ کہ میں نبی نہیں اور نہ میری طرف وحی ہوتی ہے۔

حضرت ابوذرؓ مثیل مسیح بن مریم علیہ السلام ہیں

۴...... حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: ''ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لھجۃ اصدق ولا اوفی من ابی ذرشبه عیسیٰ بن مریم فی الزهر رواه الترمذی'' یعنی زیر آسمان اور زمین سے اوپر کوئی زبان کا سچا اور وعدہ وفا حضرت ابوذرؓ سے زیادہ نہیں ہے وہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا زہد میں نمونہ ہیں۔ باوجودیکہ حضورﷺ نے ابوذرؓ کو مثیل مسیح کہا ہے لیکن آپ مدعی نبوت نہیں ہوئے کیونکہ نبوت کسبی نہیں۔

۵...... حدیث میں ہے: ''من شرب بیده وهو یقدر علیٰ انا یرید التواضع کتب اللّٰہ له بعددا صابعه حسنات وهواناء عیسیٰ بن مریم علیهما السلام رواه ابن ماجه عن عاصم عن ابیه عن جده'' یعنی باوجود برتن دستیاب ہونے کے جو انسان ہاتھ سے پانی نوش کرے۔ جس قدر اس کے ہاتھ کی انگلیاں ہیں اتنی نیکیاں اس کے حصہ میں آئیں گی کیونکہ یہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا برتن تھا۔ دیکھو ہاتھ سے پانی پینے والا مثیل عیسیٰ بن مریم ہے کیا وہ نبی بھی ہے؟

امام حسنؓ وحسینؓ مثیل محمدﷺ ہیں
وجوہات مماثلت، امامین کا درجہ انبیاء سے کم ہے

۶...... حضورﷺ کے صاحبزادے ظلی وبروزی طور پر رسول خداﷺ کا نمونہ تھے اور ان کی ظاہری اور باطنی مناسبت حضورﷺ کے ساتھ مکمل تھی۔ لیکن باایں ہمہ وہ عہدہ نبوت یا رسالت سے مشرف نہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ نے سر الشہادتین میں لکھا ہے: ''واما کونهما مراتین لملاحظته ﷺ فمن وجهین الاول من جهة السیادة المطلقة فقد اخرج النسائی والرویانی والضیاء عن حذیفة وابو یعلیٰ عن ابی سعید وابن ماجه عن ابن عمروا بن عدی عن ابن مسعود وابو نعیم عن علی الطبرانی فی الکبیرة عن عمر وجابر والبراء واسامة بن زید ومالك بن الحویرث

والدیلمی عن انس وابن عساکر من عائشة وابن عمرو ابن عباس وابی رمثة ان رسول اللہ ﷺ قال الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة ورواه ابن ماجة وغیره وابوهما خیر منهما وعند الطبرانی وابوهما افضل منهما وزاد الحاکم وابن حبان وغیرهما الا ابن الخالة عیسیٰ بن مریم و یحیی ابن ذکریا ومن متفرعات هذا المراتیه کون مجتهما محبته وبغضهما بغضه ﷺ کما وقع فی روایة ابن عساکر وغیره عن ابن عباس من احبهما فقد احبنی ومن ابغضهما فقد ابغضنی والثانی فی جهة مشابهة الصورة فانهما کان کالتصویرین له ﷺ فی الظاهر ایضاً فهذا اخرج البخاری عن انس قال لم یکن احد اشبه بالنبی ﷺ من الحسن بن علی وقال فی الحسین ایضاً کان اشبهم برسول اللہ ﷺ وروىٰ هذا الحدیث مفصلا الترمذی عن علی کرم اللہ وجهه وصححه قال الحسن اشبه برسول اللہ ﷺ مابین الصدر الیٰ الراس والحسین اشبه بالنّبی ﷺ فیما کان اسفل من ذلك''

یعنی امام حسن وحسینؓ حضور کے ظاہری وباطنی کمالات کا آئینہ تھے جس نے ان کو دیکھ لیا گویا رسول اللہ ﷺ کو ملاحظہ کرلیا۔ اس مشابہت کو ہم دوطرز سے ثابت کر سکتے ہیں۔

ا...... آنحضرت ﷺ بنی آدم کے علی الاطلاق سردار تھے جیسے حدیث میں ہے:''انا سید ولد اٰدم یوم القیمة ''چونکہ دونوں صاحبزادے حضور کا بروزی عکس تھے اس لئے سیادۃ کا پرتو بھی امامین کی روحانیت پر پڑ گیا اور حضور نے ارشاد فرمایا کہ امام حسن وحسین جوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔ اس روایت کو نسائی اور رویانی اور ضیاء نے حضرت حذیفہ سے اور ابویعلیٰ نے ابوسعید سے اور ابن ماجہ نے ابن عمر سے اور ابن عدی نے ابن مسعود سے اور ابونعیم نے علی سے اور طبرانی نے کبیر میں عمر، جابر، براء، اسامہ بن زید، مالک بن حویرث سے اور دیلمی نے حضرت انس سے اور ابن عساکر نے عائشہ ابن عمر ابی رمثہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور ساتھ ہی ایک لفظ رافع وہم بھی ذکر کیا ہے کہ امامین آنحضرت ﷺ کا بروزی نقشہ تھے تو اس لہجہ میں آپ کو نبوت بھی حاصل ہوگئی ہوگی تو رسول خدا نے فرمایا الا ابن خالة عیسیٰ بن مریم ویحییٰ بن زکریا یعنی دوخالہ زاد بھائی یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر دونوں صاحبزادوں کو فوقیت نہیں ہے کیونکہ وہ نبی تھے اور صاحبزادے نبی نہ تھے۔ گویا بروزی رنگ میں حصول نبوت کی نفی ہے۔

چونکہ صاحبزادے آنحضرت کے ذاتی کمالات کا آئینہ تھے۔اس لئے آپ نے فرمایا کہ ان کی ذات اور میری ذات واحد ہے جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھے بھی چاہتا ہے جو ان کو دشمن خیال کرے وہ مجھے بھی دشمن سمجھتا ہے۔ابن عساکر نے ابن عباس سے اس روایت کونقل کیا ہے۔

۲...... صاحبزادوں کی شکل رسول اللہ ﷺ سے ملتی جلتی تھی بظاہر وہ ان کی تصویر تھے جیسا نجاری کی حدیث سے یہ بات واضح ہے اور ترمذی نے حضرت علی سے اس واقعہ کو مفصلاً بیان کیا ہے کہ امام حسن سر سے دھڑ تک آنحضرت سے مشابہت رکھتے تھے اور دھڑ سے پاؤں تک امام حسین کا نقشہ حضرت سے ملتا جلتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ امام حسن وحسین کی شہادت آنحضرت کی شہادت سمجھی جاتی ہے اور آپ کے کمالات میں معدود ہوتی ہے۔

امام مہدی مثیل محمد ہیں

۷...... امام مہدی علیہ السلام رسول خدا ﷺ کا ظل ہوں گے اگر ظلیات کے ماتحت نبوت حاصل ہوسکتی ہے تو امام مہدی کو نبی سمجھنا چاہئے حالانکہ اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں بلکہ اہل سنت حضرت ابوبکرؓ کو ان سے برتر سمجھتے ہیں۔

ابواسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے بڑے صاحبزادے امام حسنؓ کو دیکھ کر فرمایا:''ان ابنی هذا سید کما سماه رسول اللہ ﷺ وسیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبهه فی الخلق ولا یشبهه فی الخلق ''یہ میرا صاحبزادہ سید ہے آنحضرت نے اسے سردار ٹھہرایا ہے اس کی صلبی نسل سے ایک ایسا امام پیدا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا۔وہ اخلاق میں حضرت کا نمونہ ہوگا اور صورت میں ان کے ساتھ مماثلت نہ ہوگی۔ابوداؤد نے اس روایت کو بیان کیا ہے باایںہمہ امام مہدی کی شان انبیاء کے بلکہ حضرت ابوبکر کی مساوی نہیں حالانکہ وہ ظلی طور پر مثیل محمد ہیں۔علامہ محمد طاہر نے مجمع البحار میں لکھا ہے:

''فان خیرهم ابو بکر ثم عمر وهم قریبا فی فضل الصحابة هذا هو عقیدة اهل السنة قاطبة ولم یخالف فیه احد فانظر هل احد اجهل ممن یفضل علی الصدیق الذی وزن به جمیع الامة فرجح شخصا اعتقد مهد ویته بلادلیل وشبهة بل وقد نسمع من بعض الثقات انهم یفضلونه علی سید الانبیاء ''یعنی سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ۔یہ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے جس میں

کسی کو خلاف نہیں غور کی نظر سے دیکھو اس سے بڑھ کر بھی کوئی جاہل ہے جو صدیق پر جو تمام امت کے موازنہ میں بھاری رہا کسی دوسرے کو فضیلت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جس میں مہدی جانتا ہوں وہ ابوبکر سے افضل ہے۔ بلکہ بعض معتبرین سے سننے میں آیا ہے کہ وہ اپنے معتقد فیہ مہدی کو سید الانبیاء سے بھی برتر جانتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ افضل یا امام الزمان مہدی علیہ السلام؟

رہی وہ حدیث جسے باسناد صحیح ابن ابی شیبہ نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے: ''یکون فی اٰخر الزمان خلیفة لا یفضل علیه ابو بکر وعمر '' سو علامہ موصوف الصدر نے اپنی کتاب العرف الوردی فی اخبار المهدی میں اس کی حسب ذیل تاویل بیان کی ہے اور کہا ہے: ''والا وجه عندی تاویل اللفظین علی ما اول علیه حدیث بل اجر خمسین منکم لشدة الفتن فی زمان المهدی وتمائل الروم باسرها علیه ومحاصرة الدجال له ولیس المراد بهذا التفضیل الراجع الی زیادة الثواب والرفعة عند الله تعالیٰ فالاحادیث الصحاح والاجماع علی ان ابابکر وعمر افضل الخلق بعد النّبیین والمرسلین '' میرے نزدیک ہر دو لفظ کی تاویل بہت مناسب ہے اور لائق ہے کہ اس حدیث کے مطلب کو اس حدیث کے مفہوم پر اتارا جائے جس میں متاخرین کے اجر کو پچاس صحابہ کے برابر ٹھہرایا گیا ہے حالانکہ صحابہ بالاجماع افضل ہیں کیونکہ مہدی علیہ السلام کے عہد میں فتن زور وشور پر ہوں گے اور روم حملہ کے لئے ان پر ٹوٹ پڑے گی اور دجال ان کا محاصرہ کرلے گا۔ اور اس لحاظ سے انہیں جزوی فضیلت حاصل ہو جائے گی ورنہ ثواب اور رفعۃ کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت شیخین کا درجہ افضل ہے اور صحیح احادیث اور اجماع بتلا رہی ہیں کہ نبیوں اور مرسلوں کے بعد حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ افضل ہیں اور علامہ موصوف تذکرہ میں اس حدیث کی دوسری اسناد کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے۔ موضوع فیه ضعیف وکذاب

اضافی فضیلت

اور سید علامہ نے حجج الکرامہ میں بعد تحقیق لکھا ہے کہ جہات فضیلت مختلف ہیں اور امام مہدی علیہ السلام کو بعض وجوہ سے شیخین پر مزیت حاصل ہے۔ لیکن اکثر وجوہ سے شیخین کو تفوق ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بچشم خود دیکھا۔ برکت صحبت سے فیض یاب ہوئے وحی کے

نزول کا مشاہدہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کی رفاقت میں مال وجان کو نثار کیا۔ ان کے اعمال کا ثمرہ متاخرین کے اعمال کی نسبت زیادہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ امام مہدی علیہ السلام چونکہ ایک جان گداز زمانہ میں پیدا ہوں گے اور انہیں بے شمار مشکلات کا سامنا ہوگا۔ اس لئے وہ پیش بہا اجر کے مستحق ہوں گے۔ آثار نبی ﷺ کی اتباع کریں گے۔ اور آپ سے خطا صادر نہ ہوگا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ فضائل جزیہ اس قابل نہیں کہ حقیقتہً امام موصوف کے لئے شیخین پر تفضّل کا حق پیدا کر دیں۔

حدیث کاد یفضل علیٰ بعض الانبیاء پر بحث

البتہ ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں امام موصوف کے متعلق یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کا یفضل علیٰ بعض الانبیاء جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا رتبہ انبیاء سے قریب ہے۔ حتیٰ کہ بعض مبالغہ سے کام لینے والوں نے یہ رائے لگائی کہ آپ بعض انبیاء سے افضل ہیں اور اپنے معتقد فیہ مہدی کی نسبت یہ خیال کیا کہ اس کا درجہ انبیاء کے مساوی یا زیادہ ہے لیکن روایت مذکور کی رو سے ایسا حکم لگانا صحیح نہیں کیونکہ یہ محمد بن سیرین کا قول ہے۔ جب تک قطعاً معلوم نہ ہو جائے کہ یہ کلام مشکوٰۃ نبوت سے صادر ہوئی ہے تب تک حجت ناتمام ہے اور نیز اس کی اسناد پایہ صحت کو نہیں پہنچتی کہ مقام استدلال میں مفید ہو سکے اور ثالثاً کاد کے مشتقات کی نسبت یہ قاعدہ ہے کہ منفی مثبت کے معنے[1] دیتی ہیں اور مثبت منفی کے معنے۔ بناء علیہ کاد یفضل علی بعض الانبیاء کا یہ مطلب ہوگا ولکن لم یفضل جیسے وما کادوا یفعلون کا مدعا یہ ہے ولکن فعلوا۔ پس نتیجہ بالکل صاف ہے کہ امام مہدی کو وہ شان حاصل نہیں جو انبیاء کو دیا گیا ہے حالانکہ وہ بروزی طور پر مثیل محمد ہیں۔ اگر بہ پیرایہ بروز نبوت میسر ہو سکتی تھی تو امام الزمان کو ہوتی جب وہ نبی نہیں تو معلوم ہو گیا کہ بروزی نبوت کوئی چیز نہیں۔

ان شواہد کے علاوہ کتب روایت میں ایسی بے شمار شہادتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کے ساتھ اخلاقی مماثلت وصفی مشابہت ممکن ہے۔ لیکن جو مشبہ بہ میں کمال ہوتا ہے وہ مشبہ میں نہیں پایا جاتا اور واقعات نے اس کی تصدیق یہاں تک کی ہے کہ یہ مسئلہ عین الیقین کو پہنچ چکا ہے البتہ مماثلت کے ماتحت نبوت حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ فیض وہبی ہے۔ حدیث

[1] مطابقتاً یا تضمناً مراد نہیں بلکہ التزاماً یعنی قرائن اور آثار سے ایسا نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ القان اور شرح مأتہ عامل میں اس مسئلہ پر ضروری بحث کی گئی ہے۔

میں بروایت سعدؓ مروی ہے: ’’سئل النبی ﷺ ای الناس اشد بلاءً قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علیٰ حسب دینه فان کان فی دینه صلبا اشتد بلائه وان کان فی دینه رقة هون علیه فمازال کذالك حتی یمشے علیٰ الارض ماله ذنب رواه الترمذی وصححه وابن ماجة والدارمی‘‘

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں امثل کی تشریح کے متعلق تحقیق لغوی کو بیان کیا ہے۔ جو درج ذیل ہے: ’’وما وقع فی عبارة بعض الشارحین ان الا مثل یعبربه عن الاشبه بالفضل والاقرب الی الخیر واماثل القوم کنایة عن خیارهم یشعربان الا فضل من الامثل من جهة اعتبار المماثلت ‘‘یعنی جو کسی بزرگ کا فضیلت میں مماثل ہو اور اس جہت سے اسے خدا نے مزیت بخشی ہو یا جس طریق اور مذہب کو حق کے ساتھ مماثلت ہو اسے امثل کہتے ہیں۔ قرآن اور حدیث اور لغت اور دیوان عرب اس بات کے مصدق ہیں: ’’قال اللّٰه تعالیٰ اذ یقول امثلهم طریقة ان لبثتم الا یوم وقال ان هذا لساحران یریدان ان یخرجاکم من ارضکم بسحرهما ویذهبا بطریقتکم المثلیٰ عبدالرحمن بن قاری کا قول هے خرجت لیلة مع عمر بن الخطاب انی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه ویصلی الرجل فیصلی بصلوٰته الرجل ویصلی الرجل فیصلے بصلوٰته الرهط فقال عمر لو جمعت هئولاء علیٰ قاری واحد لکان امثل (مشکوٰۃ)‘‘ اور امراءالقیس سیدالشعراء نے کہا ہے۔

الا یاایها اللیل الطویل الا انجل
بصبح وما الاصباح منك بامثل

اس لحاظ سے حدیث کے معنی اس طرح ہوں گے کہ نبیوں پر تمام خلق اللہ سے زیادہ آزمائش ڈالی جاتی ہے۔ پھر جو بلحاظ مماثلت انبیاء ایک دوسرے سے فضیلت رکھتے ہیں۔ علی حسب الدرجات ابتلاء میں واقع ہوتے ہیں جتنا کوئی دین میں مضبوط ہوتا ہے۔ اسی قدر آزمائش اس کی زیادہ ہوتی ہے اور جتنا دین میں کمزور ہوا اتنا ہی ابتلاء میں کم رہتا ہے۔ اسی حالت میں ہر دم رہتا ہوا گناہ سے پاک صاف ہوکر زمین پر چلتا ہے۔ ترمذی ابن ماجہ دارمی نے اس روایت کو بیان

کیا ہے اور ترمذی نے صحیح بھی کہا ہے اور یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ابتلاء کا رنگ بزرگوں پر وہی صورت اختیار کرتا ہے جو کسی خاص نبی کی مماثلت سے اس کے مناسب حال ہے۔ مثلاً ابومسلم خولانی حضرت ابراہیم کی طرح افروختہ آتش میں ڈالے گئے جبکہ اسود عنسی نے انہیں اپنی نبوت کا منکر پا کر یہ سزا ان کے لئے تجویز کی۔

فرقان میں اولیاء الرحمان واولیاء الشیطان میں ابن تیمیہ حرانی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے:''وطلبه الاسود العنسى لما دعى النّبوة فقال اتشهدانى رسول الله فقال ما اسمع قال له اتشهد ان محمد رسول الله قال نعم فامربنار فالقے فيها فوجدوه قائما يصلے فيها وقد صارت عليه بردا او سلاما وقدم المدينة بعد موت النّبى ﷺ فاجلسه عمر بينه وبين ابى بكرؓ فقال الحمد الله الذى لم يمتنى حتى ارانى من امة محمد ﷺ من فعل به كما فعل بابراهيم خليل الله (فرقان ص۱۱۶،۱۱۷)'' یعنی ابومسلم خولانیؒ کو اسود عنسی نے بلا کر اپنی نبوت پر شہادت لینے کا ارادہ کیا تو ابومسلمؒ نے ایسا جواب دیا جو اس کے اشتعال طبع کا باعث ہوا۔ یعنی کہا ما اسمع یعنی میں نہیں سنتا۔ جب اس نے محمد ﷺ کی تصدیق کے متعلق سوال عائد کیا تو فوراً بول اٹھا کہ ان کو میں سچا نبی مانتا ہوں۔ تب وہ غیظ وغضب میں آیا اور حکم دیا کہ ابومسلمؒ کو چیخہ میں ڈال کر جلا دیا جائے۔ چنانچہ مریدوں نے ایسا ہی کیا۔ جب آتش فرو ہوئی تو دیکھا وہ صحیح سالم استادہ نماز آگ میں ادا کر رہے ہیں۔ اور آتش ان کی خاطر سرد اور باسلامت بن گئی۔ ابومسلم بعد وفات نبی ﷺ مدینہ میں آیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنے اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان مجلس مرحمت فرمائی اور کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے امت محمدیہ میں سے روحانی نقشہ ابراہیم علیہ السلام کا دکھایا جس پر بعینہ وہ واردات گزری جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گزری تھی اور پیشتر مرگ مجھے اسی نعمت کے دیکھنے کا موقع مرحمت فرمایا۔'' مگر باوجود اس کے ابومسلم مدعی نبوت نہیں ہوا کیونکہ باب نبوت مسدود ہے اور مماثلت سے حق نبوت پیدا نہیں ہوتا۔ بخلاف مرزا قادیانی کے کہ ان کے اخلاق اور اوصاف سے کسی نبی کی مماثلت مترشح نہیں ہوتی۔ لیکن پھر بھی آپ ابراہیم ہونے کے مدعی ہیں اور لکھتے ہیں:

''جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں سے وہ فرقہ نجات پائے گا۔ کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔''

(اربعین نمبر۳ ص۳۲، خزائن ج۱۷ ص۴۲۱)

مرزا قادیانی نے اس موقع پر جعلی حدیثوں سے کام نکالنے کی بہت کوشش کی ہے اور اپنے دعویٰ نبوت کی پناہ میں ان روایتوں کو جوافتراء پردازوں کی کذب بیانی کا نتیجہ ہیں کھڑا کیا ہے۔ مشہور ہے الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ پہلی حدیث الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ سے اپنی مطلب براری چاہی ہے۔ امام شوکانی نے فوائد المجموعہ میں اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے: ’’جزم ابن حجر وغیرہ بانہ موضوع ‘‘ اور دوسری حدیث ’’علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل ‘‘ پر پنجہ ڈالا ہے۔ جس پر امام مذکورہ نے فوائد میں بحوالہ علماء ناقدین یہ تبصرہ بیان کیا ہے: ’’قال ابن حجروالزرکشی لا اصل لہ ‘‘ کیا کریں کاذبین کا کام صدق سے پورا نہیں ہوتا وہ مدعا براری کے لئے مفتریات کا ذخیرہ ہر گوشہ سے جمع کر لیتے ہیں۔

ہاں! ایک روایت ضعیف سند کے ساتھ ان الفاظ میں مروی ہے: ’’اقترب للناس من درجۃ النبوۃ اھل العلم والجھاد ‘‘ لیکن یہ مرزا قادیانی کے مفید مدعا نہیں کیونکہ قرب سے دائرہ نبوت میں داخل ہونا نہیں سمجھا جاتا بلکہ اتصاف نبوت کی نفی مترشح ہوتی ہے۔ قرب اور ہے اور نبوت اور اس کی تائید کے لئے راقم خاکسار حدیث ابن عباس کو پیش کرتا ہے: ’’عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من جاء اجلہ وھو یطلب العلم لقی اللہ لم یکن بینہ وبین النّبیین الا درجۃ النّبوۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط والدارمی عن الحسن مرسلا ولفظہ من جاء الموت وھو یطلب العلم لیحیی بہ الاسلام فبینہ وبین النّبیین درجۃ واحدۃ فی الجنۃ ‘‘ یعنی حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو علم کو تجسّس کرتا ہوا وفات پائے تو اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف درجۂ نبوت کا فرق باقی رہے گا یعنی باقی خصائل میں اور نبیوں کے ہم رنگ ہوگا لیکن نبوت اسے حاصل نہ ہوگی۔ طبرانی نے اوسط میں اس روایت کو بیان کیا ہے اور دارمی نے حسن سے مرسلاً یوں نقل کیا ہے کہ جو علم کا جویاں ہوا اور محض اسلام کو زندہ کرنے کی خاطر تعلیم دینی کو حاصل کرے۔ اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق رہ جائے گا۔ یعنی درجہ نبوت کا استحقاق کسی طرح حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ نبوت کسبی نہیں اور دارمی نے عتبہ بن عبدالسلمی سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ’’القتلی ثلاثۃ مومن جاھد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ فاذا لقی العدوا قاتل حق یقتل قال النّبی ﷺ فذالک الشھید الممتحن فی خیصۃ اللہ تحت عرشہ لا یفضلہ النّبیون الا بدرجۃ النّبوۃ ‘‘

یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ شہداء تین قسم ہیں ایک ایسا مومن جس نے من دھن سے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ سینہ سپر ہوکر راہ خدا میں مارا گیا یہ شہید خالص ہے جو زیر سایۂ عرش خیمہ الٰہی میں ہوگا۔ نبیوں کو اس پر درجہ نبوت کی فضیلت ہوگی۔ اسلام کے لئے عرق ریزی اور جانفشانی بھی درجہ نبوت پر نہ پہنچا سکی پھر کس عمل اور کوشش پر سہارا کیا جاسکتا ہے کہ اس سے نبوت حاصل ہوجائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آں حضرت سے روایت کیا ہے: ''من قرء القرآن فقد استدرج النّبوۃ بین جنبیه غیرانه لا یوحیٰ الیه ''یعنی قاری قرآن کے ہر دو پہلو پر نبوت گشت لگاتی ہے مگر اندر داخل نہیں اور اسے وحی کی شرفیابی اور الہام معصوم کی سرفرازی حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت یحییٰ نے چھوٹی عمر میں توراۃ کو حفظ کرلیا تھا اور دین کی سمجھ اور فقاہت بچپن میں انہیں عطا کی گئی۔ جو صغیر السن بچہ طفولیت میں قرآن از بر کرلے اور خدا تعالیٰ دین کی سمجھ کا مادہ اسے مرحمت کرے تو وہ حضرت یحییٰ کا مثیل ہے جن کی نسبت قرآن نے ارشاد کیا ہے: ''واتیناہ الحکم صبیا ''رسول خدا نے فرمایا: ''من قرء القرآن قبل ان یحتلم فھو ممن اوتیٰ الحکم صبیا رواہ البیھقی عن ابن عباس واخرجه ابن ابی حاتم موقوفا علیه ''یعنی جو قرآن قبل بلوغ پڑھ لے وہ چھوٹی عمر میں یحییٰ کی طرح حکم دیا گیا۔ (بیہقی ابن ابی حاتم) کون کہہ سکتا ہے کہ طفل حافظ قرآن مماثلت یحییٰ علیہ السلام سے نبی ہوگیا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ باب نبوت مسدود ہے۔ مماثلت اور قرب اور چیز ہے اور نبوت کا مفہوم جدا ہے۔ مماثلت انبیاء کا دروازہ مفتوح ہے لیکن باب نبوت مسدود ہے۔ دیکھو حدیث میں وارد ہے کہ تاجر صدوق امین کو بھی انبیاء سے مناسبت حاصل ہے: ''اخرج الترمذی والدارمی والدار قطنی عن ابی سعید وابن ماجة ابن عمر قالا قال رسول اللہ ﷺ التاجر الامین الصدوق مع النّبیین والصدیقین والشھداء یوم القیامة ''یعنی ترمذی دارمی اور دارقطنی نے ابو سعید سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تاجر امانتدار سچا انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہم رنگ ہونے سے ان کے ہمراہ ہوگا۔ حامل قرآن کو بھی نبیوں سے یکرنگی حاصل ہے: ''اخرج الدیلمی فی مسندۃ عن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ حملة القرآن فی ظل اللہ یوم لا ظل الا ظله مع النّبیین واصفیائه ''یعنی دیلمی نے حضرت علیؓ کی معرفت نبی ﷺ سے نقل کیا ہے کہ قرآن کا سینے میں اٹھانے والا سایہ عرش خدا میں ہوگا اور نبیوں اور اصفیاء کی رفاقت اسے نصیب ہوگی۔

عشق اور محبت رسول بھی انسان پر وہی رنگ چڑھا دیتے ہیں جو نبیوں پر ہے لیکن نبوت کی انتہائی منزل جو فیض وہبی ہے۔ حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے: ’’ان رجلا قال یا رسول اللّٰہ متی الساعۃ قال ویلك ما عددت لها قال ما اعدت لها الا انی احب اللّٰہ ورسوله قال انت مع من احببت قال انس فما رأیت المسلمین فرحوا بشیء بعدالاسلام فرحهم بها متفق علیه ‘‘ایک بندہ خدا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر ملتجی ہوا کہ قیامت کب آنے والی ہے؟ آپ نے کہا کہ تو نے قیامت کے لئے کیا سرمایہ تیار کیا ہے اس نے کہا صرف یہی کہ میرے دل میں خدا اور اس کے رسول کی محبت جاگزیں ہے۔ حضور نے کہا کہ تو اپنے محبوب کے ساتھ بروز قیامت ہوگا۔ مسلمانوں کو یہ بشارت سن کر اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ حضرت ثوبان رسول خدا کے عاشق صادق تھے اور اگر کبھی ملاقات حضرت نبوت میں توقف واقع ہو جائے تو اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ حضرتﷺ کے مکان شریف پر زیارت سے مشرف ہونے کے لئے گئے۔ لیکن آپ پس وپیش تھے۔ زیارت نہ ہوسکی۔ غم سے رنگ اڑ گیا۔ دوبارہ جو آئے تو چہرے کے عنوان بدلے ہوئے تھے اور دریا حیرت میں ڈوبے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ آنجنابﷺ نے کیفیت کا استفسار کیا۔ ثوبانؓ نے بتایا نہ میں بیمار ہوں نہ کوئی درد دامن گیر ہے۔ صرف آپﷺ کی ایک لحہ مفارقت بھی میری طبیعت برداشت نہیں کر سکتی۔ آپﷺ کے مکان پر تشریف فرمانہ ہونے کی وجہ سے میرا زیارت سے محروم جانا میرے دل کے قلق واضطراب کا موجب ہوا اور میری یہ حالت ہوگئی جو آپ دیکھ رہے ہیں اور اس خیال نے کہ آپ بروز قیامت عالی درجہ ہوں گے اور بندہ خاکسار جنت کے ادنیٰ منزلوں میں مقیم ہوگا اور میری ہمیشہ کے لئے آپ سے مفارقت ہو جائے گی مجھے بے بس اور غمزدہ کر دیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کی ذرہ بھر مفارقت نے مجھ پر ایسا اثر کیا ہے۔ جس کا میں متحمل نہیں ہوسکتا تو عاقبت میں کیونکر گزرے گی۔

تب یہ آیت نازل ہوئی: ’’من یطع اللّٰہ ورسوله فاولئك مع الذین انعم اللّٰہ علیهم من النّبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولئك رفیقا (نساء:۶۹) ‘‘یعنی جو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور ان کے احکام بجالائے تو وہ انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے ہمراہ ہوگا یعنی اتباع سیرت نبوی سے انسان ان کے مشابہ اور ہمرنگ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسے انبیاء کی رفاقت مرحمت ہوگی۔

حضرت ربیعہؓ بن کعب نے آنحضرت کو وضو کے لئے پانی دیا۔ آپ نے عالم خوشی میں

فرمایا جو چاہو مانگو ربیعہ نے کہا: ’’اسألك مرافقتك فی الجنة ‘‘(مجھے بروز قیامت آپ کی رفاقت میں رکھا جائے یہ میری دلی خواہش ہے۔) آپ نے اس سے وعدہ کرلیا کہ میں خدا سے تمہارے لئے دعا کروں گا لیکن تم پر لازم ہے: ’’اعنی علیٰ نفسك بکثرة السجود ‘‘ کہ نوافل زیادہ پڑھا کرو (مشکوٰۃ) معلوم ہوا کہ کثرت نوافل اور آنحضرتﷺ کی اتباع بھی مناسبت انبیاء کا موجب ہے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اصحاب جان نثار نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو یا ایسا لفظ ہی کبھی زبان پر لائے ہوں۔ تاریخ ہمارے سامنے ہے حدیث ہمارے روبرو۔

کتب روایت کا خاکہ مخفی نہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ باوجود مماثلت انبیاء کے دعوائے نبوت سے برکنار رہے اس کی یہی وجہ ہے کہ مماثلت سے نبوت نہیں ملتی۔ دیگر اعمال بھی ایسے ہیں جو انبیاء کی روحانیت کا رنگ انسان پر چڑھا دیتے ہیں اور ہم رنگی کا جلوہ فریقین میں نمایاں ہوجاتا ہے: ’’عن عمرو بن مرة الجهن قال جاء رجل الی النّبیﷺ فقال یا رسول الله شهدت ان لا اله الا الله وانك رسول الله وصلیت الخمس وادیت زکاة مالی وصمت رمضان فقال النبیﷺ من مات علیٰ هذا کان مع النّبیین والصدیقین والشهداء یوم القیمة ونصب اصبعیه مالم یعق والدیه رواه احمد والطبرانی باسنادین احدهما صحیح ورواه ابن حبان وابن خزیمة فی صحیحهما ‘‘ عمرو بن مرہ جہنی کا بیان ہے کہ ایک مرد خدا نبیﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض پرداز ہوا کہ میں توحید و رسالت کا قائل پنجگانہ نماز گزار ہوں۔ زکوٰۃ ادا کرتا ہوں۔ صیام رمضان کا پابند ہوں۔ مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے ارشاد کیا کہ جو اس بہتر حالت پر جان سے رحلت کر جائے وہ نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ہمراہ بروز قیامت ہوگا۔ دونوں انگلیوں کو اٹھا کر یہ قید بیان کی کہ جب تک اپنے والدین کیخلاف حکمی نہ کرے۔ احمد اور طبرانی نے اس روایت کو دو سندوں سے روایت کیا ہے۔ جن میں سے ایک سند صحیح ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں بھی اس کو لکھا ہے۔

پس مماثلت کا دروازہ تو کھلا ہے کوئی انبیاء اور صلحاء اور شہداء اور صدیقوں سے بطرز مذکور مماثلت پیدا کرلے۔ چنانچہ صحابہ نے حضرت ابراہیم کی روحانیت کو اخذ کیا اور اسی سیرت اور اخلاق نے ان پر اپنا جلوہ ڈالا حتیٰ کہ وہ اسی رنگ میں رنگے گئے اور چادر روحانیت ابراہیمی نے ہر طرح انہیں روپوش کرلیا۔ تو خدا نے اس اتصال روحانی کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا: ’’ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه وهذا النّبی والذین اٰمنوا ‘‘ یعنی حضرت ابراہیم کے

ساتھ مریدان ابراہیم اور نبی ﷺ اور اہل ایمان کو اتصال روحانی حاصل ہے۔

جب اہل مکہ نے غریب مسلمانوں پر جور وستم کا پہاڑ توڑ دیا اور انہیں طرح طرح کی مصیبتوں کا نشانہ بنایا اور موسم گرما میں برہنہ تن گرم بالو میں لٹائے گئے۔ گرسنہ اور تشنہ اس ابتلاء پر راضی تھے۔ جوں جوں ابتلاء کی شدت بڑھتی جاتی تھی ویسا ہی ان کا ایمان مضبوط ہوتا تھا۔ سمیہ عمار کی والدہ ابوجہل کے پنجہ ظلم کا شکار ہوئی اور اسے طرح طرح کی اذیتیں دے کر ایک قابل شرم طریق سے قتل کر دیا گیا اور یاسر بھی کفار مکہ کے جور وستم سے اپنی جان چھوڑ گیا۔ مگر قوت ایمانی کی یہ حالت ہے کہ عقیدہ راسخہ میں ذرا تزلزل واقع نہیں ہوا انہوں نے صبر وتحمل سے جملہ مصائب وشدائد کو برداشت کیا تو ایسی حالت میں ان کو مریم بتول اور آسیہ کا مثیل قرار دیا گیا اور دونوں پاک باز بیبیوں کی مثال سنائی گئی جنہوں نے قوم کے ہاتھوں بہت تکالیف برداشت کیں اور کہا: ’’وضرب اللّٰہ مثلا للذین اٰمنوا مرأۃ فرعون اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظالمین ومریم ابنۃ عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمات ربھا وکتبہ وکانت من القانتین (تحریم:۱۱،۱۲)‘‘ آسیہ جس طریق سے جنت میں پہنچی اسی طرح غریب مسلمان بلا فرق سرمو مارے گئے۔ جس طرح حضرت مریم کو طرح طرح کے الزامات سے متہم کر کے تکلیف دی گئی اس طرح غرباء اسلام پر زبان طعن ولعن کھولی گئی اور جب قریباً بیاسی نفوس اپنے وطن مالوف کو الوداع کہہ کر جدہ کی بندرگاہ سے سوار ہوکر ابی سینیا میں پہنچے اور ان کی کوئی غرض نہ تھی۔ سوائے اس کے کہ توحید کی حفاظت کریں اور اپنے ایمان کو بچائیں تو خدا نے ان کی تمثیل اصحاب نوح سے بیان کی جنہوں نے حضرت نوح پر ایمان لاکر اپنے تئیں عذاب الٰہی سے محفوظ رکھا اور بیڑہ نوح علیہ السلام میں قریباً بیاسی نفوس سوار ہوئے رکوب سفینہ اور تعداد کی نسبت باہم ملتی تھی اس لئے خدا نے مظلومین اہل اسلام کی دردناک داستان اور ان کے اطمینان کے لئے واجبہ کلمات بیان کرنے کے بعد ان کو اصحاب سفینہ اور حضرت نوح کا قصہ سنایا اور فرمایا: ’’فانجیناہ واصحاب السفینۃ وجعلنھا ایۃ للعالمین (عنکبوت:۱۵)‘‘ اور ہجرت میں انہیں حضرت ابراہیم کا مثیل ٹھہرایا اور کہا: ’’فامن لہ لوط وقال انی مھاجر الیٰ ربی سیھدین (عنکبوت:۲۶)‘‘ اور جو چاہے بدی کا نمونہ اپنی ذات کو بنائے اور یزید اور قارون اور فرعون اور ہامان اور ابی بن خلف اور نمرود کے سانچے میں ڈھل جائے۔ حدیث میں ہے کہ جس روز ابوجہل مرا تو حضرت نے فرمایا: ’’مات فرعون ھذہ الامت اور تارک الصلوٰۃ‘‘ کے

حق میں یہ کہا: ’’من لم یحافظ علیها لم تکن له نورا ولا برهانا ولا نجاة یوم القیامة وکان یوم القیامة مع قارون وفرعون وهامان وابی بن خلف‘‘ شیخ الاسلام حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی سرکش سلطنت کے خمار میں نماز کو ترک کرے تو وہ فرعون کا نمونہ ہے اور اگر مال و دولت نے اسے سرکشی میں ڈالا اور وہ نماز کو جواب دے بیٹھا تو قارون کے ہم رنگ ہوگیا اور اگر وزارت یا عہدہ داری نے اسے ترک نماز کا عادی بنایا تو وہ مثیل ہامان ہوا اور اگر تجارت کی مصروفیت نے اسے نماز سے غافل کردیا اور اس وجہ سے فریضہ الٰہی میں رخنہ انداز ہوا تو ابی بن خلف کا شبیہ بن گیا۔

مگر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تشبیہات حقیقت پر محمول ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ مجازی مناسبات کا ذکر ہے اور مشبہ بہ کے ساتھ ہر وصف میں شراکت مقصود نہیں۔ ایسی مناسبتوں کو ملحوظ رکھ کر نبوت کا خیال دل میں بٹھانا ایک زندیقی خیال ہے۔

اگر حفظ مراتب نکنی زندیقی

بلکہ بعض روایات میں ثابت ہے کہ بعض امتیوں کے امتیازات اور خصائص دیکھ کر نبی رشک کھائیں گے کہ یہ امتیازات گو بہت چھوٹے درجے کے ہیں لیکن کیا اچھا ہوتا کہ اگر ہماری امتیازات علیا وخصائص فاضلہ کے ساتھ یہ بھی جمع کئے جاتے۔ اور جو کمالات ان گنت تعداد میں ہمیں حاصل ہیں اور مفضول کے بعض کمالات جزئیہ سے بدرجہا زیادہ اور افضل ہیں ان کے ساتھ ہمیں کمالات جزئیہ مفضولین بھی حاصل ہوجاتے کیونکہ نیک گروہ کی طبیعت کبھی کمالات سے پر نہیں ہوتی اور ان کی نفس ناطقہ کا شوق کس حد پر منتہیٰ نہیں ہوتا۔ ’’عن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان من عباد الله لانا ساماهم بانبیاء ولا شهداء یغبطهم الانبیاء والشهداء یوم القیامة بمالهم من الله قالوا یا رسول الله تخبرنا من هم قال هم قوم تحابوا بروح الله علیٰ خیرا رحام بینهم ولا اموال یتعاطونها فوالله ان وجوههم لنوروانهم لعلیٰ نور لا یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس وقرء هذه الایة الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون رواه ابو داؤد والبغوی فی شرح السنة عن ابی مالك بلفظ المصابیح مع زوائد البیهقی فی شعب الایمان ‘‘ حضرت عمرؓ نے رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے کہ کچھ بندگان خدا ایسے بھی ہیں جو نہ تو نبی ہیں اور نہ شہید۔ مگر ان کا قرب و منزلت دیکھ کر نبی اور شہید شوق ظاہر کریں گے کہ کاش یہ منزلت جو انہیں حاصل ہے ہمیں بھی حاصل ہوتی۔ صحابہ نے دریافت کیا

وہ کون لوگ ہیں آپ نے ارشاد کیا کہ وہ ایسی قوم ہے جو برحمت الٰہی بغیر تعلقات قرابت اور بغیر لین دین نقد اموال کے آپس میں للّٰہ محبت رکھتے ہیں۔ بخدا ان کے چہرے نور سے لبریز ہوں گے اور وہ روشن سڑک پر دنیا میں ہیں یا انکی سواریاں بھی سراسر نور ہوں گی جب لوگ تھراتے ہوئے وہ بے خوف ہوں گے جب لوگ مغموم ہوں گے وہ بے غم ہوں گے اور شہادت کے لئے یہ آیت سنائی کہ اولیاء اللہ پر بروز قیامت نہ بیم وترس ہوگا اور نہ غم خوردہ ہوں گے۔ ابوداؤد اور بغوی اور بیہقی نے اسے روایت کیا ہے مگر رسول خدا نے باوجود کمالات جزئیہ حاصل ہونے کی انہیں نبی نہیں کہا بلکہ صاف فتویٰ دیا: ’’ماھم بانبیاء ولا شھداء‘‘

اور ترمذی اور ابن حبان اور احمد نے حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا: ’’المتحابون فی جلالی لھم منابر من نور یغبطھم النّبییون والشھداء‘‘ کہ آپس میں محبت رکھنے والے جو میرے جلال میں شریک ہیں۔ ان کے لئے بروز قیامت نوری کرسیاں بچھائی جائیں گی ان کی یہ ممتاز حالت دیکھ کر انبیاء اور شہداء بھی رشک کھائیں گے۔

’’واخرج احمد والطبرانی عن ابی مالك الاشعری قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان للّٰہ عباد الیسوا بانبیاء ولا شھداء یغبطھم النّبیون والشھداء علیٰ منازلھم وقربھم من اللّٰہ قیل من ھم یارسول اللّٰہ قال ناس من بلدان شتیٰ لم تصل بینھم ارحام متقاربة تحابوا وتصافو ایضع اللّٰہ لھم یوم القیامة منا من نور قدام الرحمن فیجلسھم علیھا یفزع الناس ولا یفزعون‘‘ احمد اور طبرانی نے ابو مالک اشعری سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا خدا کے ایسے بندے بھی ہیں جو نہ پیغمبر ہیں نہ شہید لیکن نبی ان کے مراتب اور قرب الٰہی کو دیکھ کر یہ آرزو کریں گے کہ ہمیں بھی یہ درجہ دیا جاتا تو کیا خوب تھا۔ استفسار کیا گیا کہ پیغمبر خدا! وہ کون لوگ ہیں جو ایسے قابل رشک حال پر فائز ہوں گے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ مختلف شہروں کے باشندے جن کے درمیان کوئی قرابت نہیں لیکن ان کی خالص محبت آپس میں ہوگی۔ ان کے لئے خدا اپنے سامنے نوری کرسیاں بچھا کر انہیں ان پر بٹھائے گا۔ لوگ بے قرار ہوں گے اور ان پر بے قراری کا اثر نہ ہوگا۔

’’واخرج الطبرانی بسند جید عن عمروبن عتبة سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول عن یمین الرحمان وکلتا یدیه یمین رجال لیسوا بانبیاء ولا شھداء یغشے بیاض وجوھم نظر الناظرین یغبطھم النبیون والشھداء

بمقعدهم وقربهم من الله قيل يا رسول اللهﷺ من هم قال هم جماع من نزاع القبائل يجتمعون علىٰ ذكر الله فينتقون اطائب الكلام كما ينتقى اكل التمر طائبه ''طبراق نے باسناد وجید عمرو بن عتبہ کا بیان رسول خداﷺ سے نقل کیا ہے کہ رحمان کے دائیں پہلو (اور رحمان کے دونوں ہاتھ دائیں اور مبارک ہیں) ایسے باعزت نفوس ہوں گے جو نبی ہیں اور نہ شہید۔ ان کے سفید نورانی چہروں کو ناظرین دیکھتے ہوں گے انبیاء اور شہداء ان کی مجلس اور منزلت دیکھ کران پر رشک کھائیں گے پیغمبر خدا سے دریافت کیا گیا۔ وہ کون لوگ ہیں جنہیں یہ قرب حاصل ہوگا۔ آپ نے کہا کہ جدا جدا قبائل کے مختلف نفوس کا مجموعہ جو محض ذکر الٰہی کے لئے فراہم ہوتے ہیں اس عزت پر ممتاز ہوگا۔ جن کی یہ عادت تھی کہ اعلیٰ سے اعلیٰ ذکر انتخاب کر کے خدا کا نام لیتے تھے جیسے کھانے والا عمدہ کھجوریں انتخاب کر کے کھاتا ہے۔

''واخرج الطوسی فی عیون الاخبار عن انس عن رسول اللهﷺ قال ليوتين يوم القيامة برجال ليسوا بانبياء ولا شهداء يغبطهم الانبياء والشهداء لمنازلهم من الله يكونون علىٰ منابر من نور قيل ومن هم يارسول الله قال هم الذين يحبون الله الى الناس ويحببون الناس الى الله ويمشون فى الارض نصحا قيل يا رسول الله هذا يحببون الله الى الناس فكيف يحببون الناس الىٰ الله قال يامرونهم بالمعروف دينهولهم عن المنكر فاذا اطاعوهم احبهم الله ''طوسیٰ نے عیون الاخبار میں حضرت انس کا بیان رسول خداﷺ سے یوں نقل کیا ہے کہ قیامت کے روز ایسے آدمی میدان حشر میں لائے جائیں گے جو نہ نبی تھے اور نہ شہید۔ انبیاء اور شہید بھی ان کے مراتب اعلیٰ کو دیکھ کر شوق ظاہر کریں گے کہ کاش ہمیں بھی ایسے مدارج ملتے۔ نوری کرسیوں پر جلوہ فروز ہوں گے۔ دریافت کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ جو خدا کی محبت کا بیج لوگوں کے دلوں میں اور لوگوں کی محبت کا بیج خدا کے دل میں بوتے ہیں اور روئے زمین پر چلتے پھرتے خلق اللہ کی خیرخواہی میں مصروف ہیں عرض کیا گیا: ''یحببون الله الى الناس'' کا مطلب تو ہم سمجھتے ہیں: یحببون الناس الى الله کا مطلب سمجھائیں کیا ہے؟ کہا کہ وے لوگوں کو نیک راہ بتائیں گے اور برے کاموں سے منع کریں گے۔ جب لوگ ان کی اطاعت کریں گے۔ خدا ان سے محبت کرے گا۔

اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ جب بڑے بڑے عالی پایہ نفوس (جن کی ذات میں کمالات جزئیہ پائے جاتے ہیں جو فاضلین کی ذات میں نہیں) مرتبہ نبوت سے معریٰ رہے اور

جملہ لیسوا بانبیاء ولا شھداء نے ان کی ذات سے نبوت کی نفی کردی تو محض اتحاد بعض اوصاف یا مماثلت روحانی سے کب نبوت متحقق ہوسکتی ہے۔

جملہ یغبطھم النّبییون والانبیاءکا مطلب

شیخ نے لمعات میں لکھا ہے:''قالوا فی توجیھه انه قد یوجد فی المفضول صفة ولا توجد فی الفاضل مع اتصاف الفاضل بصفات وکمالات یمحوا فی جنبه اضعاف مافی المفضول فیتمنی الفاضل ما فی المفضول ایضاً لیضمه الیٰ ماله لشدة حرصه علی الاتصاف بالکمالات اوان المراد بالغبطة الاستحسان والثناء علیھم لا معناه الحقیقی وھو تمنی ما للغیرا وان الکلاتم علی الفرض والتقدیر ای لو کان للفریقین غبطة علی احد فکان علیٰ ھٰؤلاء وان ھذا فی المحشر قبل ان یدخلوا الجنة وقد وقع فی صفة ھٰؤلاء انھم لا یخافون ولا یحزنون واما غیرھم فالنّبیّون مھتمون بامھم والامم مشتغلون فانفسھم''

یعنی حدیث کی توجیہ میں جو علماء نے تقریر کی ہے اس سے مضمون روایت کی پیچیدگیاں حل ہوجاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ گاہے مفضول میں کوئی ایسی صفت موجود ہوتی ہے جو فاضل میں مفقود ہوتی ہے اور یہ نہیں کہ فاضل صفات کمال میں کسی طرح کم ہے بلکہ اس کی ذات میں کئی حصہ بڑھ کر اوصاف کمال کا ظہور ہوتا ہے جن کے سامنے مفضول کے چند در چند اوصاف ہیچ ہوجاتے ہیں لیکن مفضول کی ادنیٰ صفت کا بھی فاضل خواہش مند ہوگا۔ کاش دیگر کمالات عالیہ کے ساتھ میری ذات میں یہ صفت ادنیٰ بھی جمع ہوجائے کیونکہ ان کے شوق کا دائرہ محدود نہیں اور ان کی طبیعت کمالات سے پر نہیں ہوتی۔ ان کے نفوس کا مطمح بہت بلند ہے اور ان کی نظر آگے آگے قدم بڑھاتی ہے اور وہ کسی حد کو انتہا نہیں سمجھتے جہاں اور جس مقام پر کھڑے ہوتے ہیں ان کی نگاہ دوسری خصوصیت کی طرف بڑھتی ہے۔ ان کے نفوس ناطقہ ایسے اعلیٰ واقع ہوتے ہیں کہ جن کا تقاضا ختم نہیں ہوتا اور پیاس نہیں بجھتی یا غبطہ سے مراد یہ ہے کہ ان کی قرب ومنزلت کو بنظر استحسان دیکھیں گے اور ان کی ثناء بولیں گے حقیقی معنی مراد نہیں کہ وہ ان کی کمالات کی خواہش کریں گے۔ یا یہ کلام تقدیر وفرض پر مبنی ہے کہ کسی فریق کے لئے عاقبت میں غبطہ ممکن ہوتو انبیاء کے گروہ مذکورہ بالا جماعتوں پر قبضہ کریں اور یہ میدان حشر میں قبل دخول جنت فرض کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کی صفت میں یہ آیا ہے کہ وہ بےخوف اور بےغم ہوں گے۔ تو اس کی یہ وجہ ہے کہ اس گروہ کے ماسواء نبی اپنی

اپنی امتوں کے فکر میں ہوں گے اور دوسرے لوگ اپنے اپنے حال میں مبتلا ہوں گے۔

علامہ محمد طاہر فتنی نے مجمع البحار میں تحریر فرمایا ہے: ’’المتحابون فی جلالی لهم منابر یغبطهم النّبیون کل ما یتحلی به احد من علم وعمل فله عند اللّٰه منزلة لا یشارکه فیها غیره وان کان له من نوع اٰخرما هو ارفع قد را فیغبطه بان یکون له مثله مضموما الیٰ ماله فالانبیاء قد استغرقوا فیما هوا علی منه من دعوة الخلق وارشادهم واشتغلوا به عن العکوف علیٰ مثل هذه الجزئیات والقیام بحقوقها فاذا راوهم فی منازلهم یوم القیمة ودوا لو کانوا ضامین خصالهم الیٰ خصالهم ویمکن حمل الغبطة علی الاستحسان المرضی کما فی حدیث احسنتم یغبطهم ان صلّوا لوقتها ویقبط تفسیر لا حسنتم وقیل انه علی التقدیر ای لو کان للفریقین غبطة لکانت علیٰ هئولاء‘‘

(مجمع البحار جلد دوم ص۴)

یعنی ہر ایک آدمی جس عمل وعلم سے آراستہ پیراستہ ہے اس کے لئے خدا کے نزدیک ایک ایسی مخصوص منزلت مقدر ہے جس میں دوسرے کو مشارکت نہیں اگرچہ باعتبار دوسرے انواع فضائل کے اس کی ذات میں اعلیٰ اور ارفع خصائص پائے جاتے ہوں۔ لہٰذا فاضل مفضول کے اوصاف وخصائص کا خواہشمند ہوتا ہے کہ میری ذاتی کمالات میں ادنیٰ خصوصیتیں بھی جو مفضول کو حاصل ہیں جمع ہوجائیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ انبیاء اعلیٰ فرائض اور خصائص میں ممتاز ہیں خلق کو دعوت دیتے ہیں ان کے رہنمائی کرتے ہیں ان اعلیٰ فرائض کا بجالانا ادنیٰ جزئیات کی طرف توجہ کرنے سے انہیں مانع ہوتا ہے۔ جب ادنیٰ جزئیات کے مالکوں کو اپنے منازل میں دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش یہ مناقب بھی ہمارے کمالات عالیہ کے ساتھ مضموم ہوتے اور ان کے خصائل ہمارے خصائل پسندیدہ کے ساتھ جمع ہوتے۔ (باقی عبارت کا مطلب لکھا جاچکا ہے)

ا...... ضمیمہ

مرزائیہ جماعت استمرار نبوت پر آیت اعراف کو بطور ثبوت پیش کرتی ہے: ’’یا بنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایاتی فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف علیهم ولاهم یحزنون ‘‘یعنی زمانہ قرآن میں تمہاری جنس میں سے تمہارے پاس رسول آئیں گے۔ جو میری آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائیں گے۔ جو لوگ خدا سے ڈریں گے۔ اور ان کے فرمودہ کے مطابق اپنے حال کی اصلاح کریں گے۔ ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

درحقیقت یہ آیت سلسلہ نبوت کے جاری رکھنے کی حامی نہیں بلکہ گزشتہ حال کی حکایت ہے کہ حضرت آدم کی پشت میں جو بنی آدم تھے بوقت نزول ابوبشران کو خطاب کر کے یہ فرمایا گیا کہ اب سلسلہ نبوت جاری ہوگا اور متواتر رسول میری آیات سنانے والے مبعوث ہوں گے جوان کی سنے گا وہ خوف وغم سے محفوظ رہے گا۔ اس وعدہ کے مطابق حضرت آدم سے سلسلہ رسالت شروع ہوا اور اس وقت تک جاری رہا جب کہ آیت: ’’ماکان محمداً ابآ احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین (احزاب:۴۰)‘‘ نازل ہوئے اور سلسلہ نبوت ورسالت مسدود کردیا گیا۔ یہ مراد نہیں کہ بعد نزول قرآن یہ سلسلہ جاری ہوگا جسے جماعت مرزائیہ نے سمجھا ہے۔

رہا یہ سوال کہ جوارواح اصلاب ابوالبشر میں تھے وہ خطاب خداوندی کو کس طرح سمجھ سکے تھے؟ سو اس کے متعلق یہ اظہار کرنا کافی ہے کہ مالک کے خطاب کو ہر چیز سمجھتے ہیں عرض امانت کا واقعہ جس کی تصویر آیۃ: ’’انا عرضنا الامانۃ علیٰ السموت والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا (احزاب:۷۲)‘‘ میں کھینچی گئی ہے اس مدعا کی پوری تشریح کرتا ہے اور آیۃ حشر ’’لو انزلنا ہذا القراٰن علی جبل لرایتہ خاشعاً متصدعاً من خیشۃ اللّٰہ (حشر:۲۱)‘‘ تو بالکل حجاب کو مرتفع کردیتی ہے۔ اور افسانہ داؤد علیہ السلام میں آیۃ: ’’یا جبال اوبی معہ والطیر (سبا:۱۰)‘‘ اور واقعہ طوفان نوح میں آیۃ: ’’یآرض ابلعی مائک ویاسماہ اقلعی (ہود:۴۴)‘‘ اس مبحث پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔

اور حضرت ابراہیم کا ماجریٰ اس کی وضاحت کرتا ہے کہ جب آپ تعمیر کعبہ مکرمہ سے فارغ ہوئے تو آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ مقام ابراہیم پر بجبل ابی قیس کھڑی ہوکر منادی کردو کہ لوگو حج کے لئے آؤ۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا میری آواز کوتاہ ہے کیونکر ممکن ہے کہ دنیا کے باشندے اسے سن سکیں تب خدا نے الہام کیا: ’’علیک الاذان وعلینا البلاغ‘‘ پس آپ نے حکم کی تعمیل کی اور مقام پر کھڑے ہوکر دائیں بائیں اور شرقاً غرباً چاروں طرف متوجہ ہوکر یہ ندا سنائی الا ن ربکم قد بنی لکم بیتا وکتب علیکم الحج الی البیت فاجیبوا ربکم۔ آباؤاجداد کی پشتوں اور ارحام امّہات سے حج کرنے والوں نے قبولیت کا جواب دیا: ’’لبیک اللّٰہم لبیک‘‘ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یمن کے باشندوں نے سب سے اول جواب دیا اور یہی قوم زیادہ ترحج کے لئے آتی ہے حضرت ابراہیم کی نداء اصلاب آباء میں سنی گئی۔ خدا کی آواز بنی آدم اصلاب آدم میں بطریق اولیٰ سن سکتے ہیں۔

۲...... ضمیمہ

مرزائیہ جماعت کا قول ہے کہ نبوت اور مکالمہ الٰہیہ خدا کی طرف سے امتوں کے لئے ایک نعمت جلیلہ ہے جو امم گزشتہ میں متواتر طور پر جاری رہی اور بنی اسرائیل بکثرت اس فیض سے مستفیض ہوئے چنانچہ قرآن مقدس میں لکھا ہے: ''واذقال موسیٰ لقومه یاقوم اذکرو نعمة اللّٰه علیکم اذ جعل فیکم انبیآء وجعلکم ملوکاً واتاکم ما لم یوت احد من العالمین '' حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ جو تم پر خدا کے احسانات ہیں یاد کرو کہ اس نے تمہاری جماعت میں انبیاء مبعوث کئے اور شاہان بااقتدار پیدا کئے اور تمہیں وہ انعامات عطا کئے جو جہان کے ہر چہار اطراف میں کسی کو نہیں دیئے۔

گویا نبوت اور ملک ایک قابل درقدر نعمتیں ہیں لہٰذا اس امت کا سلسلہ نبوت سے جو عالی شان نعمت ہے محروم کیا جانا اور خدا کا اپنے فیض کو امت محمدیہ سے مسلوب کر لینا اور ان کی جماعت میں آنحضرتﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ کرنا بہترین امت کی کسر شان ہے سو اس سوال کا جواب تھوڑے سے تغیر کے ساتھ یہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرتﷺ پر اختتام نبوت حضورﷺ کی ذات کے لئے ایک نعمت کبریٰ ہے۔ چنانچہ معرض امتنان میں خدائے عز شانہ نے بیان کیا ہے: ''ما کان محمدا ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰه وخاتم النّبیین (احزاب:۴۰)'' آخر آمد بود فخر الاولین۔

اگر حضورﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہو تو اس میں حضرتﷺ کی کسر شان ہے اور اختتام نبوت کی جو نعمت آپ کو عطا ہوئی ہے وہ مسلوب ہو جاتی ہے اور قرآن کو الفاظ سے دوسرا جواب اور بھی برآمد ہوتا ہے کہ خدا نے حضرتﷺ کے وجود کو ہی نعمت قرار دیا ہے۔ اس نعمت کے آثار روحانیہ اور فیوض تعلیمیہ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ گویا وہ رسول ہی تا ابد ہمارے درمیان موجود ہے۔ چنانچہ قرآن نے امت کو خطاب کر کے فرمایا: ''کیف تکفرون باللّٰه وانتم تتلیٰ علیکم اٰیات اللّٰه وفیکم رسوله (آل عمران:۱۰۱)'' یعنی تم خدا کے کسی طرح منکر ہوگے حالانکہ تمہارے سامنے شب وروز خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اسکا رسول موجود ہے یعنی اس کے آثار تعلیم تا ابد زندہ ہیں حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا: ''وانا

الطلب من الاب فیعطیکم فارقلیطا اٰخر لیثبت معکم الی الابد (باب۱۴ آیۃ۱۶)“ ترجمہ عربیہ مطبوعہ لندن اور یہی وجہ ہے کہ رسول ہم میں تاابد موجود ہے۔ خدا نے ارشاد فرمایا:”ان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللّٰہ والرسول ان کنتم تومنون باللّٰہ والیوم الاٰخر (النساء:۵۹)“یعنی قرآن وسنت پر جو نبی کے آثار تعلیم میں اپنے منازعات کا فیصلہ کرو۔ گویا رسول خدا کا وجود ابدی نعمت ہے۔ جو تاقیامت باقی رہے گی۔ اس نعمت کاملہ کی موجودگی میں تادوام کسی دوسری نعمت کی ضرورت نہیں اور نہ امت ایسے نبی کی موجودگی میں مسلوب النعمت کہی جاتی ہے:”الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللّٰہ کفرا واحلوا قومھم دارالبوار ای غیر نعمۃ اللّٰہ علیھم فی محمد ﷺ وسلم حین انبعثہ اللّٰہ منھم کفرا کفروا بہ (ابراھیم:۲۸)“یعنی نعمت سے مراد رسول خدا ﷺ کی ذات اطہر ہے جس کی بے قدری کر کے اہل مکہ نے اپنی قوم کو ابدی تباہی ڈال دیا۔

نبوت کی نعمت سابقہ قرون میں مکمل نہ تھی آج حضرت کی ذات نے اس کی تکمیل کردی اور اتمام کے بعد اس نعمت میں کوئی کسر باقی نہیں رہی اس لئے آئندہ زمانہ میں کسی اور حصہ کی ورود کی ضرورت نہ رہی۔”قال اللّٰہ تعالیٰ فلا تخشوھم واخشونی ولا تم نعمتی ولعلکم تھتدون کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا لتعلمون (بقرہ:۱۵۰،۱۵۱)“ یعنی تمہارا قبلہ سب قبلوں سے بہتر مقرر کیا اور سب خلق اللہ کا خلاصہ انتخاب کر کے ایک بہتر رسول تمہاری طرف بھیجا تا کہ اپنی نعمت کو تم پر مکمل کردوں۔ (پارہ دوئم) سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا: ”واکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ:۳)“یعنی تمہارے لئے میں نے اپنے دین کو مکمل کردیا۔ اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کردیا اور مذہباً اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا۔ آپ کے فیض روحانیت سے صحابہ بکثرت مستفیض ہوئے اور ایسے ایسے کمالات اور فیوضات جناب کی ذات سے صحابہؓ نے حاصل کئے جن کی نظیر سابقہ امتوں میں نہیں ملتی اور تابعین اسی خوش نما رنگ میں رنگے گئے۔ جس میں صحابہ مصبوغ تھے۔ اور فیض روحانی زمانہ بعد زمانہ امت کے سینوں میں بطور توارث منتقل ہوتا گیا جیسے توارث ایک چراغ سے

دوسرا چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے سے تیسرا و ھکذا ھلم جرّاً اور نبوت تو مسدود ہوگئی لیکن ولایت کا سلسلہ اس کثرت سے جاری ہوا کہ امت میں اولیاء کا ایک دریا رواں ہوگیا اور معجزات تو مقطوع ہوگئے لیکن ان کا عکس یعنی کرامات طبقہ مقربین میں بطور میراث باقی رہیں اور آپ کا علم منزل تادوام زندہ ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے: ’’ما من الانبیاء من نبی الاقد اعطے من الأیت ما مثلہ اٰمن علیہ البشر وانما کان الذی اوتیت وحیا اوحیٰ اللہ الیّ فارجوان اکون اکثرھم تابعا یوم القیامۃ ‘‘یعنی ہر نبی کو اتنے معجزات عطاء ہوئے جن پر نظر کرتے ہوئے خلق اللہ ان پر ایمان لائے میرا معجزہ یعنی قرآن ہر زمانہ میں موجود رہے گا اور حاضر وغائب یکساں اس سے مستفید ہوسکیں گے۔ اس لئے میرے اتباع بروز قیامت تعداد میں بڑھ جائیں گے یہ بھی نعمت کا کمال ہے۔

اس کلام سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ نبوت تو مرتفع ہوگئی لیکن آثار نبوت اور فیض رسالت تاحال امت میں باقی ہیں تو کون کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود نہیں سابقہ نبیوں کا فیض جب کمزور ہوجاتا تھا اور اس کے آثار محو ہوجاتے تھے تو دوسرے نبی کی ضرورت پڑتی تھی۔ مگر حضرت کا فیض کچھ ایسا کامل ہے کہ تاابد زندہ ہے۔ اس لئے فیض جدید کی حاجت نہیں کیونکہ آثار فیض امت میں تادوام جاری ہیں۔ خاکسار اس مسئلہ کو مثال سے روشن کردیتا ہے۔ کستوری ایک صندوقچی میں محفوظ اور بند ہے۔ لیکن اس کی خوشبو کے خوشگوار اثر سے خلق اللہ برابر مستفید ہے۔ گویا کستوری باوجود بند ہونے کے خلق خدا کو اثر سے مستفید کررہی ہے۔ گلاب کے پھول باوجود ملفوف ہونے کے خوشبو سے حاضرین کو محضوظ کرتے ہیں۔ نفس شیٔ گو محضوظ اور مسدود ہے لیکن آثار اس کے موجود ہیں وہ لوگ سخت غلطی کرتے ہیں جو نفس شیٔ اور اس کے اثر میں فرق نہیں کرتے۔ چراغ کی لاٹ اور چیز اور اس کا شعاع اور چیز ہے۔ کستوری اور خوشبودار چیزیں اور ہیں اور ان کی خوشبو اور، اسی طرح نبوت اور چیز ہے اور فیض نبوت شئی دیگر۔ نبوت مسدود ہے لیکن اس کے آثار علمیہ اور روحانیہ تاابد زندہ ہیں جو دوامی نعمت ہے نہ یہ فیض قطع ہونے والا ہے نہ یہ اثر منطمس ہوگا۔ گویا رسول ہمارے درمیان تاابد زندہ ہے۔ اس لئے بعد کمال نعمت کسی دوسرے حصہ کا انتظار نہیں۔

۳…… ضمیمہ

جو استدلال آیت: ’’ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم

ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین وآخرین منھم لما یحلقوا بھم وھو العزیز الحکیم (جمعہ:۲،۳)‘‘ سے مرزا قادیانی کی نبوت پر کیا گیا ہے۔ بالکل بے محل اور خلاف تفسیر رسول خدا ﷺ اور خلاف تفسیر سلف اور محاورات وقواعد عرب ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک مسلم تابع اقوال پیغمبر علیہ السلام، مرزا قادیانی کے طرز استدلال کی داد دے اور اسے قبول کر سکے۔ کیونکہ حدیث میں ہے: ’’من فسر القرآن برأیہ فلیتبو مقعدہ من النار وفی روایۃ من فسر القرآن برایہ فقد اخطا وان اصاب‘‘ جناب رسول کریم ﷺ نے آخرین کے لفظ سے اہل فارس یعنی قوم سلمان فارسی کو مراد رکھا ہے۔ حدیث میں حضرات ابوہریرہؓ سے مروی ہے: ’’قال کنا جلوسا عندا النبی ﷺ نزلت علیہ سورۃ الجمعۃ فلما قرء واخرین منھم لما یحلقوا بھم قال رجل من ھئولاء یارسول اللہ فلم یراجعہ النّبی ﷺ حتی سالہ مرتین او ثلاثا قال وفینا سلمان الفارسی قال فوضع النّبی ﷺ یدہ علی سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من ھئولاء اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی والبغوی‘‘ یعنی ہم رسول خدا کے دردولت پر بیٹھے تھے کہ سورہ جمعہ نازل ہوئی جب آپ نے آیۃ ’’وآخرین منھم لما یلحقوابھم‘‘ کو پڑھا تو اہل مجلس میں سے کسی نے استفسار پیش کیا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں۔ آنحضرت نے باوجود اعادہ سوال کے دو یا تین بار سائل کو کوئی جواب نہ دیا۔ محفل میں سلمان فارسیؓ بھی موجود تھے۔ آپ نے سلمانؓ پر دست مبارک رکھتے ہوئے کہا کہ اخرین منہم سے اس کی قوم مراد ہے۔ اگر ایمان ثریا کے ساتھ معلق ہوتو اس کی قوم کے آدمی وہاں سے بھی حاصل کر لیں: ’’وفی روایۃ اخریٰ للبغوی لو کان الدین عند الثریا لذھب الیہ رجل او قال رجال من ابناء فارس حتی یتنا ولوہ‘‘ بغوی کی دوسری روایت میں یوں وارد ہے کہ اگر دین ثریا کے پاس ہوتو اہل فارس کے برگزیدہ نفوس وہاں سے بھی اسے لے لیتے۔ اس بناء پر حضرت مجاہد نے کہا ہے: ’’ھم العجم وھو قول ابن عمر سعید ابن جبیر‘‘ وقوم یعنی آخرین سے عجم کی قوم مراد ہے۔ ابن عمر اور سعید بن جبیر اور ایک قوم کا یہی مسلک ہے۔

قول دوم

حضرت مقاتلؒ کا ہے کہ آخرین سے مراد تابعین کی جماعت ہے: ’’قال لما یلحقوا بهم فی الفضل والسابقة لان المتابعین لا یدرکون فضیلة الصحابة‘‘ یعنی تابعین فضیلت میں صحابہ کے برابر نہیں کیونکہ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ جماعت تابعین صحابہ سے پیش دستی میں مل جائیں۔

قول سوم

ابن زیدؒ کا قول ہے کہ مراد آخرین سے تمام مسلم قوم ہے جو تاقیامت پیدا ہوگی اور آنحضرتﷺ کے دائرہ مذہب میں داخل ہوتی رہے گی: ’’قال ابن زید جمیع من دخل فی الاسلام بعد النبیﷺ الی یوم القیامة وهی روایه ابن نجیح عن مجاهد‘‘ یعنی آنحضرت کی تعلیم اور نبوت صرف آپ کے اہل زمانہ تک محدود نہیں بلکہ مابعد کے زمانہ کے لئے بھی آپ کی نبوت عام ہے کیونکہ آپ کے بعد کسی فرد بشر کو نبوت جدیدہ نہیں ملے گی۔ یہ آیت حضرت کا خاتم النّبیین ہونا ثابت کرتی ہے تو پھر مرزا قادیانی کے حق میں اسی سے استدلال کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟ یہ تو ان کے مدعا کے بالکل برعکس ہے۔ میرا خیال ہے کہ ابن زید نے جو تفسیر بیان کی ہے وہ عام تام ہے اور رسول خداﷺ کی تفسیر کے معارض نہیں جو خاص ہے کیونکہ عام وخاص میں اسی قسم کا تعارض نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ خاص میں تنصیص علیٰ بعض افراد العام ہوتی ہے۔ یعنی آنحضرتﷺ نے افراد عامہ میں سے افضل فرد کو بیان کیا ہے جو قوم فارس ہے اور اصول کی کتابوں میں یہ قاعدہ بیان کیا گیا ہے: ’’التنصیص علی بعض افراد العام لا یوجب التخصیص‘‘ یعنی عام کے فرد اکمل کو بیان کرنا موجب تخصیص نہیں ہوتا۔ آیۃ مصارف زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کی تفسیر حضرت نے بیان کی ہے۔ (منقطع الغزاۃ) اور (حج) اور (طلب علم) لیکن کوئی وجہ نہیں کہ عام کے بعض افراد کو بیان کرنے سے لفظ صرف انہیں مفاہیم سے وابستہ ہوجائے۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت نے افراد کاملہ کو بیان کیا ہے۔ قنطرہ اور بیت الغرباء اور اجراء نہر اور مساجد نفقہ سب اس کے مفہوم میں داخل ہے۔ آنحضرت نے اعدوا لهم ما استطعتم من قوة کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ’’الا ان القوة الرمی الا ان القوة الرمی‘‘ لیکن یہ تفسیر بالاخص ہے۔ ثقہ ہر طرح کا سامان جنگ مثل توپ وتفنگ ونیزہ وشمشیر ومشین گن

وغیرہ ان میں داخل ہے اس لئے مفسرین نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے: ’’کل ما یتقوی به فی الحرب ‘‘ آنحضرت نے موجودہ زمانہ کے سامان مروج سے فرد اکمل کو بیان کیا ہے اہل بیت کا لفظ آنحضرت کے ازواج مطہرات اور جملہ متعلقین کو شامل ہے۔ مگر حضور کا نفوس خمسہ کو مشار الیہم قرار دے کر فرمانا: ’’اللهم هئولاء اهل بیتی ‘‘ بعض افراد کاملہ پر تنصیص ہے جس سے تخصیص مفہوم نہیں ہوتی۔ کوثر کا لفظ نقہ عام ہے جس کے معنے اہل نقہ نے خیر کثیر بیان کئے ہیں۔ مقام محمود۔ شفاعۃ کبریٰ وصغریٰ۔ امت کثیرۃ۔ حوض کوثر۔ نہر کوثر۔ کتاب وغیرہ سب خصائص اس میں داخل ہیں اور ابن عباسؓ نے یہی تفسیر بیان کی ہے۔ لیکن حضرت نے اس کا مفہوم نہر کوثر کو قرار دیا ہے جو فرد کامل پر تنصیص ہے حصر مراد نہیں۔

اسی طرح اٰخرین منہم سے تمام امت مراد ہے جو تا قیامت آنے والی ہے اور رسول خدا ان سارے اقوام عالم کی طرح نبی ہیں۔ حضرت نے جو قوم سلمان کا علی الخصوص ذکر کیا ہے۔ وہ اکمل واعظم فرد کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ حضرت تمام عجم وعرب کی طرف عموماً اور قوم فارس کی طرف خصوصاً مبعوث ہیں۔ لہٰذا قول ثالث کی بناء پر جو بنیادی قول ہے۔ بعض علماء نے ضمیر ہم پر آخرین کو معطوف سمجھا ہے: ’’ای یعلمهم واٰخرین منهم ای من المؤمنین الذین یدینون بدینهم لانهم اذا اعلموا صاروا منهم قال المسلمین کلهم امة واحدة ‘‘ یعنی وہ نبی عرب کو بھی تعلیم دیتا ہے اور ماسوائے ان کی تا قیامت جو غیر مذاہب سے اسلام میں داخل ہوں گے۔ انہیں بھی اصول مذہب سکھاتا ہے۔ کیونکہ جملہ مسلمین بمنزلہ ایک امت کے ہیں اور بعض علماء کا خیال ہے کہ اٰخرین کا لفظ امیین پر معطوف ہے: ’’عطف علی الامیین وهم من جادا بعد قرنه الی یوم الدین وکل من اسلم صارمنهم فان المسلمین کلهم امة واحدة بناء علیه جو مرزا قادیانی نے تفسیر بیان کی ہے وہ جملہ اسلاف امت کے برخلاف ہے سلف کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا جملہ عرب اور دیگر اقوام کے لئے جو آپ کے ہم زمانہ ہیں یا آپ کے زمانہ کے بعد ہوں گے تا قیامت نبی ہیں بخلاف اس کے مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ خدا نے امیین کے لئے حضرت کو رسول بنا کر بھیجا اور آخر زمانہ میں ایک دوسرا رسول بھیجے گا۔ لیکن چونکہ یہ مقصد سلف کی تفسیر کے خلاف ہے۔ اس لئے مردود ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ’’خیرکم

قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یظھر الکذب ‘‘دوئم مرزا قادیانی کی تفسیر کے مطابق دونفوس کا عہدہ نبوت پر ممتاز ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی خدا نے عرب میں ایک رسول (حضرت محمد ﷺ) کو بھیجا اور متاخرین میں دوسرا رسول بھیجے گا۔ (مرزا غلام احمد) تو بعث لفظ ماضی ہے فی الامیین سے متعلق ہونے پر بمعنی ماضی ہوگا جس کا وقوع زمانہ گزشتہ میں ہو چکا اور جب اس کا تعلق آخرین سے ہوا تو معنے مضارع کے دے گا جو اس کے مجازی معنے ہیں اور قاعدہ ہے الحقیقت والمجاز لا یجتمعان ثانیاً مجازی معنے مراد لینے کے لئے قرینہ کی ضرورت ہے۔

علماء بیان نے لکھا ہے:’’لا بد للمجاز من قرینۃ ‘‘ قرینہ داخلی یا خارجی کا موجود ہونا تو درکنار آیۃً خاتم النّبیین اور احادیث ختم نبوت مجازی معنے کے خلاف ہیں۔ سوئم لفظ رسولا آیت میں ایک بار مذکور ہوا ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ایک ہے رسول سابقین اور آخرین کے لئے بھیجا گیا ہے اور اگر دو رسولوں کا مبعوث ہونا مراد الٰہی ہوتا تو لفظ رسولا کو بقید تنکیر دہرایا جاتا اور یوں کہا جاتا:’’ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم ورسولا فی الاٰخرین ‘‘ اور بقاعدہ النکرۃ اذا اعیدت کانت غیر الاولیٰ دو رسولوں کی بعثت مراد ہو سکتی تھی اور جب لفظ رسول ایک بار بیان ہوا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دو رسول مراد لئے جائیں۔ ایک سابقین میں اور دوسرا آخرین میں۔ لہٰذا تفسیر مرزا قادیانی بالکل اپنی نبوت کی طرح غلط ہے اور قواعد عرب کے خلاف ہے اور تفسیر خلاف سلف وقواعد عرب لائق قبولیت نہیں۔ ایک حوالہ مجھے یاد آیا کہ سورہ احزاب میں ہے:’’واورثناکم ارضھم ودیارھم وارضا لم تطئوھا وکان اللہ علیٰ کل شیء قدیرا (احزاب:۲۷) ‘‘اور (مرزا قادیانی کی تقریر کے مطابق) یہ بعینہ ھو الذی بعث فی الامیین کی نظیر ہے لیکن یاد رہے کہ جب اورث کا تعلق ایسی چیز سے ہو جو زمانہ حاضرہ میں حاصل ہو چکے تھے تو اس نے ماضی کے معنے دیئے اور جب دوسرے متعلق سے اس کا علاقہ ہوا جو آئندہ زمانہ میں حاصل ہونے والا ہے۔ (ارضا لم تطئوھا) تو اسے بمعنے مضارع قرار دیا گیا۔ جو یہ دو معنی باختلاف زمانہ ہر دو متعلقات حاصل ہوئے اور وہ دونوں متعلقات بعد اورث کے جدا جدا مذکور ہیں لیکن بعث کے بعد صرف ایک متعلق رسولا منھم مذکور ہے جس کی بعثت عمل میں آچکی ہے اور کوئی دوسرا متعلق جو آئندہ زمانہ میں ظاہر ہونے والا ہو عبارت میں موجود نہیں کہ اس کی اقتضاء سے ماضی کو بمعنی مضارع لیا جائے تو آیۃً ہذا میں ماضی کو بدو معنے

لینا بالکل باطل ہے۔علامہ سلیمان الجمل کی رائے آیۃً احزاب کے متعلق یہ ہے المعنی لتحقق وقوعہ یعنی تملیک ارض غیر موطوءہ چونکہ قطعی التحقق ہے اس لئے ہر دو متعلقات کے لحاظ سے صیغہ ماضی (اورث) بیان کیا گیا اور اختلاف متعلقات نے اس کے اصل معنے میں کوئی تغیر پیدا نہیں کیا۔ بعث کا متعلق صرف واحد لفظ رسولا منهم مذکور ہے۔اس لئے وہ حقیقت پر محمول ہے اور آئندہ زمانہ کے دوسرے رسول سے اسے کوئی تعلق نہیں اس لئے یہاں ارتکاب تاویل مذکور کی بالکل ضرورت نہیں۔

۲...... آنحضرتﷺ کی تفسیر پر اگر لفظ کو مقتصر سمجھا جائے تو مرزا قادیانی کسی طرح فارسی نسل میں داخل نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ مرزا قادیانی مغل ہیں اور مغل بلحاظ قوم تاری النسل ہیں یعنی ہلاکو خاں بن تولے خاں بن چنگیز خان سے آپ کا شجرہ نسب ملتا ہے ایسی حالت میں آپ فارسی النسل نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ تاری اقوام کا ایران سے کوئی تعلق نہیں۔ مغل قوم تو مغول کی اولاد سے ہیں جو اس خاندان کا جداعلیٰ ہے پھر تعجب کی بات ہے کہ سلمان فارسی کی نسل سے آپ کو کس طرح تعلق ہے یہ تو جمع بین المتاضدین اور غرض پرستی ہے گویا حدیث من رغب عن ابیه فقد کفر کو مرزا قادیانی نے دیدہ دانستہ فراموش کردیا۔

۳...... قرآن شریف میں جابجا وحی کو زمانہ قبل آنحضرت سے وابستہ کیا گیا ہے اور زمانہ مابعد میں بھی اگر وحی کا نزول ہوتا تو قرآن میں اس کو بھی ذکر کیا جاتا۔ پارہ اوّل میں ہے ''والذین یومنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك (بقره:٤)'' اور ''من قبلك'' پر ہی عبارت قرآن میں اکتفا کیا گیا ہے۔ من بعدک اس کے ساتھ نہیں کہا گیا اور نیز سورہ شوریٰ میں بھی اسی نہج کو اختیار کیا گیا ہے: ''كذلك يوحى اليك والى الذين من قبلك الله العزيز الحكيم (شوریٰ:۳)'' یہ دلیل ہے کہ زمانہ مابعد میں وحی کا نزول نہ ہوگا۔

۴...... حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے: ''انی اٰخر الانبیاء وان مسجدی اٰخر المساجد'' یعنی میں سب نبیوں سے آخر ظاہر ہوا اور میری مسجد مساجد انبیاء کی خاتم ہے اس روایت کو مسلم نے صحیح میں روایت کیا ہے۔ ابوہریرہؓ گاہے اس روایت کو بشکل موقوف بیان کرتے ہیں اور کہتے تھے: ''ان رسول الله آخر الانبیاء وان مسجده آخر المساجد'' ابو سلمہ اور ابوعبداللہ ہر دو راویوں کا بیان ہے کہ ہمیں بجائے خود یہ یقین تھا کہ ابوہریرہ یہ حدیث

رسول خدا سے نقل کرتے ہیں لیکن ابو ہریرہ کی زبانی اس بات کو معلوم نہ کیا تھا اور ابو ہریرہ وفات پا چکے تھے ان کی وفات کے بعد اس حدیث کے متعلق ہمارے درمیان تذکرہ آیا تو ہم نے ایک دوسرے کو ملامت شروع کی کہ کیوں ہم نے ابو ہریرہؓ سے اس بارے میں تصریحی بیان طلب نہ کیا۔ اگر آپ نے اس کو حضرت ﷺ سے سنا تھا تو وہ ضرور رسول اللہ کی طرف سے اس کی نسبت بیان کر دیتے لیکن تصریح کے متعلق مطالبہ کے نہ ہونے نے ہمیں اندھیرے میں رکھا۔ ایک روز ہم عبداللہ بن ابراہیم بن قانط کی مجلس میں بیٹھے تھے تو ہم نے وہ سارا ذکر جو آپس میں کیا تھا ان کی خدمت میں بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا کہ فرماتے تھے: ''قال رسول اللہ ﷺ فانی اٰخر الانبیاء وان مسجدی اٰخر المساجد'' یہ حدیث ختم نبوت کے ثبوت کے لئے قاطعہ حجت ہے جس میں شبہ اور تاویل کی گنجائش نہیں۔ فقرہ وان مسجدہ اٰخر المساجد کی تشریح امام بزار کی روایت میں منقول ہے جو بروایت حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے: ''انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء احق المساجد ان یزار وتشد الیہ الرواحل المسجد الحرام ومسجدی وصلاۃ فی مسجدی افضل من الف صلاۃ فیما سواہ من المساجد الا المسجد الحرام ''یعنی میں خاتم الانبیاء ہوں میری مسجد انبیاء کی مسجدوں کی خاتم ہے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ جو مسجد بنائے۔ اس لئے دنیا میں میری مسجد کے بعد کوئی نبوی مسجد نہ ہوگی۔ مرزا قادیانی جو اپنی عبادت گاہ کو مسجد اقصیٰ کے برابر سمجھتے ہیں اور اپنی تحریروں میں شائع کرتے ہیں۔ اس اعتقاد اور قول کو سخت صدمہ پہنچا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے حدیث کا لفظ انی اٰخر الانبیاء بیان کیا ہے اور حضرت عائشہؓ نے انی خاتم الانبیاء کہا ہے تو ظاہر ہے کہ یا تو رسول خدا ﷺ نے یہ دونوں الفاظ بہ تعدد مجالس بیان کئے ہیں اور یا ان میں سے ایک لفظ رسول خدا ﷺ کی زبان سے صادر ہوا اور دوسرا حدیث بالمعنی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ دونوں اہل زبان سے ہیں تبادلہ والفاظ میں سوائے لفظ مترادف کے دوسرا لفظ استعمال نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ ردوبدل کے طریق کے پورے عالم ہیں۔ نخبہ میں لکھا ہے: ''ولا یجوز تعمد تغییر المتن ولا ابدال اللفظ المرادف باللفظ المرادف لہ الا العالم بما یحیل المعانی (ص۴۵)'' لہٰذا معلوم ہوا کہ اہل زبان کے

نزدیک خاتم الانبیاء اور آخرالانبیاء دونوں الفاظ ہم معنی ہیں اور مرزا قادیانی کے پیش کردہ معنے اہل زبان کے نزدیک غلط ہیں۔

رہا فقرہ مسجدی خاتم مساجد الانبیاء تو روایت بزار میں انبیاء کا لفظ بہ نسبت روایت صحیح مسلم زیادہ موجود ہے جس کے متعلق فیصلہ اصولی ہے۔ ’’زیادۃ الثقۃ مقبولۃ ‘‘اور اختلاف طرق اور متون سے حدیث کی نوعیت اور معنی میں جو ابہام ہوتا ہے وہ رفع ہوجاتا ہے۔ علامہ زرقانی نے شرح مؤطا مالک میں لکھا ہے: ’’قال بعض المحدثین لولم نکتب الحدیث من ستین وجھا ما عقلناہ لاختلاف الرواۃ فی الفاظہ ونحوھا (زرقانی ج۱ ص۱۲۴)‘‘ یعنی بعض محدثین کا قول ہے کہ اگر ہم حدیث کو کثیر التعداد طریق سے نہ لکھیں۔ تو اس کے مضمون کو نہ سمجھ سکیں بعض دفعہ حدیث کے مضمون کی توضیح حدیث کے الفاظ کے اختلاف سے ہوجاتی ہے۔ راقم کہتا ہے کہ بعض المحدثین سے مراد امام سیوطی ہے۔ انہوں نے رسالہ تنبیہ الاذکیاء میں یہ عبارت لکھی ہے اور حدیث ما من احد یسلم علیّ الاراد اللّٰہ روحی حتی ارد علیہ السلام کے مطلب میں جو پیچیدگیاں تھی اسے اختلاف الفاظ حدیث سے حل کیا ہے اور کہا ہے کہ دوسرے لفظ میں یوں آیا: ’’وقدرد اللّٰہ علیّ روحی ‘‘یعنی جو مجھے سلام کہتا ہے وہ اس حال میں کہتا ہے کہ خدا نے مجھ پر میری روح کو واپس کردیا ہوا ہے اور میں زندہ ہوں۔ پہلی روایت سے جو یہ شبہ پڑتا تھا کہ حضرتﷺ کا روح بدن سے مفارق ہے اور وہ اموات میں داخل ہیں اس دوسرے لفظ نے اس شبہ کو زائل کردیا۔

اسی حدیث ابوہریرہؓ کا مطلب حدیث حضرت عائشہؓ نے صاف کردیا کہ رسول خدا کی مسجد اٰخر المساجد نہیں بلکہ اٰخر مساجد الانبیاء ہے۔ حضرتﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا جو مسجد نبوی کی عمارت کرے جیسے مسجدیں اور بہت بنتی رہیں گی لیکن مسجد النّبی نہ بنے گی اس طرح اور بزرگ بہت سے ہوتے رہیں گے۔ لیکن نبی کوئی نہ ہوگا۔

۴…… ضمیمہ

حاشیہ حدیث نحن الاٰخرون السابقون! کنز العمال جلد سوئم میں یہ حدیث مندرج ہے لا نبی بعدی ولا امۃ بعدکم فاعبدوا ربکم میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور

تمہارے پیچھے کوئی دوسری امت نہ ہوگی۔ لہٰذا کسی دوسرے رسول کی ضرورت نہیں۔ البتہ توحید کی ضرورت ہے۔ تم اپنے رب کی عبادت کرو۔

اس حدیث کے مدعا کی دوسری حدیث بھی تصدیق کرتی ہے۔ ''توفون سبعین امة انتم خيرها واكرمها على الله (مشکوٰۃ)'' تم کثیر التعداد امتوں کی میزان آخری کو پورا کرتے ہو۔ تمہارے بعد کوئی امت نہ ہوگی۔ سب امتوں سے تم بہترین امت اور خدا کے نزدیک زیادہ محترم ہو۔

پہلی حدیث آنحضرتﷺ نے مجمع حجۃ الوداع میں تمام حاضرین کے روبرو ارشاد فرمائی۔ جسے سب صحابہؓ نے آنحضرتﷺ کے بعد قبول رکھا اور صحابہ کے بعد جملہ امت نے اس پر اتفاق ظاہر کیا اور یہی وجہ ہے کہ تمام مدعی کاذب جنہوں نے افتراء سے کام لیا۔ ان پر علماء بیک قلم کفر کے فتویٰ صادر کرتے رہے اور حضرت نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی پر کفر کا فتویٰ دیا جو آپ کے ہم زمانہ تھے۔ اس طرز عمل نے حدیث لا نبی بعدی کے معنے کو روشن کر دیا کہ حدیث ہذا کے معنے ہیں لا نبی بعد رسالتی۔ لا نبی بعد وفاتی اس کے معنے نہیں۔ اسی لئے شارحین نے لا نبی بعدی کے ساتھ بطور تشریح یہ فقرہ بڑھایا ہے۔ ولا معه۔

۵...... ضمیمہ

قاری قرآن کے متعلق حدیث سے ثابت ہے کہ نبوت اس کے پہلوؤں کے نزدیک ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ نبی نہیں ہوتا اور نہ وحی سے اسے سرفرازی حاصل ہوتی ہے۔ وگرنہ لازم آئے گا کہ تمام قراء قرآن نبی ہو جائیں اور لازم باطل ہے فکذا الملزوم اس سے معلوم ہو گیا کہ حدیث من قرء ثلث القران اعطے ثلث النبوة ومن قرء ثلثيه اعطىٰ ثلثي النبوة ومن قرء القرآن فكانما اعطى النبوة كلها۔ (یعنی جو قرآن کا ثلث پڑھ لے اسے نبوۃ کا ثلث مل گیا اور دو بٹے تین حصہ قرآن کا جس نے پڑھا اسے دو تہائی نبوت کا حاصل ہو گئی اور جس نے سارا قرآن پڑھا اسے گویا ساری نبوت حاصل ہو گئی) بالکل باطل ہے۔ علامہ شوکانیؒ نے فوائد مجموعہ میں لکھا ہے: ''فی اسناده بشر بن نمير قال يحيىٰ بن سعيد كذاب يضع'' اس کی اسناد میں بشر بن نمیر ہے جس کی نسبت یحییٰ بن سعید کی رائے ہے کہ وہ جھوٹا ہے جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا امام سیوطی نے لآلی میں اس کا تعقب کیا ہے: ''ان بشرا من رجال ابن ماجة

وبانه قد اخرجه ابن الانباری والبیهقی ’’کہ بشر ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہے اور ابن الانباری اور بیہقی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ امام سیوطی کا تعقب باطل ہے جو چنداں مفید نہیں۔ کیونکہ جب یحییٰ بن سعید کی تنقید صحیح ہے تو ابن ماجہ کے رجال کی فہرست میں داخل ہونا مفید نہیں۔ اور ابن الانباری اور بیہقی کا روایت کرنا بھی نافع نہیں۔ جبکہ اسناد میں بشر بن نمیر موجود ہے۔ پھر امام سیوطی نے حدیث کے چند شواہد ذکر کئے ہیں۔ اول خطیب نے حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً اس روایت کو بیان کیا ہے جس کی اسناد میں قاسم بن ابراہیم مطلی ہے جو وضعی اور باطل روایتیں بیان کرتا تھا۔ حتیٰ کہ خود خطیب کی رائے ہے کہ اس نے امام مالک سے بہت نادر روایتیں جعلی بیان کی ہیں اور سعید بن منصور نے سنن میں حضرت حسنؓ سے مرسلاً اس کو روایت کیا ہے اور طبرانی نے باسناد دیگر عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے مگر کوئی طریق بھی صحت کو نہیں پہنچتا۔

اگر خدانخواستہ یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو حقیقت پر محمول نہ کی جاتی بلکہ مجاز اور تشبیہ سے اس کا مطلب صاف تھا یعنی قرآن کے پڑھنے والوں کو نبیوں سے مناسبت ہے۔ جیسے ’’فکانما اعطے النبوة کلها ‘‘میں حرف تشبیہ کے موجود ہونے سے ظاہر ہے کہ نبوت کا حصول قرآن خوانی پر موقوف نہیں۔ بلکہ اس حالت کو نبوت سے مشابہت ہے۔

۶...... ضمیمہ

آیت من یطع اللہ کا حاشیہ

۲...... انجیل متی باب۱۰ آیت ۴۱ میں ہے: ’’جو مجھے قبول کرتا ہے وہ میرے بھیجنے والے کو قبول کرتا ہے جو نبی کے نام پر نبی کو قبول کرتا ہے وہ نبی کا اجر پائے گا اور جو راستباز کے نام پر راستباز کو قبول کرتا ہے وہ راستباز کا اجر پائے گا۔‘‘

حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ نبی کا قبول کرنے والا نبی ہو جائے گا بلکہ یہ کہا کہ نبی کا اجر پائے گا۔ جو آیت من یطع اللہ والرسول فاولٰئك مع الذین انعم اللہ علیهم من النّبیین والصدیقین والشهداء والصالحین (النساء:۶۹) کا مطلب ہے۔

ابونعیم اور حافظ ابوموسیٰ مدینی نے باسناد خود سوید بن حارث کا بیان نقل کیا ہے کہ میں اپنی قوم کے چھ آدمیوں کے ساتھ آنحضرتﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب ہم آپﷺ سے

ہم کلام ہوئے تو ہمارا اخلق اور وضع جناب ﷺ کو بہت پسند خاطر معلوم ہوئے جناب ﷺ کا پہلا سوال یہ تھا کہ تم کون ہو؟ خادموں نے جواب دیا کہ ہم مؤمن ہیں۔ آنحضرت ﷺ ہمارا قول سن کر مسکرائے اور یہ کہا کہ ہر بات حقیقت اور مغز رکھتی ہے۔ تمہارا قول کس قدر سچائی اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ حضور ﷺ کے خدام نے جواب دیا کہ پندرہ خصال ہمارے جسم وروح میں ساری ہیں پانچ تو ہمیں آپ کے مشنریوں کی معرفت معلوم ہوئی ہیں جن پر ایمان لانا ہمارا فرض ہے اور پانچ پر عمل بجالانے کے ہم مامور ہیں اور پانچ باتیں زمانہ جاہلیت میں ہمارے خلق میں داخل تھیں جواب تک ہم ان کے پابند ہیں کیا آپ ﷺ ان میں سے کسی خصلت کو بنظر کراہت دیکھتے ہیں۔ حضور نے سوال کیا کہ جو اصول ایمان میرے ایلچیوں کی معرفت آپ کو معلوم ہوئے بتلاؤ کیا ہیں؟ ہم نے جواب دیا: ان تؤمن باللّٰہ وملائکته وکتبه ورسله والبعث بعد الموت پھر پانچ عملیات کے متعلق جناب نے استفسار کیا۔ ہم نے کہا: ”ان تقول لا الٰه وتقیم الصلوٰة وتوتی الزکوٰة وتصوم رمضان وتحج البیت الحرام من استطاع الیه سبیلا“

پھر ہم سے یہ دریافت کیا کہ وہ پانچ خصائل بتلاؤ جس کے زمانہ جاہلیت میں پابند تھے؟ ہم نے کہا:

خوشحالی میں خدا کا شکر بجالاتے تھے اور مصیبت میں ثابت قدم اور صابر تھے اور قضاء پر سچے دل سے راضی رہتے تھے اور معرکوں میں ہمارے کارنامے ہماری سچائی کی داد دیتے تھے اور کسی دشمن کی حالت زار پر خوشی نہ منایا کرتے تھے۔ نبی ﷺ نے کہا:

”حکماء علماء کادوا ان یکونوا من فقههم انبیاء “یعنی یہ قوم حکیم دین بھی ہے اور عالم بھی اور ان کی دانش اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ قریب ہے کہ وہ نبی ہوجائیں۔ لیکن نبیوں کے رتبہ پر نہیں پہنچے معلوم ہوا کہ حکماء اور علماء کا مدارج انبیاء کے قریب ہے لیکن معہذا وہ نبی نہیں اور فقہاہت دینی نبوت کا جزو ہے جس کے حصول سے انسان قریب نبوت ہوجاتا ہے۔ لیکن نبوت چونکہ وہبی ہے وہ ایسے خصائل کے دستیاب ہونے سے حاصل نہیں ہوتی۔

علامہ سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے: ”واشتهر علی الالسنة کثیرا ان نفیها اثبات واثباتها نفی کقولك کاد زید یفعل بدلیل وان کادوا لیفتنونك وما کاد

یفعله معناه فعل بدلیل وما کادوا یفعلون اخرج ابن ابی حاتم من طریق الضحاك عن ابن عباس قال کل شیء فی القرآن کادوا کاد ویکاد فانه لایکون ابداا ثم قال والصحیح الاول انها کغیرها نفیها نفی واثباتها اثبات فمعنی کاد یفعل قارب الفعل ولم یفعل وما کاد یفعل ما قارب الفعل فضلاء ان یفعل فنفی الفعل لازم من نفی المقاربة عقلاً‘‘

پھر حضورﷺ نے فرمایا کہ پانچ باتیں میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ جو چیز تمہارے کھانے میں نہ آئے اسے مت جمع کرو۔ جس مکان میں رہائش نہ ہو بلکہ زائد ہو اسے مت بناؤ۔ جو چیز تمہارے ہاتھ سے کل جاتی رہے گی اس کی رغبت مت کرو۔ اور خدا کا ڈر اپنے دل میں رکھو جس کے پاس تم جاؤ گے اور اس کے دربار میں پیش کئے جاؤ گے اور عاقبت کی رغبت کرو جہاں تم پہنچو گے اور وہاں دوامی طور پر رہو گے۔ قوم حضرتﷺ کی وصیت کو سینوں میں محفوظ لے کر واپس ہوئے اور اس پر عمل کیا۔ یہ سارا ماجراء وفد نبی ازد کا ہے۔ جسے علامہ ابن القیمؒ نے زادالمعاد ج۱ کے ص۱۵۲۰ پر لکھا ہے۔

۷...... ضمیمہ نمبر

’’عن انس بن مالك قال قال رسول اللهﷺ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی قال فشق ذلك علی الناس فقال لكن المبشرات فقالوا یا رسول الله وما المبشرات قال رویاء المسلم وهی جزء من اجزاء النبوة رواه الترمذی واحمد فی مسنده والحاكم فی المستدرك وصححه السیوطی فی الجامع الصغیر ‘‘رسول اس پیغمبر کو کہتے ہیں جس پر کتاب نازل ہو اور نبی وہ پیغمبر ہے جو صاحب کتاب نہ ہو۔ آنحضرتﷺ نے ہر دو قسم کی پیغمبری کو (خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی) مسدود فرمایا ہے اور کہا کہ میرے بعد رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ میرے بعد کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔ لیکن مبشرات جو نبوت کا جزو ہیں۔ باقی رہ گئے ہیں۔ مبشرات منامات صالحہ کو کہتے ہیں جو مسلمان دیکھے۔

☆......................☆

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

محکمات ربانی لنسخ القائے قادیانی

حضرت مولانا حکیم ولی الدین بھاگلپوری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف رسالہ

طبیب عالی استعداد اورراسخ الایمان صاحب سلیم جناب مولوی حکیم ولی الدین صاحب پورینوی بھاگلپوری جن کی پختہ ایمانی ومستقل مزاجی کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مولوی عبدالماجد قادیانی بھاگلپوری کے ساتھ نسبت قرابت، شب وروزی صحبت اوران پر اثر ڈالنے کے مختلف تدابیر کے باوجودان کے بھی معقدات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ بلکہ اورزیادہ پختہ ہوگئی۔اس رسالہ میں جوالقائے ربانی کے ان فریبوں اورکذب بیانیوں کاپردہ کھولا ہے جس کے ذریعہ انہوں نے ناواقف مسلمانوں کودھوکہ میں ڈال کر فیصلہ آسمانی کی ہدایتوں سے روکا ہے۔ رسالے کا یہ مضمون نہایت قابل قدر ہے کہ مؤلف القا حضرت مجددؒ کے جن مکاتیب کواپنے دعوے کا موئید خیال کیا تھا۔انہیں مکاتیب سے ان کے دعوے کی غلطی دکھا کر مرزا قادیانی کا کاذب ہونا ثابت کیا ہے۔

ضروری اطلاع

اس رسالہ (محکمات ربانی) کے بروقت شائع ہونے میں جواس قدرتعویق ہوئی اور شائقین کوشدید انتظار کی تکلیف اٹھانی پڑی۔وہ ایک امر اتفاقی ہے جورسالے کی کاپی وپروف کی تصحیح کے زمانہ میں اصل مسودہ کا بعض حصہ ڈاک میں ضائع ہونے اورمؤلف رسالہ جناب حکیم صاحب کی طویل علالت کی وجہ سے ظہور میں آیا۔ورنہ رسالہ کب کا شائع ہوا ہوتا۔

ناظرین! اس رسالہ کو ملاحظہ فرما کر نہایت مسرور ہوں گے کہ مؤلف رسالہ نے کس خوبی سے قادیانی خدعات کا پردہ فاش کر کے روز روشن کی طرح ثابت کردیا کہ قادیانی جماعت کے مخصوص اہل علم کی یہ حالت ہے اوران کی لیاقت علمی کی یہ کیفیت ہے۔

فاعتبروا یااولی الالباب

عرض حال

سرگذشت اپنی کیا کہوں تم سے
اک فسانہ ہے حال دل میرا

میں کیا اور میری تحریر پر کیا کہنے کواشرف المخلوقات ہوں پھر بھی مخلوق ہوں میری ہستی

خودمجھی کوفنا کی چادراوڑاھنے کیلئے ہروقت تیار ہے دنیا میں آنا جانے کی دلیل اور پیدائش ناپید ہونے کی نشانی ہے۔

یہ اقامت مجھے پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

ایک دن خدا کے سامنے حاضر ہونا ہےاور جو کچھ کیا دھرا ہے نیک وبدسب دیکھنا ہے۔ قیامت کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔اللہ کی رحمانیت اور حضرت رسول مقبول محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النّبیین کی شفاعت سے بخشش اور مغفرت کی بہت کچھ امید ہے۔مسلمان ہوں، خدا کرے مسلمان رہوں، اور مسلمان اٹھوں، چودہ صدی کا زمانہ ہے ضلالت اور گمراہی کا دوردورہ ہے۔تاریکی اور جہالت ہرطرف پھیل رہی ہے عام انسان کو نبی بنانے کی ناجائز کوشش ہورہی ہے جب میں دہلی میں علم طب حاصل کررہا تھا کسی ضرورت سے مرزاغلام احمد دہلی آئے۔آپ کو مہدی موعود ومسیح ہونے کا دعویٰ تھا۔لوگوں میں چرچا ہونے لگا کہ وہ آئے ہیں دل نے کہا کہ یہی موقع ہے چلو زیارت سے مشرف ہوجاؤ خوشی خوشی گیا اور اپنی حاضری کی خبر کرائی آپ کی طبیعت ناساز تھی جواب ملا کہ آج باریابی نہیں ہوسکتی ناچار محروم واپس آیا۔

قطع امید سے امید اور بڑھی اشتیاق دوچند ہوا اگلے دن پھر عرضی دی مطب کا ہفتہ تھا مشکلوں سے فرصت ملی چل کھڑا ہوا۔جذبہ شوق کشاں کشاں جارہا تھا کہ سرراہ ایک مسجد ملی خدا کو میری رہبری منظور تھی یک بیک دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ کھڑے ہوکر اللہ سے دعا کرلو ایک رقت کی حالت مجھ پر طاری ہوگئی قدم رک گیا میں ٹھہر گیا اور یوں گویا ہوا اے میرے خالق اے میرے رازق میرے پروردگار میرے پالنہار تو ہی ہادی برحق ہے تیری ہی توفیق خیر رفیق ہو تو صراط مستقیم نصیب ہو۔میں تیری رضامندی کا جویاں ہوں اور تیرے مسیح مدعود سے ملنے جارہا ہوں اگر جناب مرزاغلام احمد صاحب واقعی مسیح موعود ہیں تو امرحق مجھ پر ظاہر کردے، میرے قلبی امراض کی دوا اپنے مسیح موعود سے دلوا، اپنی چمکار دکھلا ان کو نورانیت سے مجھے منور کردے۔نہیں تو ان کے شر سے محفوظ رکھ، دام تزویر سے دور رکھ۔یہ دعا کر کے چل نکلا اور دردولت پر حاضر ہوا۔ مرزاقادیانی باہر کھلے پچھم رخ کے پختہ صحن میں موجود تھے۔بہت سے لوگ اردگرد فرش پر مختلف لباس اور مختلف ہیئت میں بے باکانہ بیٹھے تھےاور کچھ لوگ اتر رخ کے لمبے سائبان میں جس کے اوپر بالاخانہ لوہے کے سینچے سے گھرا تھا چارپائی پر ننگے سر بیٹھے تھے اور بے تکلف آپس میں ہنس

بول رہے تھے۔ متانت کا لحاظ بالکل نہیں تھا آزادانہ روش تھی، میں سمجھا کہ یہ عام جلسہ ہے اندر مرزا قادیانی تشریف فرما ہونگے فوراً میں وہاں سے اٹھ کر کمرے کے اندر چلا گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص سادی وضع میں گردن جھکائے بالکل ہی خاموش بیٹھے ہیں وہاں چھل پہل دیکھی تو یہاں سکوت اور محویت کا عالم پایا کچھ بولنا خلاف تہذیب سمجھا ناکام پھرا اور پھر اسی جلسہ میں آ بیٹھا۔ بیٹھتے ہی ایک شخص نے یہ سوال کیا کہ آپ مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس دعوے کے زمانہ کی جو شناخت لکھی ہے اور جس تاریکی اور جہالت کا ذکر ہے وہ اس زمانہ میں موجود ہے سائل نے فوراً ہی کہا کہ میں نے مانا یہ زمانہ تو ہم آپ اور کل انسان کیلئے مشترک ہے۔ آپ اپنی خصوصیت کی کیا دلیل رکھتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے بار دگر جواباً فرمایا کہ تم چالیس روز میرے ساتھ رہو تو اس کی تصدیق ہو جائے گی اور یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی یہ کہا اور ایک قسم کا اشارہ کیا معاً کچھ لوگ کھڑے ہو گئے اور کچھ بیٹھے بیٹھے ہم زبان ہو کر کہنے لگے کہ میں ساتھ رہ کر اس کی تصدیق کر چکا ہوں، یہ جملہ پورا ہوتے ہی سب ہنسنے بولنے اٹھنے بیٹھنے لگے۔ چھڑی ہوئی گفتگو یونہی رہ گئی۔ میں بھی چپکا کھڑا ہوا کسی قسم کی تبدیلی مجھ میں پیدا نہیں ہوئی مگر دل بول اٹھا کہ یہاں صداقت نہیں اتنے بڑے اولوالعزم مسیح موعو کی مجلس یوں پھیکی نہیں ہوتی۔ طالب حق پر ضرور کچھ نہ کچھ اپنا اثر ڈالتی ہے۔ اور اسے الٰہی رنگ میں بغیر رنگے نہیں چھوڑتی جس کی تڑپ تھی دل میں وہ صورت نہیں ملی، دل مطمئن ہو گیا اور اطمینان پر دنوں سے مہینے مہینے سے برس اور برس سے برسوں گزر گئے، ہاں کبھی درثمین نیز مرزا قادیانی کے دیگر قصائد نعتیہ کے دیکھنے کا اتفاقاً اتفاق پڑتا رہا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعریف اور توصیف سے دل کو مسرت ہوتی رہی لیکن مرزا قادیانی کے خاص دعوے کے متعلق میرا وہی خیال رہا کہ یہ دعویٰ صداقت پر مبنی نہیں اور بس۔ پھر مرزا قادیانی اپنی تحریر کس رنگ میں لکھتے رہے اور کیا لکھتے رہے جماعت احمدیہ کیا کرتی رہی اس سے بالکل ہی بے خبر رہا۔ آخر ان لوگوں کی بلند پروازی ''اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی'' کے مصداق بھی خدا کو انکشاف حقیقت منظور ہوا علماء اہل حق اور اس جدید گروہ کے مابین مونگیر میں مناظرہ کی ٹھہری۔ میں اس وقت سپول میں تھا طبیب جیسا آزاد ہوتا ہے۔ اتنی ہی اسے پابندی بھی ہوتی ہے۔

باندھتے ہیں سرو کو آزاد اور وہ پابگل
کیسی آزادی کہ یاں یہ حال ہے آزاد کا

ان دنوں دو ایک ایسے لب فرش مریض زیر علاج تھے کہ وقت پر مونگیر پہنچنے کی بہت

کوشش کی مگر بے کار، پہنچا بھی مگر اس وقت جب قادیانی جماعت کرسی اٹھائے صورت فرار اختیار کر رہی تھی۔ بے وقت پہنچنے کا بہت ہی افسوس ہوا دوسرے ہی دن میں واپس آیا اس مناظرہ کے کچھ دنوں بعد مرزا قادیانی کی چند متضاد تحریریں اتفاقاً میری نظر سے گزریں طبیعت کو پریشانی ہوئی بچپن سے اخی محترم مولانا عبدالماجد صاحب کو ایک ریفارمر اور ذی علم تصور کرتا رہا۔ ان کی عظمت ووقعت جو میرے دل میں ہے کہ اوروں کے خیال میں بھی نہیں آسکتی۔

اور واقعی جو ہمدردی آپ میں ہے وہ پورینی کے اور حضرات میں مشکلوں سے پائی جاتی ہے خیر سے وہ بھی مرزا قادیانی کی بیعت حاصل کر چکے تھے۔ میرا خیال فطرتاً آپ کی طرف گیا اور میں نے اپنے محترم بھائی کی خدمت میں نہایت ہی اخلاص سے ایک خط انہیں متضاد تحریروں کے انکشاف حقیقت پر استفساراً ارسال کیا پھر پے در پے کئی خطوط بھیجے۔ صرف ایک خط کا ماجد بھائی کے یہاں سے جواب آیا اور وہ بھی سوال دیگر جواب دیگر رنگ میں یہ خطوط محض احقاق حق پر مبنی ہیں۔ عنقریب آپ انہیں ملاحظہ کریں گے۔ ان خطوط مرسلہ کے بعد مراسلات ہی کے رنگ میں مرزا قادیانی کی کتاب توضیح المرام پر کچھ لکھ رہا تھا کہ اتنے میں ''القاء ربانی'' میرے محترم بھائی (عبدالماجد قادیانی) کے نام سے شائع ہوئی اور مجھے ملی نہایت غور سے مکرر اسے میں نے پڑھا پر افسوس۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا

میرا دل ہرگز اسے قبول نہیں کرتا اور مجھے یقین ہی نہیں ہوتا کہ یہ تحریر واقعی ماجد بھائی کی تحریر ہے۔ العلم عند اللہ اتنی بات تو ضرور ہے کہ ایسی تحریریں نورانیت اور حقانیت سے الگ ہیں اور ظلمات تک پہنچاتی ہیں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ انسان کو بری باتوں سے روکے اور اچھی باتوں کی طرف رغبت دلائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ عصر کے وقت کی قسم کہ سارے ہی آدمی گھاٹے میں ہیں:

''والعصر ۰ ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر'' ﴿مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل بھی کئے اور ایک دوسرے کو دین حق کی پیروی کی ہدایت کرتے رہے وہ البتہ گھاٹے میں نہیں ہیں۔﴾

غور کیجئے یہاں خدائے تعالیٰ نے صرف معرفت اور اس پر صبر کرنے کو بس نہیں فرمایا

بلکہ باہم ایک دوسرے کی نصیحت اور حق کی طرف ہدایت کرنے کو بھی ضروری شرط قرار دیا اور صاف فرما دیا کہ ان کے علاوہ جتنے لوگ ہیں سب گھاٹے میں ہیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی یوں ہے۔

’’ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر اولئك هم المفلحون (آل عمران:۱۰۴)‘‘ ﴿تم میں سے ایسی ایک جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو بھلائی اور نیکی کی رغبت دلاتی رہے اور برائی سے روکتی رہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں درحقیقت وہ فلاح پاگئے۔﴾

اس آیت شریف کی تفسیر خود حضرت رسول مقبول ﷺ نے بیان فرمائی ہے جس کے حذیفہؓ راوی ہیں۔

’’قال والذی نفسی بیده لتامرن بالمعروف وتنهون عن المنکر اولیوشکن الله ان یبعث علیکم عذابا عنده ثم لتدعنهم ولا یستجاب لکم رواه الترمذی‘‘ ﴿رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات برتر کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ لوگوں کو اچھی باتوں کی رغبت دلاتے رہو حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو اگر تم اپنے تئیں اس اہم اور ضروری کام سے معزول کردو گے تو خوب سمجھ لو کہ اگر اس وقت تم مجھ سے دعا مانگو گے تو میں تمہاری دعا ہرگز قبول نہیں کروں گا۔﴾

ایک اور حدیث مسلم شریف کی ہے اسے ملاحظہ کیجئے کس قدر قابل عمل اور ضروری ہے جو ابی سعید خدریؓ نے روایت کی ہے۔

’’قال من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذالك اضعف الایمان‘‘ ﴿رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو تم میں سے کوئی خلاف شرع بات دیکھے تو چاہئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے اور اگر اپنی ہاتھ سے روک نہ سکے اور اس پر بھی قادر نہ ہو تو زبان سے برا کہے اور اتنا بھی نہ ہو سکے تو دل سے اسے برا جانے اور یہ دل سے برا سمجھنا ضعف ایمان کی نشانی ہیں۔﴾

اور یہ بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے اور مذہب اسلام بلکہ ساری دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ سب سے پہلے انسان کو اپنی اور اپنے گھروں اور اپنے اقرباء اور اپنے ہم وطن کی ہدایت مدنظر رکھنی چاہئے پھر عام مخلوق خدا کی۔ بنابریں میں نے القاء ربانی پر توجہ کرنا اپنا فرض تصور کیا۔ اخی محتشم مولانا

عبدالماجد صاحب اور محترمی مولوی علی احمد صاحب ایم اے کے اس راہ (قادیانی ہونے) پر جانے سے اور سلسلہ حقہ سے الگ ہو جانے سے مجھے جیسی کچھ پریشانی ہے اور جیسا میں انہیں واجب احترام سمجھتا ہوں وہ میں جانتا ہوں یا میرا خدا۔

ہمارا درد دیکھا جائے کس سے
ہمیشہ روح کھنچتی ہے دوا کی

یہ دنیاوی مراتب اور ہیں، دینی اعتبارات جدا۔ انسان کے کمال کا دارومدار انہیں دو اصلوں کے تفاوت کے اعتبار سے خدا کے نزدیک انسان کا رتبہ اور درجہ بلند ہوتا ہے۔ ورنہ ہر فربہی کو جسم کی توانائی پر محمول کرنا اپنی عزیز جان کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ کیونکہ کبھی ورم سے بھی سارا جسم پھول جاتا ہے اور آدمی فربہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس لئے میں نے اپنے مقدور بھر اس مختصر رسالہ میں اس کی علامت اور علاج کو نہایت ہی کھول کر سہل الوصول اور ممکن الحصول طریقہ پر بتادیا ہے اور بیان کر دیا ہے یہ مجھ پر فرض تھا جسے میں نے محض اللہ ہی کے واسطے ادا کیا۔

خدا اس کو مقبول عالم بنائے سعید روحیں اس کے طرف متوجہ ہوں تاریک دلوں کے لئے شمع ہدایت بنے اور میرے لئے بموجب نجات، خدا نے چاہا تو ضرور ایسا ہو کر رہے گا اور اہل حق کو فتح ونصرت نصیب ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی مظفر ومنصور ہوں گے اللہ ہی کے نام سے میں نے اس تمہید کو شروع کیا ہے اور اسی کی خوشخبری بھرے ارشاد پر اس تمہید کو ختم کرتا ہوں۔ ’’الاول والاخر ہو اللّٰہ۔ الظاہر والباطن ہو اللّٰہ ‘‘نہایت ہی توجہ سے اس آیت شریف پر غور کریں۔ وہ یہ ہے:

’’یا ایہا الذین امنوا ہل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تؤمنون باللّٰہ ورسولہ تجاہدون فی سبیل اللّٰہ باموالکم وانفسکم ذلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون یغفرلکم ذنوبکم ویدخلکم جنت تجری من تحتہا الانہار ومساکن طیبۃً فی جنت عدن ذالک الفوز العظیم واخریٰ تحبونہا نصر من اللّٰہ وفتح قریب وبشر المؤمنین ‘‘ ﴿مسلمانو! کہو تو میں تمہیں ایسے تجارت بتاؤں جو تم کو آخرت کے دردناک عذاب سے بچائے (سنو یہ ہے) خدا اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنا مال اور اپنی جانیں لڑادو یہ تمہارے بھلائی کی باتیں ہیں بشرطیکہ تم اسے سمجھو (ان باتوں پر عمل کرنے سے) خدا تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تمہیں بہشت کے لئے

(ایسے فرحت افزاء) باغ میں داخل کرے گا جس کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہیں۔ (اور اسی پر بس نہیں بلکہ) عمدہ عمدہ مکانات بہشت کے باغ میں (رہنے کو) تمہیں ملیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (ان سب سے ایک اور بڑی نعمت جس کو تم بھی بڑی نعمت سمجھتے اور دوست رکھتے ہو ملے گی۔ یعنی خدا کی طرف سے تم کو مدد ملے گی اور تم عنقریب فتح یاب اور مظفر و منصور ہو گے۔ (اے محمد ﷺ) یہ خوشخبری مسلمانوں سے بیان کردے اور انہیں بشارت دے دے۔﴾

والسلام مع التواضع والاکرام

ازره کین وتعصب دور شو
یك نظر از صدق کن معمور شو

بقلم ابوسعید محمد ولی الدین اشک بھاگلپوری پورینوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

محمد از تو میخواهم خدارا
الٰهی از تو حب مصطفی را

الحمد لاهله والصلوٰة لاهلها

مجھے حیرت ہوئی ہے دیکھ کر القاء ربانی
نہیں القاء ربانی یہ ہے اغواء شیطانی

وہ باتیں ہیں لکھیں اس میں پتہ جن کا نہیں چلتا
عیاں ہے خلط مبحث سے مؤلف کی پریشانی

کہے دیتی ہے خود تحریر میں حق سے معرّے ہوں
دبائے سے کہیں دبتا ہے حضرت جوش نفسانی

عبارت اپنے مطلب کی جہاں پائی رقم کردی
چھپا رکھا مگر حق کو بنا کر راز پنہانی

طریقہ یہ نہیں دین دار کا سچے مسلمان کا
طریقہ یہ مسیحی ہے عقیدہ ہے یہ نصرانی

غلط تحریر پر ایسی تعلّی واہ رے جرأت
نہیں ہے نور دین کچھ بھی نہیں ہے آنکھ میں پانی

بھرم تھا قوم میں جو کچھ وہ اس تحریر نے کہہ دیا
ہوا کوئلوں سے مل کر آہ تیرہ لعل رمانی

الٰہی درگزر فرما کہ تو غفار ورحمٰن ہے
تیرے بندے ہیں بندے سے بہت ہوتی ہے نادانی

یہ حالت زار اپنے بھائی کی دیکھی نہیں جاتی
تجھی پر خوب روشن ہے میرے دل کی پریشانی

تو ہی ہادی برحق ہے دکھا دے راہ حق ان کو
کجی دل سے نکال ان کے بنا دے ان کو نورانی

طبیعت مضطرب ہے اشک کی تجھ سے دعا یہ ہے
بہت بگڑے سب نہال ان کو دکھا اپنی درخشانی

معزز ناظرین! فیصلہ آسمانی کے مبارک اور حقانی فیصلہ کے جواب میں تقریباً ڈیڑھ برس کی جان توڑ کوشش اور مرزائی جماعت کے ایک جانی اور اتحادی قوتوں سے بڑے غوروتدبر کے ساتھ ابھی ابھی ایک کتاب بنام ''القاء ربانی'' شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب اہل حق اور اہل علم حضرات کی نظر میں کیا وقعت رکھتی ہے اور اس میں کس قدر دانستہ فریب دہی اور دروغگوئی سے کام لیا گیا ہے۔ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی کس رنگ میں تفسیر کی گئی ہے۔ صحابہ کرام ائمہ عظام کے پرمغز اور پرمعنی محقق اور مدلل تقریروں سے کس درجہ علیحدگی اور خلاف ورزی اختیار کی گئی ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ ان کل باتوں پر عقلاً اور نقلاً ایک تفصیلی کافی اور تسلی بخش بحث آپ اس رسالہ میں پائیں گے۔ نیز مؤلف القاء ربانی کے مفروضہ شمار کردہ غلطی میں بے شمار غلطیاں اور خدعات (دھوکہ دہی) ملاحظہ کریں گے مگر پہلے میں اس بات کو ثابت کرنا اور دکھلانا چاہتا ہوں کہ القاء ربانی قادیانی جماعت کی نظر میں کیا وقعت رکھتی ہے۔ کیونکہ جناب مرزا قادیانی کے دعوے اور ان کے اکثر کشف والہام میں ظہر اور بطن رہا کرتا ہے اگر حسن اتفاق سے پورا ہوگیا تو فیہا ورنہ پھر بطن سے کام لیتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ استعارہ تھا، وہ کنایہ تھا۔ حقیقت اس کی کچھ اور ہی ہے غرض ایسا اینچ پیچ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ بالکل مریض استطلاق البطن کے التوائی کیفیت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ کیا عجب کہ اس مشن کے کوئی مقتدر اصحاب یوں کہہ دیں کہ القاء ربانی ایک معمولی شخص کے قلم سے نکلی ہے جماعت احمدیہ ان باتوں کی ذمہ وار نہیں۔

اس لئے میں آفتاب سے بھی زیادہ اس بات پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ یہ کتاب یعنی القاء ربانی قادیانی جماعت کے ایک بڑے ریفارمر اور قابل حضرت کے زورقلم اور برسوں کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے۔ وہ بھی بطیّب خاطر انہیں بلکہ چار ناچار اپنے خلیفۃ المسیح جناب حکیم نورالدین صاحب کے تعمیل ارشاد نے مؤلف کو اس جان جوکھم میں ڈالا ہے۔ سنگ آمد وسخت آمد لاجواب بات کا جواب تو ہوتا ہی نہیں محض اپنی جماعت کی تشفی کے لئے چند سادے اور سفید اوراق کو سیاہ کر ڈالا اور ظاہر ہے کہ جب خلیفۃ المسیح نے جواب لکھنے کے لئے مولوی صاحب کو خصوصیت کے ساتھ پسند کیا اور ان کو جواب لکھنے پر مامور فرمایا تو پھر ایسے شخص کا وزن جماعت احمدیہ میں کس قدر ہونا چاہئے اور وہ شخص کیسا متبحر اور قابل ہوگا۔ اب ممکن تھا کہ یہ انتخاب جواب نکلنے کے بعد غلط ثابت ہوتا اور خلیفۃ المسیح کے دربار میں جو کچھ مؤلف القاء ربانی نے جواباً لکھا ہے وہ مقبول نہ ہوتا تو بھی القاء ربانی کا وزن جاتا رہتا اس لئے یہ دکھلانا بھی نہایت ہی ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ نے القاء ربانی کو اشاعت کے بعد کس نظر سے دیکھا البدر قادیان کا ایک مشہور اور مستند اخبار ہے جو ہر

ہفتہ مسیحی دارالسلطنت قادیان سے شائع ہوتا ہے اور ریویو آف ریلیجنز دنیا کے مذاہب پر نظر کرنے والا قادیانیوں کا مخصوص رسالہ ہے دونوں کے اہم اور مخصوص مضامین اکثر جناب حکیم نورالدین صاحب کی نظر سے گزر کر نکلتے ہیں اور ان کے محررہ احکامات کی تعمیل ہر قادیانی پر فرض ہوتی ہے غرض دونوں کی آواز جماعت قادیانیہ کی متفقہ آواز ہے۔ ایسے باوقعت اخبار اور پرشوکت رسالے کے مقتدر ایڈیٹر مفتی محمد صادق اور مولوی محمد علی نے القاء ربانی پر اس الفاظ سے ریویو کیا ہے۔

القارحمانی بہ تردید فیصلہ ابواحمد رحمانی

''ابوحمد رحمانی کوئی صاحب بنگال میں ہیں۔ جوکہ سلسلہ حقہ (قادیانیت) کی مخالف میں بڑے جوشیلے ہیں اور کئی ایک رسالے چھاپ کر شائع کر چکے ہیں ان کی تحریروں میں پراگندہ اقوال غلط استدلال اور کذب اور افترا کو پبلک پر ظاہر کرنے کے واسطے ہمارے مکرم حضرت مولانا مولوی ابوالمجد محمد عبدالماجد صاحب پروفیسر عربی و فارسی۔ ٹی ان جوبلی کالج بھاگلپور نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جو مولوی صاحب موصوف سے اور دفتر تشحیذ الاذہان سے بقیمت چھ آنہ فی نسخہ مل سکتی ہے۔ احباب منگوا کر شائع کریں اور بالخصوص اس علاقہ کے لوگوں میں مفت تقسیم کردیں۔'' (منقول از اخبار البدر قادیان ۶، ۱۳، ۲۰ نومبر ۱۹۱۳ء)

ریویو کتاب القادیانی[1]

''علامہ محمد عبدالماجد صاحب پروفیسر ٹی۔ ان جوبلی کالج کی محنت شاقہ کی تصنیف ہے

[1] حکیم خلیل احمد صاحب برق آسمانی کے ص ۲۱ میں جھنجھلا کر لکھتے ہیں: ''سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخالفین سن لیں کہ میں مسلمان ہوں سنت والجماعت ہوں سارے آئمہ اور سارے اولیا وصلحا کو مانتا ہوں اور اپنے کو تمیز کے لئے احمدی کہتا ہوں۔ اگر آئندہ سے مجھ کو سوائے احمدی یا ہماری جماعت کے لوگوں کو سوائے جماعت احمدیہ کے مرزائی۔ کادیانی۔ قادیانی۔ کرشن۔ پنتھی وغیرہ جیسے الفاظ سے مخاطب کیا تو میں بھی ہمیشہ وہابی۔ نجدی۔ کوفی۔ دیوبندی۔ کی کورانہ تقلید کی وجہ سے دیوسماجی۔ خرزجیوئی۔ گنگادینی۔ سورحدیابی وغیرہ جیسے الفاظ سے مخاطب کروں گا۔''

حکیم خلیل احمد صاحب! اگر آپ سچے ہیں اور آپ کی زبان ایک مسلمان کی زبان ہے کورانہ تقلید۔ تقلید آپ کا شیوہ نہیں۔ دروغ گوئی آپ کا شعار نہیں۔ کجی سے نفرت صاف گوئی سے آپ کو الفت ہے۔ آپ کا دل عورتوں کی طرح کمزور نہیں آپ صورتاً مرد نہیں بلکہ سیرۃً بھی آپ مرد ہیں تو بسم اللہ جو کہا ہے کر کے دیکھائیے۔ غضب خدا کا آپ کے گھر کا بھیدی برملا آپ کے ایک محترم بزرگ کی توہین کر رہا ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علامہ موصوف کا نام نامی کتاب کی خوبیوں کی کافی شہادت ہے۔ علامہ موصوف کا نام نامی تھا ویسا ہی روکیا ہے۔ احمدی احباب خصوصاً علاقہ بھاگلپور کے لئے بوقت ضرورت کام آنے والی رہنما ہے۔ مخالف کے لئے اس میں تسکین ہے خوبی یہ ہے کہ متانت اور تہذیب کا کماحقہ لحاظ رکھا ہے جس کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ حوالجات کو بہ کمال وضاحت دکھادیا ہے۔ خدا کرے سلیم دلوں کے لئے باعث رہنمائی ہو۔ مصنف ماجور عنداللہ ہے خوب ہی مدلل لکھا ہے۔ محنت۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی۔ ضخامت کے مقابل قیمت ۶ آنے بہت حد تک واجبی ہے۔ ملنے کا پتہ منیجر تشحیذ الاذہان قادیان۔ (منقول از ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ نومبر ۱۹۱۳ء)

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اور اس پیارے نام القاء ربانی کو خراب سمجھ کر اس کی مٹی پلید کر کے بڑے جوش سے القاء ربانی کو کتاب القادیانی لکھ رہا ہے۔ بس برس پڑیئے۔ یہی وقت ہے۔ دل میں غبار رکھنا مسلمان کا کام نہیں۔ اپنے اندرونی طیش سے ایڈیٹر موصوف کا باطنی تصفیہ کر دیجئے ذرا انہیں بھی معلوم ہو جائے کہ احمدی کو قادیانی لکھنے والے کی کیسی درگت ہوتی ہے۔ آپ تو آپ مجھے بھی ایسے ناپاک نام سے سخت نفرت ہے۔ جماعت احمدیہ پر ایسی گہری پھبتی اب تک کسی نے تصنیف نہیں کی تھی۔ میں خود ایڈیٹر موصوف سے پوچھتا ہوں کہ حضرت آپ نے ایک بہاری احمدی کی کتاب کو ''کتاب القادیانی'' کیوں لکھ مارا اور ہاں جناب حکیم خلیل احمد صاحب آپ جو کچھ تا دیباً انہیں برا بھلا لکھیں چھاپ کر بھجوادیں جزاء سیئة مثلها پوری گوشمالی جب ہی ہوگی۔ شاید ناداری کی وجہ سے آپ ایسا نہ کرسکیں تو کم سے کم اس زجرہ تو بیخ کی ایک کاپی میرے پاس ضرور بھیج دیں تاکہ میری بھی تشفی ہو اور آپ بھی بات کے دھنی ثابت ہوں۔ نہیں تو آئے دن آپ کی جماعت کو نیز آپ کو نئے نئے خطابات سے وہ یاد کرتے رہیں گے۔ پھر کچھ کرتے دھرتے بن پڑے گی۔ گربہ رابرو زاول بباید کشت۔ ہاں ایک بات اور اپنے مذاق کے مناسب سمجھئے۔ مرزاغلام احمد قادیانی چار لفظوں کا مجموعہ ہے۔ ان چار میں سے دو لفظ مرزا غلام۔ جس سے مرزا صاحب کا نام متعین اور مشخص ہوا ہے ان سے آپ بھاگتے ہیں اور اتنا اسے برا جانتے ہیں کہ اس کی نسبت سے بھی آپ کو شرم آتی ہے اور آخر کا لفظ قادیانی جو سکونت کی خبر دیتا ہو کہ اس سے بھی آپ بیزار ہیں نفرت کرتے ہیں۔ رہا لفظ احمد کا جو مسلمانوں کے اکثر نام میں رہا کرتا ہے اور جو باعتبار سمیت مشترک لفظ ہو کوئی خصوصیت مرزا صاحب کے ساتھ اس مبارک اور پرنور لفظ کو نہیں۔ سرسید احمد کی جماعت کو بھی جماعت احمدیہ کہہ سکتے ہیں۔ ایسے متبرک نام سے اپنی جماعت کو منسوب کرنے کی آپ تاکید کر رہے ہیں۔ مرزاغلام احمد قادیانی اگر واقعی آپ کے نزدیک نہایت ہی برے الفاظ ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غور کیجئے کس قدر عمدہ اور مہتم بالشان ایک نہیں دو دو ریویو ہے اور القاء ربانی کا وزن جماعت قادیانیہ کی نظر میں کس قدر باوقعت اور پرشوکت ہے ساری جماعت قادیانی اس کتاب پر ناز کرتی اور تالی بجاتی ہے اب اس کتاب کے خدعات اور شطحیات ملاحظہ کیجئے اور قدرت حق کا تماشہ دیکھئے۔

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

ا......فریب

مؤلف القاء ربانی نے ناظرین سے انٹرڈیوس کرنے کے بعد فیصلہ آسمانی کے جواب میں تمہیداً کے جواب میں تمہیداً جو تحریر شروع کی ہے۔ خدا کی قدرت کہ اس کی پہلے ہی سطر میں دروغ بیانی سے کام لے کر تحریر کرتے ہیں۔ ’’ایک اشتہار بھی مصنف (فیصلہ آسمانی) کا جو کسی دربھنگی مرید کے نام سے شائع ہوا ہے دیکھا‘‘ مؤلف القاء ربانی ذرا سوچ کر جواب مرحمت فرمائیں کہ اس اشتہار کو جسے جناب ابراہیم حسین خان صاحب دربھنگوی نے شائع کیا ہے کیونکر اسے علامہ مصنف فیصلہ آسمانی کا اشتہار قرار دیتے ہیں۔ اشتہار کے اندر کوئی سطر کوئی جملہ کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ گمان بھی ہوسکتا ہو کہ یہ اشتہار علامہ مصنف فیصلہ آسمانی کا اشتہار ہے ہاں المرء یقیس علے نفسہ کے رو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ القاء ربانی کا مسودہ غالباً خلیفۃ المسیح کے قلم سے طیار ہوا ہے اور شاید کیا یقینی اسے مؤلف القائر ربانی نے اپنے نام سے شائع کر دیا جب ہی تو اس اردو تحریر کے اندر تذکیر اور تانیث اور اردو محاورہ کے تفہیم میں غلطی واقع ہوئی ہے بے چارے پنجابی کو اردو محاورہ کی کیا خبر حقیقت حال یہ ہے اس لئے اپنے ہی طرح مؤلف نے اوروں کو بھی تصور کر لیا سچ ہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اور سچ میں آپکو اس سے نفرت ہے تو غلامی سے الگ ہو جائے۔ سید ابواحمد رحمانی سے تو آپکو مرچین لگیں اور غلام احمد سے ٹھنڈک پڑے آسمانی فیصلہ پر آپ برق ڈالیں اور شیطانی فیصلہ کو موجب نجات تصور کریں عجیب افتاد طبیعت اور نرالی فہم ہے۔ ورنہ صداقت کو مدنظر رکھئے تو قادیانی یا مرزائی یہی دو خطاب آپکی جماعت کیلئے موزوں ہیں۔ جب تو ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز قادیان نے ’’کتاب القادیانی‘‘ لکھا۔ ان کی بات آپ کو بری نہیں لگی۔ کیوں جناب آپکی جماعت میں سے کوئی شخص آپ کے ساتھ نازیبا حرکت کرے تو وہ روا، اور آپ ہی کی جماعت سے سن کر میں وہ بات کروں تو چیخ پکار ہو۔

ہم جو کچھ بولیں تو کہلائیں سٹری کان کی بات سے مرغل ٹھہرے
جس کو تم چاہو چڑھالو سر پر ورنہ یوں دوش پہ کاکل ٹھہری

گر خدا خواهد که پرده کس درد میلش اندر طعنه پاکان برد

۲......فریب

پھر مؤلف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں یہ کہ مصنف (فیصلہ آسمانی) نے مثل اور مکذبین سلسلہ کے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو صریح خدا اور رسول پر افتراء کرنے والا قرار دے کر عوام کو خوش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔'' علامہ مصنف فیصلہ آسمانی نے آیات قرانیہ احادیث نبویہ اور دلائل عقلیہ سے نہایت محققانہ طور پر منکوحہ آسمانی والی پیشنگوئی پر روشنی ڈالی ہے اور وہی شیوہ اختیار کیا ہے جو راستی اور حق طلبی کا شیوہ ہے۔ علامہ کی روش بالکل ہی سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سی ہے اور انہوں نے یہ تحریر عوام کے خوش کرنے کو نہیں لکھی ہے بلکہ اس کے اول مخاطب جماعت قادیان کے خلیفۃ المسیح حکیم الامت جناب حکیم مولوی نور الدین قادیانی ہیں اگرچہ کتاب فیصلہ آسمانی عام فہم ہونے کے خیال سے اردو زبان میں شائع کی گئی۔ مگر اس میں وہ وہ معارف اور نکات بیان کئے گئے ہیں۔ جسے عوام الناس اچھی طرح سمجھ بھی نہیں سکتے، اصل مقصود علامہ مصنف کا اس فیصلہ سے اہل علم کی تفہیم ہے۔ جب تو خلیفۃ المسیح رخ بچ ہو کر اور اپنا پہلو بچا کر جواب لکھنے کے لئے اپنے گروہ کے ایک مقتدر عالم کو مامور کرتے ہیں مولف القاء ربانی کے جوش نفسانی پر تعجب ہے کہ وہ اپنے خلیفۃ المسیح کے ارشاد کو بھی عامیانہ ارشاد سمجھتے ہیں اگر ذرا بھی تدبر سے کام لیتے تو اس ارشاد کی باریکی اور علامہ مصنف کی قابل قدر علمی گفتگو کی راستی آپ پر اظہر من الشّمس ہو جاتی یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص جہل مرکب کو علم سمجھ کر کج فہمی سے کام لے اور رسالے کی خوبی کو پس پشت ڈال دیئے۔ مؤلف القاء ربانی (ضمیمہ انجام آتھم کا ص ۵۴، خزائن ج۱۱ ص ۳۳۸) ملاحظہ فرمائیں جناب مرزا قادیانی خود تحریر کر گئے ہیں۔ ''یاد رکھو اس پیش گوئی کی دوسری خبر پوری نہ ہوئی (یعنی احمد بیگ کا داماد میرے سامنے نہ مرا) تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو یہ انسان کا افترا نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔'' پھر اسی (انجام آتھم کا ص ۲۲۳، خزائن ج۱۱ ص ۲۲۳) ملاحظہ ہو۔

یہاں یوں تحریر کرتے ہیں کہ: ''اصل امر برحال خود قائم است وهیچکس باحیلهٔ خود اورا ردنتوا ں کرد واین تقدیر از خدائے بزرگ تقدیر مبرم است وعنقریب وقت آن خواهد آمد پس قسم آن خدائیکه حضرت محمد مصطفی ﷺ ما مبعوث فرمود اورا بهترین مخلوقات

گردانید کہ ایں حق است وعنقریب خواهی دیده ومن این را برائے صدق خود یا کذب خود میعار می گردانم ومن نگفتم الا بعد زانکه ازرب خود خبر داده شد ''جناب مرزا قادیانی خود ہی اس زور وشور سے اس پیش گوئی کو اپنے صدق اور کذب کا معیار قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ: ''اگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی تو مجھے کاذب اور ہر بد سے بدتر سمجھو۔'' اب مرزا قادیانی ہی کے توجہ دلانے سے ایک راست گفتار اور پاکباز انسان جو علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں بھی محتاج شناسائی نہ ہو، وہ اس الہام پر غور وتدبر سے نظر فرمائے اور اس پیش گوئی کے پوری نہ ہونے پر اور بالبداہت غلط ہوجانے پر یہ کہہ دے کہ مرزا قادیانی اپنے اقرار کے بموجب کاذب اور ہر بد سے بدتر ٹھہرے تو یہ اس کی خطا سمجھی جائے گی یا احقاق حق؟

علامہ مصنف نے خود کوئی فیصلہ اپنی جانب سے نہیں کیا بلکہ جناب مرزا قادیانی کے میعاد مقرر کردہ کو صفائی کے ساتھ قوم کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ مثلاً یوں تصور کیجئے کہ ایک شخص مجمع عام میں یہ دعویٰ کرے کہ کل آفتاب غیر طبعی طریقہ سے مغرب سے طلوع ہوگا کہ اگر ایسا نہ ہوا اور کل آفتاب مغرب کی جانب سے طلوع نہ ہوا تو میں کاذب اور ہر بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ لوگوں نے اس دعوے کو استعجاب سے سنا خدا خدا کر کے دن ختم ہوا۔ رات گزری صبح ہوتے ہی مغرب کی جانب لوگوں کی ٹکٹکی لگ گئی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لوگ دیکھنے لگے۔ مگر آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہوا۔ بلکہ اپنے مقررہ مطلع یعنی جانب مشرق سے برآمد ہوا۔ لوگوں نے اس کاذب مدعی کی دھر پکڑ کی اور ڈنکے کی چوٹ سے اسے یہ سنا دیا کہ تو اپنے اقرار کے بموجب کاذب اور ہر بد سے بدٹھہرا تو کیا آپ کے نزدیک ایسا فیصلہ منصفانہ فیصلہ نہ ہوگا اور کیا ایسے گروہ کو بھی آپ مکذب ہی کے نام سے یاد کریں گے۔ اور کیا منصفانہ فیصلہ آپ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہوا اور مشرق ہی سے نکلے تاہم ایسے مدعی کو محض اس کے زبانی دعویٰ پر صادق ہونے کی ڈگری دے دینی چاہئے؟ فافہم وتدبر فانہ دقیق!

۳......فریب

مؤلف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں کہ: ''ایسے شبہات کا ازالہ خود حضور مغفور (مرزا قادیانی آنجہانی) نے اپنے قلم سے اور دیگر خادمان سلسلہ نے بہت کچھ کیا ہے میں نے کتاب کو قابل التفات نہیں سمجھا مگر اشتہار کے متکبرانہ دعوے نے پھر مجھ کو متوجہ کیا کہ میں اس کو بغور دیکھوں۔'' اگر یہی غور وتدبر ہے تو خدا حافظ۔ دیانت اور حق پسندی کو مدنظر فرما کر (انجام آتھم

ص ۲۱۶، خزائن ج۱۱ ص ۲۱۶) میں مرزا قادیانی کا عربی الہام معہ ترجمہ فارسی درج ہے میں مزید سہولت کے لئے لفظ بلفظ اسے یہاں نقل کئے دیتا ہوں ملاحظہ فرمایئے: ''قال کذبوا بآیاتی وکانو بها مستهزئین فسیکفیکهم الله ویردها الیك لا تبدیل لکلمات الله ان ربك فعال لما یرید فاشارفے لفظ فسیکفیکهم الله الیٰ انه یرد بنت احمد انی بعد اهلاك المانعین وکان اصل المقصود الاهلاك وتعلم انه هو الملاك واما تزولیجها ایاك بعد اهلاك الها لکین والهالکات فهؤلا عظام الایة فی عینی المخلوقات''

﴿گفت این مردم مکذب آیات من هستند وبدانها استهزامی کنند من ایشان را نشانے خواهم نمودوبرائے توایں همه راکفایت خواهم شد وآن زن راکه زن احمد بیگ دختر ست باز بسوئے تو واپس خواهم آورد یعنی چونکه او از قبیله بباعث نکاح اجنبی (مراد از شوهر محمدی بیگم) بیرون شده باز بتقریب نکاح تو (مراد مرزا قادیانی) بسوئے قبیله رد کرده خواهد شد درکلمات خدا وعدهائے اوهیچکس تبدیل نتوارد کرد وخدائے تو هر چه خواهد آن امر بهر حالت شدنی ست ممکن نیست که در معرض التواء بماند پس خدائے تعالیٰ بلفظ فسیکفیکهم الله بسوئے ایں امر اشاره کرد که اودختر احمد بیگ را بعد میرا نیدن مانعان بسوئے من واپس خواهد کرد۔ واصل مقصود میرا نیدن بودوتو میدانی که ملاك ایں امر میرا نیدن ست وبس﴾

اس الہام میں ''یردها الیك لا تبدیل لکلمات الله یرد بنت احمدانی بعد اهلاك المانعین '' کے وسیع مدت پر نظر فرمایئے یعنی اللہ تعالیٰ مرزا قادیانی سے ارشاد فرماتا ہے کہ ہم اس لڑکی محمدی بیگم کو تیرے نکاح میں ضرور لائیں گے اور جو لوگ اس نکاح میں رخنہ انداز ہیں اور جن کی وجہ سے اب تک یہ الہام پورا نہیں ہوا اور تیری آرزو بر نہیں آئی ان سب موانع کو دور کردیں گے اور ان کو ہلاک کردیں گے یہ خدا کی بات ہے اور خدا کی باتیں بدلتی نہیں۔ محمدی بیگم کو میرے نکاح میں آنا ضرور ہے اور ضرور ایسا ہوکر رہے گا اس الہام کی صحیح مدت دلہا دلہن یعنی مرزا قادیانی اور محمدی بیگم کی حیات تک ہی باقی رہتی ہے۔

مرزا قادیانی کی وفات سے ایک گھنٹہ پہلے کیا ایک منٹ پہلے بھی کوئی شخص دوست ہو یا دشمن، شقی ہو یا سعید اس کے دل میں یہ خدشہ نہیں گزر سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ عظیم الشان الہام پورا نہ ہو کیونکہ مرزا قادیانی حیات تھے بلکہ اپنی طبعی عمر کو بھی نہیں پہنچے تھے۔ محمدی بیگم بھی ماشاء اللہ اپنے حسن دل آویز کے ساتھ جیتی جاگتی، صحیح وسالم اپنے شوہر کے گھر جسے مرزا قادیانی مرد اجنبی سے تعبیر کرتے ہیں پھول پھل رہی تھی، پھر معلوم نہیں کہ مؤلف القاء ربانی کس نا معلوم معترض کو قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کونسا جواب ایسے اعتراض کا خود حضور مغفور۔ (مرزا قادیانی) نے اپنے قلم سے اور دیگر خادمان سلسلہ نے دیا ہے۔ جب اعتراض ہی پیدا نہیں ہو سکتا تو جواب کیسا؟ یہ بالکل سفید جھوٹ اور دیدہ ودانستہ فریب دہی ہے۔ این کار از تو آید و مردان چنیں کنند!

۴......فریب

مؤلف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں کہ: ’’بعض دوسرے دوست بھی جنہوں نے اس کتاب (فیصلہ آسمانی) کو پڑھا تھا مجھے باور کرانے کی کوشش کی کہ اس کے مصنف مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری ہیں یہ لوگ اگرچہ سلسلہ احمدیہ کے ممبر نہ تھے مگر ان لوگوں نے بوجہ علمی دستگاہ کے کتاب کے طرز استدلال کو محض لغو سمجھ کر مجھے اس کے جواب لکھنے کی بھی فرمائش کی۔‘‘

مؤلف القاء ربانی انظر الیٰ قال ولا تنظر علی من قال کے مسلم اور ستھرے دستور العمل کو نظر انداز فرما کر خواہ مخواہ کے الجھن میں گرفتار ہوئے، کام کی بات تو یہ تھی کہ فیصلہ آسمانی کے طرز استدلال اور نفس مضامین کی جانچ پڑتال کرتے خیر ہر شخص کی سمجھ جدا ہوتی ہے شاید ان کے نزدیک اس کے انکشاف میں کوئی مصلحت مضمر ہو مگر یہ تو مسلم مسئلہ ہے کہ ہر دعویٰ کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ مؤلف القاء ربانی کا یہ تحریر کرنا کہ: ’’بعض دوسرے دوست جو اس سلسلہ کے ممبر نہ تھے کتاب (فیصلہ آسمانی) کے طرز استدلال کو لغو سمجھا۔‘‘

یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اگر اس کی اصلیت اور واقعیت تھی تو کیوں نہیں ایسے ایک بھی ذیعلم حضرات کا نام وقعت تحریر کے لئے دلیلاً پیش فرمایا ہوتا کہ ہر طالب حق اس بات پر غور فرماتا اور اس سے بہت کچھ جماعت احمدیہ کو فائدہ پہنچتا۔ ایک دعویٰ قوم کے سامنے پیش کر کے دلیل سے گریز کرنی یہ کونسی عقلمندی اور حق پسندی ہے جن کو خدا نے محض اپنے فضل سے علمی دستگاہ مرحمت فرمائی ہے وہ خصوصیت کے ساتھ ہماری اس تحریر پر غور فرمائیں۔ غالباً یہ بھی منجملہ خدمات

کے ایک خدع ہے کیا خوب خود را فضیحت و دیگرے را نصیحت اگر واقعی اس کا جواب لکھنا لغو تھا تو پھر جناب خلیفۃ المسیح نے کیوں اس لغو کام پر آپ کو مامور فرمایا۔ فیصلہ آسمانی کے قوی دلائل کی ایک کھلی اور بین شہادت ہے۔

۷،۶،۵......فریب

مؤلف القاء ربانی نے فیصلہ آسمانی کے نفس اور اصل مضامین کے رد میں بزعم باطل جو تمہید کی تمہید لکھی ہے اس کی بڑی بڑی فاش غلطیاں اور دروغ بیانیوں کو میں ناظرین کے سامنے پیش کر کے اصل تمہید پر تنقیدی نظر ڈالتا ہوں مبارک ہیں وہ جنہیں خدا نے فہم سلیم عطا فرمایا ہے اور جن کا شعار راستی اور حق طلبی ہے۔ سچی باتوں کو ہر وقت مان لینے کے لئے تیار اور جھوٹی باتوں سے بیزار ہیں ایسے پاک نفس حضرات نہایت غور سے خالی الذہن ہو کر ذیل کی تحریر کو غور سے پڑھیں۔

اصل تمہید کو مؤلف القاء ربانی نے ذیل کی تحریر سے شروع کیا ہے اور یوں تحریر کرتے ہیں۔ ''ناظرین قبل اس کے کہ ہم ابواحمد صاحب کے فیصلہ کی تردید کریں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کلام سے آپ کی توجہ ایک ایسے امر کی طرف دلانا چاہتے ہیں جس سے آپ کو حقیقت کے تہ تک پہنچنے میں بڑی مدد ملے گی اور مصنف فیصلہ اور دوسرے ان سے بڑے عالم اس وقت حضرت مسیح موعود مہدی مسعود مرزا غلام احمد قادیانی کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس سے آپ کو زیادہ حیرت ہوگی اور حق کے ماننے میں یہ لوگ حجاب واقع نہ ہوں گے۔ ہاں وہ امر یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب تو ان لوگوں کے خیال میں اپنے دعوے میں غلطی پر ہیں۔ مگر اس پر کیا وثوق ہے کہ جس مسیح اور مہدی کے یہ لوگ منتظر ہیں۔ اس کو یہ لوگ مان لیں گے۔ سنئے اور خوف خدا کو دل میں رک کر غور فرمائیے۔

''نزدیک است کہ علمائے ظواہر مجتہدات اور اعلیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دقت غموض ماخذ انکار نمایند ومخالف کتاب سنت دانند (ص۱۰۷ مکتوب پنجاہ و پنجم جلد ثانی)'' ﴿نزدیک ہے کہ علمائے ظواہر حضرت عیسیٰ کے اجتہادی مسائل کو بوجہ باریک اور دقیق ماخذ ہونے کے انکار کریں گے اور مخالف کتاب وسنت کہیں گے۔﴾

''ہم منقول است کہ حضرت مہدی در زمان سلطنت خود چون ترویج دین نماید واحیائے سنت فرماید عالم مدینہ کہ عادت بعمل بدعت

گرفته بود آن را حسن پنداشته ملحق بدین ساخته از تعجب گوید که ابن مرد رفع دین مانموده واماتت ملت مافرموده ص۱۲۸ (مکتوب دوصدوپنجاہ جلد اوّل)'' ﴿یہ بھی منقول ہے کہ حضرت مہدی اپنے زمانہ سلطنت میں جب دین کی ترویج کریں گے اوراحیائے سنت فرمائیں گے۔ مدینہ طیبہ کا ایک عالم کہ بدعت کا عامل ہوگا اوراس کوحسن سمجھ کر دین میں ملحق کئے ہوگا۔تعجب سے کہے گا کہ یہ شخص یعنی امام مہدی ہمارے دین اسلام کوخراب کرتا ہےاور ہمارے مذہب کو برباد کرتا ہے۔﴾

یہ ہیں تمہیدی مضامین جن سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں سب سے پہلی اورسب میں قوی اس تحریر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مؤلف القاء ربانی کے نزدیک حضرت مجدد الف ثانیؒ ایک عالی شان مجدد اور بڑے صاحب فضل اور صاحب کشف تھے اورآپکے مراسلات جو بنام مکتوبات امام ربانی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں وہ نہایت ہی محقق اور مدلل ہیں علی الخصوص وہ تحریریں جومہدی مسعودومسیح موعود کے نشانات اورآیات کے متعلق ہیں اوریہی ایک ایسی قابل قدر کتاب ہے جس کے مطالعہ سے انسان کومسیح موعوداورمہدی مسعودکی حقیقت کے تہ کی باریکی تک پہنچنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔دوسری بات اس تحریر سے یہ ظاہر ہوتی ہے کہ مسیح موعوداورمہدی موعوددونوں جدا جدا نہیں بلکہ دونوں خطاب ایک ہی محترم بزرگ کا ہےاور یہ بات خودمؤلف القاء ربانی کی مانی ہوئی بات ہے۔میں کسی قضایا سے اس نتیجہ پرنہیں پہنچا ہوں۔نہایت صاف اور کھلی ہوئی تحریر مؤلف القاء ربانی کی ہے لکھتے ہیں''مصنف فیصلہ اور دوسرے ان سے بڑے عالم اس وقت حضرت مسیح موعودومہدی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مخالفت کررہے ہیں۔''غرض مہدی مسعودومسیح موعوددونوں ہی خطاب صرف ایک ہی شخص جناب مرزاغلام احمد صاحب کومؤلف نے دیے ہیں تیسری بات یہ نکلتی ہے کہ مکتوبات امام ربانی کے ذیل کی تحریر سے مؤلف کے نزدیک یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جناب مرزاصاحب مہدی مسعودومسیح موعود تھےاورمسیح موعود کے بیشتر ایک عالم مدینہ جومحض بدعتی ہوگا۔مہدی مسعودومسیح موعوداپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کی ترویج فرمائیں گےتو یہ شخص کہے گا کہ یہ ہم لوگ کے دین وملت کوتباہ برباد کرتا ہے۔علمائے ظواہراس کا انکارکریں گے۔اب میں نہایت ہی وضاحت سے اس بات کودکھلانا چاہتا ہوں کہ واقعی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جونشانات مہدی مسعود مسیح موعود کے بیان فرمائے ہیں وہ جناب مرزا غلام احمد صاحب میں پائے جاتے تھے یانہیں؟اورکیا یہ صحیح ہے کہ مہدی مسعوداورمسیح موعوددونوں ایک

ہی شخص ہوں گے اور کیا کہیں گے؟ اور ان نافہموں کے جواب میں جناب مہدی علیہ السلام کا فرمان کیا ہوگا؟ مکتوب پنجاہ وپنجم جلد ثانی میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے جو احکام شریعت مستنبط ہوتے ہیں ان کی اقسام کو بیان فرمایا ہے اور ان کے مراتب کے متعلق فرماتے ہیں کہ نبی کے اجتہادین غلطی واقع نہیں ہوسکتی بلکہ بوحی قطعی صواب محقق ازخطائے مخطی متمیز میگشت این باباطل ممتزج نمی ماند که تقریر و تشبیت مبنی بر خطا مجوز نیست۔ یعنی نبی مسائل اجتہادیہ میں خطا پر ہرگز قایم و برقرار نہیں رہ سکتا۔ اس بحث کی تشریح فرماتے ہوئے منجملہ اور امثلہ کے ایک مثال یوں بیان فرماتے ہیں۔

''حضرت عیسیٰ علیه السلام بعد از نزول که متابعت این شریعت خواهد نمود اتباع سنت آن سرور عالم علیه الصلوٰة والسلام خواهد کردو نسخ این شریعت مجوز نیست نزدیك ست که علمائے ظواهر[۱] هر مجتهدات اور اعلیٰ نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام از کمال وقت وغموض ماخذ انکار نمایند ومخالف کتاب وسنت دانند''

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب آپ (دوبارہ) دنیا میں تشریف لائیں گے تو آپ بھی (حالانکہ آپ خود نبی ہوں گے) شریعت محمدیہ کی پیروی کریں گے اور (کوئی

[۱] حضرت مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ علمائے ظواہر ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادی مسائل میں بوجہ کمال دقت وغموض ماخذ انکار کریں مگر یہاں معاملہ بالکل ہی برعکس ہے جتنے جہال اور دین کے علم سے بے بہرہ حضرات ہیں اور جنہیں دوسرے الفاظ میں علمائے ظواہر کہا جاتا ہے وہ مرزا قادیانی کو نافہمی سے مسیح موعود مان رہے ہیں اور جتنے اکابر علماء اور مجدد وقت گزرے ہیں اور موجود ہیں سب مرزا قادیانی کے دعوے کو غلط بتارہے ہیں۔ مثلاً قطب ہند حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہ، جناب مولانا رشید احمد صاحب (گنگوہی)، جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلی، جناب مولانا محمد لطف اللہ (علی گڑھی) صاحب اور کاملین علمائے حرمین شریفین علمائے ظواہر میں داخل ہیں؟ ہرگز نہیں۔

مؤلف القاء ربانی علمائے ظواہر پر مکرر دیانت کو مدنظر رکھ کر غور فرمائیں اور اس عقائد باطلہ سے رجوع فرمائیں۔

بھی اجتہاد آپ کا ایسا نہ ہوگا) جس سے نسخ شریعت محمدیہ لازم آئے ممکن ہے کہ علمائے ظواہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادی مسائل پر بوجہ باریک اور دقیق ماخذ کے انکار کریں اور مخالف کتاب وسنت جانیں۔﴾

مسلمانو! ذرا انصاف سے کہنا خدالگتی کہ مؤلف القاء ربانی نے کس طرح سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قول کو پیش کیا ہے۔ اصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آخر میں جہاں ان کے اجتہاد کا وزن حضرت مجدد الف ثانی نے مثال دیکر بیان فرمایا ہے کہ مثل روح اللہ ومثل امام اعظم کو اس مثال کو بھی تحریر نہیں فرمایا اور مزید بران جہال کو خوش کرنے کے لئے عربی اور فارسی کے پروفیسر ہوتے ہوئے اس فارسی عبارت کا ترجمہ بھی غلط لکھ دیا اور اس ایک مختصر سے حوالہ میں تین دانستہ فریب دہی اور دروغ گوئی سے کام لیا ہے جس کے دل میں ذرا سا بھی نور ایمان اور کچھ بھی خشیت خداوندی ہو وہ ہرگز ایسا فریب جائز نہیں رکھ سکتا۔ چہ جائے کہ مسیح موعود سے بیعت حاصل کر کے تاریکی کے زمانہ سے نکل کر نورانی زمانہ میں اپنے کو داخل سمجھتا ہو۔ اس دانستہ فریب دہی کی وجہ اظہر من الشّمس ہے اگر راست گفتاری سے کام لیا جاتا تو اسی ایک تحریر سے ساری حقیقت منکشف ہوجاتی اور یہ بات ہر انسان سمجھ جاتا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے انہی کے سر مسیح موعود کا مبارک تاج رکھا جائے گا اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو پھر بحث ہی کا خاتمہ ہوگیا۔ مرزا غلام احمد صاحب ایک عام انسان کی ہستی میں نظر آنے لگے پھر الہام کجا اور اس کے صدق وکذب پر بحث کیسی؟ الغرض حضرت مجدد الف ثانیؒ تو یہ فرما رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور کا اجتہاد امام اعظمؒ جیسا ہوگا۔ چنانچہ آگے چل کر آپ یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (جب دوبارہ)

”حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول مذھب امام ابی حنیفہ عمل خواھد کرد یعنی اجتھاد حضرت روح اللہ علیہ السلام موافق اجتھاد امام اعظم خواھد بود نہ آنکہ تقلید این مذھب خواھد کرد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کہ شان او علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از ان بلند ترھست“

﴿تشریف لائیں گے تو امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر آپ کا عمل ہوگا یعنی آپ کا اجتہاد امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کے موافق ہوگا اگرچہ آپ ان کے مقلد نہ ہوں گے کیونکہ آپ کی شان (بوجہ نبی ہونے کے) اس سے بلند تر ہے۔﴾

اس تحریر میں ایک جگہ مجدد صاحبؒ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تحریر فرمایا ہے اور اسی تحریر میں دوسری جگہ آپ نے روح اللہ کہہ کر یاد فرمایا جو کہیں بھی مسیح موعود کا لفظ ارقام نہیں فرمایا حالانکہ اس نام سے بھی وہی بات پیدا ہوتی یہ بھی ایک نہایت ہی لطیف اور باریک نکتہ ہے اور اس سے بھی صاف طور سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے نہ کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب الحاصل مجدد صاحب کے کلام سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادی مسائل امام ابوحنیفہؒ کے موافق ہوں گے اب ناظرین فیصلہ (کریں کہ آیا مرزا صاحب کے مسائل بھی ایسے ہیں یا مرزا قادیانی نے امام صاحب سے مسائل میں اختلاف کیا ہے غرض کہ مجدد صاحب نے مسیح موعود کی جو علامت بیان فرمائی تھی ان کا امام صاحب سے اجتہاد میں متفق ہونا یہ علامت مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے مجدد صاحبؒ کی بھی تحریر کے موافق مرزا صاحب مسیح موعود ہرگز نہ تھے) اب ناظرین مکرر میرے ترجمہ کو غور سے پڑھیں ان پر ایک عجیب حقانیت اور محویت کا عالم طاری ہوگا اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ نزدیک کا ترجمہ نزدیک ہی لکھ دینا اور انکار نمایند کا ترجمہ (انکار کریں گے) قرینہ کے خلاف تحریر کر کے مؤلف القاء ربانی نے جو کچھ عارضی تشفی اپنی جماعت کو دی تھی اس کی کیسی قطع و برید ہوئی۔ خلیفہ جی ملاحظہ فرمائیں۔

۸......فریب

پہلے حوالہ کی جو حقیقت تھی وہ معلوم کرنے کے بعد دوسرے حوالہ پر نظر دوڑائیے خدا کی شان یہاں بھی وہی دانستہ فریب دہی اور مقررہ خدع ہے پوری عبارت یہاں بھی مؤلف القاء ربانی نے تحریر نہیں کی حوالہ بھی غلط دیا۔ مکتوب دو صد و پنجاہ و پنجم جلد اول ص ۲۷۸ء ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ یوں ارقام فرماتے ہیں:

''منقول است کہ حضرت مہدی در زمان سلطنت خود چون ترویج دین نماید و احیاء سنت فرماید عالم مدینہ کہ عادت بعمل بدعت گرفتہ بود و آنرا حسن پنداشتہ ملحق بدین ساختہ از تعجب گوید کہ این مرد رفع دین ما نمود و امانت ملت ما فرمود، حضرت مہدی امر بکشتن آن عالم فرماید و حسنہ او را سیئہ انکار و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم''

منقول ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام اپنے زمانہ سلطنت میں جب دین کی ترویج اور احیائے سنت فرمائیں گے۔ ایک (نافہم) عالم مدینہ جو بدعت کو حسن سمجھ کر اپنے دین میں ملحق کر کے اس پر عمل کرتا ہوگا۔ تعجب سے کہے گا کہ یہ شخص میرے دین اور ملت کو برباد کرتا ہے۔ (جب

حضرت مہدی علیہ السلام کو اس کی حالت کی خبر ہوگی) آپ اس نافہم عالم کے قتل کرنے کا فرمان جاری فرمائیں گے اور جس برے عمل کو (اپنی نافہمی سے) اس نے اچھا سمجھ رکھا تھا۔ اس کی برائی لوگوں پر ظاہر کر دیں گے۔ ایسا مہتمم بالشان فضل اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اللہ اپنے فضل کو جسے چاہے عطاء فرمائے۔ حقیقت میں وہ بڑا ہی صاحب فضل ہے۔

اس مکتوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام بادشاہ وقت ہوں گے اور ان کی ایک مستقل سلطنت ہوگی اور آپ ہی کے شاہی فرمان سے عالم کا نظم ونسق ہوگا۔ آپ غایت درجہ کے متبع سنت ہوں گے اور احیائے سنت فرمائیں گے۔ مدینہ طیبہ کا ایک بدعتی کج فہم عالم ان کے درپے تخریب ہوگا اور لوگوں کو بہکائے گا اور کہے گا کہ یہ شخص اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے میرے دین کو خراب و برباد کرنا چاہتا ہے مگر اس نافہم عالم کا اقتدار حضرت مہدی علیہ السلام کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اس کے فتنہ وشر سے مخلوق خدا کو محفوظ رکھنے کے لئے حضرت مہدی علیہ السلام یہ فرمان جاری فرمائیں گے کہ اس بیہودہ نافہم عالم کو قتل کر ڈالو۔

یہ مہتم بالشان واقعہ حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا۔ مؤلف القاء ربانی مجدد صاحب کی اس تحریر سے مرزا غلام احمد صاحب کو جو ایک معمولی انسان تھے بادشاہ وقت اور مہدی قرار دینا چاہتے ہیں اور بزعم باطل خود پہلے حوالہ سے مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود ثابت کر چکے ہیں اور یوں دونوں خطاب مسیح موعود اور مہدی مسعود کا مرزا غلام احمد صاحب کو عطا فرماتے ہیں جنہیں میں اچھی طرح دکھا چکا ہوں کہ یہ بالکل فریب دہی اور نری جہالت ہے شاید کوئی جاہل اس دام تزدیر میں آجائے تو آجائے ورنہ ایک معمولی فہم کا آدمی بھی بھولے سے کبھی اس تحریر سے یہ خیال نہیں کر سکتا کہ اس تحریر سے مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود ٹھہرے بلکہ ہر ایک شخص ایک ادنیٰ غور وفکر سے اس حقیقت کی تہ تک نہایت آسانی سے پہنچ جائے گا کہ اسی ایک مکتوب سے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود و مہدی مسعود کی غلطی ظاہر ہوگئی کیونکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صرف اسی مکتوب سے یہ تین باتیں صاف طریقہ سے ظاہر ہوتی ہیں (۱) مہدی علیہ السلام کی ایک مستقل سلطنت ہوگی وہ بادشاہ وقت ہوں گے (۲) مدینہ طیبہ کا ایک بدعتی عالم ان کی ترویج دین کو برا سمجھے گا۔ (۳) حضرت مہدیؑ اس کے قتل کا فرمان جاری فرمائیں گے۔ ان تین باتوں میں سے ایک بات بھی مرزا غلام احمد قادیانی میں پائی نہیں جاتی سلطنت تو ایک بڑی چیز ہے ایک خود مختاری نہیں بلکہ ایک غیر اختیاری ریاست کی باگ بھی ان کے ہاتھ میں نہیں رہی پھر

جب سلطنت ہی حاصل نہیں تھی تو یہ اپنے سلطنت کے زمانہ میں ترویج دین کیا خاک کریں گے؟ اورکون سے مدینہ طیبہ کے عالم کے قتل کا فرمان جاری کریں گے؟ کہاں وہ مدینہ طیبہ کا بدعتی عالم ان کے حکم سے قتل کیا گیا اللہ اللہ یہ کس قدر فریب دہی اور سفیہانہ دلیری مؤلف القاء ربانی کی ہے انہوں نے دانستہ ناحق کوشی اور حق پوشی کا شیوہ اختیار کیا ہے اور مجدد الف ثانیؒ کے مکتوب میں سے جتنی عبارت پر میں نے خط دیدیا ہے اسے چھپا رکھا ہے عالم ہو کر خدائی زجر سے بھی خشیت پیدا نہیں ہوتی ولا تکتمو االشهادة ویکتمها فانه آثم قبله ارشاد خداوندی ہے اور جناب اس الٰہی فرمان کے خلاف عمل کرر ہے ہیں۔انا للّٰہ وانا الیه راجعون!

زیادتی وضاحت نیز مزید بصارت کے لئے میں اور چند مکتوب سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اقوال نقل کرتا ہوں۔راستی کے شیدائی اسے پڑھ کر مسرت حاصل کریں۔

’’علامت قیامت که مخبر صادق علیه وعلیٰ آله الصلوٰة والتسلیمات از من خبرداده است حق است احتمال تخلف ندارد که طلوع آفتاب ازجانب مغرب برخلاف عادت وظهور حضرت مهدی علیه الرضوان ونزول حضرت روح اللّٰه علیٰ نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام وخروج دجال وظهور یاجوج وماجوج وخروج دابة الارض ودخانے که از آسمان پیدا شود وتمام مردم رافروگیرد وعذاب دردناك کند مردم از اضطراب گویند اے پروردگار۔ ایں عذاب را از ماد ورکن که ماایمان می آریم وآخر علامات آتش هست که ازعدن خیزد وجماعت از نادانی گمان کنند شخصے را که دعویٰ مهدویت نموده بود از اهل هند مهدی موعود بوده است پس بزعم اینها مهدی گذشته است وفوت شده ونشان سید هند که قبرش در فرامست درواحادیث صحاح که بحد شهرت بلکه بحد تواتر معنی رسیده اند تکذیب ابن طائفه است چه آن سرور علیه وعلیٰ آله الصلوٰة والسلام مهدیٔ راعلامات فرموده هست دراحادیث که درحق آن شخص که معتقد ایشان است آن علامات مفقود اندد ر حدیث نبوی آمده است علیه وعلیٰ آله الصلوٰة والسلام که مهدی موعود بیرون آید وبرسروی پاره ابر که بود دراں ابر فرشته باشد که ندا کند که ایں شخص مهدی است اور امتابعت

کنیدو فرموده علیه وآله الصلوٰۃ والسلام که تمام زمین را مالك شدند چارکس دوکس از مومنان ودوکس از کافران ذوالقرنین وسلیمان از مومنان ونمرود وبخت نصر از کافران مالك خواهد شد آن زمین را شخص پنجم از اهل بیت من یعنی مهدی وفرموده علیه وعلیٰ آله الصلوٰۃ والسلام دنیا نرود تا آنکه بعث کند خدائے تعالیٰ مرد را از اهل بیت من که نام او موافق نام من بود ونام پدرا وموافق نام پدر من باشد پس پر سلذد وزمین دابداد وعدل چنانچه پرشده بود بجو رو ظلم ودرحدیث آمده است که اصحاب کهف اعوان مهدی خواهند بود وحضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیه الصلوٰۃ والسلام درزمان دے نزول خواهد کرده او موافقت خواهد کردیا حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیه الصلوٰۃ والسلام درقتال دجال ودرزمان ظهور سلطنت او درچهاردهم شهر رمضان کسوف شمس خواهد شد ودراوّل آن ماه خسوف قمر برخلاف حساب منجمان وبرخلاف عادت زمان بنظر انصاف بایددید که ایں علامات درآں شخص میت بوده است یا نه وعلامات دیگر بسیار است که مخبر صادق فرموده است علیه وعلیٰ آله الصلوٰۃ والسلام'' (ج۲ مکتوب شصت وہفتم ص۱۹۰)

رسول مقبول علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے جو علامت قیامت کی بیان فرمائی ہے اور آپ ﷺ سے جو کچھ مجھے ملی ہے ہرگز اس میں غلطی اور تخلف کا احتمال نہیں۔ یعنی آفتاب کا پچھّم سے طلوع ہونا، حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظاہر ہونا، حضرت روح اللہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کا نزول فرمانا، یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کا پایا جانا اور ایک ایسے دھواں کا آسمان سے پیدا ہونا جس سے لوگوں کا دم گھٹنے لگے اور لوگ عذاب دردناک میں مبتلا ہوجائیں اور بڑی بے چینی سے خدا کے درگاہ میں زاری کریں کہ اے پروردگار یہ عذاب دردناک ہم لوگ سے دور فرما۔ ہم لوگ تجھ پر ایمان لاتے ہیں۔ پچھلی علامت آگ ہوگی جو عدن سے پیدا ہوگی۔ ایک نادان جماعت گمان کرتی ہے کہ ہند میں مہدی علیہ الرضوان گذر کر چکے ہیں اور اس مہدی کی قبر فرا میں ہے۔ مگر صحاح کی وہ حدیثیں جو حد شہرت بلکہ حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں اس فرقہ باطلہ (حامیان مہدی کاذب) کی تکذیب کر رہے ہیں۔ کیونکہ جو علامت مہدی موعود کی رسول

اللہ ﷺ نے بیان فرمائی وہ اس جھوٹے مہدی میں نہیں پائی جاتی۔ جس کے یہ لوگ معتقد ہیں اور کہتے ہیں کہ مہدی ہند میں پیدا ہوکر ناپید ہوگئے۔ حدیث نبوی میں مذکور ہے کہ مہدی موعود ظاہر ہوں گے اوران کے سر پر ابر کا ایک ٹکڑا ہوگا اوراس ابر میں فرشتہ ہوگا اور یہ فرشتہ پکار پکار کر کہے گا کہ (اے دنیا کے لوگو) یہ شخص مہدی ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دنیا میں اب تک صرف چار ہی شخص ایسے ہوئے ہیں جو تمام زمین کے مالک اور بادشاہ ہوئے۔ دو بادشاہ مسلمان گذرے ہیں۔ سلیمان اور ذوالقرنین اور دو کفار سے نمرود اور بخت نصر یہ چار بڑے جلیل القدر بادشاہ ہوئے۔ تمام روئے زمین پر ان کی سلطنت تھی۔ ان چاروں کے علاوہ میرے اہل بیت سے ایک ایسا پانچواں شخص ہوگا جو تمام زمین کا مالک ہوگا اور وہی مہدی ہوگا۔ نیز فرمایا رسول مقبول ﷺ نے کہ دنیا ختم نہیں ہوگی اور قیامت نہیں آسکتی۔ یہاں تک کہ ظاہر کرے خدا تعالیٰ ایک مرد کو میرے اہل بیت سے اس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے ماں باپ کا نام میرے ماں باپ کے نام کے موافق ہوگا۔ یہ شخص زمین کو جو اس کے ظہور سے پہلے شر وفساد سے بھری تھی۔ آشتی صلح اور انصاف سے بھر دے گا۔ حدیث نبوی میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس کے مددگار اصحاب کہف ہوں گے۔ اس مہدی علیہ الرضوان کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے مہدی قتال دجال میں آپ کی موافقت کریں گے۔ مہدی کے ظہور سلطنت کے زمانہ میں برخلاف عادت زمان وبخلاف حساب منجمان چودہ رمضان شریف کو کسوف شمس ہوگا اوراوّل ماہ رمضان شریف میں خسوف قمر ہوگا انصاف کی نظر سے دیکھنا چاہیے کہ اس فوت شدہ مہدی میں یہ علامت پائی جاتی ہے یا نہیں (نہیں اور ہرگز نہیں) ہاں اور بھی بہتر علامتیں مخبر صادق کی تعلیمات نے بیان فرمائی ہیں۔

حضرت مجدد صاحبؒ اس مکتوب میں علامت قیامت حدیث نبوی سے بیان فرماتے ہوئے مدعیان مسیح کاذب پر استعجاب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس چھوٹے مہدی کی تکذیب کے لئے صحاح کی احادیث کافی ہیں حدیث نبوی میں مہدی کی علامتیں یہ ہیں۔ (۱) مہدی کے سر پر ابر کا ایک ٹکڑا ہوگا ابر میں فرشتہ ہوگا اور فرشتہ پکار پکار کر کہے گا کہ یہ شخص مہدی ہے اس کی اتباع کرو (۲) چار شخص تمام دنیا کے مالک اور بادشاہ ہوئے ہیں مہدی وہ پانچواں شخص ہوگا جو ساری دنیا کا مالک ہوگا اور دنیا کا کوئی حصہ بھی اس کی بادشاہت سے خالی نہیں ہوگا۔ (۳) مہدی دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دے گا۔ ساری دنیا میں سکھ اور امن پیدا ہوجائے گا (۴) نسبی علامت

ان کی یہ ہوگی کہ مہدی آل رسولؐ اور فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا (۵) اس کا نام میرے نام کے موافق اوراس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا (۴) اصحاب کہف اس کے مددگار ہوں گے (۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام مہدی کے زمانہ میں تشریف لاویں گے۔ (۸) دجال کے قتل کرنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موافقت کریں گے (۹) مہدی کے ظہور سلطنت کے زمانہ میں برخلاف عادت زمان و برخلاف حساب منجمان چودہ رمضان المبارک کو سورج گرہن اور اوّل ماہ میں چاند گرہن ہوگا۔

یہ نو اجلی اور روشن علامتیں حدیث نبوی سے بیان فرما کر حضرت مجدد صاحبؒ دریافت فرماتے ہیں کہ تمہارے فوت شدہ مہدی میں یہ علامتیں پائی جاتی ہیں یا نہیں آپ کے مکتوب میں یہ عبارت بنظر انصاف باید دید که این علامت دران شخص میت بوده است یانہ! کس قدر پاکیزہ ہے اور کیسا حرف بحرف جماعت قادیانی پر صادق آتی ہے۔ میں بھی مجدد صاحبؒ کے سوال کو مؤلف القاء ربانی کے سامنے پیش کر کے دریافت کرتا ہوں کہ یہ علامتیں اور یہ نشانات باہرہ جو مجدد صاحب کے مکتوب میں حدیث نبوی مذکور ہیں اور جن کے مکتوب کو آپ مسلم الثبوت مان کر حقیقت مہدی میں جواباً پیش کرتے ہیں آپ کے جناب مرزا غلام احمد صاحب متوفی میں پائے جاتے تھے یا نہیں (نہیں ایک بھی نہیں ہرگز نہیں) جواب اس کا نفی میں دیجئے یا اثبات میں یا حکیم خلیفۃ المسیح سے دریافت فرما کر ہاں کہیئے یا نہیں جو فرمایئے صاف فرمایئے۔ اب ایچ پیچ کا وقت باقی نہیں رہا اب وہ وقت آ گیا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے دکھا دیا جائے اما الزبد فیذهب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ آفتاب کی گردش کی طرح قیامت تک اگر آپ اس کے جواب دینے کی کوشش کرتے رہیں اور اسی ہیر پھیر میں لگے رہیں پھر بھی اسے ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ علامات مرزا غلام احمد قادیانی میں پائے جاتے تھے اگر دنیا کے اندر راستی کوئی چیز ہے اور:

راستی موجب رضائے خداست
کس ندیدم که گم شده ازره راست

پر عمل کرنا مسلمان کا سب سے پہلا شعار ہے تو آپ بے تردد یہ کہہ سکتے ہیں کہ واقعی یہ علامات مرزا غلام احمد قادیانی میں نہیں پائے جاتے تھے۔ خدا کے فضل اور اس کی ہدایت سے تو مجھے ایسی ہی امید رکھنی چاہیے مگر القاء ربانی کا غلط طرز استدلال زبان حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ مؤلف

القاء ربانی اس تحریر کے بعد گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کی صورت اختیار کریں گے۔ الحاصل آپ کے مسلم الثبوت مکتوب سے یہ بات صاف طور سے معلوم ہوگئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود تو کجا مہدی موعود بھی نہ تھے۔ آپ کو یہ پڑھ کر حیرت ہوگی کہ میں مسیح موعود کو اور مہدی موعود کو جدا جدا دو شخص تصور کرتا ہوں اور آپ کے خیال میں یہ دونوں ایک ہی شخص ہیں آپ القاء ربانی کے ص۳ سطر۴ میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی غرض مہدی مسعود و مسیح موعود دونوں آپ کے نزدیک ایک ہی بزرگ کا خطاب ہے۔ لیکن یہ آپ کی نری جہالت ہے دیانت انصاف اور حق پسندی موعود اور نیز یہ تفریق ایجاد بندہ نہیں کہ آپ چون و چرا فرمائیں۔ خود مجدد صاحبؒ کے مکتوب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام درزمان وے نزدل خواہد کرد۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں تشریف لائیں گے دیکھئے کیسی کھلی کھلی شہادت ہے اور کس قدر صاف تحریر ہے۔ اب مجال دم زدن نہیں یارائے گفتگو باقی نہیں کون کہ سکتا ہے کہ دونوں ایک ہی شخص کا خطاب تھا اور وہ بھی مرزا غلام احمد صاحب کا استغفر اللہ من الفہم السقیم بیشک حضرت مجدد صاحبؒ کے کلام سے جناب مہدی علیہ السلام و حضرت مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کے تہ تک پہنچنے میں بڑی مدد ملتی ہے اور واقعی اس بیش بہا اور آپ کے مسلم الثبوت مکتوب سے یہ بات آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نہ مسیح موعود تھے نہ مہدی مسعود، مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور مہدی یوں نہ تھے کہ ان میں وہ علامات پائے نہیں جاتے جن کو مجدد صاحبؒ نے بیان فرمایا ہو نہ بیچارے کو سلطنت نصیب ہوئی نہ ان کے فرمان سے عالم مدینہ قتل کیا گیا۔ نہ ان کے سر ابر کا ایک ٹکڑا بطور نشان ظاہر ہوا نہ اس سے فرشتہ نے آواز دی کہ یہ مہدی ہیں ان کی اتباع کرو نہ مرزا غلام احمد قادیانی آل رسول اور حضرت فاطمہؓ کے اولاد سے تھے۔ مرزا کا لفظ خود ہی شہادت کے لئے کافی ہے۔ نہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں برخلاف عادت زمان اور برخلاف حساب منجمان چودہ ۱۴ رمضان شریف کو کسوف شمس اور اس کے اوّل ماہ میں خسوف قمر ہوا۔ مرزا قادیانی کے گھٹی میں یہ بات پڑی تھی اور ان کی طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی کہ جہاں کہیں قرآن مجید کی آیتیں اور صحاح کی حدیثیں آپ کے مفروضہ اور خیال باتوں کے معارض نکلیں۔ سرے سے اسے رد کر دیا یا موضوع کہہ دیا یا اس کے معنی کچھ ایسے ہیر پھیر سے بیان فرمائے جیسے لفظ سے مطلق تعلق اور مناسبت نہیں اور اس کے پردہ پوشی کے لئے کہیں تو یہ فرما دیا کہ

ان میں ظاہر اور بطن ہوا کرتے ہیں یہ تفسیر باطنی ہے یا الہام خداوندی ہے، کون ہے جو خدا کی باتوں کو رد کر سکے اور اگر خیر سے کوئی ضعیف حدیث یا عامیانہ باتیں کسی پہلو سے (اگرچہ وہ پہلو غلط ہی کیوں نہ ہو) اپنے خیال کے کس قدر مناسب نکل آئیں تو مالا یدرک کلہ لا تیرک کلہ کے رو سے بڑی طول طویل مگر پیچیدہ اور بے سروپا جملوں سے ربط دیتے ہوئے لکھ دیا کہ فلاں شخص نے جو یہ پیشگوئی کی ہے اس کا مصداق میں ہوں اور یہ حدیث جو میں پیش کر رہا ہوں۔ خاص میری ہی شہادت کے لئے جو زمانہ میں کس قدر جہالت اور تاریکی پیدا ہوگئی ہے کہ لوگ حدیث کو بھی وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے یہ اندھیرا ہے اور یہ غضب ہے وغیرہ وغیرہ۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اس مکتوب میں حضرت مجدد صاحبؒ ۹ علامتیں حدیث نبوی سے بیان فرماتے ہیں آٹھ سے مرزا قادیانی کی تحریریں بالکل دم بخود ہیں اور نویں علامت یعنی رمضان شریف کے اول ماہ میں چاند گہن اور اس کے ۱۴ تاریخ کو سورج گرہن کا ہونا۔ جو زمانہ کے عادت اور منجم کے حساب کے بالکل خلاف بطور خرق عادت اور معجزہ کے ہوگا۔ اس طرح پر تو واقع نہیں ہوا۔ مگر اتفاق سے زمانہ کے عادت کے موافق اور نجوم کے مقررہ قاعدہ پر رمضان شریف میں چاند گہن اور سورج گہن ہوا۔ بس لگے کہنے کہ دیکھو زمین آسمان دونوں نے میری شہادت دی خدا کی پناہ یہ افتراء اور یہ غلط ادعا۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات نہایت ہی حیرت خیز ہے۔

قبل اس کے کہ میں اس پر کافی روشنی ڈالوں مرزا صاحب کی کتاب سے تھوڑی عبارت نقل کئے دیتا ہوں اسے ملحوظ خاطر فرما کر ذیل کی بحث کو ملاحظہ فرمائیں۔ جناب مرزا قادیانی (کتاب البریہ ص ۶۷ خزائن ج ۱۳ ص ۹۲،۹۱) میں تحریر فرماتے ہیں: ''اور ہم یقینی طور پر ہر ایک طالب حق کو ثبوت دے سکتے ہیں کہ ہمارے سید و مولانا آنحضرتﷺ کے زمانہ سے آج تک ہر ایک صدی میں ایسے باخدا ہوتے رہے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ غیر قوموں کو آسمانی نشان دکھلا کر ان کو ہدایت دیتا رہا ہو۔ جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی اور ابوالحسن خرقانی اور ابو یزید بسطامی اور جنید بغدادی اور محی الدین ابن عربی اور ذوالنون مصری اور معین الدین چشتی اجمیری اور قطب الدین بختیار کاکی اور فرید الدین پاک پٹنی اور نظام الدین دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور شیخ احمد سرہندیؒ اسلام میں گذرے ہیں اور ان لوگوں کا ہزار تک عدد پہنچا ہے اور اس قدر ان لوگوں کے خوارق علماء اور فضلاء کی کتابوں میں منقول ہیں کہ ایک متعصب کو باوجود سخت تعصب کے آخر ماننا پڑتا ہے کہ یہ لوگ صاحب خوارق و کرامات تھے۔''

پھر (سرمہ چشم آریہ کے ص۱۴، ۱۷،خزائن ج۲ص۴۹،۴۵) میں مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں: ’’اگر ہم خداتعالیٰ کی قدرتوں کو غیر محدود مانتے ہیں تو یہ جنون اور دیوانگی ہے کہ اس کی قدرتوں پر احاطہ کرنے کی امید رکھیں کیونکہ اگر وہ ہمارے مشاہدہ کے پیمانہ میں محدود ہوسکیں تو پھر غیر محدود اور غیر متناہی کیونکر رہیں اور اس صورت میں نہ صرف یہ نقص پیش آتا ہے کہ ہمارا فانی اور ناقص تجربہ خدائے ازلی اور ابدی کی تمام قدرتوں کا حد بست کرنے والا ہوگا بلکہ ایک بڑا بھاری نقص یہ ہے کہ اس کی قدرتوں کے محدود ہونے سے وہ خود بھی محدود ہوجائے گا۔اور پھر یہ کہنا پڑے گا کہ جو کچھ خداتعالیٰ کی حقیقت اور کنہ ہے ہم نے سب معلوم کرلی اور اسکے گہراؤ اور تہ تک پہنچ گئے ہیں اور اس کلمہ میں جس قدر کفر اور بے ادبی اور بے ایمانی بھری ہوئی ہے وہ ظاہر ہے حاجت بیان نہیں سو ایک محدود زمانہ کے محدود در محدود تجارب کو پورا پورا قانون قدرت خیال کرلینا اور اس پر غیر متناہی سلسلہ قدرت کو ختم کردینا اور آئندہ کے لئے اسرار کھلنے سے ناامید ہوجانا ان پست نظروں کا نتیجہ ہے۔جنہوں نے ذوالجلال کو جیسا کہ چاہیے شناخت نہیں کیا۔‘‘

مرزا صاحب کی پہلی تحریر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد مصلح مامور من اللہ ہوتے رہتے ہیں جن سے بیشمار نشانات خوارق وکرامات ظاہر ہوتے ہیں ان برگزیدگان اور خاصان خدا سے اصلاح خلق اللہ ہوا کرتی ہے اور انہیں کے مبارک فیض سے اسلام کا باغ سرسبز اور شاداب ہرا بھرا دکھلا دیتا ہے انہیں میں مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ اور محی الدین عربی وغیرہ وغیرہ تھے۔

دوسری تحریر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خداتعالیٰ کی قدرت غیر محدود ہے اور انسان کے تجارب محدود اپنے فہم سے قانون قدرت کو محدود مان لینا اور کسی خارق عادت اور معجزہ کے نسبت یہ کہہ دینا کہ یہ فطرت اور قانون قدرت کی خلاف ہے اس لئے غلط ہے کفر بے ادبی اور بے ایمانی میں داخل ہے۔ اور ایسے شخص نے خدائے ذوالجلال کو جیسا کہ چاہئے نہیں پہچانا۔ان دو باتوں کو خوب اچھی طرح ذہین نشین فرما کر مرزا قادیانی کے ذیل کی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا قادیانی (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶تا۴۸، خزائن ج۱۱ص۳۳۰تا۳۳۲) میں تحریر فرماتے ہیں: ’’پیش گوئی اصل الفاظ جو امام محمد باقر سے دارقطنی میں مروی ہیں یہ ہیں۔ان لمهدینا ایتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض ینکسف القمر لاول لیلة من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منه الخ یعنی ہمارے مہدی کی تائید اور تصدیق کے لئے

دونشان مقرر ہیں۔اور جب سے کہ زمین وآسمان پیدا کئے گئے وہ دونشان کسی مدعی کے وقت ظہور میں نہیں آئے اور وہ یہ ہیں کہ مہدی کے ادعا کے وقت میں چانداس پہلی رات میں گرہن ہوگا جو اس کے خسوف کے تین راتوں میں سے پہلی رات ہے یعنی تیرہویں رات اور سورج اس کے گرہن کے دنوں میں سے اس دن گرہن ہوگا جو درمیان کا دن ہے یعنی اٹھائیس ۲۸ تاریخ کو اور جب سے دنیا پیدا ہوئی جو کسی مدعی کے لئے یہ اتفاق نہیں ہو کہ اس کے دعویٰ کے وقت میں خسوف رمضان میں ان تاریخوں میں ہوا ہو۔آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا اس غرض سے نہیں تھا کہ وہ خسوف وکسوف قانون قدرت کے برخلاف ظہور میں آئے گا اور نہ خدیث میں کوئی ایسا لفظ ہے بلکہ صرف یہ مطلب تھا کہ اس مہدی سے پہلے کسی مدعی صادق یا کاذب کو یہ اتفاق نہیں ہوا ہوگا کہ اس نے مہدویت یا رسالت کا دعویٰ کیا ہو اور اس کے وقت میں ان تاریخوں میں رمضان میں کسوف خسوف ہوا ہو۔“ پھر علما نے اہل سنت والجماعۃ کو برا بھلا کہتے ہوئے آگے چل کر یوں لکھتے ہیں۔”یہودیوں کے لئے خدانے اس گدھے کی مثال لکھی جس پر کتابیں لدی ہوں مگر یہ خالی گدھے ہیں اور اس شرف سے بھی محروم ہیں جو ان پر کوئی کتاب ہو۔ ہر ایک عقلمند جس کو ذرا انسانی عقل میں سے حصہ ہو سمجھ سکتا ہے کہ اس جگہ لم تکونا کا لفظ آیتوں سے متعلق ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ دونوں نشان بجز مہدی کے اور کسی عطا نہیں کیے گئے۔پس اس جگہ یہ کہاں سے سمجھا گیا کہ یہ کسوف خسوف خارق عادت ہوگا۔بھلا اس میں وہ کونسا لفظ ہے جس سے خارق عادت سمجھا جائے اور جبکہ مطلوب صرف یہ بات تھی کہ ان تاریخوں میں کسوف خسوف رمضان میں ہونا کسی کے لئے اتفاق نہیں ہوا صرف مہدی موعود کے لئے اتفاق ہوگا تو پھر کیا حاجت تھی کہ خدا تعالیٰ اپنے قدم نظام کے برخلاف چاند گرہن پہلی رات میں جبکہ خود چاند کی کالعدم ہوتا ہے کرتا خدانے قدیم سے چاند گرہن کے لئے ۱۳،۱۴،۱۵اور سورج گرہن کے لئے ۲۷،۲۸،۲۹ مقرر کر رکھے ہیں سو پیش گوئی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یہ نظام اس روز ٹوٹ جائے گا جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ گدھا ہے نہ انسان۔“ پھر اسی کتاب میں فرماتے ہیں:”اے اسلام کے عار مولویو ذرا آنکھیں کھولو اور دیکھو کس قدر تم نے غلطی کی ہے۔جہالت کی زندگی سے تو موت بہتر ہے صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث میں کسوف خسوف کو بے نظیر نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ اس نسبت کو بے نظیر ٹھہرایا گیا ہے۔جو مہدی کیساتھ اس کہ واقع ہے۔“ پھر مرزا غلام احمد قادیانی (حقیقت الوحی ص۱۹۶، خزائن ج۲۳ ص۲۰۴،۲۹۳) میں یہ بیان کرتے ہوئے کہ چاند کی پہلی رات کو قمر نہیں کہتے ہلال کہتے ہیں قمر کا اطلاق محاورہ عرب میں

تیسری رات کے چاند سے شروع ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک ساتویں رات سے قمر بولا جاتا ہے۔ چاند کی پہلی رات سے مراد تیرہویں رات ہے اور سورج کے بیچ کے دن سے مراد اٹھائیسواں دن ہے تحریر فرماتے ہیں۔ ''اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ کسی مدعی نبوت یا رسالت کے وقت میں یہ دونوں گرہن رمضان میں کبھی کسی زمانہ میں جمع ہوئے ہیں تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دے خاص کر یہ امر کس کو معلوم نہیں کہ اسلامی سن یعنی تیرہ سو برس میں کئی لوگوں نے محض افتراء کے طور پر مہدی موعود ہونے کا دعویٰ بھی کیا بلکہ لڑائیاں بھی کیں مگر کون ثابت کر سکتا ہے کہ ان کے وقت میں چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان کے مہینہ میں دونوں جمع ہوئے تھے اور جب تک یہ ثبوت پیش نہ کیا جائے تب تک بلاشبہ یہ واقعہ خارق عادت ہے۔ کیونکہ خارق عادت اسی کو تو کہتے ہیں کہ اس کی نظیر دنیا میں نہ پائی جائے۔ اور صرف حدیث ہی نہیں بلکہ قرآن شریف نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے دیکھو آیت وخسف القمر و جمع الشمش والقمر!''

پھر اسی کتاب کے (ص۱۹۷،خزائن ج۲۲ ص۲۰۵) میں تحریر فرماتے ہیں: ''اور اس حدیث سے بڑھ کر اور کون سی حدیث صحیح ہوگی۔ جس کے سر پر محدثین کی تنقید کا بھی احسان نہیں بلکہ اس نے اپنی صحت کو آپ ظاہر کر کے دکھلا دیا کہ وہ صحت کے اعلیٰ درجہ پر ہے۔''

پھر جناب مرزا غلام احمد (رسالہ جاء الحق وسراج منیر ص ۵۸،خزائن ج۱۲ ص۶۷) میں تحریر فرماتے ہیں اٹھارہویں پیش گوئی۔ یہ پیش گوئی وہ ہے جو (براہین احمدیہ کے ص۲۴۰،خزائن ج۱ ص۲۶۶) میں مندرج ہے قل عندی شهادة من الله فهل انتم مومنون۔ قل عندی شهادة من الله فهل انتم مسلمون۔ یعنی کہہ میرے پاس خدا کی ایک گواہی ہے پس کیا تم اس پر ایمان لاؤ گے کہہ میرے پاس خدا کی ایک گواہی ہے کیا تم اس کو قبول کرو گے یہ دونوں فقرے بطور پیش گوئی کے ہیں اور اسی آسمانی نشانوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو بطور پیش گوئی کے ہوں کیونکہ خدا کی گواہی نشان کو ملاتی ہو چنانچہ بعد اس کے یہ گواہی کہ خسوف کسوف رمضان میں کیا۔ جیسا کہ آثار میں مہدی موعود کے نشانیوں میں آچکا تھا۔''

یہ ہیں مرزا قادیانی کے غلط اور پیچیدہ استدلال جو آپ نے دارقطنی کی ایک ضعیف حدیث سے کیا ہے۔ دارقطنی کی وہ حدیث یہ ہے:

محمد بن علی قال ان لمهدينا اٰيتين لم تكونا منذ خلق السمٰوٰت والارض ينكسف القمر لاول ليلة من رمضان و تنكسف الشمس فى النصف

منه و لم تکونا منذخلق اللّٰہ السموات والارض!

یعنی محمد بن علی کہتے ہیں کہ ہمارے مہدی کے لئے دونشان ہیں اور وہ نشان ایسے ہیں کہ زمین آسمان کی جب سے پیدائش ہوئی ہے کبھی ان نشان کا ظہور نہیں ہوا۔ وہ دونشان یہ ہیں کہ رمضان شریف میں قمر کی پہلی رات کو چاند گہن اور سورج گہن ایسے ہیں کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان پیدا کیا ان نشانوں کو ظاہر نہیں فرمایا اوران کا ظہور نہیں ہوا۔

دارقطنی نے عمرو بن شمر سے اس حدیث کو روایت کیا ہے جو محدثین کے نزدیک کذاب ہے اوراس کذاب نے جابر کے واسطے سے محمد بن علی سے اس روایت کو نقل کیا ہے اب جابر اور محمد علی کئی ہیں خدا جانے مرزا قادیانی ہر جگہ کیونکر جناب امام باقرؒ کو راوی بتاتے ہیں۔ بہر کیف مجھے دیکھنا یہ ہے کہ یہ حدیث کی پیش گوئی پوری ہوئی یا نہیں۔ حدیث کا لفظ لفظ اس بات کا شاید حال ہے۔ کہ یہ گہن نہایت ہی عظیم الشان اور بطور خرق عادت ہوگا نہ کہ معمولی طور پر جو حسب معمول ہوا کرتا ہے۔ معمولی گہنوں کو اس پیش گوئی کا مصداق کہنا آفتاب صداقت پر خاک ڈالنا ہے اور بخیال مرزا قادیانی درپردہ حضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وجناب امام باقر علیہ السلام کی توہین اور تکذیب کرتی ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنے کو اس حدیث کا مصداق ٹھہرانے کے لئے چند در چند اتراون سے کام لیا ہے اوران سے بڑی بڑی فاش غلطیاں اس حدیث کی تفہیم میں سرزد ہوئی ہیں پہلی غلطی ینکسف القمر لاول لیلة من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منه کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ چاند اس پہلی رات میں گرہن ہوگا جو اس کے خسوف کے تین راتوں میں سے پہلی رات ہے یعنی تیرہویں رات اور سورج اس کے گرہن کے دنوں میں سے اس دن گرہن ہوگا جو درمیان کا دن ہے یعنی اٹھائیس تاریخ کو۔ اگر قابلیت اسی کا نام ہے اور عربی زباندانی کا ماہر وہی شخص کہلا سکتا ہے جو رجل کا ترجمہ مردوں کے محمدی بیگم لکھ دے اور امراۃ کا ترجمہ عورت نہ کر کے مرزا قادیانی کی عربی دانی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس پر یہ دلیری کہ علمائے اہل حق کو الزام دیتے ہیں برا کہتے ہیں جاہل بتاتے ہیں کہ ان لوگوں کہ محاورہ عرب کی خبر نہیں مرزا قادیانی تو فوت ہو گئے مگر میں حکیم نورالدین قادیانی سے دریافت کرتا ہوں کہ ینکسف القمر لاول لیلة محاورہ عرب میں کہاں تیرھویں رات کے چاند کے گہن پر بولا جاتا ہے اور کہاں محاورہ عرب میں کسی درمیانی رات یا دن کو نصف بولتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت کے قصاید نیز لغات عربیہ میں کثرت سے یہ

محاورہ پایا جاتا ہے کہ قمر کا اطلاق مہینہ بھر کے کل راتوں کے چاند پر ہوتا ہے اور آدھے کی جگہ نصف بولتے ہیں اور بیچ کو وسط بولا کرتے ہیں اگرچہ یہ قصاید وغیرہ عربی علم ادب کی مسلم کتابیں ہیں پھر بھی فانی مخلوق کی زبان اور ان کی تصنیف بالآخر فنا کا مرتبہ رکھتی ہے اس لئے میں اس محاورہ کے ثبوت میں زندہ محاورہ اور زندہ شاہد یعنی قرآن مجید پیش کرتا ہوں۔ قادیانی جماعت میں علامہ جناب حکیم نورالدین صاحب ہیں اور وہ علمی فضائل میں مشہور ہیں وہ بھی مرزا قادیانی کے محاورہ کو قرآن مجید سے ثابت کر دیں۔ قمر کا اطلاق محاورہ عرب میں اس کے پورے دورہ پر بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ والقمر قدرنا ہ منازل حتی عادکالعرجون القدیم ۔ میں نے قمر کے منازل کو انداز کر رکھا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ کر اپنی اگلی حالت پر آجاتا ہے۔ بیچ کی جگہ محاورہ عرب میں وسط بولتے ہیں وکذالک جعلنا کم امۃ وسطاً۔ اے امت محمدیہ ﷺ میں نے تم کو درمیانی امت گردانی۔ نصف محاورہ عرب میں ہرگز وسط اور درمیان پر نہیں بولا جاتا بلکہ آدھے کی جگہ بولتے ہیں۔ ملاحظہ ہو یاایھا المزمل قم الیل الا قلیلا نصفہ اونقص منہ قلیلا اوز دعلیہ۔

اے کملی اوڑھنے والے (مراد محبوب خدا حضرت رسول مقبول ﷺ) تو رات میں کھڑا ہوا کر مگر تھوڑا (یعنی اعتدال کو مد نظر رکھ کر) آدھی رات یا کم کر اس سے یا کچھ زیادہ۔ بنابر تحقیق و تحریر مرزا صاحب اگر قمر کا اطلاق محاورہ عرب میں پورے ماہ کے دورہ پر نہیں ہوتا تو ارشاد خداوندی یوں ہونا چاہیے تھا۔ والھلال و القمر والبدر والحاق قدر ناہ منازل الخ حالانکہ آیت مذکورہ میں صرف مطلق قمر ہے اور ایسی ہی اگر درمیان کی جگہ محاورہ عرب نصف بولتے تو ارشاد خداوندی یہاں ہوتا وکذالک جعلنا کم امۃ نصفاً۔ مگر قرآن وسطاً بتا رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ وسط کی جگہ نصف بولنا محاورہ عرب میں ناجائز کیا بالکل ہی غلط ہے۔ اور پھر اگر نصف کے معنی وسط کے صحیح ہوتے اور آدھے کی جگہ محاورہ عرب میں وسط بولا جاتا تو طرز بیان قرآن مجید یوں ہوتا۔

یاایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا وسطہ اونقص منہ قلیلا اوزد علیہ۔ اس محاورہ سے بھی قرآن ساکت ہے اور نصف کی جگہ وسط بولنا قرآن کے زندہ محاورہ کے بالکل ہی خلاف ہے۔ بر تقدیر اول مرزا صاحب کی تحریر سے قرآن مجید پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ تقدیر منازل محض قمر سے نہیں ہوتا بلکہ ہلال بدر محاق ان تینوں کے ساتھ قرآن نے ایسا جملہ

بیان کیا جس سے مقصود اصلی فوت ہوتا ہے اور نعوذ باللہ قرآن شریف فصیح دبلیغ نہیں۔

وبرتقدیر ثانی آیت موخرالذکر کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اے کملی اوڑھنے والے تورات کو کھڑا ہو کر مگر تھوڑا۔ ٹھیک دوپہر رات یا اس سے کچھ کم کر یا زیادہ یعنی ساڑھے گیارہ بجے رات سے ساڑھے بارہ بجے تک تورات کو قیام کر سکتا ہے۔ اور یہ ہرگز مقصود خداوندی اور عنوان بیان قرآن نہیں۔ حضرت رسول مقبول ﷺ رات رات بھر جاگتے تھے اور اتنا قیام فرماتے تھے کہ آپ کا قدم مبارک ورم کر جاتا تھا حتی ورمت قدماه۔ حدیث نبویؐ میں مذکور ہے خدا نے آپ ﷺ کی اس قدر ریاضت دیکھ کر اپنے محبوب سے فرمایا کہ تورات کو اس قدر مت قیام فرما رات نیند اور سکھ اور دن بھر کی تھکان رفع کرنے کے لئے بنائی گئی۔ اس میں اس قدر شاقہ محنت نہ کرنی چاہئے۔ جس سے جسمانی صحت جاتی رہے اور ترک فرائض بھی لازم آئے پس آدھی رات یا کچھ کم وبیش تک قیام کرنا کافی وافی ہے اور چونکہ آپ اولوالزم نبی اور مفتخر دمقتدیٰ بنی آدم تھے صحابہ آپ کے شیدائی تھے قدم بقدم آپ کی اتباع کو فرض تصور کرتے اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمتہ للعلمین کا لقب عطا فرمایا ہے اور یہ لقب بالکل ہی حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے اس لئے اپنے حبیب کے طرز عمل سے یہ بات ظاہر کر دی کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے عبادت نافلہ کو ایک انداز سے ادا کرنا چاہئے۔

معزز ناظرین! اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ محاورہ عرب سے نابلد مرزا غلام احمد قادیانی تھے یا علماء اہل حق ہیں؟ مرزا قادیانی اپنی کج فہمی سے کج بحثی میں کچھ اس قدر الجھتے ہیں اور وہ باتیں تحریر کر جاتے ہیں جو خدا کے مقدس اور پاک ارشاد کے خلاف ہوتا ہے مگر بندہ خدا کے سر پر جوں تک نہیں رینگتی ہے۔ ینکسف القمر لاوّل لیلة کا ترجمہ تیرہویں رات بالکل ہی غلط ہے حدیث کے لفظ سے یہ ترجمہ مطابقت نہیں رکھتا۔ بلکہ سراسر اس کے خلاف ہے مراتب قمر پر بھی اگر لحاظ کیا جائے تو بھی یہ ترجمہ غلط ہے کونکہ محاورہ عرب میں مطلقاً قمر کا اطلاق اس کے پورے دورہ اور پورے ماہ پر ہوتا ہے ہاں مراتباً ابتدائی دو دو راتوں کے قمر کو ہلال چودھویں کے قمر کو بدر اور ۲۷۔۲۸۔۲۹ کے قمر کو محاق بولتے ہیں۔ اس مراتب پر خیال کر کے زیادہ سے زیادہ تیسری رات ترجمہ کر سکتے ہیں۔ تیرھویں رات تو درمیانی رات ہے۔ اگر حدیث میں مدنظر تیرھویں رات کا اظہار ہوتا تو لاول لیلة کی جگہ لیلة الوسطیٰ ہوتا۔ یہ کیسی فاش غلطی ہے۔

دوسری غلطی

وتنکسف الشمس فی النصف منه سے کسوف شمس کا نصف مراد لینا

محاورہ عرب کے بالکل ہی خلاف ہے میں نے قرآن مجید کا زندہ محاورہ پیش کر دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محاورہ عرب میں درمیان کی جگہ وسط بولتے ہیں نہ کہ نصف۔ تو پھر مرزا قادیانی کا یہ لکھنا کہ سورج اس کے گرہن کے دنوں میں سے اس دن گرہن ہوگا جو گرہن کا درمیانی دن ہے۔ کس قدر کھلی غلطی ہے۔

مرزا قادیانی اسلام کے آفتاب میں گرہن لگانا چاہتے ہیں مگر واللہ متم نورہ ارشاد خداوندی ہے۔ سرمو اس کے خلاف ہو نہیں سکتا اور اس سے بھی زیادہ جہالت کی بات یہ ہے کہ تنکسف الشمس فی النصف منه میں منہ کی ضمیر مذکر صاف رمضان کی طرف پھرتی ہے اس ضمیر کو مرزا صاحب شمس کی طرف یا من ایام کسوف الشّمس کی طرف یا خدا جانے کس طرف راجع فرماتے ہیں حدیث شریف میں سوائے رمضان کے اس ضمیر کا کوئی مرجع مذکور نہیں اور لطف تو یہ ہے کہ مرزا صاحب محاورہ عرب پر گفتگو کر رہے ہیں مگر اتنا بھی خیال نہیں رکھتے کہ نصف کا ترجمہ درمیان درست نہیں بلکہ یہ تو وسط کا ترجمہ ہے۔ عربی علم ادب میں مقابلی کا بہت کچھ خیال رہتا ہے اور ظاہر کہ اول کا مقابل نصف ہے نہ کہ وسط۔

تیسری غلطی

مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’ہر ایک عقلمند جس کو ذرہ انسانی عقل میں سے حصہ ہو سمجھ سکتا ہے کہ اس جگہ لم تکونا کا لفظ آیتیں سے متعلق ہے (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۷، خزائن ج۱۱ ص۳۳۱) مرزا قادیانی کے نزدیک ہر معمولی عقل وفہم والا انسان قرآن اور احادیث کے مطلب کو سمجھ سکتا ہے اور وہ بھی اس درجہ پر سمجھ سکتا ہے کہ عربی عبارت کی ترکیب بھی بتلا دے یعنی خود سمجھ جائے نیز اوروں کو سمجھا دے میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک بڑے سے بڑا فلاسفر بھی جو تمامی زبان پر عبور رکھتا ہو مگر عربی زبان دانی سے اس کے کان آشنا نہ ہوں۔ وہ کیوں کر عربی عبارت کی تشریح کر سکتا ہے اور اس کی صحت وعدم صحت کو پرکھ سکتا ہے۔ عربی عبارت سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت ہے نہ کہ معمولی عقل کی۔ یہ تو بالکل ہی طفلانہ تسلی ہے۔ جب تو مرزا قادیانی کے ماننے والے اکثر نا قابل اور جاہل ہیں الا ماشاء اللہ جسے خدا نے علم عطا فرمایا ہے اور عربی زبان دانی سے واقف ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ صرف لم تکونا آیتیں سے متعلق نہیں بلکہ لم تکونا منذ خلق السمٰوات والارض یہ پورا جملہ آیتیں سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی تشریح کرتا ہے ورنہ منذ خلق السمٰوات والارض کی پھر بیکار ضرورت ہی کیا تھی۔ تمام دنیا اس بات کو جانتی ہے اور خود

مرزا قادیانی اس بات کو مان رہے ہیں کہ تیرہ چودہ پندرہ۔ تین راتوں میں چاند گہن اور ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ان تین دنوں میں سورج گرہن مقررہ نظام عالم ہے اور ان تاریخوں میں برابر چاند گہن اور سورج گہن طبعی نظام پر ہوتا رہتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ ان تاریخوں میں گرہن نہیں ہوا نعوذ باللہ غلط اور واقعات کے خلاف ہے۔ کوئی ذی علم قادیانی منذ خلق السمٰوات والارض کو محذوف مان کر اس حدیث کی ترکیب بیان کرے اور اس جملہ کے مرزا قادیانی کے خیال کے اعتبار سے ذکر کرنے کی وجہ ظاہر کرے۔

چوتھی غلطی

لم تکونا منذ خلق السمٰوات والارض کا لفظی ترجمہ یہ ہے وہ دونشانیاں جب سے دنیا پیدا ہوئی نہیں ہوئیں اور مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں کسوف خسوف کو بے نظیر نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ اس نسبت کو بے نظیر ٹھہرایا گیا۔ کیا خوب اگر اس بے نظیر نسبت اظہار مطلوب تھا تو صرف لم تکن کافی تھا تکونا تثنیہ کی کیا ضرورت تھی مزید برآں جو شے کہ عامتہ الورود ہو اور جس کا دورہ برابر بقاعدہ علم نجوم ہوتا رہے وہ ہرگز بے نظیر نہیں اور جو خود بے نظیر نہیں اس کی نسبت بے نظیر کیونکر ہوسکتی ہے؟ زیادہ تعجب تو اس پر ہے کہ مرزا قادیانی لم تکونا کو آیتیوں کے متعلق بتا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ نسبت ہی بے نظیر ہے اور پھر فرما رہے ہیں کہ یہ کسوف خسوف بے نظیر نہیں ٹھہرایا گیا آپ ہی اقرار بھی کرتے ہیں کہ یہ نشانی بے نظیر ہے اور آپ ہی انکار بھی کرتے ہیں کہ یہ قدیم نظام عالم اور معمولی گہن ہے جو ہمیشہ اپنے مقرر وقت پر ہوتا رہتا ہے۔ گہن کے آثارات سے یہی انسانی قویٰ میں مختلف اثر باعتبار استعداد بدنی ہوا کرتا ہے چونکہ چاند اور سورج دونوں کے گرہن پر مرزا قادیانی نے نظر دوڑائی اس لئے طبیعت میں مختلف اثر پیدا ہوگیا۔

پانچویں غلطی

مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا اس غرض سے نہیں تھا کہ وہ کسوف خسوف قانون قدرت کے برخلاف ظہور میں آئے گا اور حدیث میں کوئی ایسا لفظ ہے بلکہ صرف یہ مطلب تھا کہ اس مہدی سے پہلے کسی مدعی صادق یا کاذب کو یہ اتفاق نہ ہوا ہوگا کہ اس نے مہدویت یا رسالت کا دعویٰ کیا ہو اور اس کے وقت میں ان تاریخوں میں رمضان میں کسوف خسوف ہوا ہوتا۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۶، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۰) بیشک آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا اس

غرض سے تھا کہ وہ کسوف خسوف قانون قدرت کے برخلاف ہوگا۔ اور جب تو ایک نہیں دو مرتبہ اول اور آخر لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض سے اس کی تاکید کی گئی ہے اور اسے ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ میں مؤلف القاء ربانی سے دریافت کرتا ہوں کہ حدیث میں وہ کون سا ایسا لفظ ہے جس سے یہ مطلب سمجھا جائے جو مرزاقادیانی نے بیان فرمایا ہے۔ خصوصاً مرزاقادیانی کا یہ فرمانا کہ اس مہدی سے پہلے کسی مدعی صادق یا کاذب کو یہ اتفاق نہیں ہوا ہوگا۔ اہل انصاف اور اہل فہم مرزاقادیانی کے اس مطلب پر غور کریں اور حدیث کے الفاظ کو بھی دیکھیں کہ مرزاقادیانی نے جو مطلب اس حدیث کا بیان کیا ہے۔ آیا الفاظ حدیث کا بھی یہی مطلب ہے اور حدیث میں کسی طرح سے بھی اس مطلب کا احتمال اور گنجائش ہے یا یہ محض مرزاقادیانی کا من گھڑت اور اختراعی مطلب ہے۔ اس حدیث کے مطلب میں مرزاقادیانی نے جو غلطیاں کی ہیں یا قصداً فریب دیا ہے ان میں محض ایک امر کی طرف میں یہاں توجہ دلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں تو یہ ہے کہ ہمارے مہدی یعنی مہدی صادق کے ایسے دو نشان بالکل نئے اور جدید ہوں گے یعنی مہدی صادق کے ایسے دو نشان ہیں جو اس مہدی کے قبل نہیں ہوئے بلکہ وہ دونوں نشان بالکل نئے اور جدید ہوں گے یعنی مہدی صادق کے وقت میں ایسا خسوف اور کسوف ہوگا جو اس سے پہلے ہرگز نہیں ہوگا بلکہ یہ محض اس مہدی صادق کے وقت میں ہوگا اب مرزاقادیانی کا یہ کہنا کہ کسی مدعی صادق کے وقت میں بھی نہیں ہوا ہوگا عجیب تماشے کی بات ہے اس خسوف وکسوف کو تو مہدی صادق کی علامت ٹھہرایا گیا ہے اب بھلا اس علامت کے کوئی مدعی صادق کس طرح ہوسکتا ہے اور ایسی صورت میں یہ نشان کیونکر ہوگا اور اس نشان کے بیان کا کیا نفع ہوگا افسوس ہے کہ قادینای جماعت مرزاقادیانی کے ان ابلہ فریبوں پر غور نہیں کرتی اور کورانہ تقلید سے ایک دم کے لئے جدا ہونا نہیں چاہتی۔ نیز مرزاقادیانی اسی تحریر سے پیوستہ فرماتے ہیں کہ: ’’اس نے مہدیت یا رسالت کا دعویٰ کیا ہو اور اس کے وقت میں ان تاریخوں میں رمضان میں کسوف وخسوف ہوا ہو۔‘‘

ابھی تو مرزاقادیانی یہ فرما رہے تھے کہ یہ نشانیاں ہمارے مہدی کے لئے مخصوص ہیں اور ابھی اس نشانی کو عام بنا کر اسے رسول سے بھی متعلق کرتے ہیں اعراض عن الحق سے ایسے ہی بدحواس انسان پر طاری ہوتی ہے۔ اہل اسلام تو آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے حضرت رسول مقبول ﷺ کو خاتم الرسل مانتے ہیں یعنی آپ کے بعد کوئی دوسرا رسول نہیں ہوسکتا اس لئے کوئی ایسا مہدی نہیں ہوسکتا جو رسالت کا مدعی ہو اور جب قرآن وحدیث نے فیصلہ کردیا کہ کوئی ایسا مہدی

نہیں آ سکتا پھر اس کی نشانیاں کیسی؟ اب یہ کہنا ضرور ہے کہ یا تو یہ روایت صحیح نہیں ہے یا مرزا قادیانی اس کے مصداق نہیں ہیں کیونکہ انہیں رسالت کا دعویٰ ہے۔

چھٹی غلطی

پھر مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں: ’’بھلا اس میں وہ کونسا لفظ ہے جس سے خارق عادت سمجھا جائے اور جب کہ مطلوب صرف یہ بات تھی کہ ان تاریخوں میں کسوف خسوف رمضان میں ہونا کسی کے لئے اتفاق نہیں ہوا صرف مہدی موعود کے لئے اتفاق ہوگا تو پھر کیا حاجت تھی کہ خدا تعالیٰ اپنے قدیم نظام کے برخلاف چاند گرہن پہلی رات میں جبکہ خود چاند کا لعدم ہوتا ہے کرتا خدا نے قدیم سے چاند گرہن کے لئے ۱۳،۱۴،۱۵ اور سورج گرہن کے لئے ۲۷،۲۸،۲۹ مقرر کرر کھے ہیں۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۷، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۱)

سو پیش گوئی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یہ نظام اس روز ٹوٹ جائے گا جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ گدھا ہے نہ انسان پہلے میں اسے اچھی طرح ثابت کر چکا ہوں کہ حدیث کے الفاظ نہایت تاکید سے یہ بتا رہے ہیں کہ یہ نشانی بطور خارق عادت ہوگی اور یہ بھی وضاحت کے ساتھ قرآن مجید کا زندہ محاورہ پیش کر کے بتا چکا ہوں کہ قمر کا اطلاق پورے ماہ کے چاند پر ہوتا ہے۔ ہاں مراتباً تیسری کے چاند کو قمر بولتے ہیں اگر مرزا قادیانی غایت درجہ کے منصف اور محتاط بننا چاہتے تھے تو اول لیلۃ سے تیسری کا چاند مراد لیتے ہیں پہلی رات کے چاند کو پیش کر کے کیوں قوم کو جل دینا چاہتے ہیں اور جب پہلی کا چاند صفائی سے نظر آتا ہے اور برابر دنیا اسے دیکھتی رہی ہے تو یہ گرہن کا نظر آ جانا خدا کی خدائی میں کیوں ممکن نہیں کیا اس حدیث میں یہ بھی شرط ہے کہ دنیا کا ہر فرد واحد اس کو دیکھ بھی لے سب سے زیادہ مضحکہ خیز تو یہ جملہ ہے کہ ’’خدا کو کیا حاجت تھی کہ قدیم نظام کے خلاف کرتا‘‘ میں پوچھتا ہوں کہ خدا کو اس بات کی کیا حاجت تھی کہ ان معمولی گہن کو جو ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اور جنہیں ماہران علم نجوم نیز دنیا کے بڑے بڑے فلاسفر زمین کی حجابی گردش پر محمول کرتے ہیں کوئی خدائی بات نہیں جانتے ایسے معمولی بے وزن اور غیر مفید گرہن کو اپنی مہدی کے لئے مخصوص نشانی گردانتا۔ نشانی تو اسی کو کہتے ہیں جس کے دیکھتے ہی پوشیدہ چیز کے ظہور کی خبر ہو جائے۔ ایسے مجہول الصفت نشان سے تو کبھی رہبری نہیں ہو سکتی۔ علمائے اہل حق تو یہ فرما رہے ہیں اور حدیث کا لفظ لفظ یہ بول رہا ہے کہ مہدی موعود ہنوز ظاہر نہیں ہوئے اور یہ نشانیاں ابھی پوری نہیں ہوئیں۔ ایک اور امر نہایت ہی قابل غور یہ ہے کہ مصلح مامور من اللہ مہدی مسیح موعود رسول نبی

وغیرہ عام اصلاح خلق اللہ کے لئے آتے ہیں اور ان کی نورانیت سے ہر تارک دلوں کو عام اس سے کہ وہ یہود ہو نصاریٰ ہو آریہ ہو دہریہ ہو کوئی بھی ہو فائدہ پہنچتا ہے اور اس کے ہاتھوں مشرف باسلام ہوتا ہے اور یہ کیوں محض اس وجہ سے کہ اس کے اندر وہ کھلی کھلی نشانیاں ہوتی ہیں جو عام انسان میں پائی نہیں جاتیں۔ تائید ایزدی اور خوارق اس کے ساتھ اور اس کے ہمرکاب ہوتے ہیں اس کا دعویٰ عام دعویٰ ہوتا ہے اور اس کی نشانیاں عام نشانیاں ہوتی ہیں کسی خاص فرقہ اور خاص ٹولی میں محدود نہیں ہوتیں۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ مرکب دعویٰ ہے وہ اپنے کو مجدد مہدی مسیح رسول نبی سب ہی کچھ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں کسر صلیب کے لئے آیا ہوں اور وہ خود لکھتے ہیں کہ میں ان تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں۔ خواہ وہ یورپ کے ہوں خواہ ایشیا کے خواہ امریکہ کے یہ دعویٰ عام دعویٰ ہے۔ مگر اپنی خاص نشانی جو دنیا پر پیش کرتے ہیں اس کے ثبوت میں وہ ایک ضعیف حدیث پیش کرتے ہیں جو صلیب پرستوں یعنی عیسائی اور آریہ وغیرہ اقوام کے نزدیک خود مسلم نہیں پھر وہ کیونکر اسے مہدی کی مخصوص نشانی تصور کریں گے۔ ان منکرین اسلام کو تو عام گہن سے خس برابر بھی اثر نہیں ہوسکتا اگر فرقہ باطلہ کا کوئی فرد واحد کسی مسلمان سے یہ دریافت کرے کہ آپ خدا کو ایک اور واحد مان رہے ہیں۔ اس کے وحدانیت پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے مجیب ہوں کہے کہ بھائی قرآن مجید میں لکھا ہے کہ ’’قل ھو اللہ احد ‘‘یعنی کہہ اللہ ایک ہے۔ تو کیا اس جواب سے سائل کی تشفی ہوجائے گی۔ نہیں بلکہ برعکس سائل کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ اسلام کے اندر عقلی دلائل خدا کی وحدانیت پر ایک بھی نہیں ہیں اور یہ مذہب ہرگز قابل قبول نہیں۔ ایسے ہی مرزا قادیانی سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ ایک معمولی گرہن کو جو برابر قواعد نجوم کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ اپنے دعوے مہدویت کی خاص نشانی قرار دیتے ہیں۔ اس دعوے پر آپ کیا دلیل رکھتے ہیں؟ اس سوال کا جواب بجز اس کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ حدیث میں ایسا لکھا ہے۔ (اگر کوئی دوسرا جواب ہوسکتا ہے تو کوئی ذی علم قادیانی بیان کرے) کہ یہ گہن مہدی کی خاص نشانی ہوگی۔ اس لئے یہ نشانی خاص میرے ہی لئے ٹھہری۔ ایسا جواب جس قدر قابل تحسین وآفرین ہے وہ ظاہر ہے کیونکہ اس سے مقصود خداوندی فوت ہوتا ہے اور ارشاد نبوی غلط ٹھہرتا ہے۔ نیز تحصیل حاصل لازم آتا ہے مسلمان تو پہلے ہی سے خدا کو واحد مانتے ہیں اور حضور پرنور حضرت محمد مصطفی ﷺ کو خاتم النّبیین جانتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ کا ارشاد لفظاً ومعنیً پورا ہوکر رہے گا اور جب ہی مرزا قادیانی کے ہر قول کو ارشاد نبوی سے جانچتے ہیں اور اس

جانچ کے بعد یقین رکھتے ہیں کہ یہ گہن حدیث نبوی کے مطابق نہیں ہوا۔ مگر اقوام غیر اس سے کیا مستفید ہوں گے اور کسر صلیب کیونکر ہوگا۔ خود ایک غلط دعویٰ کررہے ہیں اور اس لئے اہل حق سے حاجت دریافت کرتے ہیں۔ خدائی حاجت دریافت کرنے والے مرزا قادیانی کون تھے۔ اس کی مشیت جو چاہے کرے اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ انسان ضعیف البنیان کی کیا ہستی کہ مخلوق بن کر خالق کے راز کی لم اور حاجت دریافت کرے سوائے شیطانی وسوسہ کے اور کیا ہوسکتا ہے۔

تو ان در بلاغت بسبحان رسید
نہ درکنہ بیچوں سبحان رسید

خدا کو کیا حاجت تھی مرزا قادیانی کا یہ جملہ سراسر بے ادبی سے بھرا ہوا ہے۔ خدا جب حاجت مند ٹھہرا تو وہ خدا کیونکر رہا۔ میرے خدا کی توصفت یہ ہے: ''قل ھو اللّٰہ احد، اللّٰہ الصمد'' مرزا قادیانی کے نزدیک کوئی دوسرا محتاج خدا بھی ہے۔ ''اللّٰہ اللّٰہ ربی لا اشرک بہ شیئاً''

تلاش دیرو حرم میں عبث نہ کیونکر ہو
تیرا ظہور بھی جب اشتباہ میں رکھے

ستہ ضروریہ کا ص۴ ملاحظہ ہو: حضرت خواجہ عبید اللہ الاحرار جو حضرت جامیؒ کے پیرومرشد تھے اور جن کے فیضان انوار کا ایک زمانہ قائل ہے وہ خدائے بے نیاز کی درگاہ میں نہایت ہی خشوع وخضوع سے یوں عرض کرتے ہیں:

چوں بدرگاہ تو خودر ادر پناہ آوردہ ام
یا الٰہ العالمین بار گناہ آوردہ ام
بردرت زین بار خود پشت دو تا آوردہ ام
عجزو زاری بردر عالم پناہ آوردہ ام
من نمی گویم کہ بودم سالہا در راہ تو
ہستم آن گمرہ کہ اکنون روبراہ آوردہ ام
چار چیز آوردہ ام حقا کہ در راہ تونیست
نیستی وحاجت وعذر وگناہ آوردہ ام
درد درویشی ودلریشی وبیخویشی بھم
ایں ہمہ بردعویٰ عشقت گواہ آوردہ ام

چشم رحمت برکشائے موئے سفید من بہ بین
زانکہ از شرمندگی روی سیاہ آوردہ ام

اللہ اکبر کیا مناجات ہے اور کیسی خاکساری ہویدا ہے۔ جس وقت آپ کی زبان سے یہ دردبھری دعا نکلی ہوگی۔ کیسی کیفیت آپ پر طاری ہوگی۔ آپ کی صداقت اور خلوص کا یہ اثر ہے کہ اس کے لکھتے میرا دل بے اختیار ہوگیا۔ روح تازہ ہوگئی جی چاہتا ہے کہ مکرر اس مناجات کو پڑھے جاؤں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین پر یہاں خود ایک کیفیت طاری ہوگی اور وہ معلوم ہوجائے گا کہ خدا کے کلام میں کیا اثر ہوتا ہے۔ کتنا صاف ارشاد ہے کہ فنا حاجت عذر گناہ یہ چار چیز خدا کی شایان شان نہیں۔ یہ لوازم بشریہ ہیں اور مرزا قادیانی ان باتوں کو خدا میں تلاش کر رہے ہیں۔ مہدویت کا دعویٰ اور اتنی بھی خبر نہیں کہ خوارق کا ظہور کیوں ہوتا ہے۔ ایک زمانہ جانتا ہے کہ خوارق کا ظہور اس وجہ سے ہوا کرتا ہے کہ مامور من اللہ کی تصدیق کرے اور منکرین اسلام کو مذاہب حقہ کی طرف بلائے۔ یہی غرض اور حاجت ہے جو عام گہن میں مفقود ہے۔ ورنہ یوں تو آفتاب ماہتاب چاند گہن سورج گہن سب ہی خدا کی نشانیاں ہیں مگر یہ کسی کی نبوت اور کسی مجدد کے ظہور پر دلالت نہیں کرتیں۔ صحیح بخاری ومسلم میں دیکھو جہاں لکھا ہے۔ ان الشمس والقمر آیتان لا ینخسفان لموت احدو لا لحیاتہ ولکنہا آیتان من آیات اللہ۔ (مسلم ج۱ ص۲۹۵) یعنی دنیا کے عام اور معمولی نظارے آفتاب ماہتاب چاند گہن سورج گرہن خدا کی ہستی پر دلالت کرتے ہیں اور بس۔ مجدد اور مامور من اللہ کی شناخت کے لئے تو خوارق کی سخت ضرورت اور حاجت ہے۔ نعوذ باللہ!

مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں: ''سو پیش گوئی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یہ نظام اس روز ٹوٹ جائے گا جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ گدھا ہے نہ انسان'' (انجام آتھم ص۴۷، خزائن ج۱۱ ص۳۳۱)

اللہ اللہ کیا شائستہ اور تہذیب سے بھرا ہوا جملہ ہے الہام اور پیش گوئی سے تو مرزا قادیانی مہدی ثابت نہیں ہوتے۔ ہاں ان مبارک جملوں سے البتہ مرزا قادیانی کی مہدویت کی شان معلوم ہوتی ہے۔ کس قدر مرزا قادیانی کے دل میں اصلاح خلق اللہ کی تڑپ تھی۔ بے چارے کس کس طرح گالیاں دے کر مخلوق خدا کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ جزاک اللہ! (سرمہ چشم آریہ ص۱۷،۱۶، خزائن ج۲ ص۶۴،۶۵) میں مرزا قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے میں اسے نقل کر چکا ہوں ناظرین نے ملاحظہ کرلیا ہوگا۔ ذرا پھر بھی ملاحظہ فرمائیے۔ دیکھئے کیسی لطیف باتیں پیدا ہوتی ہیں

مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ:’’اس کی قدرتوں کے محدود ہوجانے سے وہ خود بھی محدود ہوجائے گا اور پھر یہ کہنا پڑے گا کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ کی حقیقت اور کہنا ہے۔ہم نے سب معلوم کرلی ہے۔اوراس کے گہراؤ تک ہم پہنچ گئے ہیں اوراس کلمہ میں جس قدر کفراور بے ادبی اور بے ایمانی بھری ہوئی ہے۔وہ ظاہر ہے۔حاجت بیان نہیں۔سوایک محدود زمانہ کے محدود در محدود تجارب کو پورا پورا قانون قدرت خیال کرلینا اوراس پر غیر متناہی سلسلہ قدرت کو ختم کردینا اور آئندہ کے نئے اسرار کھلنے سے نا امید ہوجانا۔‘‘ ان پست نظروں کا نتیجہ ہے جنہوں نے خدائے ذوالجلال کو جیسا کہ چاہے شناخت نہیں کیا۔‘‘ میں دنیا کے ہر فرد واحد سے جس کے ہاتھ میں یہ کتاب ہو دریافت کرتا ہوں کہ کیا مرزا قادیانی نے مضمون زیر بحث میں قانون قدرت کو محدود زمانہ کے محدود در محدود تجارب پر محمول نہیں کیا اور ۱۳،۱۴،۱۵ کو چاند گہن اور ۲۷،۲۸،۲۹ کو سورج گہن کے لئے مخصوص اور محدود نہیں کیا اور کیا وہ اس کے گہرائی تک نہیں پہنچے کہ ان ایام مقررہ کے خلاف چاند گہن اور سورج گرہن ہو نہیں سکتا اور اگر ہو تو وہ قانون قدرت کے برخلاف ہے اور حدیث کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ وہ قانون قدرت کے برخلاف ہوگا اور اس گہن سے نظام عالم ٹوٹ جائے گا۔اس جملہ سے کیا جناب مرزا قادیانی نے سلسلہ قانون قدرت کو ختم کر کے آئندہ اسرار کے دروازہ کھلنے کو اپنے اوپر بند نہیں کیا؟

ضرور انہوں نے خدا کی معرفت کا دروازہ اپنے اوپر بند کرلیا اور گہن کے ان ایام کو ذکر کے ان تاریخوں میں قانون قدرت کو محدود سمجھا اور محدود سمجھانے کی مختلف رسالے میں مختلف طرز سے تحریریں لکھیں جب یہ ثابت ہوگیا تو ساتھ ہی ساتھ مرزا قادیانی ہی کے تحریر سے یہ بھی روشن ہوگیا کہ مرزا قادیانی کے مذکورہ بالا تحریر کفر بے ادبی بے ایمانی بھری ہوئی ہے۔مرزا قادیانی نے خالق ذوالجلال کو جیسا کہ چاہئے نہیں پہنچانا اور واقعی مرزا قادیانی نے بہت ہی سچ فرمایا کہ’’جہالت کی زندگی سے موت بہتر ہے۔‘‘

تامرد سخن نگفتہ باشد
عیب وہنرش نہفتہ باشد

فارسی کا مشہور قول ہے اور آواز سے بھی حیوان اور انسان اور پھر حیوان کی جنسیت کا پتہ چلتا ہے۔گدھے کی آواز تو اور بھی جانوروں کی آواز میں سے بڑی آواز ہے۔ان انکر الا صوات لصوت الحمیر۔ارشاد خداوندی ہے۔ناظرین خود فیصلہ کرلیں کہ گدھا کون تھا انسان کون ہے؟

لکھ دیا قہر و جفا مہرو وفا کے بدلے
مہربان آپ مگر طرز رقم بھول گئے

مرزا قادیانی (سرمہ چشم آریہ ص۱۶،۱۷، خزائن ج۲ ص۶۴،۶۵ ملخص) میں فرماتے ہیں کہ: ’’خدائے تعالیٰ کی قدرت کو زمانہ کے محدود در محدود تجارب پر محدود نہ کرو اور جو باتیں خلاف تجربہ معلوم ہوں۔ اس کی نسبت یوں مت کہو کہ یہ بات خلاف فطرت ہے اور یہ خدائی بات نہیں۔ جس طرح خدا غیر محدود ہے۔ اس طرح اس کے اسرارات غیر محدود ہیں۔‘‘ اور یہاں گرہن کی بحث میں خدا کی قدرتوں کو ۱۳،۱۴،۱۵،۲۷،۲۸،۲۹ میں زمانہ کے محدود تجربہ کی وجہ سے محدود بتا رہے ہیں اور ان تاریخوں کے علاوہ وقوع گرہن کو خلاف قدرت اور خلاف فطرت سمجھ رہے ہیں۔ دورِیہ تحریر ہے۔ جہاں جیسا موقع دیکھا کہہ دیا لکھ دیا ایسے شخص کی نسبت حدیث میں وعیدین آئی ہیں۔ ایک وعید ملاحظہ ہو:

’’وعن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ تجدون شر الناس یوم القیمة ذا الوجهین الذی یاتیٰ هئولاء بوجه وهئولاء بوجه متفق علیه‘‘ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے روز بدترین لوگوں میں وہ شخص ہوگا جو دوریہ ایک جماعت کے پاس اور طریق سے آتا ہے اور دوسری جماعت کے پاس اور طریق سے: فاتقوا اللہ یا اولی الالباب۔

ساتویں غلطی

پھر مرزا قادیانی (حقیقت الوحی ص۱۹۶، خزائن ج۲۲ ص۲۰۳) میں تحریر کرتے ہیں کہ: ’’اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ کسی مدعی نبوت یا رسالت کے وقت میں یہ دونوں گرہن رمضان میں کبھی کسی زمانہ میں جمع ہوئے ہیں تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دے۔‘‘ گفتگو مہدی کی مخصوص نشانی پر ہے اور پیش کرتے ہیں رسول کو یہ حیرانی اور سراسیمگی ملاحظہ کے قابل اور بحث سے خارج ہے۔ ناظرین تحریر اور حقانیت کے شیدائی اس پیچ کو ملاحظہ فرمائیں۔ زاں بعد تحریر فرماتے ہیں: خاص کر یہ امر کس کو معلوم نہیں کہ اسلامی سن یعنی تیرہ سو برس میں کئی لوگوں نے محض افتراء کے طور پر مہدی موعود ہونے دعویٰ بھی کیا۔ بلکہ لڑائیاں بھی کیں مگر کون ثابت کرتا ہے کہ ان کے وقت میں چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان کے مہینہ میں دونوں جمع ہوئے تھے اور جب تک یہ ثبوت پیش نہ کیا جائے تب تک بلاشبہ یہ واقعہ خارق عادت ہے۔ بے شک یہ امر ہر اہل علم کو معلوم ہوا کہ تیرہ سو برس

کے اندر کئی جھوٹے مہدی گزرے مگر جہاں یہ معلوم ہے وہاں یہ بھی معلوم ہے کہ ان لوگوں کے دعویٰ کے زمانہ میں رمضان شریف میں چندر گہن اور سورج گہن ہوا۔ صالح بن طریف، ابو صبیح، عبداللہ مہدی صاحب افریقہ سید محمد جونپوری ان کا حال ابن خلدون تاریخ کامل رسالہ ہدیہ مہدویہ میں ملاحظہ فرمایئے اور حدائق النجوم کو بھی اٹھا کر دیکھئے جہاں ان گرہن کے وقوع کا قاعدہ بیان کیا جاتا ہے اور مرزا قادیانی جس گرہن کو اپنی نشانی شمار کرتے ہیں اسے بھی سال پہلے لکھ دیا ہے۔ جماعت قادیانی ان کتابوں کو دیکھ کر رجوع الی الحق کرے۔

ایجاد ستم سے تمہیں برباد کردیں گے
گر تیس دن ایسا ہی وہ ایجاد کریں گے

اور لطف دیکھئے کہ ابھی تو مرزا قادیانی اسے خارق عادت کہنا رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے خلاف بتلاتے تھے۔ (حالانکہ آپ کے ارشاد کے مطابق حدیث کی پیش گوئی کے مصداق جب گرہن ہوگا وہ ضرور خارق عادت ہوگا اور یہ گرہن محض معمولی گرہن ٹھہرا جو برابر اپنے مقررہ قاعدہ پر ہوتا ہے رہتا ہے اور ابھی اس معمولی گرہن کو خارق عادت بتا رہے ہیں۔ شاید مرزا قادیانی کے نزدیک خارق عادت اسے بھی کہتے ہیں جو طبعی اور فطرتی طور پر برابر ہوتا رہے۔ آفتاب کا طلوع وغروب ہونا ہی جماعت قادیانی کو خارق عادت تصور کرنا چاہئے کسی جملہ کا ایسا ترجمہ کرنا جسے ساری دنیا جھٹلاوے یہ بھی خارق عادت ہے۔ جس میں مرزا قادیانی کو یدطولیٰ تھا۔

چلا ہے اور دل راحت طلب کیا شادمان ہوکر
زمین کوئے جاناں رنج دے گی آسمان ہوکر

آٹھویں غلطی

مرزا قادیانی اس حدیث کو معمولی گہن کا مصداق بنا کر مہدی کے لئے مخصوص کرتے ہیں پھر بالآخر اس خصوصیت کو اپنے ساتھ متعلق کر کے چند در چند کتابوں میں اس معمولی نشانی کو خواہ مخواہ اپنی من گھڑت معنی پر منطبق کرنا چاہتے ہیں اور اپنے مقدور بھر ایڑی چوٹی سے زور لگاتے ہیں مگر اتنی جان کا اور دردسری کے بعد مرزا قادیانی کا دل خود ہی ان سے یہ کہتا ہے کہ یہ طرز استدلال غلط ہے۔ اہل علم کا قلب سلیم اس رکیک تحریر پر ہرگز مائل نہیں ہوسکتا۔ یہ تحریریں دل کو نہیں بھاتیں۔ بالکل ہی بے سروپا ہیں۔ کوئی ایسا ثبوت پیش کیجئے۔ جو راستی پر مبنی ہو دل کے اس ادھیڑ بن سے مرزا قادیانی کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ وہ گھبرا اٹھتے ہیں۔ اس آپا دھاپی میں اور کچھ تو بن نہیں پڑتا۔ جہال کو خوش کرنے کے لئے قرآن مجید کو سینہ سپر بنانا چاہتے ہیں۔ پر افسوس

صد افسوس کہ یہاں بھی ساحل مراد مرزا قادیانی کو نظر نہیں آتا اور ان کا تھل بیڑہ نہیں لگتا۔

مدعی خواست کہ آید بتماشا گہ راز
دست غیب آمدو برسینہ ناظرمی زد

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے دیکھو آیت ''خسف القمر وجمع الشمس والقمر '' یہ پارہ۲۹،سورہ قیامت کی نویں آیت شریف ہے۔جس کے دیکھنے کے لئے مرزا قادیانی ہدایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آیت بھی اس معمولی گہن کی طرف جو۱۳۱۲ھ میں واقع ہوا اشارہ کرتی ہے بالفاظ دیگر قرآن مجید سے بھی یہ ثابت ہے کہ مہدی کے وقت میں رمضان شریف میں کسوف وخسوف ہوگا۔

اور وہی کسوف وخسوف میرے دعویٰ کے زمانہ میں ہوا۔ یہ ہیں وہ معارف وحقائق قرآنیہ جنہیں مرزا قادیانی کے فہم رکیک نے استخراج کیا ہے۔مگر یہ استخراج حقیقت سے عاری اور منشاء خداوندی سے بالکل ہی الگ ہے۔قرآن مجید ہرگز اس کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ چند آیات اوپر ملاحظہ فرمائیے:''یسئل ایّان یوم القیامة فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر یقول الانسان یومئذ این المفرکلا لا وذر الی ربك یومئذ ن المستقر۔ ینبئا الانسان یومئذ بما قدم واخر ''پوچھتا ہے کب ہوگا قیامت کا دن؟ پس جس وقت کے پتھرا جائیں گی آنکھیں اور گہہ جائے گا چاند اور اکٹھے کئے جائیں گے سورج اور چاند۔ کہے گا انسان اس دن کہ اب کہاں بھاگ کر جاؤں آج ہرگز کہیں پناہ نہیں۔تیرے پروردگار ہی کی طرف اس روز ٹھہرنا ہے۔ان کو جتادیا جائے گا۔اس دن جو کچھ اس نے آگے بھیجا اور جو کچھ اس نے پیچھے چھوڑا۔اس سورۃ کا نام ہی سورہ قیامت ہے۔آیات محررہ بالا سے پہلے خدا نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا ہے کہ منکرین جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری ہڈیاں جمع نہیں کی جائیں گی۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ضرور ایسا ہوگا۔اور میں اس بات پر قادر ہوں کہ ان کو پھر سے درست کر ڈالوں انسان نافرمانی پر تلا رہتا ہے۔اور ایسا نافرمان اور مکذب استہزاء کے طور پر یہ سوال کرتا ہے کہ اے محمدﷺ قیامت کب ہے۔جواباً اسے کہہ دے کہ جب آنکھیں تیرہ ہوجائیں گی۔چاند گہہ جائے گا اور سورج اور چاند جمع کردیئے جائیں گے۔انسان اس دن گھبرا کر بھاگنا چاہے گا۔مگر اس کو فرار کی جگہ نہیں ملے گی۔خدا ہی ان کی درگاہ میں چاروناچار اسے کھڑا ہونا پڑے گا اور ہر شخص کو اپنے نامۂ اعمال کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔جو کچھ اس نے کیا

ہے وہ پیش نظر کر دیا جائے گا۔’’ یسئل ایان یوم القیامة ‘‘یعنی قیامت کب ہوگی یہ ایک سوال ہے۔ جس کے جواب میں خدا نے آٹھ باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ قیامت ایسا ہولناک نظارہ ہے اور اس میں یہ باتیں پیدا ہوں گی اور ظاہر ہے کہ یہ علامتیں اب تک وجود میں نہیں آئیں اور کیونکر آتیں یہ علامتیں قیامت پر موقوف ہیں۔ مرزا قادیانی شاید قیامت کے منکر ہیں اور اسے ایک فرضی بات تصور کرتے ہیں۔ نیز قرآن مجید میں صریح تحریف کرتے ہیں اور ایک کامل انسان اور اعلیٰ درجہ کا مسلمان جو یہ دعویٰ کرے کہ میں مہدی مسعود اور مسیح موعود ہوں۔ وہ یہودیوں کی روش اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:’’ ومن الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعه ‘‘ یہودی کلام کو اپنی جگہ سے پھیرتے رہتے ہیں اس سے بڑھ کر’’ یحرفون الکلم عن موافعه ‘‘ اور کیا ہوسکتا ہے کہ قیامت میں جو واقعات پیدا ہوں گے اسے معمولی گہن پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی کی طرف قرآن مجید اشارہ کرتا ہے یہ محض ان کا افتراء ہے اور’’ من اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذبا او کذب بایاته ‘‘میں داخل ہے۔

نویں غلطی

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اور کون سی حدیث صحیح ہوگی جس کے سر پر محدثین کی تنقید کا بھی احسان نہیں ہے۔ بلکہ اس نے اپنی صحت کو آپ ظاہر کر کے دکھلا دیا کہ وہ صحت کے اعلیٰ درجہ پر ہے۔ (حقیقت الوحی ص۱۹۷، خزائن ج۲۲ ص۲۰۵) حدیث کی تنقید کا یہ نیا طریقہ مرزا قادیانی نے بتایا اور وہ ابھی تک پردہ خفا میں ہے۔ علاوہ ازیں (ضمیمہ انجام آتھم کا ص۴۷، خزائن ج۱۱ ص۳۳۰) ملاحظہ کیجئے کہ مرزا قادیانی نے اس حدیث کو پورا نقل نہیں کیا اور جتنا نقل کیا ہے اس میں یہ جدت ہے کہ تنکسف الشمس فی النصف تک تو قلم نہایت ہے جلی ہوا اور منه کا لفظ جو نہایت ضرور اور مہتم بالشان لفظ انکشاف حقیقت پر مبنی ہے۔ اس کو نہایت باریک لکھ دیا ہے۔ تاکہ اس طرف کسی کا ذہن منتقل نہ ہو ورنہ ضمیر مذکر جو رمضان کی طرف پھرتی ہے۔ میرے مدعا کے خلاف پھرے گی۔ اور جو میں چاہتا ہوں وہ نہ ہوگا مگر الحمدللہ کہ یہ جدت بھی مرزا قادیانی کی مفید نہیں پڑی۔ اچھی طرح اس حقیقت کا انکشاف ہوگیا اس کی پوری تفصیل رسالہ شہادت آسمانی میں دیکھی جائے۔

دسویں غلطی

(رسالہ جاء الحق وزہق الباطل وسراج منیر ص۵۸، خزائن ج۱۲ ص۶۷) میں مرزا قادیانی لکھتے

ہیں کہ (براہین احمدیہ کے ص۲۴۰ حاشیہ، خزائن ج۱ ص۲۶۶) میں جو الہام قل عندی شهادة من الله فهل انتم مومنون قل عندی شهادة من الله فهل انتم مسلمون درج ہے وہ اسی کسوف وخسوف کی گواہی کے متعلق ہے۔ جسے بالآخر خدا نے پورا کر کے دکھلا دیا جیسا کہ آثار میں مہدی موعود کی نشانیوں میں آچکا تھا۔"

میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان الہامی جملہ میں کون سا ایسا لفظ ہے جس سے یہ بات معلوم ہو کہ مہدی کے زمانہ میں کسوف وخسوف ہوگا۔ شاید مرزا قادیانی نے مسلمون کے سین سے آسمان اور مومنوں کے نون سے زمین سمجھا اور جب زمین وآسمان کا وجود ٹھہرا تو آفتاب وماہتاب کا ہونا ضروری ہے اور پھر بقاعدہ نجوم ان دونوں کے لئے کسوف وخسوف بھی لازم ہے۔ اب ہم ان بے تکی باتوں کو بیان کر کے دریافت کرتے ہیں کہ اس معمولی گہن کو من اللہ کی شہادت کیونکر کہا جاتا ہے۔ آیا کوئی عقلی دلیل ہے یا نقلی بیان کیا جائے۔ مگر ہم نہایت زور سے کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی قادیانی کسی دلیل سے ثابت نہیں کر سکتا نہ قرآن مجید نے اس معمولی گہن کو آسمانی شہادت کہا ہے۔ نہ حدیث میں اس کا پتہ ہے۔ جس حدیث کو مرزا قادیانی پیش کر رہے ہیں۔ اس کے معنی وہ نہیں ہیں۔ جو مرزا قادیانی بیان کرتے ہیں۔ اس حدیث کے رو سے ۱۳۱۲ ہجری کا گہن ہرگز مہدی کی نشانی نہیں ہوسکتی۔ پھر اس کو اپنی شہادت میں پیش کرنا مرزا قادیانی کی سخت غلطی یا نہایت نازیبا فریب دہی ہے۔

ناظرین! میں کہاں تک غلطیاں شمار کروں۔ "تلك عشرة كاملة" ارشاد باری ہے: لہٰذا سر دست میں اسی نمبر پر بس کرتا ہوں اور آخراً مرزا قادیانی کی غلط فہمی پر دو شاہد پیش کرتا ہوں۔

ایک شاہد مولوی عبدالمجید صاحب بی۔اے ٹرانسلیٹر ہیں جو مرزا قادیانی کے نہایت ہی مخلص مرید ہیں اور جنہوں نے آیۂ حمید مجید لکھ کر قوم کو شائع کیا ہے۔ مونگیر اور بھاگلپور کیا مرزا قادیانی کے ماننے والے جن قادیانی حضرات سے میں ملا ہوں ان میں سے اول درجہ کی اخلاصانہ حالت اور فدایانہ کیفیت جناب مولوی علی احمد صاحب ایم اے میں موجود ہے اور دوسرا نمبر مولوی عبدالمجید صاحب کا ہے۔ ایسے مقتدر شخص نے علامہ مصنف فیصلہ آسمانی کی کتاب شہادت آسمانی دیکھ کر مخدومی مولانا محمد عصمت اللہ صاحب مرحوم کی خدمت میں ۴؍نومبر ۱۹۱۲ء کو ایک خط آفت کلکتہ سے روانہ کیا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں: "شہادت آسمانی میں میں نے دیکھا بے شک جہاں تک میری سمجھ ہے قواعد حضرت مرزا قادیانی کے معنی کو غلط بتا رہا ہے۔ دوسرے شاہد عادل جو بطور خود مرتبہ میں ہزارہا شاہد کا حکم رکھتے ہیں اور جنہیں خود مرزا قادیانی مامور من اللہ لکھتے

ہیں۔یعنی حضرت مجدد الف ثانیؒ وہ فرماتے ہیں:ورنہ ان ظہور سلطنت اور درچہاردھم شہر رمضان کسوف الشمس خواھد بودر اوّل آن ماہ خسوف برخلاف عادت زمان وبرخلاف حساب منجمان بہ نظر انصاف باید دید کہ این علامت دران شخص میت بودہ است یانہ ’’اب اس سے بڑھ کراور کیا شہادت ہوسکتی ہے!احادیث نبویہ آیات قرآنیہ حالات موجودہ واقعات گزشتہ شہادت مجدد واظہار قادیانی۔ان سب نے مل کر فیصلہ کردیا کہ مرزا قادیانی ہرگز مہدی نہ تھے۔اوران میں ایک بھی وہ علامت پائی نہیں جاتی ہے۔جو حدیث نبویہ میں مسیح موعوداور مہدی کے لئے مذکور ہیں۔اگراس قدروضاحت کے بعدبھی کوئی نافہم نہ سمجھے تو خوداس کی فہم واستعداد باطل کا اثر سمجھنا چاہئے۔

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم

چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

وہ کسوف شمس تو ہوانہیں۔خدا قلب کوبھی گہن سے بچائے۔مؤلف القاء ربانی کے دل میں اگرواقعی حق کی تڑپ باقی ہےاوروہ واقعی اس مکتوب سے جن کومجدد صاحبؒ نے بیان فرمایا ہے مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے پراستدلال لاتے ہیں تو آج سے مرزا قادیانی کوضرور مسیح کاذب کہیں۔کیونکہ نہ بےچارے کوسلطنت نصیب ہوئی۔نہ ان کے فرمان سے عالم مدینہ قتل کیا گیا۔نہ ان کے سرپرابر کاٹکڑہ بطورنشان ظاہرہوا۔اورنہ اس سے فرشتہ نے یہ آوازدی کہ مہدی یہی ہیں تم لوگ ان کی پیروی کرو۔جناب مرزاغلام قادیانی سلیمان علیہ السلام اورذوالقرنین کے مانند ساری دنیا کے تو کیا بادشاہ ہوتے۔چاردن کے لئے بےچارے پنجاب کے بھی حاکم نہ ہوئے ایسے ہی مرزا قادیانی اہل بیت میں سے بھی نہ تھے۔مرزا قادیانی کا لفظ خودشہادت کے لئے کافی ہے۔غرض کن کن باتوں کولکھوں اورکہاں تک لکھوں۔ایک بھی بات جناب مرزا قادیانی میں ایسی نہ تھی کہ ان کومہدی کہا جائے۔اورجس طرح مہدی نہ تھے۔ویسی ہی مسیح موعود نہ تھے۔کیونکہ حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام درزمان وے نزول خواہد کرو۔پھر فرماتے ہیں: ونزول حضرت روح اللہ الخ!یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خطاب ہے۔پھر مرزا قادیانی کوآپ حضرات یعنی جماعت قادیانی کیونکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بناتی ہے۔مرزا قادیانی کی تحریر سے تو خودہی ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اورتھے اورجناب مرزا قادیانی اپنے کواور بتاتے ہیں۔اورپھر حضرت مجددؒ کے مکتوب کے خلاف ہے اگر مولف القاء ربانی کوحق کی تڑپ دل میں باقی ہے۔اورواقعی وہ اس مکتوب سے جناب مہدی علیہ الرضوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی

حقیقت کی تہ تک پہنچنا چاہتے ہیں تو میں نے اس حقیقت کو نہایت وضاحت سے انہیں کے مسلم الثبوت مکتوبات سے پیش کر دیا وہ سر تسلیم خم کر کے اس حقیقت کی تہہ تک پہنچ جائیں کہ مرزا قادیانی فی الحقیقت نہ مہدی مسعود تھے نہ مسیح موعود مؤلف القائے ربانی بڑے بھولے بن کر بے چارے سیدھے سادھے ناظرین کو ابلہانہ فریب دینا چاہتے ہیں اور یوں تحریر کرتے ہیں مگر اس پر کیا وثوق ہے کہ جس مسیح اور مہدی کے یہ لوگ منتظر ہیں۔اس کو یہ لوگ مان لیں گے۔

معزز ناظرین! آپ نے دیکھا یہ کس قدر جہالت کی بابت ہے اگر کوئی غایت درجہ کا چالباز مگر اوچھا کچہری جا کر اپنے کو کلکٹر ظاہر کرے اور مجسٹریٹ کورٹ میں حاضر ہو کر خود صاحب کلکٹر بہادر سے یوں کہے کہ آپ مجھے چارج دے کر فلاں ضلع چلے جائیں۔آپ کی تبدیلی ہوگئی ہے۔مگر کلکٹر یہ سمجھ کر کہ یہ شخص محض دیوانہ ہے۔اس کا دماغ چل گیا ہے۔اگر واقعی یہ کلکٹر ہوتا اور واقعی میری تبدیلی یہاں سے ہوتی تو ضرور پہلے سے اس کی مجھے خبر ہوتی۔گزٹ ہوگیا ہوتا یا کوئی سرکاری لیٹر یا ٹیلیگرام میرے پاس آ گیا ہوتا۔غرض اسے جھوٹا اور دیوانہ سمجھ کر کانسٹیبل سے دھکے دلا کر کورٹ سے نکلوا دے تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ اب جب کبھی سرکاری طور پر اس کی تبدیلی ہوگئی وہ ہر چارج لینے والے آفیسر کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرے گا اور اپنی جگہ کو نہیں چھوڑے گا۔ مؤلف القائے ربانی ایسا سمجھیں تو سمجھیں، پر دنیا کا کوئی دانشمند ایسا نہیں سمجھ سکتا۔پھر جب اس دنیا کے ادنیٰ ادنیٰ بادشاہوں نے ایسے ایسے قوانین مقرر کر رکھے ہیں تو وہ قادر مطلق خدا جس کا خطاب احکم الحاکمین ہے اور جو سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے وہ اصلاح خلق اللہ کے لئے اپنا رسول بھیجے اور کوئی قواعد وضوابط اس کے جانچ پڑتال کے لئے مقرر نہ کرے۔کس قدر تعجب خیز ہے۔یقین رکھیں کہ جب مہدی موعود ظاہر ہوں گے۔اور حضرت روح اللہ تشریف لائیں گے۔تو ان کو علمائے اہل سنت ان ہی نشانات سے جو حدیث شریف میں مذکور ہیں اور جنہیں مجدد صاحبؒ نے نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے اور جس کو میں خدا کے فضل سے اچھی طرح لکھ چکا ہوں۔ان ہی نشانات سے جانچ پڑتال کریں گے۔اگر اس میں یہ سب نشانات پائے گئے تو آمنا وصدقنا کہہ کر ان کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے اور جو نہیں پائے گئے تو انہیں ایسی ہی مردود کر دیں گے جیسے مرزا قادیانی کے بے اصل دعویٰ کو رد کر دیا ہے، اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے اور جب جب اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے ایسے کام کی انجام دہی میں علمائے وقت مشغول رہتے ہیں۔خلیفۃ المسیح قادیانی اور مؤلف القائے ربانی فرمائیں کہ انہوں نے کن نشانات سے مرزا قادیانی کو مسیح موعود اور مہدی مسعود مان لیا؟ کہ مؤلف القائے ربانی کے نزدیک تو کوئی نشانات ہرگز بندگان خدا میں

ایسے ہوتے ہی نہیں ہیں۔ جس سے انسان اصل حقیقت پر پہنچ سکے۔ پھر اس تودۂ طومار اور غلط حوالہ، غلط عبارت، غلط منشاء سے حقیقت مسیح پر رسالہ لکھنے کی جرأت کی کہ خواہ مخواہ اپنے افتخار کو کھو بیٹھے وہی جہال مرزائی کی طرح یہ کہہ دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی پیش گوئی اور الہام اگر غلط ہوں تو ہوں میں نے جناب مرزا قادیانی کو بے دلیل مسیح موعود مان لیا۔

الحاصل کہ حضرت مجدد صاحبؒ کے مذکورہ بالا مکتوب سے نیز اس کی وضاحت اور تشریح سے یہ بات اچھی طرح روشن ہوگئی کہ مرزا قادیانی نہ مہدی تھے نہ موعود اگرچہ اتنی ہی تحریر سے بحث کا خاتمہ ہوگیا۔ مگر مزید تشفی کے لئے میں اس کی اور وضاحت کرنا چاہتا ہوں اور حضرت مجدد صاحبؒ کے مکتوب سے چند جملے اور نقل کرنا چاہتا ہوں جس سے ناظرین کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے کہ جو روش جناب مرزا قادیانی کی تھی وہ کیسی تھی اور مجدد صاحبؒ ایسے شخص کی نسبت (جو خلاف عقائد اہل سنت والجماعت اپنا کشف شائع کرتا ہو) کیا حکم صادر فرماتے ہیں۔

”بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ بدان ارشدك اللّٰہ تعالیٰ والھمك سواء الصراط کہ از جملہ ضروریات طریق سالك اعتقاد وصحیح است کہ علمائے اہل سنت آنرا از کتاب وسنت وآثار سلف استنباط فرمودہ اند وکتاب سنت را محمول داشتن برمعانی کہ جمہور علمائے اہل حق یعنی علمائے اہل سنت وجماعت آن معنی را از کتاب وسنت فہمیدہ اند نیز ضروری است واگر بالفرض خلاف آن معنی مفہومہ بکشف والہام امرے ظاہر شود آن را اعتبار نباید کردو ازان استعاذ باید نمود مثلاً آیات واحادیث کہ از ظواہر آنہا وجود توحید مفہوم می شود وھمچنین احاطہ وسریان وقرب ومعیت ذاتیہ معلوم می گردوچون علمائے اہل حق ازان آیات واحادیث این معنی نہ فہمیدہ انداگردر اثنائے راہ پر سالك اینمعانی منکشف شودوموجود جزیکے نیا بدیا اور ابالذات محیط داندوقریب ذاتاً بیابد ہرچند ازدرینوقت بواسطہ غلبہ حال سکر معذرست اما باید کہ ہمیشہ بحق سبحانہ تعالیٰ ملتجی ومتضرع باشدکہ اور ازیں ورطہ برآوردہ اموریکہ مطابق آرائے صائمہ علمائے اہل حق است بروی منکشف گرداند وسرموی۔ خلاف معتقدات حقہ ایشان ظاہر نسازدبالجملہ معانی مفہوم علمائے اہل حق را مصداق کشف خود باشد ساخت ومحك الہام

خود راجز آن نباید داشت۔ چه معانی که خلاف مفهومه ایشان است از حیز اعتبار ساقط است زیراکه هر مبتدع وضال معتقدات مقتدائے خود کتاب وسنت میداند وباندازه افهام رکیکه خود ازان معانی غیر مطابقه می فهمد یضل به کثیر او یهدی به کثیرا۔ وآنکه گفتم که معانی مفهومه علمائے اهل حق معتبر است وخلاف آن معتبر نیست بنا برآنست که آن معانی را از تتبع آثار صحابه وسلف صالحین رضوان اللّٰه تعالیٰ علیهم اجمعین اخذ کرده اندواز انوار نجوم هدایت شان اقتباس فرموده اند لهٰذا نجات ابدی مخصوص بایشان گشت وفلاح سرمدی نصیب شان آمد اولئك حزب اللّٰه هم المفلحون نه اگر بعضے از علماء باوجودز حقیقت اعتقاد درفرعیات مداهنت نمایند ومرتکب تقصیرات باشند در عملیات انکار مطلق علماء نمودان وهمه را مطعون ساختن بے انصافی محض است ومکابره صرف بلکه انکار است اورا اکثر ضروریات دین چه ناقلان آن ضروریات ایشانند وناقد ان جیده آنرا ازردیه ایشانند لولا نور هدایتهم لما اهتدینا لولا تمیز هم الصواب من الخطاء لغوینا هم الذین بذلوا جهدهم فی اعلاء کلمة الدین القویم واسلکو اطرایف کثیرةً من الناس علی صراط مستقیم فمن تابعهم نجی وافلح ومن خالفهم ضل واضل“

(مکتوب دوصد وہشتاد وہشتم ج۱ص۳۷۳)

﴾جان اے عزیز خدا تمہیں سمجھ عطا فرمائے اور اچھے راستے پر چلائے کہ طریق سلوک میں سب سے اصل اور ملاک امر اواعتقاد وصحیح ہے جسے علمائے اہل سنت نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ اور آثار سلف سے استنباط کیا ہے۔ قرآن اور احادیث کو ان معانی پر محمول کر ناجن جمہور علمائے اہل حق نے یعنی علمائے اہل سنت وجماعت نے اس معنی کو کتاب اور سنت سے سمجھا اور بیان فرمایا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے۔ اگر بالفرض خلاف اس معنی کے جس کو علمائے اہل حق نے سمجھا ہے۔ کشف یا الہام سے کوئی امر ظاہر ہوتو اس پر اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اس سے پناہ مانگنا چاہئے۔ یعنی الگ ہو جانا چاہئے مثلاً ان آیات اور احادیث سے کہ جس کے ظاہر معنی سے وحدت وجود کی صورت نکلتی ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ ہر جگہ حاوی وساری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قربت ومعیت ذاتیہ معلوم ہوتی ہے مگر علماء اہل حق نے ان آیات اور

احادیث سے یہ معنی نہیں سمجھا ہے اگر راہ سلوک میں کسی عارف کو اس کے خلاف صورت معلوم ہو تو ہر چند کہ سالک اللہ کی محبت میں سرشار ہونے کی وجہ سے مجبور اور معذور ہے۔ لیکن چاہئے کہ ہمیشہ حق سبحانہ تعالیٰ سے التجا کرتا اور اس کی درگاہ میں گڑگڑاتا رہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ اس بھنور سے نکال کر اس پردہ امور منکشف کردے جو علمائے اہل حق کی صائب رائے نے مستنبط کئے ہیں۔ اور سر موان کی رائے کے خلاف نہ کرے اور ایسے امر کو ظاہر نہ کرے جو علمائے اہل حق کے معتقدات کے خلاف ہو۔ غرض ان معانی مفہومہ اور کشف کو علمائے اہل حق کے اقوال سے امتحان کرنا اور جانچنا چاہئے کیونکہ ہر شخص کے فرادیٰ فرادیٰ معانی مفہومہ خیز اعتبار سے ساقط ہیں اور مبتدع وضال اپنے معتقدات کی سند میں نافہمی یا کج فہمی کی وجہ سے قرآن اور حدیث نبوی پیش کردیا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ معانی قرآن اور احادیث سے مستنبط ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کا فہم رکیک ہے جو اس معانی مفہومہ کو جو خلاف رائے صائب علمائے اہل حق کتاب وسنت کے موافق سمجھتا ہے۔ سچ ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت کرے اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علمائے اہل حق نے جو معنی قرآن اور احادیث کو سمجھا جاتا ہے وہی حق اور معتبر ہے اور جو معنی اس کے خلاف کسی فہم رکیک نے استخراج کیا ہو وہ معتبر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علمائے اہل سنت والجماعت کے اجتہاد کا چشمہ صحابہ اور سلف صالحینؒ کے آثارات سے ہے اور ان ہی کی ہدایت بھری روشنی سے ان علماء نے اقتباس نور کیا ہے۔ اس لئے نجات ابدی ان ہی لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے اور فلاح سرمدی انہیں کا حصہ ہے وہی لوگ اللہ والے تھے اور خبردار ہو جاکہ ایسے ہی ممتاز گروہ فلاح پانے والے ہیں۔

اگر بعض علماء اعتقاد کی مشیت کو سمجھ کر فروعی امور میں سستی اختیار کریں اور تقصیر کے مرتکب ہو جائیں تو ان کو پیش نظر رکھ کر مطلقاً علمائے اہل حق سے منکر ہو جانا اور سارے علمائے اہل سنت کو مطعون کرنا اور برا سمجھنا غایت درجہ کی بے انصافی اور محض مکابرہ میں داخل ہے بلکہ ان علماء اہل سنت والجماعت کے مطلقاً انکار سے ضروریات دین کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ ان ہی علمائے اہل حق نے ضروریات دین کو نقل کیا ہے اور بتایا ہے پھر جب خود ان کی نسبت گمان فاسد ہو جائے گا تو ان کے اقوال اور بھی بدرجہ اولیٰ مقبول ہوں گے۔ اور یہ نہایت بری بات ہے۔ اگر یہ علمائے اہل حق نہ ہوتے اور ان کی ہدایت کی نورانی روشنی ہم لوگوں پر ضوء فگن نہ ہوتی تو ہم لوگ ہرگز صراط مستقیم پر پہنچ نہیں سکتے۔ اور اگر ان لوگوں نے خدا کے احکام کے سنانے اور تبلیغ شریعت میں بڑی جان توڑ کوشش کی ہے۔ الحاصل جو ان علمائے اہل حق کے راستہ پر چلا اور اپنے فہم کی ان کے فہم عالی

سے تصدیق کرتا رہا وہ نجات پا گیا اور اسے فلاح نصیب ہوئی اور جن لوگوں نے ان کے خلاف کیا یعنی اپنی معانی مفہومہ کو جو ان علماء کے تحقیق کے خلاف ہو بے جانچے۔ پڑتالے لوگوں میں پھیلا دیا وہ خود گمراہ اور لوگوں کو بھی گمراہ بنایا۔

اسی مکتوب میں مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جو معرفت خداوندی کا شیدائی ہو اور صراط مستقیم پر نہایت ہی استحکام سے چلنا چاہتا ہو اس کے لئے سب سے پہلے صحیح افتادہ کی ضرورت ہے اور اعتقاد صحیح اس کا نام ہے کہ عقائد کے متعلق جو کچھ علمائے اہل حق یعنی علمائے اہل سنت والجماعت نے لکھا ہے نہ دل سے اس کو مانے اور راہ سلوک میں جو کچھ امور بذریعہ کشف یا الہام کے اسے معلوم ہوں وہ ان ہی علمائے اہل حق کے اقوال سے اس کی جانچ پڑتال کرتا رہے۔ اگر موافق رائے صائب علماء معلوم ہو قبول کرے۔ ورنہ مردود سمجھ کر باری تعالیٰ کے حضور میں نہایت ہی عاجزی سے گڑگڑا کر دعا کرے کہ اے خدا اے میرے مالک ہم تیری رضا مندی کے شیدائی ہیں تو میرے قلب کی اصلاح فرما اور مجھ پر وہ امور ظاہر اور منکشف فرما۔ جو علمائے اہل حق کی تحقیق کے موافق ہوں کیونکہ ان علمائے اہل حق کا ماخذ اور سرچشمہ آثار صحابہ وسلف صالحین ہے اور یہ ایسی مقبول اور مبارک جماعت ہے جو کبھی غلطی پر قائم نہیں رہ سکتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر نافہم مسائل دینیہ کو اپنی نافہمی سے کچھ کا کچھ سمجھ لیتا ہے۔ اور نفسانیت کی وجہ سے یہ سمجھتا رہتا ہے کہ یہی معنی قرآن اور احادیث سے مستنبط ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ اس کی صریح غلطی ہے۔ الغرض نہایت درجہ کے احتیاط سے کام لے اور ہرگز ان امور کو ظاہر نہ فرمائے جو علمائے اہل حق کی تحقیق کے خلاف ہوں۔ اگر شخص مذکور نے اس احتیاط کو برتا اور اس پر عمل کیا تو ضرور وہ فلاح پا گیا ورنہ وہ خود گمراہ ہوا اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جناب مرزا قادیانی اس جانچ میں کیسے نکلے اور انہوں نے اپنے کشف یا الہام کو کبھی اس طریقہ سے جانچا اور کیا وہ درحقیقت فلاح پا گئے؟ یا انہوں نے خود گمراہ ہو کر لوگوں کو گمراہ کیا اور اس جانچ پڑتال میں مجھے ان ہی باتوں کو معزز ناظرین کو دکھانا ہے۔ جن سے مرزا قادیانی کے عقیدہ کا اندازہ ہو سکے اور یہ معلوم ہو جائے کہ علمائے اہل حق کے عقائد سے جناب مرزا قادیانی کے عقیدہ کو کیا نسبت ہے؟'' وما توفیقی الا باللّٰہ علیہم توکلت والیہ انیب''

یوں تو جناب مرزا قادیانی کی بہت سی تحریریں اور ایسے سینکڑوں کشف والہامات ہیں جو عقیدتاً علمائے اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔ مگر طوالت تحریر کے خیال سے اس رسالہ میں مرزا قادیانی کے صرف چار الہام اور ایک کشف ان ہی کی کتاب سے مع حوالہ پیش کرتا ہوں۔

۱...... ’’انت منی وانا منك ‘‘ ﴿تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔﴾ یعنی وجود خداوندی باعث وجود مرزا قادیانی اور وجود مرزا قادیانی باعث وجود باری تعالیٰ ہے۔

(حقیقت الوحی ص۷۴، خزائن ج۲۲ ص۷۷)

۲...... ’’ظھورك ظھوری ‘‘ ﴿تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔ (یعنی مرزا قادیانی بذات خود خدا تھے۔﴾ (تذکرہ ص۷۰۴ طبع سوم)

۳...... ’’انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی ‘‘ ﴿تو مجھ سے ہے اور تو مرتبہ میں میری وحدانیت اور یگانگت کے ہے۔﴾ یعنی جس طرح میری وحدانیت کا کوئی مقابل نہیں ویسے ہی تیرا مرتبہ عظیم الشان ہے کوئی تجھ سا ذی مرتبہ نہیں اور کوئی شخص تیرے برابری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ (حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹)

۴...... ’’انت منی بمنزلة ولدی ‘‘ ﴿تو مجھ سے ہے اور میری اولاد کا مرتبہ رکھتا ہے۔﴾

(حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹)

ان چاروں الہاموں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نعوذ باللہ خدا تھے۔ خدا کے بیٹے تھے۔ چنانچہ وہ خود اپنا کشف یوں بیان کرتے ہیں کہ: ’’میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔‘‘ (کتاب البریہ ص۸۷، خزائن ج۱۳ ص۱۰۳) نعوذ باللہ من ھذا الکشف والالھام۔ تثلیث کے شیدائی یعنی عام عیسائی کو مرزا قادیانی دجال بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں ان ہی کے قتل کے لئے زبان تیغ سے نہیں بلکہ زبان قلم سے مامور کیا گیا ہوں اور خود انہوں نے جو کچھ دجل اختیار کیا ہے اور جس قدر گہری تثلیث پرستی دنیا میں قائم کی ہے وہ عیسائی تثلیث سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس پر جماعت قادیانی غور وخوض نہیں کرتی۔

عیسائیوں کے کفارہ کا مسلم الثبوت جملہ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ یعنی اے خدا اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑا۔ جو عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے مصلوب ہوتے وقت نکلا تھا۔ اس سے خود مترشح ہے کہ روح القدس اور عیسیٰ علیہ السلام کے سوا بھی کوئی بڑی ہستی ہے اور اسی کا نام خدا ہے۔ مگر مرزا قادیانی خود ہی خدا بن بیٹھے اور پھر ان پر یہ الہام ہونے لگا۔ ’’انما امرك اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون ارید ما ترید‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ ص۱۰۸)

یعنی تو جس بات کا ارادہ کرے کن فیکون کہہ دیا کر ہو جائے گا۔ جو کچھ تو ارادہ کرتا ہے۔ وہی میں بھی ارادہ کرتا ہوں۔ مرزا قادیانی کے اس بے تکی اور اس بلندی پروازی اور مجذوبانہ الہام کو عقائد اہل سنت والجماعت اور ارشاد خداوندی یعنی قرآن مجید سے پرکھیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب حضرت رسول مقبول ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے: ''قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً احد'' یعنی اے میرے پیارے نبی ﷺ ان لوگوں سے کہہ دے جو مخلوق پرستی میں مبتلا ہیں۔ آفتاب کو بت اور ہر ایسی چیز کو جو فانی ہے۔ اللہ یا اس کا بیٹا سمجھتے ہیں وہ نہایت غلطی پر ہیں اور پرلے درجہ کے بے وقوف ہیں۔ اللہ ایک ہی ہے۔ کوئی اس کی توحید اور تفرید میں برابری نہیں کر سکتا۔ اللہ بے نیاز (کسی کی خواہش کا وہ تابع نہیں اس کا ارادہ کسی کے ارادہ کے ماتحت نہیں) وہ کسی سے جنا اور نہ اس سے کوئی جنا۔ نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ واحد ہے بے نیاز ہے نہ کسی کا باپ نہ کسی کا بیٹا ہے تو پھر ان لوگوں سے کہہ دے۔ جو بے جان چیز اور فانی مخلوق کو خدا یا خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں اور اس کے قوی ارادہ میں دوسروں کو شریک سمجھتے ہیں وہ تو بے نیاز ہے۔ غرض کہ کوئی اس کے مثل نہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے: ''وما ينبغى للرحمن ان يتخذ ولدا'' یعنی اللہ کی ایسی قوی ہستی ہے کہ اس کا بیٹا ہونا تو بڑی بات ہے۔ جو خدا کے شان شایان نہیں۔ کہ مثلاً بھی کسی کو اپنا بیٹا بنالے۔ قرآن شریف کا یہ بھی ایک زندہ معجزہ ہے کہ ہر زمانہ میں ہر فرقہ باطلہ کی غلط دعویٰ کا کماحقہ رد کر دے۔ ''انت بمنزلة توحيدى وتفريدى وظهورك ظهورى'' کا کیا اچھا رد قل هو الله احد ہے۔ اور اريد ما تريد کا کیا دندان شکن جواب الله الصمد ہے۔ جو اس کی صفت ازلی وابدی ہے اور پھر انت منى وانا منك کا کیا خوب جواب لم يلد ولم يولد ہے۔ نیز انت منى بمنزلة ولدى کا کس خوبی سے وما ينبغى للرحمن ان يتخذولدا سے رد ہو رہا ہے۔ اللہ کی اولاد کے مقابل اور ہم مرتبہ کوئی دوسرا مولود جب ہی ہو سکتا ہے۔ جب حقیقتاً خدا کی کوئی اولاد ہو۔ پھر جب خدا کا کوئی ولد نہیں اور اتخاذ ولد خدا کے شایان شان نہیں۔ تو انت منى بمنزلة ولدى کیونکر خدائی الہام ہو سکتا ہے اور جب ان چاروں الہام کی قرآن مجید سے قطع وبرید ہوگئی تو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ایسا الہام ہرگز الہام رحمانی نہیں ہو سکتا اور کوئی خدا کے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

غرض خدا کی نسبت مرزا قادیانی کے جو کچھ خیالات تھے وہ ظاہر ہوگئے۔ اب رسالت کی بابت جو کچھ ان کے خیالات ہیں قوم کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

رسالت کے دعوے میں مرزا قادیانی کے اقوال

۱...... ’’سچا خداوہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۱، خزاءن ج۱۸ص۲۳۱)

۲...... ’’لولاك لما خلقت الافلاك‘‘ (حقیقت الوحی ص۹۹، خزائن ج۲۲ص۱۰۲)

یہ الہام تو صاف طور سے یہ بتا رہا ہے کہ تمام انبیاء اور اولیاء کے وجود اور ان کے کمالات کے باعث مرزا قادیانی ہیں تمام انبیاء مرزا قادیانی کے ظل ہیں۔ اصل مرزا قادیانی ہی ہیں اس الہام کے بعد مرزا قادیانی کو ظلی نبی کہنا صرف عوام کو دھوکا دینا ہے۔

۳...... ’’یاتی قمر الانبیاء (حقیقت الوحی ص۱۰۶، خزائن ج۲۲ص۱۰۹)‘‘ الہام صاف طور سے مرزا قادیانی کو تمام انبیاء کا چاند بتا رہا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ مرزا قادیانی افضل الانبیاء ہیں۔ جس طرح تاروں میں چاند بہت زیادہ روشن ہے۔

۴...... یا نبی اللّٰہ کنت لا اعرفك (الخاتمہ ص۸۵، خزائن ج۲۲ص۷۱۳)

۵...... انی معك ومع اھلك ارید ما تریدون (الخاتمہ ص۸۷، خزائن ج۲۲ص۷۱۵)

۶...... ’’خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ص۲۳۲)

ان اقوال اور الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی رسول تھے نبی تھے۔ مرزا قادیانی کی شان ایسی بلند تھی کہ اگر مرزا قادیانی پیدا نہ ہوتے تو یہ دنیا پیدا نہ ہوتی۔ مرزا قادیانی سب نبیوں کے سرتاج اور چاند تھے اور انتہا یہ ہوئی کہ ایسے بلند مرتبہ تھے کہ خود خدا آپ کی شان کو پہچاننے کی آرزو رکھتا تھا جیسا کہ الہام کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے اور خدا جانے مرزائی خدا نے ایسا ذہول کیوں اختیار کیا۔ خدا اور یہ بے خبری۔

غرض جب مرزا قادیانی نے اپنا یہ مرتبہ ثابت کیا اور قوم کو الہام کے ذریعہ سے یہ ذہن نشین کرایا کہ ہمارا وجود نہایت ہی مہتم بالشان اور میں ہی افضل البشر اور فخر الانبیاء ہوں۔ اور نافہموں نے اسے مان لیا تو مرزا قادیانی کی جرأت اور بڑھی اور پھر یوں کہنے لگے کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ: ’’یہ تمام حدیثیں جو پیش کرتے ہیں۔ تحریف معنوی اور لفظی سے آلودہ ہیں یہ سرے سے موضوع ہیں اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو خدا سے علم پاکر چاہے رد کر دے۔‘‘ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۰، خزائن ج۱۷ص۵۱)

پھر (اعجاز احمدی کے ص۲۹، خزائن ج۱۹ص۱۳۹) میں تحریر کرتے ہیں کہ: ’’ہم اب تک سمجھتے

ہیں کہ حکم اس کو کہتے ہیں کہ اختلافات رفع کرنے کے لئے اس حکم کا حکم قبول کیا جائے اور اس کا فیصلہ گو وہ ہزار حدیث کو موضوع قرار دے ناطق سمجھا جائے۔'' مرزا قادیانی یہ کہہ کر تمام مسلمانوں کی زبان بند کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اگر ان کے قول کے یا فعل کے کوئی حدیث مخالف ہو اور ان کے سامنے پیش کی جائے تو اسے روی میں پھینکنے کو کہہ دیں گے اور اگر کوئی آیت پیش کی جائے تو اس کے معنے ایسے گڑھ دیں گے کہ تیرہ سو برس تک کسی ذی علم اور کسی مفسر نے نہیں کئے اور کہہ دیں گے کہ ہم حکم ہیں جو ہم کہیں اسے تسلیم کرو۔ غرض کہ مسلمانوں کے متوجہ کرنے کے لئے تو اسلام کا نام ظاہر میں ہے اور باطل میں اسلام وہ ہے جو مرزا قادیانی کہیں اگرچہ کیسا ہی وہ قول اسلام کے خلاف ہو۔ جب سادہ لوحوں نے یہ بات مان لی تو اس کے مناسب احکامات بھی جاری ہونے لگے۔ جو قرآن واحادیث کے بالکل خلاف ہیں۔ مثلاً آپ نے بیٹے کی نسبت یہ حکم جاری کر دیا کہ ''اگر فضل احمد اپنی بیوی کو طلاق نہ دے تو عاق کیا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے۔'' چنانچہ جب محمدی بیگم (یعنی منکوحہ آسمانی کا نکاح سلطان احمد بیگ سے ہوگیا) تو مرزا قادیانی نے اپنے لڑکے پر زور ڈالنا شروع کیا کہ جب احمد بیگ نے میری بات نہ مانی اور اپنی لڑکی محمدی بیگم کی شادی دوسری جگہ کر کے مجھے ذلیل ورسوا کیا تو بھی اس کی بھانجی یعنی اپنی بیوی کو طلاق دے کر میرا بدلہ ان سے لے لے۔ مگر مرزا قادیانی کا لڑکا مرزا قادیانی سے زیادہ خدا ترس اور انصاف پسند تھا۔ اس کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اس نے ایک ناکردہ گناہ اور اپنے دل کے آرام وخوشی کو اپنے سے جدا نہیں کیا۔ طلاق نہ دی۔ مرزا قادیانی اس کی حرکت سے آگ بھبوکا ہوگیا اور اسے عاق کر کے اپنی جائیداد کے ترکہ سے محروم رکھا۔ نیز مرزا قادیانی بلاشرعی اجازت کے اپنے خواہش کے مطابق جب چاہا نمازوں کو جمع کر کے پڑھ لیا وغیرہ وغیرہ۔

الغرض مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس دعوے سے جو مقصد تھا وہ بھی میں نے مجملاً ظاہر کر دیا اب میں اس دعوے کی غلطی بموجب عقیدہ اہل سنت والجماعت اسی کتاب سے دکھانا چاہتا ہوں۔ جسے ہمارے برادر مکرم مانتے ہیں اور سب سے پہلے اس کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور اپنے کو نبی سمجھ لیا لیکن نبوت کے متعلق جو اعتقاد اہل سنت والجماعت کا ہے وہ میں مجدد صاحب ہی کے مکتوب سے لکھتا ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانی مکتوب بست وچہارم جلد ثالث میں تحریر فرماتے ہیں۔ چون درشان حضرت عمر فاروقؓ فرمودہ است علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام لو کان بعدی نبی لکان عمر یعنی لوازم کمالاتی کہ در نبوۃ درکار ست ہمہ

را عمر دارد اماچون منصب نبوت بخاتم الرسل ختم شده است علیه وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بدولت منصب نبوت مشرف نگشت۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔ جو کچھ لازمہ نبوت ہے وہ عمرؓ میں موجود ہے مگر منصب نبوت چونکہ ختم ہو چکا اس لئے عمرؓ نبوت کے منصب سے مشرف نہ ہوا۔ ہمارے برادر نے ایک یہ بھی دھوکا کھایا ہے کہ نبی کے معنی نائب رسول کے سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس نبوت کا دعویٰ مرزا قادیانی نے کیا ہے۔ اس کے معنی نائب رسول کے ہیں مگر انہیں چاہئے کہ اس حدیث پر غور کریں اس سے بخوبی روشن ہے کہ نبی کے معنی نائب رسول کے نہیں ہوتے کیونکہ اس میں شبہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت عمرؓ نائب رسول تھے اور ایسے عظیم الشان نائب تھے کہ اپنی نیابت کے زمانہ میں اسلام کا وہ کام کیا کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی جیسے دس ہزار پیدا ہوں تو نہیں کر سکتے۔ اگر نبی کے معنی کسی وقت نائب رسول کے ہوتے تو حضرت سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ نہ فرماتے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

اب دوسرا قول حضرت امام ربانی کا ملاحظہ ہو۔ اسی مکتوب میں آگے چل کر ارقام فرماتے ہیں کہ مقرر است کہ هیچ ولی امتی بمرتبه صحابی آن امت نرسد فکیف به بنی آن امت۔ یعنی عقیدتاً علماء اہلسنت والجماعت نے اس بات کو مان لیا ہے اور یہ قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ اس امت کا کوئی ولی صحابی کے درجہ کے ہمسری نہیں کر سکتا۔ تو پھر کیونکر وہ نبی ہوسکتا ہے۔ جس کا درجہ صحابی سے کہیں زیادہ افضل ہے۔ پھر اسی مکتوبات کے جلد اوّل مکتوب سہ صدودیم ص۴۳۲ میں حضرت مجدد صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں کہ نبوت عبارت از قرب الٰهی است که شائبه ظلیت ندارد یعنی نبوت قرب الٰہی کو کہتے ہیں۔ اس میں ظلیت تو کجا شائبہ ظلیت بھی نہیں ہوسکتا۔ اس قول سے مرزا قادیانی کی نبوت ظلیہ اڑ گئی۔ جماعت قادیانی کے زبان زد ہے کہ مرزا قادیانی ظلی نبی ہیں جب نبوت میں ظلیت کا شائبہ نہیں ہے تو ظلی نبی چہ معنی غرض مجدد صاحبؒ کے محررہ بالا دونوں مکتوبوں سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیین تھے آپ کے بعد منصب نبوت باقی نہیں رہا اور اب کوئی دوسرا نبی نہیں ہوسکتا اور نبی تو بڑی چیز ہے ظلی نبی بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ نبوت ایک ایسے قرب الٰہی کا نام ہے جس میں شائبہ ظلیت ممکن نہیں ہے۔ پھر ظلی نبی چہ معنی دارد۔ جماعت قادیانی عموماً اور جناب حکیم نور الدین مؤلف القاء ربانی خصوصاً مجدد صاحبؒ کے اس مکتوب کو دیانتداری وایمانداری سے ملاحظہ کر کے بتائیں کہ وہ اپنی مسلم الثبوت اور پیش کردہ کتاب سے کیوں الگ ہو کر مرزا قادیانی کو بعض مستقل انبیاء

سے افضل اور پھر کہیں ظلی نبی مان رہے ہیں اور بعض ان کے مخلصین یہ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی غیر تشریعی نبی تھے۔ یعنی مرزائی حضرات کے نزدیک نبوت کی دو اقسام ہیں۔ ایک تشریعی اور دوسری غیرتشریعی۔ غرض نبوت ایک ہی ہے جو دو چیز پر مشتمل ہے مگر جب مطلق نبوت کی نفی کردے گی تو دونوں کی نفی ہوگئی اور ثابت ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد نہ کوئی تشریعی نبی ہو نہ غیرتشریعی۔

اور مجھے زیادہ حیرت تو اس بات پر ہے کہ مرزائی جماعت مرزا قادیانی کو قوم کے سامنے غیرتشریعی بنی بنا کر پیش کرتی ہے اور مرزا قادیانی ہیں کہ تشریعی نبی کی طرح احکامات جاری کر رہے ہیں۔ کیا جناب خلیفۃ المسیح حکیم نورالدین صاحب کتب فرائض سے یہ بات مجھے دکھلا سکتے ہیں کہ موانع ارث میں عاق بھی ہے اور لڑکا عاق ہونے سے محروم الارث ہو جاتا ہے۔ میں نے تو کہیں نہیں دیکھا اور جناب خلیفۃ المسیح یا مؤلف القاء ربانی ہرگز ایسے دکھا نہیں سکتیں۔ ہاں موانع ارث میں سے ارتداد ہے۔ اگر مرزا قادیانی کا فرزند دلبند مرتد ہو جاتا تو وہ البتہ محروم الارث ہوسکتا ہے۔ والّا فلا!

ایسے میں مؤلف القاء، ربانی عقائد اہل سنت االجماعت سے یہ دکھا سکتے ہیں کہ بغیر کسی شرعی عذر کے نماز جمع کر کے پڑھنا جائز ہے۔ اس کے علاوہ مرزا قادیانی تو اربعین میں صاحب طور سے نبوت تشریعی کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ پھر یہ عذر بدتر از گناہ پیش ہو رہا ہے اور یہاں سے پتہ چل گیا کہ بغیر آپ کسی کی پیروی کے انسان مدارج علیا پر ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ مگر افسوس ہے جناب مرزا قادیانی اور مؤلف القاء ربانی پر کہ وہ اس راہ سے الگ ہیں اور مرزا قادیانی: ”یایھا الذین امنو اذاتنازعتم فی شئی فردوہ“ اللہ اور رسول کے خلاف اپنے کو حکم قرار دیتے ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ حدیث وقرآن سے الگ ہوکر یوں فرماتے ہیں کہ: ”حکم کے معنی یہی ہیں کہ اللہ سے علم پاکر جو چاہے فیصلہ کردے۔ چاہے اس سے ہزار حدیث کیوں نہ ردی کے برابر سمجھی جائیں۔“

قادیانیوں کی حالت دیوانہ راہ ہوئے بس است کی سی ہے۔ ضعیف سے ضعیف روایت کا اگر ایک نقطہ افتراءً بھی کسی پہلو سے ان کی مدعا کے موافق نکل آیا۔ بس تالیاں بجانے لگتے ہیں اور زبان اور قلم سیکڑوں جگہ پر اسے مشتہر کرتے ہیں۔ اس تحریر میں حکم کا لفظ آ گیا ہے شاید مؤلف القاء ربانی یہ کہہ دیں کہ حدیث شریف میں حکماً عدلاً مسیح موعود کے شان میں آیا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود تھے۔ پھر انہوں نے اگر اپنے کو حکم کہا تو استعجاب کیا ہوا۔ لہٰذا میں اسے ذرا وضاحت سے تحریر کرتا ہوں۔ گوش دل سے سنئے۔ محررہ بالاتحریر سے اولاً یہ بھی اچھی طرح ثابت کر چکا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود نہ تھے۔ ثانیاً حدیث شریف میں یہی ایک لفظ حکماً عدلاً نہیں

ہے۔ بلکہ پوری حدیث یہ ہے:’’ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا ۰ فیکسر الصلیب، ویقتل الخزیر، ویضع الجزیة، ویفیض المال حتی لایقبله احد ۰ حتی تکون السجدة الواحدة خیر امن الدنیا والاخره ‘‘یعنی مسیح ابن مریم تم میں حاکم عادل ہوکر نازل ہوں گے۔ صلیب (پرستی کی بنیاد) کو توڑ ڈالیں گے۔ (سور) کو قتل کریں گے۔ یعنی بے غیرتی جاری رہے گی۔ بے حیا لوگ تباہ وبرباد ہوں گے۔ (جزیہ) یعنی ٹیکس جو اسلام میں مقرر تھا۔ وہ اٹھا دیا جائے گا۔ (مال) کی ایسی کثرت ہوگی کہ اس کا لینے والا کوئی نہ ہوگا (عبادت الٰہی کا شوق اس درجہ غالب ہوگا کہ) ایک سجدہ میں دولت کونین سے زیادہ لطف آئے گا۔

اب فرمایئے کہ کہاں صلیب پرستی دنیا سے اٹھی۔ کہاں مسلمانوں میں:’’استغناء نفس‘‘ حاصل ہوا۔ بے حیائی اور بے غیرتی کب مفقود ہوئی۔ عبادت الٰہی کا شوق اس درجہ پر کہاں موج زن ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ بلکہ برعکس ادیان باطلہ اور خصوصاً صلیب پرستی کا زوروشور ہے۔ عموماً لوگوں میں استغناء نفس نہیں۔ الا ماشاءاللہ! خصوصاً مرزاقادیانی اوران کے خلیفہ ہر روز نئے طریقہ سے قوم سے روپیہ لیتے ہیں۔ بے غیرتی کا یہ عالم ہے کہ قرآن اور حدیث اگر مرزاقادیانی کے مدعا کے خلاف نکلے تو اسے ردی میں پھینکنے کا کہا جاتا ہے۔ اس حدیث شریف کا ایک حرف بھی مرزاقادیانی کے شایان شان نہیں۔ یوں مذاق کی تو اور بات ہے کہ کوئی شخص اپنے کو بادشاہ وقت اور حکم سمجھنے لگے۔ مرزاقادیانی صرف اپنے کو حکم ہی تصور کرنے پر بس نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ میں فخر الانبیاء ہوں۔ یعنی سب نبیوں کا چاند یعنی سرتاج ہوں۔ حالانکہ حضرت مجدد صاحبؒ کے مکتوب سے جسے مولف القاء ربانی نے مسلم الثبوت مانا ہے۔ میں دکھا چکا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین تھے اور آپ ﷺ کے بعد اب منصب نبوت باقی نہیں بلکہ آپ کی امت کا کوئی ولی صحابہ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ پھر اپنے کو نبی کہنا سوائے ہفوات اور بے تکے خیال اور نیز مجذوبانہ بڑ کے اور کیا ہوسکتا ہے۔

معزز ناظرین! آپ کو معلوم ہوگا کہ کلام خدا اور کلام رسول کے متعلق کیا عندیہ ہے مرزاقادیانی کا دعویٰ نبوت سے تو نص قرآنی کا صاف انکار ہے۔ لیکن مسلمانوں کے خوف سے صاف طور پر نہیں کہتے۔ مگر اس میں کیا شبہ ہوسکتا ہے کہ اس کا حاصل کلام یہی ہے۔ ملائکہ اور حشر اجساد کے متعلق بھی مرزاقادیانی کا عقیدہ بالکل ہی اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے۔ فرشتہ کو مرزاقادیانی ایک جدا مخلوق نہیں سمجھتے بلکہ اسے دہریہ کی طرح کہیں آفتاب، کہیں ستاروں کی روح اور الٰہی کی گرمی سے تعبیر کرتے ہیں۔ میں نے اس پر توضیع مرام کے جواب میں کافی روشنی ڈالی

ہے۔ انشاء اللہ عقب میں وہ آپ کے پیش نظر ہوگا۔ سردست مجھے اتنا ہی ثابت کرنا ہے کہ مرزا قادیانی کی روش بالکل فرقہ ناجیہ علماء اہل سنت کے خلاف ہے اور مرزا قادیانی کے معتقدات کو عقائد اہل سنت والجماعت سے کوئی مناسبت نہیں۔ کبھی انہوں نے احتیاط سے کام نہیں لیا اور بھولے سے بھی اپنے الہام کو مجدد صاحب کے ارشاد کے مطابق عقائد اہل سنت والجماعت اور نیز قرآن مجید اور احادیث شریف سے نہیں جانچا۔ اگر وہ خداترس ہوتے تو ضرور ایسا کرتے اور انہیں معلوم ہوجاتا کہ ایسے امور کشفیہ جو انہیں منکشف ہوئے۔ سراسر موجب ہلاکت ہیں۔ باری تعالیٰ کی درگاہ میں نہایت عاجزی سے گڑگڑا کر دعا کرتے کہ اے خدا میرے گناہ سے درگزر فرما۔ مجھ پر وہ امور ظاہر فرما جو معتقدات اہل سنت والجماعت کے خلاف نہ ہوں۔ مگر افسوس اور صد افسوس کہ انہوں نے اس طرح سے کبھی بھولے سے بھی اپنے الہام کو نہیں جانچا۔ بلکہ وہ اور بھی اس پر دلیر ہوگئے اور اپنی رفعت شان سمجھنے لگے۔ ایسے نافہم کی نسبت مجدد صاحب رضی اللہ تعالیٰ کے خلاف مولف القاء ربانی نے حکم مان لیا ہے۔

یہ ہی وہ ناطق فیصلہ جو مجدد صاحب رضی اللہ تعالی عنہ فرمارہے ہیں۔ مولف القاء ربانی اسے اچھی طرح سمجھ لیں کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ انہیں کی مسلم الثبوت کتاب مکتوبات امام ربانی سے لکھا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی انہیں کی مسلم الثبوت کتاب سے بحث کروں گا۔ جو اب تو کافی وشافی ہوگیا اور اس مکتوب سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مجدد صاحبؒ کی تحریر کے مطابق مسیح موعود اور ہیں اور مہدی مسعود جدا۔ مسیح موعود حضرت روح اللہ ہوں گے اور مہدی موعود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہوں گے جن کی علامتیں بیان کی گئیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ علامتیں مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتیں۔ مزید براں حضرت مجدد صاحبؒ کے مکتوب ہی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعد بعثت ختم المرسلین منصب نبوت باقی نہیں اور اب کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ نہ تشریعی نہ غیر تشریعی نہ ظلی۔ پھر ان سب سے ایک اور بات یہ معلوم ہوئی کہ ایسا شخص جو خلاف معتقدات اہل اسلام اپنے کشف اور الہام کو پیش کرے۔ وہ خود گمراہ ہوا اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ ایسے ناطق فیصلہ کے بعد اب ایک سطر ایک جملہ کیا ایک لفظ لکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ پھر بھی مؤلف القاء ربانی کی مزید بصارت اور معزز ناظرین کی مزید واقفیت کے لئے مؤلف القاء ربانی کی تحریر کے مطابق فتوحات مکیہ سے اس بحث کو اور صاف کرنا چاہتا ہوں۔ مؤلف القاء ربانی یوں تحریر فرماتے ہیں کہ اس امر کو اور صاف ہوجانے کے لئے حجج الکرامۃ اور دراسات اللبیب فتوحات مکیہ کو بھی دیکھنا چاہئے جس میں مہدی کو کافر اور دجال ملحد ٹھیرانے کا ذکر ہے...... الخ۔

شاید حجج الکرامۃ۔ دراسات اللبیب اور فتوحات مکیہ کو خود اپنی آنکھوں سے مولف القاء ربانی نے ملاحظہ نہیں کیا۔ خلیفۃ المسیح یا کسی اور اپنے ہم خیال سے سن کر بلا دیکھے بھالے جس طرح مرزا قادیانی کو اپنے دعوے میں صادق سمجھا ایسے ہی باور کر لیا ورنہ اگر اپنی آنکھوں سے دیکھتے تو ایسا نہ کرتے۔

ان تین پیش کردہ کتابوں میں سے پہلی کتاب حجج الکرامۃ۔ نواب صدیق حسن خان مرحوم کی ہے اور دوسری کتاب دراسات اللبیب بھی کسی مستند اور مسلم الثبوت متبحر فاضل کی نہیں ہے۔ عام تصنیفات میں اس کا شمار ہو۔ اس لئے میں ان کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا (اگرچہ مولف نے عوام پر اثر ڈالنے کے لئے متعدد نام لکھ دیئے ہیں) ہاں! تیسری کتاب فتوحات مکیہ محی الدین ابن عربیؒ کی مبارک اور قابل قدر تصنیف ہے۔ میں بھی ناظرین کو اسی پراسرار کتاب کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہ فتوحات مکیہ ایک بڑی مبسوط کتاب ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ اول سے آخر تک اس کتاب کو محض پڑھ جانے کے لئے ایک عمر چاہئے اور شاید ایسا ہی سمجھ کر مولف نے لکھ دیا کہ کون ایسی مبسوط کتاب کو دیکھ سکتا ہے۔ سردست تو محض اس کے نام ہی سے میری تحریر کی وقعت ہو جائے گی۔ شاید انہیں یہ معلوم نہیں کہ طالب حق کی جستجو نہایت ہی گہری ہوتی اور راستی کے لئے تائید ایزدی ہوتی ہے۔ ہر مشکل کام اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ نظر بران میں نے بسم اللہ کر کے فتوحات مکیہ سے اس بحث کو نکالنا چاہا اور اللہ کا ہزار شکر ہے کہ نہایت ہی آسانی سے یہ بحث نکل آئی جسے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں:

’’اعلم ایدنا اللّٰہ وایاك ان للّٰہ خلیفۃ یخرج وقد امتلات الارض جورا وظلما فیملوھا قسطا وعدلا لولم یبق من الدنیا الایوم واحد طول اللّٰہ ذلك الیوم حتی یلی ھذا الخلیفۃ من عترۃ رسول اللّٰہﷺ من ولد فاطمۃ جدہ الحسین ابن علے ابن ابی طالبؓ یواطئی اسمہ اسم رسول اللّٰہﷺ یبائع الناس بین الرکن والمقام یشبہ رسول اللّٰہﷺ رسول فی الخلق بفتح الخاء وینزل عنہ فی الخلق بضم الخاء لانہ لایکون احد مثل رسول اللّٰہﷺ فی اخلاقہ واللّٰہ یقوم فیہ وانك لعلی خلق عظیم۔ وھواجلی الجبھۃ اقنی الانف اسعد الناس بہ اھل الکوفۃ یقسم المال بالسویہ ویعدل فی الرعیۃ ویفصل فی القضیۃ یاتیہ الرجل فیقول لہ یامھدی اعطنی وبین یدیہ المال فیحثی لہ فی ثوبہ مااستطاع ان یحملہ یخرج علی فترۃ من الدین یدع اللّٰہ

به مالایدع بالقران یمسی الرجل جاهلا بخیلا جبانا فیصبح اعلم الناس اشجع الناس اکرم الناس یصلحه الله فی لیلة یمشی النصربین یدیه یعیش خمسا اوسبعا اوتسعایقف اثر رسول اللهﷺ لایخطئی له ملك یسدده من حیث لایراه یحمل الکل ویقوی الضعف فی الحق ویقری الضیف ویعین علی نوائب الحق یفعل مایقول وبقول مایعلم ویعلم مایشهد ویفتح المدینه الرومیة بالنبکیر فی سبعین الفا من المسلمین من ولد اسحق یشهد الملحمة العظمی مادبة الله بمجع عکا یبید الظلم واحله یقیم الدین وینفخ الروح فی الاسلام ما یعزالاسلام به بعد ذله وحیی بعد موته یضع الجزیة وید عواالی الله بالسیف ماکان فمن ابی قتل ومن نازعة خذل یظهرمن الدین ماهواالدین علیه فی نفسا مالوکان رسول اللهﷺ حیالحکم به یرفع المذاهب من الارض فلایبقی الاالدین الخالص اعداؤه مقلدة العلماء اهل الاجتهاد لمایرونه من الحکم بخلاف ماذهبت الیه ائتهم فید خلون کرهاتحت حکمه خوفاً من سیفه وصلته ورغبة فیمالدیه یفرح به عامة المسلمین اکثرمن خاصتهم یبائعه العارفون بالله من اهل الحائق عن شهود وکشف وتعریف الهی لارجال الهیون یقیمون دعوته وینصرونه هم الوزراء یحملون اثقال المملکة ویعبنو علی ماقلده الله ینزل علیه عیسی بن مریم بالمنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهر وذتین متکئا علی ملکین ملك عن یمینه وملك عن یساره یقطرراسه ماء مثل الجمان یتحدر کانما خرج من ویماس والناس فی الصلوة العصر فتنحی له الامام من مقام فیتقدم فیصلے بالناس یوم الناس بسنت رسول اللهﷺ یکسرالصلیب ویقتل الخنزیر ویقبض الله المهدی الیه طاهرا مطهرا۰ انتهے‘‘

﴿سمجھو خدا ہماری تمہاری مدد کرو بے شک اللہ کا ایک خلیفہ ایسے وقت میں ظاہر ہوگا جبکہ زمین ظلم سے بھر جائے گی اوروہ زمین کوانصاف سے بھر دے گا۔ اگر قیامت کے آنے میں ایک دن بھی باقی رہے گا تو خدا اس دن کواس قدر دراز کرے گا کہ یہ خلیفہ ظاہر ہو(یعنی اس خلیفہ کا آنا ضرور ہے) یہ خلیفہ رسول اللہﷺ کے اولاد میں حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوں گے اور حسین ابن علی ابن ابی طالب آپ کے اجداد میں ہوں گے۔ آپ کا نام رسول خدا کے نام کی طرح محمد

ہوگا۔ مقام اور رکن کے درمیان میں آدمی ان کی بیعت کریں گے۔ صورت میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہوں گے اور سیرت آپ سے گھٹے ہوں گے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق میں مثل ہونا ناممکن ہے۔ آپ کا اسمین اعلیٰ مرتبہ ہے جس کا قرآن شاہد ہے۔ پیشانی روشن اور ناک بلند ہوگی۔ لوگوں میں اہل کوفہ آپ کے زیادہ معاون ہوں گے۔ مال کے دینے میں مساوات اور رعایا میں عدالت کا لحاظ رکھیں گے۔ جھگڑوں کو مٹائیں گے۔ جب آپ سے کوئی مال کا سوال کرے گا تو اس کا دامن مال سے بھر دیں گے۔ اگر ان کے پاس مال ہوگا اور اس قدر دیں گے کہ جتنا وہ اٹھا سکے اور یہ خلیفہ ایسے وقت میں ظاہر ہوگا جب کہ دین و دنیا سے اٹھ جائے گا۔ مستعد کرے گا ان کی وجہ سے خدا امور خیر پر اس قدر کہ قرآن سے بھی اس قدر آمادہ نہ ہوئے تھے۔ لوگوں کے انقلاب کی یہ حالت ہوگی کہ جو شام کو بخیل، جاہل، بزدل تھا وہ آپ کی صحبت سے صبح ہی کو عالم، سخی، بہادر ہو جائے گا اور ایک ہی رات میں اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ مدد آپ کی ہم رکاب ہوگی۔ پانچ یا سات یا نو سال تک زندہ رہیں گے۔ سنت کا ایسا اتباع کریں گے کہ سر مو اس سے تجاوز نہ کریں گے۔ خدا کی طرف سے آپ کے ساتھ ایک فرشتہ ہوگا جو ہدایت کرے گا محتاج وضعیفون کی مدد کریں گے اور مہمان نواز ہوں گے اور حق کے طرفدار۔ آپ کا قول وفعل دونوں موافق ہوگا اور بلا جانے بوجھے کچھ نہ کہیں گے اور ان کا علم شہودی ہوگا اور روم شہر کو ۷۰ ہزار مسلمان بنی اسرائیل کے ساتھ فتح کریں گے۔ شہر عکا کے میدان میں سخت لڑائی ہوگی۔ اس میں وہ خلیفۃ اللہ موجود ہوں گے۔ ظلم کو اور ظالموں کو مٹائیں گے اور دین کو قائم کریں گے اور اسلام میں از سر نو روح پھونکیں گے۔ یہاں تک کہ اسلام پھر غالب اور زندہ ہوگا۔ جزئیہ کو اٹھائیں گے اور خدا کے لئے تلوار چلائیں گے۔ اپنے منکر کو قتل کریں گے اور آپ کے مخالف ذلیل و رسوا ہوں گے۔ اس وقت خالص دین ظاہر ہوگا جیسا کہ رسول خداؐ کے وقت میں تھا۔ دین خالص کے سوا دنیا سے سب مذاہب اٹھ جائیں گے۔ مجتہدون کے مقلدین اس لئے آپ کے دشمن ہوں گے کہ ان کے اماموں کے خلاف آپ فتویٰ دیں گے۔ مگر وہ بھی آپ کی صولت اور قہر کے خوف سے اور آپ کے انعامات کی امید پر سر تسلیم خم کریں گے۔ تمام مسلمان آپ کے ظہور پر خوش ہوں گے۔ اہل اللہ اپنے کشف سے اور خدا کے الہام سے آپ کی بیعت کریں گے۔ نیک اور ابرار لوگ آپ کی دعوت کو قائم کریں گے اور مدد کریں گے۔ جو کہ آپ کے وزیر ہوں گے۔ تمام سلطنت کے بار کو اٹھائیں گے اور آپ کی مدد کریں گے۔

انہیں کے وقت میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس منارۂ بیضاء سے نازل ہوں گے جو

دمشق کے مشرق کی جانب واقع ہے اور اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو زرد چادروں میں دو فرشتوں کے سہاروں سے نازل ہوں گے۔ موتی کی طرح آپ کے سر سے پانی ٹپکتا ہوگا جیسے کہ آپ ابھی حمام سے برآمد ہوئے ہیں اور اس وقت لوگ عصر کی نماز میں ہوں گے اور امام آپ کو دیکھ کر جگہ چھوڑ دے گا اور (اس نماز کے علاوہ) آپ رسول اللہ کی سنت کے مطابق آگے ہوکر امامت کریں گے۔ صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ اس وقت میں اللہ تعالیٰ امام مہدی کو دنیا سے پاک وصاف اٹھائے گا۔

اب جماعت قادیانی دیکھے کہ مولف القاء کی مستند کتاب نے ان کے مرشد کو کیسا صریح جھوٹا کر دیا۔ حضرت امام مہدی کی وہ علامات بیان فرمائیں جن کا پتہ مرزا قادیانی میں نہ تھا۔ کچھ ایک علامت بیان فرمائے۔ متعدد علامتیں بیان کی ہیں جن میں سے ایک کا نشان مرزا قادیانی میں نہ تھا۔ عبارت مع ترجمہ موجود ہے۔ مکرر ملاحظہ کیا جائے۔ حضرت محی الدین عربی نے یہ بھی روشن کر دیا کہ امام مہدی اور ہوں گے اور حضرت مسیح اور ہوں گے۔ اس عبارت میں حضرت امام مہدی کے صفات بیان کئے ہیں اور ان کی علامتیں لکھی ہیں۔ یہ اس نے نہیں لکھا کہ مہدی کو لوگ کافر، گمراہ، دجال، ملحد ٹھہرائیں گے۔ البتہ یہ لکھا ہے کہ بعض مقلدین ان کے مخالف ہوں گے۔ الحمدللہ کہ مرزا قادیانی کے سب سے اول اور بڑے مخالف علماء اہل حدیث ہوئے مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالحق غزنوی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری غرضیکہ فتوحات مکیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ مولف القاء اور ان کے مرشد کے بالکل خلاف ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ بھی وہی ارشاد فرماتے ہیں جو حضرت مجددؒ کے مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی آپ بھی یہی فرمارہے ہیں کہ مہدی علیہ الرضوان[1] اہل بیت سے ہوں گے۔

آپ کا نام وہی ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کا نام ہے یعنی محمد۔ آپ بادشاہ وقت ہوں گے۔ دنیا کو شر و فساد جور و ظلم سے پاک کر کے عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ نافہم علماء ان کے مخالف ہوں گے۔ مگر تلوار کے خوف سے اور دنیاوی طمع سے آپ کے مطیع ہو جائیں گے۔ آپ ہی کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ غرض حضرت محی الدین عربیؒ کی نورانی تحریر سے بھی یہ بات آفتاب کی سے زیادہ روشن ہو جاتی ہے کہ جناب مہدی علیہ الرضوان اور ہوں

[1] قادیانی حضرات امام مہدی کے نشانات کو دیکھیں ان میں سے ایک نشانی بھی مرزا قادیانی میں پائی گئی۔ گھنوں کو روایت بنا کر تو چھوٹے نشان کو غل کر دیا۔ بزرگوں نے جو سچے نشانات بیان کئے ہیں ان کا خیال بھی نہیں مگر گمراہی پھیلانے کو چھوٹے نشانات کا غل ہے۔

گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یعنی مسیح موعود) اور ہوں گے۔ ہاں فتوحات مکیہ سے ایک اور نئی بات یہ معلوم ہوئی کہ مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں سارے مذاہب باطلہ نیست ونابود (یعنی تمام مذاہب باطلہ کی قوت نیست ونابود ہو جائے گی) ہو کر صرف دین خالص یعنی مذہب اسلام باقی رہ جائے گا۔

مرزا غلام احمد کے زمانہ میں تو اور بھی مذاہب باطلہ کو فروغ ہوا۔ اور دیانند سرستی کے آریہ دھرم کی روز افزوں ترقی رہی۔ اور ہنود ایک سیلاب عظیم آئے دن مذہب اسلام پر آتا رہتا ہے۔ مولف القاء ربانی اپنے مسلم الثبوت شاہد حضرت مجددؒ حضرت محی الدین عربیؒ کے کلام کو خوف خدا دل میں رکھ کر ملاحظہ کریں اور بتائیں کہ کیا واقعی ان حوالہ کو جو میں نے مکتوب امام ربانی اور فتوحات مکیہ سے نہایت ہی دیانت اور احتیاط کے ساتھ لفظ بہ لفظ مع بامحاورہ ترجمہ کے نقل کر دیا ہے۔ اس سے پیشتر ان کی نظر سے گزرا ہے یا نہیں۔ اگر انہوں نے پہلے ہی سے ان حوالوں کو دیکھا ہے تو پھر کیوں تعصب اور ضد سے محض مقلدانہ اپنے علم وفضل کو الگ رکھ کر اسلام کے سرسبز وشاداب باغ سے کیوں دور جا پڑے ہیں۔ اگر انہوں نے واقعی ان حوالہ جات کو اس سے پیشتر ملاحظہ نہیں کیا تو پھر کیوں یہ عامیانہ فریب دیتے ہیں کہ مکتوب امام ربانی اور فتوحات مکیہ سے مرزا قادیانی کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

افسوس صد ہزار افسوس میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکلا کے مصداق ان دو معتبر اور محترم بزرگ نے جو کچھ گواہی دی اس سے معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی نہ مسیح موعود تھے نہ مہدی مسعود۔ حقیقت کا انکشاف تو بفصلہ بہت ہی خوبی سے ہو گیا۔ مگر اس انکشاف کے ساتھ ہی مرزا قادیانی اپنے دعوے میں کاذب ٹھہرے۔

جب اس تمہید کے تمہیدی مضامین کا یہ حال ہے اور اس میں اس قدر افتراء ہے تو اس کے آگے اصل مضامین کی بحث میں تو کیا کچھ نہ ہوگا۔ جی تو نہیں چاہتا ہے کہ اب اس سے آگے ایک سطر بھی تنقیدانہ نظر دیکھوں مگر مختلف الخیال انسان کا مختلف فہم مجھے اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ میں پوری کتاب پر ایک مختصر مفید ریمارک لکھ دوں۔ شاید کوئی بندہ خدا ایمان داری سے کام لے اور اس تحریر سے اسے صراط مستقیم نصیب ہو۔ آمین یاارحم الراحمین!

مؤلف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں۔ ابو احمد صاحب نے اپنے فیصلہ کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے۔ پہلا حصہ اگرچہ شائع نہیں ہوا۔ پھر آگے چل کر تحریر کرتے ہیں کہ یہ میرا رسالہ ان کے دوسرے حصہ کا جواب ہے۔ یہ دونوں باتیں واقعات کے اعتبار سے بالکل ہی غلط ہیں۔ فیصلہ آسمانی کا پہلا حصہ برسوں ہوئے شائع ہو چکا اور القاء ربانی کی بعض پوشیدہ تحریریں یہ کہہ رہی ہیں

کہ مولف کی نظر سے پہلا حصہ گزر چکا ہے۔ بہر کیف جب وہ خود ہی ابھی اس کے جواب کے متعلق کچھ نہیں لکھتے تو میں بھی ایفاء وعدہ کا منتظر ہوں۔ جب پہلے حصہ کا جواب شائع ہوگا تو میں بھی انشاءاللہ دیانت اور انصاف سے اسے دیکھوں گا۔

مؤلف القاء ربانی نے علامہ مصنف فیصلہ آسمانی کی دیگر تصانیف اس بات کو قوم میں پیش کیا ہے۔ کہ معجزہ اور خوارق کو نافہم وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور عوام خواہ مخواہ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ مگر اس تحریر اور حوالہ سے فائدہ اس مضمون کی تو بہت سی آیتیں خود قرآن مجید مذکورہ ہیں۔ منشاء ایسی تحریر کا تو صرف اس قدر ہے کہ نافہموں کی بدگمانیوں سے حق مذہب باطل نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ استدلال بے شک اس وقت صحیح ہوتا جب مولف القاء ربانی آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ دلائل عقلیہ حالات موجودہ اور اجتہاد آئمہ سے یہ ثابت کردیتے کہ مرزا قادیانی درحقیقت مسیح موعود مسعود تھے اور جب اس دعوے کی کوئی دلیل نہیں لاسکے۔ پھر فضول تحریر سے کا فائدہ۔

مؤلف القاء ربانی اس مضمون کو ذرا زوردار اور باوقعت بنانے کے لئے یہاں مجدد صاحبؒ کے مکتوب سے چند جملہ پیش کرتے ہیں۔

معزز ناظرین! حضرت مجدد صاحبؒ اس مکتوب میں مریدون کے لئے جو ضروری آداب ہیں۔ اس کو نصیحتاً بیان فرماتے ہوئے اور پیر کی اتباع کس درجہ مرید کو کرنی چاہئے اسے دکھلاتے ہوئے اور پیر کے سامنے جس آداب ولحاظ سے مرید کو بیٹھنا چاہئے اس کے لئے ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ اور بادشاہی میں بادشاہ اپنے تخت پر متمکن تھا اور وزیر سامنے مودب کھڑا تھا۔ ناگاہ وزیر کی نگاہ اپنے کپڑوں پر جاپڑی۔ اس نے دیکھا کہ اچکن کا بند کھل گیا ہے۔ وزیر اس کی بندش اور درستگی میں مشغول ہوگیا۔ وزیر کی اس حرکت پر بادشاہ کی نظر جاپڑی۔ نہایت غضب ناک ہوکر وزیر سے کہا کہ تو میرا وزیر اور میرے سامنے اپنی توجہ کو مجھ سے الگ کر کے اپنے جامہ کے بند کی طرف ملتفت ہوتا ہے۔ یہ حرکت نہایت نازیبا ہے۔ اس حکایت کو بیان فرما کر مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب دنیائے دنیہ کے وسائل کے لئے ایسی باریکیاں ہیں تو پھر وسائل وصولی الی اللہ کے لئے کیا کچھ رعایت ملحوظ رکھنی چاہئے۔ یوں سونا چاہئے یوں کھانا چاہئے۔ آخر تحریر فرماتے ہیں: ’’بدانکہ گفتہ اند الشیخ یحییٰ ویمیت احیاء اماتت مقام شیخی است مراد ازاحیاء احیاء روحی است نہ جسمی وھمچنین مراد ازاماتت روحی است نہ جسمی ومراد از حیات وموت فنا وبقا است کہ بمقام ولایت وکمال میرساند وشیخ مقتدا باذن اللہ سبحان متکفل این ہر

دوامر است پش شیخ راازین احیا واماتت چاره نباشد ومعنی یحییٰ ویمیت یبقی ویفینی احیاء اماتت جسمی بمنصب شیخ کاری نیست شیخ مقتداحکم کرده بادار اهرکس راباومناسبت است دررنگ خس وخاشاك درعقب اومیدهد ونصیب خورداازوے استیفامی نماید۔ خوارق وکرامات از برائے جذب مرید ان نیست مریدان بمناسبت معنویه منجذب میگرداند واتکه باین بزرگوار ان مناسبت ندارد از دولت کمالات[1] ایشان محروم ست اگرچه هزار۔ معجزه وخوارق وکرامت بیند ابوجهل وابولهب راشاهداین معنی بایدگرفت! (مکتوب دوصدونودودوجلداوّل ص ۴۱۴، ۴۱۷)

اور یہ جو بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ الشیخ یحیی ویمیت، اس سے مراد روح کی تروتازگی اور پژمردگی ہے۔ کسی جسم مردہ میں نہ شیخ جان ڈال سکتا ہے نہ اسے مارسکتا ہے۔ یہ تو خدا کا کام ہے۔ احیاء اور اماتت کے معنی بقاء اور فناء کے ہیں اور یہ ولایت میں ایک اعلیٰ درجہ کا مقام ہے۔ شیخ کی توجہ سے انسان فناء اور بقاء کی ہستی معلوم کر کے اسے حاصل کرسکتا ہے۔ شیخ باذن خداوندی اس فناء اور بقاء کا کفیل ہوتا ہے۔ مگر شیخ مقتدا ایک کاہ (کاہ ربا وہی ہے جسے کہربا کہتے ہیں۔ ایک قسم کا پتھر ہے۔ جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے اسی طرح کہربا خس وخاشاک کو کھینچتا ہے) پیچھے مرید خود بخود دوڑتا ہے اور اپنے حصہ کو پالیتا ہے اور جس میں یہ قابلیت نہیں ہوتی وہ شیخ کے فیض سے محروم رہتا ہے اور ہزار معجزے اور خوارق کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ مثلاً ابوجہل وابولہب کو دیکھو کہ حضرت رسول اللہ ﷺ تبلیغ اسلام فرماتے رہے اور وہ مشرب با اسلام نہ ہوا۔

[1] حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اس جملہ کو دیکھو جو انصاف پسند مرزا قادیانی کے حالات سے واقف ہوگا وہ بے تامل کہہ دے گا کہ یہ حوالہ پیش کرنا بے کار ہے۔ کیونکہ وہاں تو کمالات باطنی کا کہیں پتہ نہیں ہے۔ ان کے صحبت یافتہ جس قدر دیکھے اور سنے گئے وہ سب ایمانی خصائل سے محروم ہیں اور کمالات باطنی تو بہت بڑی بات ہے۔ البتہ جھوٹ اور فریب اور اشاعت کذب میں بڑے مستعد ہیں۔ نہ نماز وروزہ کی پابندی ہے نہ معاملات کی صفائی ہے۔ دیکھئے خواجہ کمال الدین جو مرزا قادیانی کے نہایت خاص مرید اور صحبت یافتہ ہیں۔ ان کے حالات اخباروں میں چھپ رہے ہیں۔ کیسی کیسی ذی ایمانیت انہی کے بھائی ظاہر کر رہے ہیں۔ اخبار وطن اور رسالہ الحق وغیرہ دیکھا جائے۔ اب وہ خلیفہ ہوئے ہیں ان کے حالات بھی پیام صلح وغیرہ میں چھپے ہیں۔ پیسہ اخبار دیکھا جائے۔ یہ نہایت مخصوص صحبت یافتوں کی مرزا قادیانی کی حالت پر پوری روشنی ڈالتے ہیں۔

جو جیسا رہتا ہے اس پر ویسا ہی فیضان ہوتا ہے۔ شعر

یاران کہ درلطافت طبعش خلاف نیست
درباغ لالہ رویدہ درشوربوم خس

الہامی تحقیق

ناظرین! اس کی شرح ملاحظہ کریں۔ حضرت مجددؒ پہلے مرشد کی حالت بیان کرتے ہیں کہ وہ کامل اور مکمل ہوتا ہے۔ یعنی مرتبہ فنا اور بقاء اسے حاصل ہوتا ہے۔ فنافی اللہ کا حاصل یہ ہے کہ بندہ اللہ کی محبت میں اس قدر محو ہوجاتا ہے کہ اسے اپنی خبر نہیں رہتی اور جس قدر اس بندے کی خواہشیں اور لذتیں ہوتی ہیں وہ سب فنا ہوجاتی ہیں اور اس کی خواہشیں وہی ہوتی ہیں جو پسندیدہ اللہ اور اس کے مرضیات ہیں۔ اب یہ بندہ اپنی خواہشات سے علیحدہ ہوکر دوسرے قسم کی روحانی زندگی حاصل کرتا ہے۔ اسی کا نام بقا ہے۔ شیخ وقت اور مرشد کامل میں یہ صفت ایسی پختہ اور راسخ ہوجاتی ہے کہ وہ اپنی ہمت اور توجہ سے اپنے مرید میں یہ حالت پیدا کرتا ہے۔ مگر باذن خداوندی۔ یہ صفت تو مرشد کامل کی حضرت مجددؒ نے بیان فرمائی۔ اب مرید کی دو حالت بیان کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی جبلت میں ایسی استعداد اور قوت رکھی ہے کہ فیض روحانیت کو بلاتکلف قبول کرتا ہے اور مرشد کامل اور مکمل کا گویا بے اختیار مطیع وفرمانبردار ہوتا ہے اور اس کی روحانیت کے اثر کو قبول کرتا ہے۔ جس طرح خس وخاشاک کہربا کے اثر کو قبول کرتا ہے اور جس مرید کی سرشت میں یہ خوبی نہیں رکھی گئی ہے۔ بلکہ اس کے خلاف باتیں اس میں ہیں۔ اب اس خلاف کے مراتب ہیں۔ ادنیٰ یہ ہے کہ ظاہری افعال میں اگرچہ نیک ہو مگر روحانیت جس کا نام ہے وہ نہیں ہے اور اس کا اعلیٰ مرتبہ شیطانیت ہے۔ ایسے مرید کامل ومکمل کے فیض سے یعنی اس کی روحانیت سے محروم رہتے ہیں۔ یہاں سے دیکھنا چاہئے کہ حضرت مجددؒ نے پہلے مرشد کامل کی حالت بیان کی۔ اسے مولف القاء چھوڑ گئے کیونکہ اس سے قلعی کھلتی تھی کیونکہ جس طرح مرید کی حالتیں بیان کی گئیں۔ اسی طرح مرشد کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ ہے جن کی صفت حضرت مجددؒ نے بیان فرمائی۔ دوسری وہ ہیں جن میں روحانیت کی جگہ شیطانیت ہے۔ گو ظاہر میں تقدس کا دعویٰ ہو اور یہاں تک ان کا دماغ پہنچے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے لگیں۔ دونوں اقسام کے مرشد گزرے اور گزر رہے ہیں۔ اب سچے کامل ومکمل اور جھوٹے مدعیوں میں تمیز کرنا نہایت مشکل ہے۔ حضرت

مجددؒ اسی مکتوب میں (جس میں مؤلف القاء نے عبارت نقل کی ہے) تحریر فرماتے ہیں:
''برکشوف خود زنہار اعتماد ننہندے که حق یاباطل درین دار (دنیا) ممتزج است وصواب باخطا مختلط''

کہ طالب خدا کو چاہئے کہ اپنے کشفوں پر اعتماد نہ کرے کیونکہ اس دار فانی دنیا میں حق وباطل اور سچ وجھوٹ مل گئے ہیں۔

عام مخلوق اس میں فرق نہیں کر سکتی اور اپنے خیال اور طبیعت کے مناسب اس پر حکم لگا دیتی ہے اور اس کی پیرو ہو جاتی ہے۔ یہاں علم بھی کام نہیں دیتا۔ گزشتہ اور موجودہ زمانے کے واقعات اس پر کامل شہادت دیتے ہیں۔

خیال کرنا چاہئے کہ حضرت سرور انبیاء ﷺ نے دعویٰ نبوت کیا اور آپ ﷺ کو اس وقت کے اہل عرب نے مانا آپ کے دعوے کے کچھ دنوں بعد ہی مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس طرح دعویٰ کیا کہ حضرت سرور انبیاء ﷺ کو تسلیم کر کے جس طرح مرزا قادیانی نے کیا۔ اس کے ماننے والے بھی عرب تھے اور ان کی مقدار بھی اس وقت اسی کے قریب تھی جس قدر حضرت سرور انبیاء ﷺ کے ماننے والے تھے۔ حضور سرور عالم ﷺ نے اور سب مسلمانوں نے اسے جھوٹا کہا اب اس کے ماننے والے مسلمانوں کے مقابل میں یہی تقریر کر سکتے تھے جو مولف القاء نے یہاں پیش کی ہے۔ پھر کیا اس سے اس کذاب کی صداقت ثابت ہو سکتی تھی؟ اور اس کی منکر یعنی مسلمان نعوذ باللہ ویسے ہی ہو سکتے تھے۔ جیسے منکر حضرت خاتم النبیین ﷺ کے ذرا مولف القاء ہوش کر کے اس جواب دیں۔

اسی طرح دوسری صدی میں صالح نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت لوگوں نے اسے مانا اور ۴۷ برس تک اس نے دعویٰ نبوت کے ساتھ بادشاہت کی۔ پھر کیا یہی تقریر اس کے مریدین مسلمانوں کے مقابل میں نہیں کر سکتے تھے اور کی نہ ہوگی۔ پھر کیا اس سے اس کی سچائی ثابت ہوگئی؟ ذی فہم حضرات غور فرمائیں۔ حضرت مجددؒ کے وقت میں ایک مدعی مہدویت گزرا ہے جسے حضرت ممدوح جھوٹا کہتے ہیں۔ اس کے ماننے والے خود حضرت مجددؒ کے اس قول کو پیش کر کے اسی طرح الزام دے سکتے ہیں۔ سید محمد جونپوری کے ماننے والے اس وقت تک موجود ہیں جس کو دعویٰ مہدویت کے علاوہ افضل الانبیاء ماننے کا دعویٰ تھا اور عبدالبہا خود مدعی اس وقت موجود ہے۔ اس دونوں کے مریدین مجدد صاحب کی یہ عبارت اپنی صداقت میں پیش کر کے مؤلف القاء

کو ابولہب کی مثال دے سکتے ہیں۔ مولف القاء نے جو جواب ان کیلئے تجویز کیا ہو وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔ مولف القامیں اوران میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح مرزا قادیانی نشانات کے مدعی ہیں۔ اسی طرح بلکہ اس سے بہت زیادہ سید محمد نشانات کا مدعی تھا۔ پھراب اس کے منکر کو مولف القاء کیا کہیں گے۔

الغرض مدعیان تقدس کی واقعی حالت معلوم کرنا بہت دشوار ہے۔ دو قسم کے حضرات معلوم کر سکتے ہیں۔ ایک وہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے اورانہیں نور قلب اور سچی فراست عنایت کی ہے۔ جس سے وہ انسان کی قلبی حالت اوراس کی روحانیت اور شیطانیت اسی طرح معلوم کر سکتے ہیں جس طرح ہم آفتاب کی روشنی میں چیزوں کو معلوم کرتے ہیں۔ دوسرے قسم کے وہ حضرات ہیں جو علم وفضل اور تقویٰ کے ساتھ اپنی جبلت وسرشت میں صداقت اور روحانیت رکھتے ہیں اور کسی شیخ کامل اور مکمل کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کرتے ہیں۔ ان دونوں گروہوں کی مثال میں ہم حضرت مولانا فضل رحمان صاحب (گنج مرادآبادی) قدس سرہ کو اور علامہ مؤلف فیصلہ آسمانی (مولانا سید محمد علی مونگیریؒ) کو پیش کر سکتے ہیں اور ایک عالم اس کی تصدیق کرسکتا ہے اوراس مثال کو صحیح کہہ سکتا ہے۔ ان دقیق باتوں کے علاوہ میں یہ کہتا ہوں کہ جس کا کذب قرآن مجید سے، صحیح حدیثوں سے، اجماع امت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے کاذب ہونے میں کوئی حق طلب تامل نہیں کرسکتا۔ مرزا قادیانی کا کذب اسی طرح ثابت ہے۔ پھر کسی مسلمان کو اس میں کیا تامل ہوسکتا ہے۔ یہاں کاملین کی حالت کو پیش کرنا اور حضرت مجددؒ کے کلام کو سند میں لانا عوام کو دھوکہ دینا ہے۔ مگر مؤلف القاء کے بہکانے سے وہی بہکے گا جس کے سرشت میں کم وبیش خرابی ہے: ''الھم احفظنا من شرہ''

منجملہ اور دلائل کے ایک دلیل تازہ یہ بھی ہے کہ جس جس مکتوب کو مؤلف القاء ربانی نے اپنی نافہمی سے اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ اسی مکتوب سے مؤلف کے غلط دعوے کا بطلان ثابت ہوتا ہے اور وہ مکتوب مؤلف کے احوال کے ساتھ ایک خاص مناسبت رکھتا ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب قدس سرہ جن کی ولایت اور عرفانیت کا چاردانگ عالم میں شہرہ ہے اور جو اپنے زمانہ میں آپ اپنی نظیر تھے۔ مؤلف القاء ربانی ابتداً آپ ہی کے بیعت سے سرفراز ہوئے۔ مگر افسوس بیعت حاصل کر کے آپ کے طریقہ سے الگ ہوگئے اور اعلیٰ

حضرت نے مرزا قادیانی کی نسبت جو کچھ[1] ارشاد فرمایا ہے اس سے چشم پوشی بلکہ اس کی خلاف ورزی کی جو مرید کے لئے غایت درجہ کی بے ادبی ہے۔ چنانچہ اسی مکتوب میں حضرت مجددؒ فرماتے ہیں: ’’مثل مشہور ست ہیچ بے ادب بخدا نرسد۔‘‘ نتیجہ اس اس سوء ادبی کا یہ ہوا کہ مولف صراط مستقیم سے دور جا پڑے۔ اس سوء ادبی کی وجہ سے محض مولف کی فطرت ہوئی ورنہ اعلیٰ حضرت کے فیضان انوار سے ایک زمانہ روشن ہوگیا اور روشن ہے۔ پھر جب انسان صراط مستقیم سے الگ ہوگیا اور ایسے شخص کا پیرو ہوا جس نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی توہین کی اس سے جو کچھ خدعات ظاہر نہوں وہ تھوڑی ہیں۔

محتسب گرمے خورد معذور دار دمست فاعتبروا یا اولی الابصار

پھر مؤلف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں کہ: ’’پہلی ہی تصنیف میں ابواحمد صاحب نے نہایت سخت زبان اختیار کی اور احمدیوں کے دل ہلا دینے والے فقرات استعمال کئے۔‘‘ یہ بھی ایک مغالطہ اور ناظرین کو فیصلہ کے مفید مضامین سے دور رکھنے کا ایک انوکھا ڈھنگ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ کیونکر تصدیق ہوسکتی ہے۔ اگر واقعی علامہ مصنف نے قادیانیوں کے دل ہلا دینے والے فقرات استعمال کئے ہیں تو زیادہ نہیں صرف ایک ہی جگہ مجھے دکھا دیجئے۔ فیصلہ آسمانی کی اشاعت بہت کثرت سے ہوئی ہے۔ ہر مصنف مزاج ہر جگہ نہایت آسانی سے اسے دیکھ سکتا ہے۔ ہاں اتنی بات تو علامہ مصنف نے ضرور کی ہے کہ پیشین گوئی کے نہ پورے ہونے پر جو کچھ گندے اور دل ہلا دینے والے فقرات مرزا قادیانی نے بطیّب خاطر اپنے نفس قبول کر لئے ہیں اور اپنے قلم سے لکھے ہیں۔ انہیں الفاظ کو انہیں کی کتاب کے حوالے سے نقل کیا ہے اور وہ بھی اس غرض سے کہ دعوے کو ثابت کر کے ناواقفوں کو دکھائیں کہ مرزا قادیانی اپنے اقرار سے کاذب ثابت ہوتے ہیں۔ غرضیکہ ان کے الفاظ کی نقل بھی بغرض خیر خواہی عوام کے کی گئی ہے جس کا کرنا ضروری تھا۔ اس سے مؤلف کا کبیدہ ہونا اور ملال کرنا فضول اور بالکل فضول ہے۔ اس کے سوائے اور کوئی بات ہو تو دکھایئے اور مرزا قادیانی کے اس سخت اور نہایت درشت الفاظ کو بھی پیش نظر رکھئے جو اس وقت کے تمام ہادیان امت محمدیہ کی نسبت لکھے ہیں۔ مؤلف کی قابلیت اور اعلیٰ درجہ کی تقریر

[1] حضرت ممدوح سے ایک مرتبہ مرزا قادیانی کی بنسبت دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ سلف کے خلاف جو کہے یا کرے وہ شیطان ہے۔ دوسری مرتبہ دریافت کیا گیا تو فرمایا جھوٹا ہے۔ صحابہ کے مخالف ہے۔ وقت پر جب کوئی اس کا ثبوت چاہے گا دیا جائے گا۔

سے مجھے ذاتی واقفیت ہے۔ اسے ملحوظ رکھ کر جب القاء ربانی کی خدمات صیفہانہ پر نظر پڑتی ہے تو سخت حیرت ہوتی ہے اور بار بار خیال آتا ہے کہ شاید یہ کسی اور کے قلم سے نکلی ہے۔ نیز مؤلف کے ایسے رکیک شبہات سے اور بھی اس کی تائید ہو جاتی ہے لیکن اس جانچ پڑتال سے کوئی فائدہ نہیں۔ تضیع اوقات کے سوا اور کچھ حاصل نہیں۔ اس لئے اس سے مجھے کوئی بحث نہیں۔ اسے نظر انداز کر کے نفس مضمون پر توجہ کرتا ہوں۔ مؤلف القاء ربانی شوق سے لکھے جاتے ہیں۔ الجھاؤ کا سلسلہ ختم ہی نہیں ہوتا۔ لکھتے ہیں کہ: ''ابو احمد صاحب نے جو اعتراضات اپنے فیصلہ میں کئے ہیں۔ یہ کوئی نیا علمی اعتراض نہیں ہے بلکہ وہی سولہ، سترہ برسوں کا بوسیدہ[1] اعتراض ہے جس کے جوابات خود مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور آپ کے خدام زبان قلم سے بارہا دے چکے ہیں۔''

مؤلف القاء یہ بتائیں کہ کون جھوٹا اپنے جھوٹ کو چھپانے سے خاموش رہا ہے اور کچھ باتیں نہیں بتائیں اور اس کے پیروؤں نے پانی پر دیوار اٹھانا نہیں چاہی۔ مگر نہ جھوٹ چھپ سکتا ہے اور نہ پانی پر دیوار اٹھ سکتی ہے۔ ایسا ہی آپ کا دعویٰ ہے۔ اس کا کافی جواب میں پہلے ہی دے چکا ہے اور بتا چکا ہوں کہ علامہ مصنف نے جو اعتراضات منکوحہ آسمانی پر پیش کئے ہیں اور جس خوبی سے اس پر گفتگو کی ہے اس کا موقع اور ایسا اعتراض مرزا قادیانی کی زندگی میں ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر جب اعتراض پیدا نہیں ہوتا تو جواب کیسا۔ اور جن اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ ان جوابون کی ہڈی پسلیاں بھی چور کر دی گئیں۔ جواب دینے والوں میں مرزا قادیانی اور ان کے مریدین کے جوابوں کی ایسی دھجیاں اڑائی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ میں آپ کو صرف فیصلہ آسمانی اور خصوصاً اس کا حصہ ۳ ص ۸۹ سے اور بالخصوص ص ۱۱۴ سے آخر تک اور تنزیہ زبانی اور معیار صداقت کا حوالہ دیتا ہوں۔ ملاحظہ کیجئے پھر سب جوابوں کی حقیقت کھل جائے گی اور معلوم ہو جائے گا کہ ایسے مستحکم اعتراض تھے کہ اتنی مدت تک خود مرزا قادیانی اور ان کے خلیفہ جی اور تمام مریدین زور لگا کر تھک گئے۔ مگر اعتراضوں کی بنیاد ایسی مستحکم تھی کہ اسے جنبش نہ ہوئی اور جماعت قادیانی زور لگاتے لگاتے عاجز ہو گئی۔ مگر اس بنیاد کی اینٹ بھی نہ اکھڑی۔ مؤلف القاء بتائیں کہ مذکورہ رسالوں میں جو قادیانیوں کے جوابوں کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔ کسی قادیانی نے ان

[1] ناظرین اس بدحواسی کو ملاحظہ کریں کہ ابھی ایک سطر پہلے تو متعدد اعتراض بیان کئے اور لکھ دیا کہ جو اعتراضات اپنے فیصلہ میں کئے ہیں اور ایک سطر کے بعد اسی کو بوسیدہ اعتراضات کہتے ہیں۔

کا جواب دیا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ نہیں دیا اور نہ کوئی دے سکتا ہے۔ مولف القاء کچھ ہمت کریں پھر دیکھیں کہ ان کی قابلیت کا پردہ کیسا فاش ہوتا ہے۔ مگر اس کی ہمت ہی نہیں ہوسکتی۔ ازان بعد مولف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں کہ: ''مولوی سید محمد علی صاحب کو بارہ برس سکوت کے بعد مونگیر میں سلسلہ احمدیہ کی مخالفت پر کھڑے ہونا اور حضرت مسیح موعود (مرزاقادیانی) کی توہین پر کمربستہ ہوجانا کسی مصلحت اور دوراندیشی پر مبنی ہے۔ اس کو ہم آپ کے فیصلہ کے پہلے حصہ کے جواب میں ظاہر کریں گے۔'' بہتر ضرور اس کا اظہار کیجئے گا۔ سردست اس کی وجہ جو میری سمجھ میں آئی ہے مجھ سے سنئے اس سے پیشتر صوبہ بہار میں لوگ اس طرح عالمگیر فریب میں مبتلا نہیں تھے۔ جن جن مقامات میں قادیانی جماعت مرزاقادیانی کے خیالات ظاہر کرتی تھی۔ وہاں کے علماء وقت وقتاً فوقتاً بقدر ضرورت لکھ دیتے تھے۔ اب جب یہ سیلاب نے بہار کا رخ کیا تو آپ کو مسلمانوں کی گمراہی بے چین کرنے لگی۔ اور اپنے بھائیوں کی اصلاح کے لئے ان پر حق بات کا اظہار کر دیا۔ اس کو آپ مصلحت تصور فرمائیں یا کسی اور نام سے یاد کریں۔ مرزاقادیانی امام وقت اور مسیح موعود ہوکر خدا کی وحی کے خلاف کیوں بارہ برس دم بخود رہے۔

(اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳،۱۱۴)

ملاحظہ فرمائیے حضرت مرزاقادیانی تحریر کرتے ہیں کہ: ''میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے۔ بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تواتر سے اس بارے میں الہامات شروع ہو گئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔'' پھر اسی کتاب میں آگے چل کر مرزاقادیانی تحریر کرتے ہیں کہ: ''میں نے باوجودیکہ براہین احمدیہ میں مسیح موعود بنایا گیا تھا۔ بارہ برس تک یہ دعویٰ کیونکر کیا اور کیوں براہین خدا کی وحی کے مخالف لکھ دیا۔'' یہ امر قابل غور نہیں جو ظہور میں آیا۔ بے شک قابل غور ہے اور مؤلف القاء ربانی بتائیں کہ بارہ برس تک کیوں مرزاقادیانی وحی الٰہی کی مخالفت پر اڑے رہے اور مرزاقادیانی کا وہ کیسا خدا تھا جس کی وحی بارہ برس تک معرض التواء میں پڑی رہی۔ مرزا ایسے کندذہن اور نافہم تھے کہ اس مدت دراز تک الہام الٰہی کو نہیں سمجھا اور خدا نے بھی ان کو نہ سمجھایا۔ پھر ایسے ملہم اور صاحب الہام کے اور الہاموں پر کیونکر اعتبار کیا جاسکتا ہے؟ اگر عقل ہے تو غور کیجئے۔ سید محمد جونپوری مہدی کاذب کا بھی یہی مقولہ ہے کہ اٹھارہ برس تک برابر مہدی ہونے کے الہامات مجھے ہوتے رہے۔ مگر میں

خاموش رہا۔ جب وعید آئی اس وقت میں نے اعلان کیا۔ علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک تو یہ بات مسلم ہے کہ نبی نہ خدا کے حکم باآوری میں تامل کر سکتا ہے نہ ایسے امور میں اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے اور جن امور میں غلطی ہو سکتی ہے اس میں نبی اپنی خطاب پر قائم نہیں رہ سکتا۔ یعنی اگر اس سے اجتہاد میں کوئی غلطی ہوئی تو وہ فوراً مطلع کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مجدد صاحبؒ تحریر کرتے ہیں کہ ''تقریر وتثبیت نبی برخطا مجوز نیست'' پھر ایک دن دو دن نہیں۔ مہینہ دو مہینہ نہیں۔ سال دو سال نہیں۔ پورے بارہ سال مرزاقادیانی کیوں خطاء پر قائم رہے؟ اور قائم ہی نہیں بلکہ اس کی مخالفت کرتے رہے۔ گویا بارہ برس تک خدا انہیں مسیح موعود بناتا رہا اور وہ اسے ہفوات سمجھتے رہے اور وہ رسمی عقیدہ کی اشاعت کرتے رہے۔ خدا جو چاہتا تھا نعوذ باللہ وہ نہ ہوا۔ جب مرزاقادیانی باوجود دعویٰ نبوت کے بارہ برس خلاف مشیت الٰہی اور ارشاد باری تعالیٰ خاموش رہے تو کسی دوسرے بزرگ کے سکوت پر کیا اعتراض ہے۔ میں اس کے لئے ایک کافی وقت دیتا ہوں۔ فرمائیے ورنہ فیصلہ کے پہلے حصہ کے جواب میں جب آپ مصلحت کا انکشاف فرمائیں گے تو میں بھی مرزاقادیانی کے سکوت کی مصلحت قوم کو بتادوں گا شاید ذی فہم ناظر کا بھی خیال اس طرف جائے تو عجب نہیں۔ کیونکہ دنیا میں ایسا اندھیرا اور اس قسم کا افترا ہوتا رہتا ہے۔

تالیف قلوب کے لئے مولف القاء ربانی نے اپنی نافہمی سے جس اعتراض کو ضمنی اعتراض قرار دیا ہے اس کے جواب سے پیشتر ناظرین سے التجا کرتے ہیں کہ آپ نزول المسیح وغیرہ کو دیکھیں۔ کیا بار بار اس قسم کی یاددہانی اور اس اضطرار سے کوئی مفید بات پیدا ہو سکتی ہے۔ ناظرین ہرگز ایسے شخص کی کتاب نہیں دیکھ سکتے جس پر ایک نہیں، دو نہیں، سینکڑوں اعتراضات قرآن واحادیث سے وارد ہوتے ہیں۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں اور پھر بھی مکرر لکھتا ہوں کہ پہلے قرآن مجید اور حدیث نبویہ سے مرزاقادیانی کی نبوت اور دعوے مسیح موعود کی صداقت آپ ظاہر کر دیجئے۔ ثبوت دیجئے اور مرزاقادیانی کو اس لائق بنائیے کہ اہل علم ان کے طرف ملتفت ہو سکیں۔ سردست تو مجدد صاحبؒ نے مرزاقادیانی پر: ''ہوضل واضل'' کا فتویٰ جاری کر دیا ہے۔ کوئی ذی فہم ان کی کتاب کو مقبولیت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ پھر ضمنی اعتراض کے جواب میں مولف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں۔: ''یہ بالکل ابواحمد صاحب کا دعویٰ غلط اور دھوکہ دہی ہے بلکہ آپ نے اپنی اکثر پیش گوئیوں کو عظیم الشان اور اپنے دعوے کے سب دلائل کو یکساں قرار دیا ہے۔ کہیں نہیں لکھا کہ صرف یہی پیش گوئی بڑی عظیم الشان ہے اور صرف یہی دلیل بہت بڑی دلیل ہے۔ جیسا کہ آئندہ ہم کتابوں کے حوالہ سے تصریح بھی کریں گے۔'' (ص۱۸ القاء ربانی)

خدا جانے یہ آئندہ کا زمانہ کب آئے گا قیامت میں۔ بات تو جب تھی کہ آپ اسی تحریر میں اس بات کو دکھا دیتے کہ واقعی ابو احمد نے غلط دعوے اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ ہمت کر کے جس اعتراض کے جواب میں ایسے شدومد سے کام لیتے ہیں۔ اصل جواب کے موقع پر کیوں گریز کرتے ہیں اور آئندہ پر کیوں اٹھا رکھتے ہیں۔ شعر

دو چیز تیرۂ عقل است دم فروبستیں
بوقت گفتن وگفتن بوقت خاموشی

معزز ناظرین! مولف القاء یہاں ایک مسلمانوں کے سچے بہی خواہ، علامہ وقت پر دو الزام لگاتے ہیں۔ ایک یہ کہ غلط دعوے کیا۔ دوسرا الزام یہ کہ دھوکہ دیا۔ اب میں فیصلہ آسمانی کی پوری عبارت نقل کرتا ہوں۔ حق پسند حضرات غور سے ملاحظہ فرما کر یہ دیکھیں کہ حضرت مولف فیصلہ نے غلطی کی ہے اور دھوکہ دیا ہے۔ یا مولف القاء ایک حقانی بزرگ کا مقابلہ کر کے کیسی کیسی غلطیاں کرتے ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں؟ جس عبارت میں مولف القاء غلط دعوے اور دھوکہ دہی کا الزام بتاتے ہیں۔ وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ فیصلہ آسمانی حصہ دوم کے ص ۸ میں لکھا ہے۔

’’منکوحہ آسمانی کی پیش گوئی کو مرزا قادیانی نے بہت عظیم الشان نشان ٹھہرایا تھا۔ اس کی وجہ سے شہادۃ القرآن میں اس طرح بیان کی ہے کہ پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو۔ بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشین گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کے تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں سے وہ پیش گوئی جو مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت ہی عظیم الشان ہے۔ کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہے۔

۱...... کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی معیار کے اندر فوت ہو۔

۲...... اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلان کا شوہر ہے۔ اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳...... اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلان فوت نہ ہو۔

۴...... اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے تک اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵...... اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶...... اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔‘‘ (شہادۃ القرآن ص ۸۰، ۸۱، خزائن ج ۶ ص ۳۷۵، ۳۷۶)

اس عبارت سے یہ اظہر من الشمّس ہے کہ منکوحہ کا نکاح میں آنا مرزا قادیانی کا ایسا عظیم الشان نشان ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نشان نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اردو کے محاورے میں معمولی عظمت کی شے کو عظیم الشان نہیں کہتے بلکہ اس کے لئے بڑی عظمت کا ہونا ضروری ہے۔ اب اس بڑی عظمت میں بھی تین درجے ہوسکتے ہیں۔ اس کے ادنیٰ درجے کو عظیم الشان کہیں گے اور متوسط درجے کو بہت عظیم الشان کہیں گے اور سب سے اوّل درجے کو بہت ہی عظیم الشان کہیں گے۔ مرزا قادیانی نے اس نشان کے لئے یہی لفظ لکھا ہے جو نہایت کمال مرتبہ کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ جس سے بڑھ کر عظمت نہیں ہوسکتی۔''

فیصلہ کی یہ اردو عبارت ہے اور سلیس وصاف ہے جسے ہر ایک اردو دان بے تامل سمجھ سکتا ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کے کتاب کی عبارت ہے اور مولف فیصلہ نے اس کتاب کی عبارت سے دو باتیں نکال کر بیان کی ہیں۔

۱...... یہ کہ مرزا قادیانی نے منکوحہ آسمانی والی پیشین گوئی کو بہت عظیم الشان نشان ٹھہرایا ہے۔

۲...... مرزا قادیانی کی عبارت سے یہ نتیجہ نکالا کہ منکوحہ آسمانی کا نکاح میں آنا مرزا قادیانی کا ایسا عظیم الشان نشان ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نشان نہیں ہوسکتا۔

اس لکھنے کے بعد محاورہ سے اس دعوے کو اس طرح ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے اس پیشین گوئی کو بہت ہی عظیم الشان بتایا ہے اور اردو کے محاورہ کے لحاظ سے یہ جملہ اس پیشین گوئی یعنی اس نشان کی ایسی عظمت کو ظاہر کرتا ہے کہ اس سے بڑھ کر عظمت کا کوئی مرتبہ نہیں ہو سکتا۔ اس کا نہایت صاف نتیجہ یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی ایسی عظیم الشان ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نشان نہیں ہوسکتا۔ علامہ مولف فیصلہ آسمانی یہی فرماتے ہیں۔ مگر اس بیان سے کوئی فہمیدہ اردو دان بھی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ علامہ ممدوح یہ کہتے ہیں کہ دوسرا نشان اس کے مثل بھی نہیں ہوسکتا۔ اس کے مثل نہ ہونا اور اس سے بڑھ کر نہ ہونا دونوں دعوؤں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ علامہ ممدوح دوسرے دعوے کو فرمارہے ہیں۔ پہلے دعوے کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ یعنی یہ اس کا ذکر کسی طرح نہیں کیا کہ مرزا قادیانی نے اپنے کسی دوسرے نشان کو اس نشان کے مثل نہیں کہا اور عظیم الشان نہیں بتایا۔ غرضیکہ علامہ ممدوح کے کسی جملہ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مرزا قادیانی نے اپنے کسی نشان عظیم الشان نہیں کہا۔ صرف اسی کو کہا ہے۔

اب میں ناظرین سے بالتجا کہتا ہوں کہ فیصلہ کی عبارت کو مکرر ملاحظہ کر کے فرمائیں کہ علامہ مؤلف فیصلہ نے کیا غلطی کی اور کس بات کا دھوکہ دیا؟ آفتاب کی طرح روشن ہے کہ حضرت

مولف فیصلہ نے نہ یہاں کوئی غلطی کی ہے نہ کوئی دھوکہ دیا ہے۔اس لئے اس کہنے پر ہم مجبور ہیں کہ مولف القاء نے یا تو اپنے علم وفضل کو مرزا قادیانی پر نثار کر کے پھینک دیا۔ یا یہاں تک کہ اردو عبارت بھی نہیں سمجھتے۔ یا حضرت ابواحمد صاحب کی کرامت ہے کہ جب ان کے حقانی رسالہ کا جواب لکھنے بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عقل اور علم کو سلب کر دیا۔اسی وجہ سے ایسی غلط باتیں انہوں نے لکھی ہیں اور اگر یہ نہیں ہے تو انہوں نے قصداً سمجھ کر جھوٹا الزام مولف پر لگایا اور اپنے نفسانی خیال سے عوام کو حضرت مولف کی طرف سے بدگمان کرنا چاہا۔ فیصلہ کی عبارت سے اس کا کافی ثبوت ہو گیا۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ مولف القاء کی حالت کو صرف اسی مقام سے متعدد طریقوں سے ظاہر کروں تا کہ انہیں غیرت آئے۔ دوسرا طریقہ ملاحظہ ہو:

شہادۃ القرآن کی جو عبارت نقل کی گئی ہے اس کے ابتداء میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ”پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو۔ بلکہ محض اللہ کے اختیار میں ہیں۔“ دیکھا جائے کہ یہ قول کیسا صریح غلط بلکہ دروغ محض ہے۔ کیونکہ سینکڑوں پیش گوئیاں نجومی کیا کرتے ہیں۔ اخباروں میں مشتہر ہوتی رہتی ہیں اور ان میں سے اکثر صحیح بھی ہوتی ہیں۔ ساری دنیا اس کا تجربہ کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نبی نے اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی پیشین گوئیوں کو پیش نہیں کیا۔

مرزا قادیانی غلط دعوے کر کے اپنی پیشین گوئیوں کی عظمت بیان کر کے عوام کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ غرضیکہ غلط دعوے اور دھوکہ یہ ہے کہ جو مرزا قادیانی دے رہے ہیں۔ اب صریح غلطی اور نہایت روشن دھوکا مولف کو یا تو سوجھتا نہیں ہے۔ عقل سلب ہوگئی ہے۔ یا قصداً مرزا قادیانی کی اس صریح غلطی پر پردہ ڈال کر ایک راست باز علامہ پر محض غلط دعوے اور افتراء کرتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے۔

اب تیسرے طریقے سے مولف القاء کی حالت کا ثبوت دیکھا جائے وہ یہ ہے۔ لکھتے ہیں: ”آپ نے (مرزا قادیانی) اپنے اکثر پیش گوئیوں کو عظیم الشان اور اپنے دعوے کو سب دلائل کو یکساں کہا ہے۔ کہیں نہیں لکھا کہ صرف یہی پیش گوئی بڑی عظیم الشان ہے۔“ اس قول میں تین غلطیاں ہیں۔ اول یہ کہ مرزا قادیانی نے اپنی پیشین گوئیوں کو عظیم الشان کہا ہے غلط ہے۔ انہوں نے سینکڑوں ایسی پیشین گوئیاں اپنی بتائی ہیں۔ اب مولف القاء بتائیں کہ ان میں سے کتنے کو عظیم الشان بتایا ہے۔ مگر وہ ثابت نہیں کر سکتے۔ خوب خیال رہے کہ انہیں ثابت کرنا ہوگا کہ مرزا قادیانی نے اس قدر پیشین گوئیاں کیں۔ ان میں سے فلاں فلاں پیشین گوئی کو عظیم الشان کہا ہے یا یہی

دکھاویں کہ بہت سی پیشین گوئیوں کو ذکر کر کے یہ کہا ہو کہ یہ سب عظیم الشان ہیں جب تک یہ ثابت نہ کریں تو کہنا بلاشبہ غلط ہے کہ مرزا قادیانی نے اکثر پیشین گوئیوں کو عظیم الشان کہا ہے۔

دوم...... یہ کہنا غلط ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے دعوے کے سب دلائل کو یکساں قرار دیا ہے۔ شہادۃ القرآن کی جو عبارت منقول ہوئی اس میں تین پیش گوئیاں بیان کر کے لکھتے ہیں کہ: ''ان میں وہ پیشین گوئی جو مسلمانوں کے متعلق ہے، نہایت ہی عظیم الشان ہے۔'' یعنی وہ دو پیشین گوئیاں جو ہندوؤں اور عیسائیوں سے متعلق ہیں۔ وہ ایسی نہیں ہیں۔ ہر ایک پیشین گوئی مرزا قادیانی کے دعوے کی ایک دلیل ہے۔ یہاں تین دلیلوں کا ذکر کر کے ایک کو نہایت ہی عظیم الشان بتاتے ہیں۔ اب اردو کے جاننے والے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی اپنے سب دلائل کو یکساں نہیں کہتے۔ جب ان تین دلیلوں میں ایک کو بہت فوقیت دے رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اور دلیلوں کو اسی پر قیاس نہ کیا جائے اور سب کو یکساں سمجھا جائے؟

الغرض اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرزا قادیانی اپنی سب دلیلوں کو یکساں قرار نہیں دیتے۔ مؤلف القاء کو ایسی بات بھی نہیں سوجھتی اور غلط دعوے کرتے ہیں۔

سوم...... ''یہ کہنا کہ کہیں نہیں لکھا کہ (مرزا قادیانی نے) کہ صرف یہی پیشین گوئی بڑی عظیم الشان ہے اور صرف یہی دلیل بہت بڑی دلیل ہے۔''

مؤلف القاء کچھ ایسے بدحواس ہوگئے ہیں کہ فیصلہ آسمانی کی اردو عبارت ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور جو خود لکھتے ہیں۔ اسے بھی بخوبی نہیں سمجھ سکتے۔ ذرا ہوش کر کے یہ تو فرمایئے کہ جناب مؤلف فیصلہ نے یہ کہاں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی بطور حصر کہتے ہیں کہ یہی پیشین گوئی بڑی عظیم الشان ہے؟ میں نے فیصلہ کی پوری عبارت اس کے متعلق نقل کر دی ہے۔ ناظرین اسے ملاحظہ کر کے مؤلف القاء کی بدحواسی یا بددیانتی کو دیکھیں۔ غرضیکہ مولف فیصلہ نے ہرگز نہیں لکھا کہ صرف یہی پیشین گوئی بڑی عظیم الشان ہے۔ بلکہ مرزا قادیانی کا یہ قول نقل کیا ہے یہ پیشین گوئی بہت ہی عظیم الشان ہے۔

ان دونوں عبارتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پہلی عبارت میں حصر ہے۔ یعنی یہ مطلب ہے کہ صرف یہ ایک پیشین گوئی عظیم الشان ہے۔ دوسری نہیں۔ دوسری عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔ اردو دان بھی خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ یہ پیشین گوئی عظمت کے لحاظ سے اتنی بڑی ہے کہ اس سے زیادہ عظمت والی نہیں ہوسکتی۔ مگر اس عبارت میں یہ حصہ نہیں ہے کہ یہی بڑی عظمت والی ہے۔ دوسری نہیں۔ عبارت میں حصر بیان کر کے مولف فیصلہ

کی طرف منسوب کرنا صریح افتراء ہے یا سخت جہالت ہے۔

خدا جانے القاء ربانی کس نافہم کے قلم سے نکلی ہے جسے اردو کے محاورہ سے بھی خبر نہیں۔ غالباً حکیم خلیفہ المسیح کی یہ خاص جدت ہے وہ پنجابی ہیں اور پنجابی کو اردو محاورہ کی کیا خبر۔ اور جو یہ نہیں تو مولف القاء ربانی بتائیں کہ یہ ابواحمد کا غلط دعویٰ اور دھوکہ دہی ہے۔ یا آپ کی نافہمی اور ہٹ دھرمی ہے۔ آپ کا علم وفضل کیا ہوا۔ صراط مستقیم سے دور جا پڑنے کا یہ لازمہ ہے اور: ''قد طبع علے قلوبھم فھم لایفقھون'' کا یہ نتیجہ ہے۔ اپنے حال زار پر رحم فرما کر توبہ استغفار سے کام لیجئے۔ خدا آپ کی عظمت اور وقار کو قائم کر سکتا ہے:

این درگہہ مادرگہہ نا امیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ناظرین! یہ بھی معلوم کریں کہ مؤلف القاء کو اس غلط الزام دینے کی اندرونی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کو یہ خیال ہوا کہ مؤلف فیصلہ کی اس تقریر سے عوام یہ سمجھیں گے کہ مرزاقادیانی کا نہایت عظیم الشان معجزہ غلط ہو گیا اور کوئی دوسرا معجزہ اس کے مثل نہیں ہے۔ تو مرزاقادیانی کا دعویٰ گویا بلادلیل رہ گیا۔ اس لئے عوام کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اور بھی معجزے اس کے مثل ہیں۔ اس لئے مرزاقادیانی کا یہ دعویٰ بلادلیل نہیں ہے۔ مگر حق پسند دوربین حضرات اس پر نظر کریں کہ مثلاً چاول کے پختہ ہونے کی شناخت دیگ کے ایک چاول سے کی جاتی ہے۔ جب چاول نکال کر دیکھا اور اس میں خامی پائی گئی تو معلوم ہوا کہ دیگ کے کل چاول کچے ہیں۔ اسی طرح جب مرزاقادیانی کی نہایت عظیم الشان دلیل غلط ہوگئی تو تمام دلائل بیکار اور مخدوش ہو گئے۔ کیونکہ اس دلیل کے غلط ہوجانے سے مرزاقادیانی کا دعویٰ نصوص قرآنی سے غلط ہو گیا۔ اور نہایت ظاہر ہے کہ جس کے دعوے کو نصوص قرآنی غلط بتائیں اور وہ شخص صریح قرآن مجید سے جھوٹا ثابت ہو۔ اسے کوئی دلیل سچا نہیں کر سکتی۔ اس کی تفصیل حصہ سوم فیصلہ آسمانی سے معلوم ہو سکتی ہے اور اگر اس کے دیکھنے کے بعد بھی کسی کو تامل رہے گا تو بشرط اطلاع میں تشریح کرنے کو حاضر ہوں۔

اب میں جواب کے پہلے حصے کو ختم کرتا ہوں اور بھائی صاحب (عبدالماجد قادیانی) کے لئے دعا گو ہوں کہ اے میرے کریم میرے بھائی کو صراط مستقیم دکھلا اور صریح کذب کی پیروی سے بچا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

فیصلہ قرآنی

معروف بہ تکذیب قادیانی

حضرت مولانا محمد الدین کاہنہ کاچھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصہ تکذیب قادیانی

مرزا قادیانی کی علمی لیاقت آپ کی ہی ایک تحریر دوسری تحریر کی تکذیب کررہی ہے

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے رسالہ دافع البلاء پر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی نسبت لکھتے ہیں: ''ہم مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بے شک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانے کے لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم!'' (دافع البلاء ورق دوم، خزائن ج۱۸ ص۲۱۹) پھر اپنے قول کی آپ ہی تردید کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے: ''یاد رہے کہ یہ جو ہم نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام اپنے زمانے کے بہت لوگوں کی نسبت اچھے تھے۔ یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے ورنہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں خدا تعالیٰ کی زمین پر راست باز اپنی راست بازی اور تعلق باللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی نسبت فرماتا ہے ''وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین'' (ایضاً حاشیہ)

پھر اپنے قول اور خدا کے قول کی خود ہی تکذیب کرتے ہیں وہ یہ ہے ''لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں راست بازوں بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ علیہ السلام نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا نام یہ نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام سے مانع تھے۔ آخر میں لکھتے ہیں: ''اور مسلمانوں میں یہ مشہور ہے کہ عیسی علیہ السلام اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہیں۔ اس کے معنیٰ نادان لوگ نہیں سمجھتے۔'' (دافع البلاء ورق دوم، خزائن ج۱۸ ص۲۲۰ حاشیہ)

رسالہ ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں کہ: ''میں مشابہت تامہ اور مماثلت شدید کی وجہ سے مسیح ابن مریم علیہ السلام کا مثیل بھی ہوں۔'' (یعنی مانند) (ازالہ اوہام ص۱۹۱، خزائن ج۳ ص۱۹۲)

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے اعتقادات مذکورہ بالا میں دس غلطیاں کی ہیں۔

غلطی اوّل...... عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو راست باز آدمی بنایا نہ پیغمبر حالانکہ خدا تعالیٰ ان کے حق میں رسول بنی اسرائیل (ال عمران ۴۹) فرماتا ہے۔
غلطی دوم...... پھر راست بازی کی تردید خود ہی فرمائی۔
غلطی سوم...... وجیھاً فی الدنیا والاخرة ومن المقربین (ال عمران:۴۵) شہادت باری تعالیٰ تصدیق راست بازی مسیح میں پیش کی۔ مرزا قادیانی کا عجیب علم ہے۔ بخیال خود مسیح کو راست باز ظنی طور پر مانتے ہیں پھر اپنے قول کی تردید کے لئے مقرب قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔
غلطی چہارم...... مسیح علیہ السلام پر شراب کا بہتان لگاتے ہیں۔
غلطی پنجم...... مسیح کو فاحشہ عورت کا مال کھانے کی تہمت لگاتے ہیں۔
غلطی ششم...... مسیح علیہ السلام کو زانی بتاتے ہیں۔
غلطی ہفتم...... معاذ اللہ مسیح کو ولدالزنا بتاتے ہیں۔
غلطی ہشتم...... مریم علیہا السلام کو زانیہ بتاتے ہیں۔ یہ دو نمبر مذکورہ بالا مرزا قادیانی کی عبارت مفصل ذیل سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ عبارت پہلے بھی لکھی گئی ہے مگر دوبارہ رفع شکوک کے لئے لکھی جاتی ہے وہ یہ ہے۔

اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہے۔ اس کے معنے شیطان لوگ نہیں سمجھتے۔

(دافع البلاء ص...... خزائن ج۱۸ص۲۲۰ حاشیہ)

اے ارباب بصیرت جب مریم علیہا السلام معاذ اللہ مس شیطان سے پاک نہ ہوئی تو عیسیٰ علیہ السلام ولدالزنا ٹھہرے (نعوذ باللہ منہا) مرزا قادیانی نے جس قدر بہتان نسبت مسیح علیہ السلام تحریر کئے ہیں وہ سب کے سب قرآن شریف کے برخلاف، موافق اعتقاد یہود لکھے ہیں۔ بلکہ قرآن شریف میں پروردگار نے مریم علیہا السلام کی دو فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک برگزیدگی یعنی پاک دامنی۔ دوم برگزیدگی تمام عالمین کی عورتوں سے یہ دو تو خطاب کسی عورت کو حاصل نہیں۔ ''ان اللّٰہ اصطفٰك وطھرك واصطفك علی نساء العلمین (آل عمران:۴۲)''

ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ یہودی بھی مریم علیہا السلام کو مس شیطان سے پاک نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ آیت ہذا سے ثابت ہے ''قالو ایامریم لقد جئت شیئاً فریاً (مریم:۲۷)''

مگر یہ بریت مریم علیہا السلام کی بہت مقامات پر قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ مثلاً ''وامه صدیقه (المائدہ:۷۵) التی احصنت فرجها فنفخنا فیها من روحنا وجعلنها وابنها اٰیة للعلمین (الانبیاء:۹۱)'' آیۃ ہذا سے تین امر ثابت ہوتے ہیں۔ مریم زانیہ نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بن باپ ہے۔ مریم علیہا السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی قدرت کا نشان ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت گیارہ اوصاف سورت آل عمران میں خدا تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ منجملہ ان میں مقرب اور رسول بھی ہے۔ ہم مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کیا بخیال آپ کے جیسا کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کو بہتان لگاتے ہیں۔ زانی، شرابی حتیٰ کہ ناجائز فطرتی۔ ایسے شخص کو خدا عالم الغیب مقرب اور رسول بنا سکتا ہے؟ معاذ اللہ یہ بہتان تو پلید یہود لگایا کرتے تھے۔ جن کی بریت کے لئے قصہ مسیح علیہ السلام کا قرآن شریف میں بیان ہوا۔

غلطی دہم...... افسوس ہے پھر افسوس مرزا قادیانی باوجود بہتان مذکورہ بالا کے پھر لکھتے ہیں کہ میں مشابہت تام اور مماثلت شدید کی وجہ سے مسیح علیہ السلام ابن مریم علیہ السلام کا مثیل بھی ہوں (یعنی مانند) ہم مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ ایک طرف تو مسیح ابن مریم علیہ السلام کو شرابی، زانی حرام کا مال کھنے والا حتی کہ ناجائز فطرتی اپنی قلم سے لکھتے ہو اور دوسری طرف آپ لکھتے ہو کہ سخت مشابہت کی وجہ سے مسیح علیہ السلام کی وجہ سے مسیح علیہ السلام ابن مریم کا مثیل بھی ہوں۔ فرمادیں آپ کی مشابہت بہتان مذکورہ بالا میں ہے یا کسی اور بات میں کیونکہ اسمی، پیدائشی، قولی، فعلی، قومی، ملکی آپ کی مشابہت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہرگز ہرگز نہیں۔ اس فیصلہ کے لئے ہم قرآن شریف کو منصف اختیار کرتے ہیں۔

مشابہت اسمی...... عیسیٰ علیہ السلام کے قبل از تولد خدا تعالیٰ کی طرف سے تین اسم مقرر ہیں۔ مسیح علیہ السلام خطاب ہے۔ معنی اس کے جس کے ہاتھ لگانے سے سخت بیمار اچھے ہوں یا مردہ زندہ ہوں اور یہی وصف مسیح کے قرآن شریف نے بیان فرمائے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اسم علم عرفی ہے۔ ابن مریم کنیت ہے۔ آپ کا علم عرفی غلام احمد مگر والدین کا دیا ہوا لقب مرزا۔ خطاب خدا کی طرف سے تو کیا بلکہ بادشاہ وقت کی طرف سے بھی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کی عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ اسمی کوئی مشابہت نہیں۔ بلکہ سفید جھوٹ ہے۔

مشابہت پیدائشی...... عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم بے شک بن باپ ہے۔ مرزا قادیانی کا باپ بزرگوار مرزا غلام مرتضیٰ جن کو سب عورتیں قادیان کی بھی جانتی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی

کی عیسیٰ علیہ السلام سے پیدائشی بھی کوئی مشابہت نہیں بلکہ سرخ جھوٹ۔

مشابہت قولی...... عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا خدا تعالیٰ قول قرآن شریف میں بیان فرماتا ہے کہ عیسی علیہ السلام نے یہود کو کہا کہ تحقیق میں رسول ہوں۔ طرف تمہاری ماننے والا واسطے اس چیز کے آگے میرے ہے تورات سے۔ سورۃ صف آپ کا قول تو کیا بلکہ اسم بھی غلام احمد قرآن شریف میں کہیں نہیں آیا۔ پس ثابت ہوا کہ قولی بھی کوئی مشابہت نہیں بلکہ سفید جھوٹ۔

مشابہت فعلی...... خدا تعالیٰ قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کا فعل بیان فرماتا ہے کہ تولد کے روز ہی باتیں کرتا تھا۔ بیماروں کو اچھا کرتا تھا۔ بلکہ مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نام قبل از تولد خدا تعالیٰ نے مسیح رکھا۔ مرزا نے نہ تولد کے روز باتیں ہی کیں اور نہ کوئی بیمار اچھا کیا۔ اگر کرتے تو مولوی عبدالکریم صاحب کو کرتے۔ جناب جب بیمار ہی کو اچھا نہیں کر سکتے تو مردوں کو کس طرح زندہ کر سکتے ہیں؟ پس ثابت ہوا کہ فعلی بھی کوئی مشابہت نہیں بلکہ جھوٹ۔

مشابہت قومی...... عیسیٰ علیہ السلام اسرائیلی ہیں اور آپ مغل ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ قومی مشابہت بھی نہیں بلکہ زرد جھوٹ۔ مشابہت ملکی، جیسے ابن مریم علیہ السلام شامی ہیں اور آپ ہندی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ملکی مشابہت بھی نہیں بلکہ جھوٹ بیداغ۔ پس ثابت ہوا کہ تمام تحریرات مرزا قادیانی اور دعوے مسیح موعود آپ کی تحریروں سے ہی غلط ہیں۔

مرزا قادیانی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ سخت مشابہت کی وجہ سے مسیح ابن مریم علیہ السلام کا مثیل ہوں پھر اس کی بھی تردید کر دیتے ہیں اور اپنا درجہ بخیال خود مسیح ابن مریم علیہا السلام سے زیادہ لکھتے ہیں۔ بلکہ ان کو اپنے غلاموں سے بھی کم درجہ سمجھتے ہیں۔

(رسالہ دافع البلاء ص ۱۳، ۱۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۴، ۲۳۳) اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح علیہ السلام کا نام غلام احمد کہا تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔'' (رسالہ دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰)

(رسالہ دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰) میں لکھتے ہیں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

ارباب بصیرت پر لازم ہے کہ مرزا قادیانی کے اعتقاد پر غور کریں۔ایک طرف لکھتے ہیں کہ سخت مشابہت کی وجہ سے مسیح ابن مریم علیہ السلام کا مانند ہوں۔ پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ میری شان مسیح ابن مریم سے زیادہ ہے۔ہم مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام کا نام خدا کی طرف سے خطاب قبل از تولد ہے۔عیسیٰ علم ہے قبل از تولد۔آپ کا نام غلام احمد ہے اور مسیح موعود آپ ہی اپنا نام رکھنے والے ہو۔وہ بھی کب جبکہ یہ دکان نئے مذہب کا شروع کیا۔ حضرت آپ اپنی تحریروں ہی سے اپنے دعوے کو جھوٹا کر رہے ہیں۔ ہمارا تو کوئی قصور نہیں۔

اعتقاد مرزا قادیانی اپنے ایک الہام میں اپنی نسبت ولدیت خدا کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔دیکھو (رسالہ دافع البلاص ۶، خزائن ج۱۸ص ۲۲۷) وہ دعویٰ یہ ہے’’ انت منی بمنزلة اولادے انت منی وانا منك عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا‘‘

ہم مرزا قادیانی سے بڑے ادب سے پوچھتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ خدا کے بیٹے مقرر کرتے تھے کہا’’وقالت الیهود عزیر ن ابن الله وقالت النصاری المسیح ابن الله‘‘ مگر اس اعتقاد کی تردید میں خداتعالیٰ نے فرمایا’’ذالك بافواههم ۔یضاهئون قول الذین کفر وامن قبل قاتلهم الله انی یوفکون (التوبه:۳۰)‘‘ آیت ہذا سے صاف ثابت ہے یہود ونصاریٰ خدا کے بیٹے مقرر کرتے تھے۔اس کی تردید میں پروردگار نے تین امر بیان فرمائے ہیں۔ اوّل! یہود ونصاریٰ اپنے منہ سے کہتے ہیں کوئی ثبوت نہیں۔ دوم! یہود ونصاریٰ اور بت پرستوں میں کوئی فرق نہیں یعنی کافروں میں۔ تیسرا! لعنت ہو اللہ کی یہود اور نصاریٰ پر کیسا برا اعتقاد کہتے ہیں۔قرآن شریف میں خداتعالیٰ یہود ونصاریٰ کو اس اعتقاد کے بدلے مشابہت کافروں کی دیتا ہے اور آپ باوجود دعویٰ واقفیت قرآن پھر خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔نعوذ باللہ منہا۔ناظرین مرزا قادیانی کے دعووں پر غور کرو پھر غور کرو۔

مرزا قادیانی بخیال خود رسول بھی ہیں۔ (دافع البلاص ۶، خزائن ج۱۸ص ۲۲۷)

’’براہین احمدیہ میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں آخری دنوں میں طاعون بھیجوں گا تاکہ میں ان خبیثوں اور شریروں کا منہ بند کروں جو میرے رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔‘‘

(دافع البلاءص ۹، خزائن ج۱۸ص ۲۲۹)

’’قادیان کو اس کے خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے لئے رسول کا تخت گاہ ہے۔‘‘ (دافع البلاءص ۱۰، خزائن ج۱۸ص ۲۳۰)

دعویٰ رسالت مرزا قادیانی کا چار وجہ سے صحیح نہیں۔

وجہ اوّل…… رسول اصطلاح اسلام میں اس شخص کو کہتے ہیں جو نئی شریعت لاوے۔ یعنی وحی اس پر نازل ہو اور کتاب الہامی بھی رکھتا ہو۔ میرزا قادیانی تو محمدی شریعت کے پیرو ہیں۔ لہٰذا دعویٰ رسالت صحیح نہیں۔

وجہ دوم…… مرزا قادیانی مثیل مسیح ابن مریم علیہ السلام کے، اپنے آپ کو لکھتے ہیں۔ پھر رسول کیونکر ہوسکتے ہیں۔

وجہ سوم…… مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں میں غلام احمد ہوں۔ یعنی غلام محمد۔ اگرچہ دعویٰ غلامی بھی بخیال خود مرزا قادیانی کرتے ہیں تاہم ان کی رسالت کی نفی کرتا ہے کیونکہ ایک طرف تو محمدﷺ کے غلام بنتے ہیں۔ پھر دعویٰ رسالت کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ دعویٰ غلامی احمدﷺ کی عبارت جو مرزا قادیانی لکھتے ہیں یہ ہے۔ ’’کیونکہ عیسائی مشنریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنایا اور ہمارے سید و مولا حقیقی شفیعﷺ کو گالیاں دیں اور بدزبانی کی۔ کتابوں سے زمین کو نجس کیا۔ اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تاکہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح علیہ السلام کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔‘‘ (دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰ ملخص)

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ مرزا قادیانی اپنی عبارت میں دو دعوؤں کی خود ہی نفی کی ہے۔ مثلاً اپنا درجہ بڑھانے سے مثیل ابن مریم علیہ السلام کے نہ ہوئے اور غلام احمدﷺ بننے سے دعوے رسالت باطل ہو جاتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی عبارت مذکور میں علاوہ جمع کرنے نقیض اور ابطال دعویٰ دو بڑے جھوٹ لکھے ہیں۔

جھوٹ اوّل…… فقرہ عبارت مذکورہ مرزا قادیانی۔ اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا۔ اس امت میں مسیح موعود بھیجا۔

معاذ اللہ بخیال خود مرزا قادیانی یہ لکھتے ہیں۔ قرآن شریف میں کہیں مرزا غلام احمد کا نام نہیں آیا لہٰذا مرزا قادیانی کا لکھنا جھوٹ ثابت ہوا۔

جھوٹ دوم…… مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ میرا نام خدا نے غلام احمد اس لئے رکھا تاکہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے۔ عبارت مرزا قادیانی کی یہ ہے ’’اور اس نے اس دوسرے مسیح کا

نام غلام احمد رکھا تا کہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے کہ احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔'' ہم مرزا قادیانی سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ سفید جھوٹ آپ نے کیوں لکھا۔ آپ کا نام غلام احمد آپ کے والدین رکھنے والے ہیں نہ کہ خدا تعالیٰ۔ جناب اپنے دعوؤں کو خود ہی باطل کررہے ہیں اور اجتماع نقیضیں لکھنے سے ناظرین کو اپنی علمی لیاقت سے مستفیض کررہے ہیں۔

وجہ چہارم...... اگر مرزا قادیانی کے لکھنے پر ہی مرزا قادیانی کو رسول جانیں تو مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوگا کیونکہ آپ تو خود محمدیﷺ شریعت کی پابندی کا دعویٰ رکھتے ہیں اور مسلمان شریعت محمدی کو پہلے بھی مانتے ہیں۔ اسی واسطے اپنا نام مسلمان بھی رکھاتے رہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی اپنے دعوؤں سے ہوس نفس کو پورا کررہے ہیں۔ دعاوی تو ٹرینوں کے ٹرین ہی ہیں۔ لیکن بفضل خدا ثبوت ایک کا بھی نہیں۔ ہم مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی بوالہوس اپنا نام وائیسرائے رکھ لیوے تو کیا اختیارات اصل وائیسرا کے حاصل کرسکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ علی ہذا جناب بھی تمام القاب اور خطابات بخیال خود اپنے آپ کو دے رہے ہیں مگر اپنے آپ رسول بننے سے اصل کب بن سکتا ہے۔

ایضاً مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ مجھے الہام ہوتے ہیں اس دعویٰ میں مرزا قادیانی نے دو غلطیاں کی ہیں۔

غلطی اوّل...... اصطلاح اسلام میں الہام وہ حکم ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے پیغمبروں پر بذریعہ وحی جبرائیل پہنچایا جاتا ہے۔ جب مرزا قادیانی پیغمبر ہی نہیں تو وحی کیونکر نازل ہوسکتی ہے؟ پس جب وحی نازل نہیں ہوتا تو مرزا قادیانی الہام[1] کے دعویدار کیونکر ہوسکتے ہیں۔

غلطی دوم...... اظہر من الشمس ہے کہ مرزا قادیانی کے تمام الہامات جھوٹے ہیں۔ اس امر کی تصدیق کے لئے شہادت ان کے چچازاد بھائی مرزا امام الدین سلطان العارفین المشہور لال بیگ چوہڑوں کے پیر جو کہ اپنی کتاب گل شگفت ص ۱۸ بابت الہام مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں ہم پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں ''میں مرزا امام الدین حقیقی چچازاد بھائی ملہم کاذب قادیانی کا ہوں اور اس کے چال چلن سے ابتداء سے آج تک بخوبی واقف ہوں۔ غیر کو کیا خبر ہے۔ اس خدا کو

[1] مرزا قادیانی عام الہام کے مدعی نہیں۔ بلکہ خاص الہام جو پیغمبروں کو ہوا کرتے تھے، اس کے مدعی ہیں۔ یہ دعویٰ براہین احمدیہ ہیں۔

حاضر وناظر جان کر سچ کہتا ہوں جو عالمین ہے کہ جس قدر اس کے دعاوی الہامات ہیں۔ سب غلط اور لچر پوچ ہیں۔ اگر یہ سچا اور حق پرست ہوتا تو میں اس کا پیرو ہوتا۔ جس مکر کو مکار پورا کرنا چاہتے ہیں تو چار مکار متفق ہوکر پورا کرتے ہیں۔'' اتنی ہم طوالت کے لئے سب عبارت نہیں لکھ سکتے۔ صرف تین الہام جو مرزاامام الدین سلطان العارفین رسالہ گل شگفت میں لکھتے ہیں۔ ''ہم ناظرین کو دکھاتے ہیں وہ یہ ہے۔ سنو الہام کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا اور نام اس کا انموائیل ہوگا اور وہ ایسا ہوگا اور ایسا ہوگا۔ تمام جہاں کو فیضان اس کا پہنچے گا۔ بفضل خدا بجائے انموائیل کے انموائیلی ہوگئی۔ پھر مجدد صاحب نے پہلوئے مکر بدل کر جوابدیا کہ اس حمل سے نہیں کہا تھا۔ دوسرے حمل سے لڑکا تو پیدا ہوا اور پھر دو چند۔ اس لڑکے کی تعریف لکھی۔ یہ ایسا ہوگا ویسا ہوگا۔ وہ بھی لڑکا تین سال زندہ رہ کر مرگیا اور ملہم صاحب کو شرمندہ کر دیگا۔ پھر الہام ہوا کہ عبداللہ آتھم صاحب فلانے مہینے اور فلانے روز مرے گا۔ اگر اس روز نہ مرے گا تو میرا منہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کر کر پھانسی دلایا جاوے وہ بھی بفضل خدا اس تاریخ پر نہ فوت ہوا اور چاروں طرف سے'' لعنت اللّٰہ علی الکاذبین '' کی بارش ہونے لگی تو آٹھ روز تک شرمندہ ہوکر گھر سے نہ نکلا۔ پھر الہام ہوا مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی میری زوجہ بنے گی۔ اگر وارثان لڑکی دوسری جگہ نکاح کریں گے تو وہ خاوند اس کا تین سال میں مرے گا اور وہ پھر میری زوجہ بنے گی۔ وارث لڑکی آدمی عقلمند تھا۔ اس نے اس کو جھوٹا سمجھ کر موضع پٹی مغلاں میں اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ بفضل خدا وہ لڑکی اب صاحب اولاد ہے اور اپنے خاوند کے گھر آباد ہے (جس کو قریباً ۱۴سال کا عرصہ گزر چکا ہے) پھر ایک لڑکے ہندو ساکن قادیان کو کہا گیا کہ تیری نسبت الہام نازل ہوا کہ دو برس کے عرصہ میں اگر تو مسلمان ہو گیا تو بہتر ورنہ مرجائے گا۔ یہ بھی الہام بفضل خدا جھوٹا نکلا اور صدہا الہام ایسے جھوٹے اور لغو پوچ ہیں۔ اگر ان کو تفصیل وار لکھا جاوے تو گویا ایک دفتر چاہئے۔''

ہم مرزا قادیانی سے بڑے ادب سے پوچھتے ہیں کہ کیا جناب سچے مدعی ہیں یا مرزا امام الدین صاحب جو کہ وہ بالمیکی اور لال بیگی اور سلطان العارفین اپنے آپ کو لکھتے ہیں۔ ناظرین اصل میں پنجاب خراب ہے۔ اگر کوئی شخص ایک کام کرنے لگتا ہے تو بیسیوں اور بھی اسی کام کو شروع کر دیتے ہیں۔ گو ان کو فائدہ ہو نہ ہو مگر دوسرے کے کام میں ہرج ہو ہی جاتا ہے۔ دور نہ جایئے پہلے مرزا قادیانی نے دعویٰ مجددیت کیا۔ پھر آپ کے حقیقی چچازاد بھائی مرزا امام الدین صاحب نے لال بیگ بن کر چوہڑوں کے پیر بن بیٹھے۔ پھر مرزا غلام احمد نے دوسرا دعویٰ

مہدویت کرلیا۔ حالانکہ پہلے بھی دعویٰ مہدویت ایک شخص سوڈانی نے کیا ہوا تھا۔ اب کوئٹہ اور کابل میں مدعی مہدویت سنے جاتے ہیں۔ مرزاغلام احمد قادیانی کیا وہ سچے مدعی ہیں یا آپ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے بڑی محنت کی چنانچہ (تحفہ گولڑیہ ص۱۹، خزائن ج۱۷ص۶۶) میں جناب نے لکھا ہے کہ: ’’ہم نے چالیس کتابیں اور ساٹھ ہزار اشتہار اپنے دعوؤں کے ثبوت میں دیئے ہیں۔‘‘ ہم بھی صدآفرین کہتے ہیں کہ جناب نے اپنی قلم کے زور سے خالص پیتل کو سونے کے نرخ پر فروخت کیا۔ مگر واضح رہے کہ چالیس کتابیں اور ساٹھ ہزار اشتہار جو اپنے دعوؤں کے ثبوت میں جناب نے دیئے ہیں یہ سب کے سب محض فضول ہیں۔ ہم اس میں آپ کی کوئی لیاقت نہیں سمجھتے بلکہ یہ لیاقت ڈاکٹر سرسید احمد خان صاحب مرحوم کی ہے۔ کیونکہ جناب کے بعینہ وہی ثبوت ہیں جن کو سرسید مرحوم نے تردید اعتراضات مخالفین اسلام کے لئے اپنی تفسیر میں آپ کے دعوے سے پیشتر ہی لکھ چکے پھر جناب کی کیا لیاقت ہے؟

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ سرسید احمد خان صاحب مرحوم نے چند ایک سیپاروں کی تفسیر بنائی ہے۔ ہم خلاصہ مضمون اس تفسیر کا ناظرین کو دکھلاتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ انکار وجود فرشتگان وجنات، انکار بہشت ودوزخ، انکار ابلیس، انکار وجود آسمان، انکار تعظیم کعبۃ اللہ، انکار معجزات پیغمبران۔ پھر سید مرحوم نے ثبوت کے لئے تیرا،۱۳ وجوہات سے اپنا مدعا ثابت کیا۔

اوّل..... قرآن شریف کے حقیقی معنوں کو مجازی معنے ثابت کیا یا برعکس اس کے مجازی معنوں کو حقیقی بنایا۔ دوم..... اختلاف مفسرین۔ سوم..... حدیث۔ چہارم..... لغت۔ پنجم..... رواج ملک۔ ششم..... جغرافیہ۔ ہفتم..... تاریخ۔ ہشتم..... اقوال انجیل۔ نہم..... اقوال تورات۔ دہم..... اقوال سیاحین عرب۔ یازدہم..... اقوال سیاحین یورپ۔ دوازدہم..... اقوال فلاسفہ۔ سیزدہم..... نحو۔

اب ہم تفسیر سید مرحوم کی غرض بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ زمانہ حال میں بسبب نئی تحقیقات کے کئی ایک امور ایسے بھی دریافت ہوئے ہیں جو بظاہر قرآن شریف کے برخلاف ہیں۔ مثلاً سات آسمان قرآن شریف نے بیان فرمائے اور نئی تحقیقات کے مطابق آسمان کا کوئی وجود نہیں۔ مخالفین اسلام اس پر طعن کرنے لگے کہ قرآن شریف غلط کلام ہے۔ سید مرحوم مخالفوں کی تردید کے لئے کوئی دلیل کافی پیش نہ کر سکے لہٰذا قرآن شریف کے معانی عقل کے موافق اور فلاسفہ حال کے مطابق بیان کر کے مخالفوں کی تردید کی۔ چونکہ یہ تردید علماء کے نزدیک ناجائز تھی

اسی واسطے سید مرحوم کو علماء نے کفر کے فتوے بھی دیئے۔تاہم سید احمد مرحوم کی ہمت پر آفرین ہے کہ مخالفوں کی تردید انہوں نے فرمائی۔الغرض اعتراضات مخالفین میں سے ایک معجزہ بھی تھا جس کو سید مرحوم نے حقیقی معنے چھوڑ کر مجازی معنے اختیار کر کے ثابت کیا کہ معجزہ نبوت کی کوئی دلیل نہیں منجملہ معجزات سے معجزے عیسیٰ ابن مریم کے بھی تھے۔چونکہ کل معجزوں کی سید مرحوم نے نفی کی تھی لہٰذا ان کو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کی بھی نفی کرنا پڑی۔

ایضاً دو امر نسبت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے زمانہ قدیم سے ہی مختلف فیہ تھے۔ایک تولد عیسیٰ علیہ السلام، دوم موت۔ان دونوں امروں میں سید مرحوم نے بحث کی۔گو وہ بحث کوئی نئی نہیں تاہم مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے نئی ہے۔ہم اس بحث کو تفصیلاً سمجھاتے ہیں۔مثلاً تولد عیسیٰ علیہ السلام پر زمانہ قدیم سے ہی اختلاف چلا آتا تھا کہ بعض یہود عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف بن یعقوب کا بیٹا جانتے تھے اور بعض ناجائز فطرتی سمجھتے تھے۔سید مرحوم نے اس بحث میں یوسف کا بیٹا ہی قرار دیا۔اس لئے کہ بعض نصاریٰ عیسی ابن مریم علیہ السلام کو بن باپ پیدا ہونا معجزہ جانتے تھے چونکہ سید مرحوم نے معجزوں کی نفی کا دعویٰ کیا تھا لہٰذا بعض یہود کے اعتقاد کو لیکر یوسف کا بیٹا ثابت کیا۔

امر دوم...... موت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام۔اس میں بھی بہت اختلافات تھے۔بعض یہود اعتقاد رکھتے تھے کہ پہلے عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کو سنگسار کرا کر پھر سولی دیا گیا پھر قتل کیا گیا اور بعض کہتے تھے کہ پہلے سولی دیا گیا پھر قتل کیا گیا۔نصاریٰ برخلاف ان کے سولی دیا جانا اقرار کرتے تھے مگر پھر زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ جانا معجزہ ابن مریم علیہ السلام کا سمجھتے تھے۔اس مقام پر بھی سید مرحوم نے ابطال معجزے کے لئے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا بعد سولی دیئے جانے کے اپنی طبعی موت سے مرنا ثابت کیا۔گو یہ ثبوت بھی سید مرحوم کا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا کیونکہ کوئی ثبوت نہیں دے سکے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر فلاں جگہ ہے۔تاہم اس اختلاف کو اختیار کر کے اپنے دعوے کو ثابت کیا۔

پس ناظرین کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ سید مرحوم نے اپنے وہم میں تفسیر کا بنانا ثواب سمجھا ہے اور جہاں تک سنا جاتا ہے اور ان کی تحریروں سے بھی پایا جاتا ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے تفسیر نیک نیتی اور مخالفوں کی تردید پر تیار کی۔مگر سید مرحوم نے نہ عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام پر بہتان لگائے نہ اور کسی پیغمبر اور بزرگ پر۔افسوس مرزا قادیانی پر ہے اول تو دعویٰ مثیل

المسیح کا قائم کیا۔ پھر مسیح اور اس کی والدہ پر یہودیوں کی طرح بہتان لگائے اور کشمیر میں قبر عیسیٰ علیہ السلام کی بنائی۔ حالانکہ یہ خیال سید مرحوم نے بھی نہ فرمایا بلکہ یہ اعتقاد کسی یہودی کا بھی نہیں۔ مرزا قادیانی ہم بڑے ادب سے آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ نے قرآن مجید کی تکذیب کی ہے۔ دیکھو صرف سورۂ بقرہ میں ہی چار دفعہ پروردگار فرماتا ہے کہ کسی پیغمبر کی شان میں فرق نہ کیا جاوے ہم ایک آیت کا آخیر آپ کے لئے لکھتے ہیں: ’’وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون (البقرہ :۱۳۶) ‘‘اب رہا فیصلہ قرآنی چونکہ آپ کے دعاوی قرآن شریف کے برخلاف ہیں۔ لہٰذا آپ اس آیت کے حکم کے مصداق ہیں: ’’ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئك هم الكافرون (سورہ مائدہ:٤٤) ‘‘

سرسید احمد خان صاحب مرحوم کے اعتقاد پر سرسری بحث

ناظرین! پرواضح رہے کہ مذہب مرزا قادیانی بعینہ وہی ہے جس کو سید مرحوم نے اپنی تفسیر میں بخیال نیک نیتی لکھا تھا۔ چونکہ سید مرحوم کے لکھنے سے یہ فساد ہوا کہ مرزا قادیانی نے دعویٰ مسیح موعود کیا۔ لہٰذا ہم کو تکذیب قادیانی میں یہ دکھلانا پڑا کہ سید مرحوم نے اپنے تفسیر میں عیسی بن مریم کی نسبت اور علاوہ کیا لکھا ہے۔ اگرچہ تمام رسالہ میں اعتقاد سید مرحوم کی تردید کی گئی ہے تاہم مختصر اعتقاد اور قرآن شریف سے ان کی تردید ناظرین کو دکھلاتے ہیں۔

یادرہے کہ تین امروں میں سید مرحوم نے عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اپنی تفسیر میں بحث کی ہے۔ (۱) عیسیٰ ابن مریم بن باپ نہیں۔ (۲) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ سولی پر چڑھائے گئے لیکن اپنی طبعی موت سے مرے۔ (۳) معجزات عیسیٰ علیہ السلام کے بلکہ تمام پیغمبروں کے صحیح نہیں۔

۱...... عیسیٰ علیہ السلام بن باپ نہیں یہ اعتقاد سید مرحوم کا چھ وجہ سے صحیح نہیں۔

وجہ اوّل...... زمانہ نزول قرآن شریف میں نسبت عیسیٰ علیہ السلام یہود کے دو اعتقاد تھے۔ بعض عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف کا بیٹا جانتے تھے اور بعض ناجائز فطرتی برخلاف ان کے نصاریٰ بعض عیسی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور بعض خود خدا اور بعض تثلیث پر یقین رکھتے تھے اور قرآن شریف نے ان کی تردید فرمائی۔ الغرض اگر عیسیٰ علیہ السلام یوسف کا بیٹا ہوتا تو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ کو ابن مریم علیہ السلام نہ فرماتا حالانکہ ہر قوم اور ہر مذہب میں ولد، والد کے نام سے نامزد ہوتا ہے۔

جس کو علم کنیت بھی کہتے ہیں۔ پس جب واقعہ عیسیٰ علیہ السلام میں کہیں بھی یوسف کے نام پر عیسیٰ علیہ السلام نہیں پکارا گیا تو بیٹا کیونکر ہوسکتا ہے۔

وجہ دوم...... قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مریم علیہ السلام کو پروردگار نے بذریعہ فرشتہ خبر دی کہ تم کو لڑکا پیدا ہوگا۔ میرے حکم سے خطاب اس کا مسیح ہے۔ علم اس کا عیسیٰ علیہ السلام، کنیت اس کی ابن مریم ہوگی۔ دیکھو یہی مضمون آیت ہذا سے نکلتا ہے: ’’اذقالت الملئکته یامریم ان الله یبشرك بكلمة منه اسم المسيح عیسیٰ ابن مریم (آل عمران:۴۵) ‘‘پس آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوئے۔

امر اوّل...... مریم علیہا السلام کو پہلے ہی اطلاع دے دی گئی۔

امر دوم...... عیسیٰ علیہ السلام خدا کے حکم پر پیدا ہوئے ہیں یعنی بن باپ۔

امر سوم...... عیسیٰ علیہ السلام کا خطاب مسیح اور علم عیسیٰ اور کنیت ابن مریم ہے۔ یہ تینوں اسماء قبل از تولد خدا کی طرف سے ہیں۔ پس یوسف کا بیٹا کیونکر ہوسکتا ہے؟

وجہ سوم...... آنحضرتﷺ کے زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہودیوں نے سوال کیا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کیونکر پیدا ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ آیت ہذا خدا نے ان کے اعتراض کو رد کیا: ’’ب‘‘ اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ آدم علیہ السلام بغیر والدہ پیدا ہوا ہے تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ عیسیٰ کی نسبت بحث والد کی طرف سے تھی نہ والدہ کی طرف سے۔ اس اعتبار سے ’’ان مثل عیسیٰ کمثل ادم‘‘ مخالفین کے لئے کافی جواب ہے۔ نیز سید مرحوم نے آدم علیہ السلام کا معنی انسان نطفی پیدائش کا لیا ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ جہاں پروردگار عام انسان کو ندا کرتا ہے وہاں بنی آدم یا انسان کے لفظ سے پکارتا ہے دیکھو ثبوت اس کا غرض پنجم مگر یہود میں مفصل بیان ہم نے کیا ہے۔

وجہ چہارم...... سید مرحوم نے اپنے دعوے کے ثبوت میں لکھا ہے کہ انجیل متیٰ ولوقا نسب نامہ عیسیٰ علیہ السلام کا یوسف ابن یعقوب کے ساتھ ملتا ہے۔ مگر اس میں حضرت سید مرحوم نے بڑی غلطی کی اگر یہ نسب نامہ صحیح ہوتا تو زمانہ حضرتﷺ میں جھگڑا کیوں کرتا۔ غلطی دیگر اگر یہ نسب نامہ بالفرض مانا بھی جاوے تو وہ اختلاف جو کہ بعض یہود عیسیٰ علیہ السلام کو ناجائز فطرتی سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ کیوں نہ مانا جاوے۔ الغرض یہ اعتقاد قرآن شریف کے رو سے صحیح نہیں۔

وجہ پنجم...... سید مرحوم نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے میں کیا حکمت

اور کیا غرض ہے؟ مگر ہم کہتے ہیں کہ تمام نباتات واشجار میں سے بذریعہ تخم یا شاخ لگانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ برخلاف ان کے افتیموں بغیر بیج نمو کیوں کرتا ہے اور خدا نے اس کو برخلاف نباتات کے کیوں پیدا کیا۔ الغرض ایسے بیہودہ اعتراض کئی ہوسکتے ہیں جن کا علم سوائے خالق حقیقی کے دوسرے کو نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ اعتراض سرسید احمد کا قانون قدرت پر ہے نہ علماء مفسرین پر۔

وجہ ششم...... عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ تولد ہونا آیت مفصلہ ذیل سے بدیع امر ہے: ''قالت انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا (مریم:۲۰)'' آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوتے ہیں۔

امر اوّل...... زمانہ نزول قرآن شریف میں یہ اختلاف موجود تھا کہ بعض کہتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام یوسف کا بیٹا ہے اور بعض ناجائز فطرتی سمجھتے تھے۔ لہٰذا پروردگار نے قول مریم علیہ السلام بیان فرمایا: ''لم یمسنے بشر'' سے صاف نہ ہونے نکاح سے مراد ہے اور ''لم اک بغیبا'' سے بدکاری سے پاک ہونا مراد ہے۔

امر دوم...... پروردگار نے قول مریم علیہ السلام مذکورہ کی تصدیق فرمائی: ''قال کذالك'' پھر اس کے بعد بن باپ ہونا عیسیٰ کی بابت کہا میرے اوپر پیدا کرنا آسان ہے ''قال ربّك ھو علی ھین۔''

امر سوم...... مریم کو اپنی پہلی آیت کے جواب میں پروردگار نے پیدا ہونے عیسیٰ علیہ السلام کی علت بیان فرمائی: ''ولنجعله ایة للناس ورحمة منا وکان امراً مقضیا''۔ ناظرین کو واضح رہے کہ بن باپ ہونے عیسیٰ علیہ السلام کی بابت تین وجہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔

وجہ اوّل...... عیسیٰ علیہ السلام نشان قادریت پروردگار کا ہے۔

وجہ دوم...... احسان مریم علیہ السلام پر جیسا کہ ''رحمۃ منا'' سے ظاہر ہے۔

وجہ سوم...... خدا کے علم میں یوں ہی ہونا تھا: ''وکان امرا مقضیا'' پس ناظرین کو آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوگیا ہوگا کہ مریم علیہ السلام شیطان سے پاک ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بن باپ اور مریم علیہا السلام پروردگار کی طرف سے احسان ہے اور تقدیر میں یوں ہی ہونا تھا۔ حقیقت میں تمام اعتراضات یہود ونصاریٰ بلکہ سرسید احمد خان کی آیات مذکورہ بالا سے ہی تردید ہوتے ہیں۔ افسوس! اگر ہم ان آیات سورت مریم کو پورا بیان کرتے۔ قبل اور مابعد کے ساتھ تو بہت بڑا ناظرین کو فائدہ پہنچتا مگر طوالت کے خوف سے یہاں نہیں بیان کرتے۔ کتاب میں حسب موقعہ ہر ایک واقعہ کو بیان کیا جائے گا۔

سرسید احمد خان نے عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف کا بیٹا بنانے کے واسطے تاویلیں کیں مگر آیت:''لم یمسسنی بشر ولم اك بغیا'' کے بیان کرنے پر کافیہ تحویلات آپ کا تنگ ہوگیا۔اس آیت پر آپ یہ لکھتے ہیں۔

سب سے زیادہ غور لائق لفظ''لم یمسسنی وبشر ولم اك بغیا'' ہے۔بلاشبہ یہ دونوں کلمات نہایت صحیح ہیں اور جس زمانہ میں بشارت ہوئی اس زمانہ میں بلاشبہ حضرت مریم علیہ السلام کو کسی مرد نے نہیں چھوا تھا۔ بلکہ غالباً خطبہ بھی یوسف کے ساتھ نہ ہوا تھا۔مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد بھی امر واقعہ نہیں ہوا۔ناظرین کو واضح رہے کہ سرسید احمد خان مرحوم کے مذکورہ بالا عبارت پر بحث کرتے ہیں۔سید مرحوم کا یہ اعتقاد کہ جب یہ آیت''لم یمسسنی'' الخ آئی ہے تو اس کے بعد خطبہ ہوا۔یہ بات مریم کا یوسف سے خطبہ ہوا آٹھ دلیلوں سے بالکل غلط ہے۔

دلیل اوّل...... ابتداء نزول قران شریف میں یوسف کے خطبہ کا یہودیوں میں اختلاف موجود تھا۔قرآن شریف نے اس اعتقاد کی تردید فرمائی ہے۔اس واسطے قرآن شریف کا نام فرقان ہے بلکہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اکثر یہودیوں کے اختلاف کو قرآن شریف بیان فرماتا ہے:''ان هذا القرآن ان یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی هم فیه یختلفون'' چونکہ مریم ویوسف کے خطبہ کا اختلاف نزول قرآن شریف سے پہلے ہی تھا اور قرآن شریف میں بیان ان کی تردید کے لئے نازل ہوا ہے لہٰذا سرسید احمد مرحوم کا قول مذکورہ بالا غلط ثابت ہوا۔

دلیل دوم...... کسی عورت کو جس طرح کہ مریم کو بیٹا پیدا ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔پہلے نہیں دی گئی۔لہٰذا ثابت ہوا کہ بن باپ ہی بیٹا پیدا ہوا تھا۔

دلیل سوم...... پروردگار فرماتا ہے کہ میرے پر بن باپ بیٹا پیدا کرنا آسان ہے۔

دلیل چہارم...... عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا خدا کی قادریت کا نشان ہے۔

دلیل پنجم...... خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بن باپ پیدا ہونا میری طرف سے مریم علیہا السلام پر مہربانی ہے جیسا کہ''ورحمة منا'' سے ظاہر ہے۔

دلیل ششم...... پروردگار خود فرماتا ہے کہ ازل میں یوں ہی ہوتا تھا جیسا کہ''وکان امرا مقضیا'' سے ظاہر ہے۔

دلیل ہفتم...... مریم علیہ السلام کے ذکر کے قبل یحییٰ کے تولد کا ذکر ہے جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کی

پیدائش بن باپ سے اس کی پیدائش کم نہیں کیونکہ یحییٰ کے والد اور والدہ دونوں نا قابل اولاد تھے۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تو قابل تولید تھی پھر اس میں ہماری اعلانیہ غلطی ہے کہ یحییٰ کی پیدائش کو ہم قدرت سے مانیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ ہونے میں کیا مشکل ہے۔

دلیل ہشتم...... سرسید صاحب مرحوم نے جو بحث عیسیٰ علیہ السلام پر یوسف کے بیٹا ہونے پر کی ہے محض فضول اور لغو ہے کیونکہ مریم علیہ السلام آزاد شدہ تھیں۔ جس کو ہمارے ملک میں آج کل تارک بولا جاتا ہے۔ جو زمانہ حال میں بعض خاندانوں ہندو اور مسلمانوں میں لڑکیوں کا تارک بٹھانا رواج موجود ہے۔ گویا یہ رواج اس کے قریب قریب ہے اور یہودیوں میں اس سے بھی بڑھ کر تھا۔ پس جب مریم علیہا السلام کو والدین نے آزاد کر دیا تو پھر وہ والدین مریم علیہا السلام یوسف کے ساتھ کیونکر خطبہ کر سکتے تھے حالانکہ یہودیوں میں رواج تھا کہ جو آزاد کیا جاتا تھا۔ پھر وہ تمام عمر بیت المقدس میں ہی اپنی عمر عبادت میں بسر کرتا تھا۔ نا یہ کہ وہ شادی کر کے صاحب اولاد ہو۔ اسی واسطے تو مریم علیہا السلام کو بہتان لگائے گئے تھے کہ باوجود آزاد ہونے کے اس نے بیٹا جنا۔ برخلاف ان کے جو معتقد مریم علیہا السلام ہوئے۔ انہوں نے یہ غضب کیا کہ بعض عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا بیٹھے کیونکہ ان کا کوئی باپ نہ تھا اور بعض عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا بیٹھے کیونکہ جب خدا کا بیٹا ہوا معاذ اللہ تو خدا کے ملک کا وارث ہوا۔ پس اس اعتبار سے وہ خدا کہنے لگے اور بعض نصاریٰ تین خدا بنا بیٹھے کیونکہ جب خدا معاذ اللہ مریم علیہا السلام کا خاوند ہوا اور عیسیٰ علیہ السلام بیٹا ہوا تو ہر ایک خدائی کا حصہ دار ہوا۔ نعوذ باللہ منہا! انہیں مذکورہ بالا اعتقاد کے لئے پروردگار نے تمام واقعہ مریم علیہا السلام بیان کیا تھا۔

نمبر۲...... عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ سولی پر چڑھائے گئے۔ لیکن اپنی طبعی موت سے مرے۔ یہ اعتقاد سید مرحوم کا بالکل غلط ہے۔ ناظرین اس بحث کی غرض پنجم مکر یہود میں ملاحظہ فرمائیں ہم نے اعتقاد مذکورہ کی اپنے مقام پر پوری تردید کر دی ہے۔ اس مقام پر اتنا ہم ناظرین کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام سولی دیئے جاتے تو پھر طبعی موت سے مرتے تو پروردگار: ''وماصلبوہ وماقتلوہ'' نہ فرماتا۔ سید مرحوم نے ''وما صلبوہ'' پر یہ تاویل فرمائی ہے کہ بعض یہود اعتقاد رکھتے تھے کہ پہلے عیسیٰ علیہ السلام سنگسار کر کے پھر سولی دیئے گئے پھر قتل کئے گئے۔ لہٰذا ان دونوں اعتقادوں کی تردید کے لئے خدا تعالیٰ نے ''وما صلبوہ ماقتلوہ'' فرمایا۔ لیکن تعجب ہے سید مرحوم کی تاویل پر کہ نفی از شئے منکل الوجوہ ہوتی ہے نہ نفی

بعض الشی خدا کے کلام سے تو یہ مفہوم ہے کہ نہ سولی دیئے گئے اور نہ قتل کئے گئے۔ معاذ اللہ اگر عیسیٰ علیہ السلام سولی دیئے جاتے بزعم سید مرحوم صاحب تو کیا خدا تعالیٰ یہ عبارت نہ بنا سکتے تھے کہ عیسیٰ سولی دیا گیا لیکن سولی پر فوت نہیں ہوا اور اپنی طبعی موت سے مر گیا اور فلاں جگہ اس کی قبر ہے۔ حالانکہ یہ اعتقاد کسی یہود اور نصاریٰ کا بھی نہیں اور نہ کسی انجیل میں لکھا ہے اور نہ قرآن شریف میں عیسیٰ کی قبر کا کہیں پتا لگایا۔ لہٰذا یہ اعتقاد سید مرحوم کا گویا بہار دانش ہے۔

معجزات...... عیسی ابن مریم علیہ السلام بلکہ تمام پیغمبروں کے صحیح نہیں۔ سید مرحوم نے اپنی تفسیر میں زیادہ تر آیت مفصلہ ذیل پر بحث کی ہے۔ آیت ''آتینا عیسی ابن مریم البینات'' آیت ہذا پر بحث کرتے کرتے آخر سید مرحوم نے یہ نتیجہ نکالا کہ لفظ آیات یا بینات دونوں کے ایک ہی معنے ہیں۔ کیونکہ آیات موصوف ہے اور بینات صفت پر جہاں لفظ صف بینات کا ہے وہاں موصوف اس کا مقدر ہے۔ لفظ آیت کا معنے لغوی نشان آپ نے ثابت کیا ہے۔ ان دونوں امر مذکورہ بالا میں ہم کو بھی کوئی انکار نہیں مگر انکار اس بات میں ہے کہ سید مرحوم نے آیت یا بینات کا معنے صرف احکام ہی لئے ہیں۔ حالانکہ لفظ آیت کا معنے قرآن مجید میں تین ثابت ہوتے ہیں۔ اول حکم، دوم نشان، سوم معجزہ۔ لیکن سید مرحوم نے چونکہ کل معجزات کی نفی کی ہے لہٰذا انہوں نے دو معنے لفظ آیت کے طرف توجہ ہی نہیں فرمائی ہے۔ نہ تو لغوی معنے لفظ آیت کا لیا اور نہ لفظ آیت کا معنے معجزہ ثابت کیا۔ پس ہم پہلے بیان کرنے اپنے ثبوت کے سر سید مرحوم کی عبارت کو ناظرین کے لئے لکھتے ہیں۔

عبارت سر سید صاحب۔ پس جہاں قرآن شریف میں اس لفظ کے معنے آیت یا آیات یا بینات یا آیات بینات کا استعمال خدا کی جانب سے ہوا ہے۔ اس سے ہمیشہ وہ احکام یا نصائح اور مواضح مراد ہیں جو خدا تعالیٰ نے بذریعہ اپنے کلام یا وحی کے اپنے انبیاء پر نازل فرمائی ہیں۔ آخر سید مرحوم لکھتے ہیں کہ ہم آیات بینات سے جہاں کہ وہ خدا کی طرف سے بولا گیا ہے وہ چیز مراد نہیں لیتے جس کو لوگ معجزہ یا معجزات کہتے ہیں۔

ہم اس بحث کو دو قسم پر بیان کرتے ہیں۔

قسم اوّل...... تحقیق معنے لفظ آیت، قسم دوم ثبوت وجود معجزات۔

قسم اوّل...... ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لفظ آیت کا معنے قرآن شریف سے تین ثابت ہوتے ہیں کہ اول حکم، دوم نشان، سوم معجزہ۔ لفظ آیت حکم دیکھو: ''یاھل الکتاب لم تکفرون بایات

اللّٰہ وانتم تشھدون (آل عمران:۷۰) ''﴿اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو ساتھ حکماں اللہ کے اور حالانکہ تم گواہ ہو۔﴾ یہ آیت جس کا ہم نے ترجمہ کیا ہے سورت آل عمران رکوع ۷ کی ہے۔ اس ما قبل عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اور ابراہیم علیہ السلام کی نسبت جھگڑا ہو چکا تھا اور یہودی اور نصاریٰ کہتے تھے کہ ہم ابراہیمی مذہب ہیں حالانکہ یہودی عزیر کو خدا کا بیٹا اور نصاریٰ عیسیٰ کو خدا کا بیٹا اور بعض خدا بعض تثلیث کو مانتے تھے۔ لہٰذا پروردگار نے اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا ''اھل الکتاب لم تکفرون بایات اللّٰہ وانتم تشھدون ''یعنی دونوں فریق اہل کتاب یہودی اور نصاریٰ توریت اور انجیل میں پڑھتے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔ پھر خدا کے ساتھ شریک لاتے ہیں اور قرآن شریف کو منزل من اللہ اور محمد ﷺ کو رسول نہیں سمجھتے۔ پس ناظرین اس میں سوائے حکم کے دوسرا نہیں بن سکتا۔ دیکھو۔ ایضاً سورت بلد:''ثم کان من الذین امنو وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمہ واولئك اصحاب المیمنة والذین کفروا بایتنا ھم اصحاب المشئمة (البلد:۱۷،۱۸،۱۹) ''آیت ہذا سے بھی صاف ثابت ہے کہ لفظ آیت بمعنے حکم ہے۔ کیونکہ ایمان لانا اور ایک دوسرے کو نصیحت کرنا اور ایک دوسرے پر رحم کرنا جو کہ پہلی آیت میں گزرا ہے بلاشبہ یہ احکام ہیں۔ پھر مابعد کی آیت میں جو کہ''والذین کفروا بایتنا ھم اصحاب المشئمہ ''آیت ہذا میں جو لفظ آیت کا ہے ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ لفظ آیت معنے حکم نہ ہو۔

ایضاً''ھوالذی بعث فی الامّیّن رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ (الجمعہ:۲) ''آیت ہذا میں جو لفظ آیت کا معنے حکم ہیں کیونکہ''یتلوا علیھم ''سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ آیت کا معنے حکم ہے نہ نشان اور نہ معجزہ۔

دوم...... لفظ آیت بمعنے نشان دیکھو:''وتصریف الریاح ولسحاب المسخر بین السماء الارض لایٰت لقوم یعقلون (البقرہ:۱٦٤) ''آیت ہذا میں پروردگار نے اپنے دلائل الوہیت کے وہ بیان کئے ہیں جو کہ طاقت البشریت سے باہر ہیں۔ یعنی ہوا کا چلانا اور بادلوں کا زمین اور آسمان کے درمیان بغیر واسطہ کے ہائل کرنا بلاشبہ عقلمندوں کے واسطے الوہیت کے نشان ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آیت مذکورہ میں لفظ آیت بمعنے نشان نہیں۔:''ایضاً دیکھو ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکة مبادکا وھدی للعالمین۔ فیہ ایت بینات مقام ابراھیم (آل عمران:۹٦،۹۷) ''

ناظرین غور کریں کہ آیت ہذا میں دو لفظ یعنے بیت اور مقام ایسے صریح ہیں جس سے ذرا بھی شبہ نہیں ہوسکتا کہ یہ دو الفاظ سے خانہ کعبہ کی عمارعت و دیواریں مراد ہیں۔ پس جب یہ ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں خانہ کعبہ کا بیان ہے جس کو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے عبادت کے لئے خدا کے حکم سے تیار کیا تھا۔ پھر بلاشبہ لفظ آیات بینات کا معنے نشان ہوا کسی وجہ سے حکم کا معنے نہیں بن سکتا۔ بلکہ نشان سے حجر اسود جو کہ کعبہ شرقی وشمالی کونہ میں لگا ہے اور حاجی لوگ اس کو تبر بوسہ بھی لیا کرتے ہیں، مراد ہے۔ سید مرحوم صاحب نے بھی اس نشان کو اپنی تفسیر نقشہ کعبۃ اللہ میں لکھا ہے۔ مقام ابراہیم علیہ السلام عام لوگوں کے نزدیک وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہوکر کعبہ کی دیوار چنی تھی۔ پس سر سید مرحوم کی مذکورہ بالا عبارت میری تحقیق کو ثابت کرتی ہے کہ لفظ آیت مذکورہ موقعہ پر بمعنے نشان ہے نہ حکم۔

ایضاً ''الم تلك ایات الکتاب الحکیم ایضاً۔الر تلك اٰیت الکتب وقران مبین (سورۃ الحجر:۱)'' ﴿یہ بمعنے نشانیاں ہیں۔ کتاب کی یعنی قرآن بیان کرنے والے کی۔﴾ پس ثابت ہوا کہ پروردگار نے الر کو نشان فرمایا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ عبارت مذکورہ قرآن میں لفظ آیت بمعنے نشان نہیں فرمایا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس مقام لفظ آیت کا معنے حکم نکلتا ہے۔

سوم...... لفظ آیت بمعنے معجزہ دیکھو پروردگار۔ قول فرعون کا بیان کرتا ہے۔ ''قال ان کنت جئت بایت فات بھا ان کنت من الصادقین (الاعراف:۱۰۶)'' ﴿کہا فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اگر ہیں تو آیا ساتھ نشانی یعنی معجزہ کے پس لے آ واس کو اگر ہیں تو سچوں سے۔﴾ پس موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سوال معجزہ پر اپنا عصا ڈال دیا پھر وہ عصا اژدھا بن گیا۔ پھر ہاتھ اپنا نکالا پھر وہ سفید تعجب خیز ہوگیا واسطے دیکھنے والوں کے دیکھو: ''فالقٰی عصا ہ فاذا ھی ثعبان مبین۔ونزع یدہ فاذا ھی بیضاء للناظرین (الاعراف:۱۰۸،۱۰۷)''

پہلی آیت سے صاف ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے فرعون نے معجزہ طلب کیا اور دوسری آیت سے صاف ثابت ہے کہ جو فرعون نے معجزہ طلب کیا تھا اس کو موسیٰ علیہ السلام نے پورا کیا۔ پھر بعد اس واقعہ کے پروردگار نے وہ بیان شروع فرمایا ہے جو فرعون نے معجزہ دیکھ کر کہا: ''قال الملاء من قوم فرعون ان ھذ الساحر علیم۔یرید ان یخرجکم من ارضکم فما ذاتامرون (الاعراف:۱۱۰،۱۰۹)'' ﴿کہا فرعون نے قوم کے سرداروں سے تحقیق یہ یعنی موسیٰ علیہ السلام جادوگر ہے بڑا دانا چاہتا ہے کہ نکال دے تم کو زمین تمہاری سے۔ پس کیا حکم

کرتے ہوئے مجھ کو۔﴾ پھر فرعون کے سرداروں کا خدا تعالیٰ جواب بیان کرتا ہے جو کہ انہوں فرعون کے مشورہ پر دیا تھا: ''قالو ارجه واخاه وارسل فی المدائن حاشرین۔ یاتوك بکل ساحر علیم (الاعراف:۱۱۱،۱۱۲)''

﴿کہا فرعون کے سرداروں نے اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دے اور بیچ شہروں کے اکٹھا کرنے والے یعنے چوکیدار آویں تیرے پاس ہر جادوگر دانا کو، آخر جادوگر بلا لئے گئے﴾ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح لاٹھی اور رسیوں کے سانپ بنائے مگر موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدھا بن کر ان کو کھا گیا۔ تب ساحروں نے کہا کہ ہم ایمان لائے۔ ساتھ رب العالمین کے جو رب موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ہے۔ بلاشبہ یہ معجزہ مذکورہ بالا میں جو لفظ آیت آیا ہے۔ اس کے معنے اس مقام پر حکم نہیں ہوسکتا۔ صرف نشان بھی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اعلانیہ طرز مباحثہ سے معجزہ ہی ثابت ہوتا ہے۔

ایضاً: ''وماتلك بیمینك یاموسیٰ۔ قال هی عصای اتوکؤا علیها و اهش بها علی غنمی ولی فیها مآرب اخریٰ۔ قال القها یاموسی فاذا هی حیة تسعٰے۔ قال خذها ولا تخف۔ سنعید ها سیر تها الاولی۔ واضمم یدك الی جناحك تخرج بیضاء من غیر سوء ایة اخریٰ (طٰہٰ:۱۹تا۲۲)''

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ آیات مذکورہ بالا سورۃ مریم پہلی آیت جو کہ سورۃ اعراف کی جس میں معجزہ لفظ آیت کا معنے نکلا تھا۔ اس کی مصدقہ ہیں کہ لفظ آیت بمعنے معجزہ ہے اور آیات ہذا سے آٹھ امر ثابت ہوتے ہیں۔ اوّل! عصا موسیٰ علیہ السلام کا لکڑی ثابت ہونا۔ دوم! اس کا اژدھا بننا۔ سوم! پھر اصلی حالت پر عود کرنا۔ چہارم! اس سے موسیٰ علیہ السلام کا ڈرنا۔ پنجم! پروردگار کا موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دینا۔ ششم! دست مبارک موسیٰ علیہ السلام کا سفید تعجب خیز ہونا۔ ہفتم! دو معجزہ کا موسیٰ علیہ السلام کو دیا جانا۔ ہشتم! لفظ آیات کا معجزہ پر اطلاق ہونا خدا کی طرف سے ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ لفظ آیت اس مقام پر معجزہ پر خدا کی طرف سے اطلاق نہیں ہوتا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ لفظ آیت سے حکم یا نشان کا معنے نکلتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سید مرحوم کو دھوکہ ہوا جو انہوں نے لفظ آیت کا معنی صرف حکم پر ہی عمل کیا ہے نہیں، معجزات پیغمبروں کے قرآن شریف سے ثابت ہیں۔ چنانچہ یہی ثبوت مذکورہ جو کہ خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو سکھایا ہے مگر علماء اس کے ہم وجود معجزہ کا قرآن شریف سے کرتے ہیں۔ انشاءاللہ!

قسم دوم ثبوت معجزہ

قرآن شریف سے معجزات کا وجود بلاشبہ ثابت ہے۔اگرچہ ہم مذکورہ بالا آیت سے وجود معجزہ ثابت کر چکے ہیں۔تاہم اسی آیت میں پھر بحث کرتے ہیں۔دیکھو:''وما تلك بیمینك یاموسیٰ'' ﴿اور کیا ہے یہ بیچ ہاتھ تیرے کے اے موسیٰ علیہ السلام؟﴾ یہ پروردگار نے موسیٰ علیہ السلام کو کیا کہا کہ وہ تو عالم الغیب ہے۔اس لئے کہ پروردگار نے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو اژدھا بنانا تھا اور انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ سانپ یا اژدھا سے ڈرتا ہے۔سو اس لئے عالم الغیب کو موسیٰ علیہ السلام کے ذہن نشین کرنا منظور تھا کہ یہ لکڑی تمہاری ہے۔پھر ہم اسی بحث کو لکھتے ہیں۔موسیٰ علیہ السلام نے خداتعالیٰ کو جواب دیا کہ یہ عصا ہے۔جیسا کہ پروردگار موسیٰ علیہ السلام کا قول بیان فرماتا ہے۔دیکھو:''قال هی عصائی'' آخر پروردگار نے فرمایا کہ ڈال اس کو:''قال القها یاموسیٰ۔'' پھر پروردگار خود فرماتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈال دیا۔پھر ناگہاں عصاء موسیٰ علیہ السلام اژدھا دوڑنے والا دیکھو آیت ہذا:''فالقها فاذا هی حیة تسعٰی'' ناظرین اب کون کہہ سکتا ہے کہ عصا لکڑی نہیں ہوتی اور کون کہہ سکتا ہے کہ حیہ کے معنے سانپ نہیں۔کون کہ سکتا ہے کہ تسعے سے مراد حرکت کرنا یا دوڑنا امر نہیں۔پھر معجزات سے انکار کرنا تو علانیہ قرآن شریف کا انکار کرنا ہوا۔اب ہم ید بیضا کی تعریف نہیں کرتے جو کہ مابعد مضمون مذکورہ بالا کے ہے۔ناظرین خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔اب ہم ایک اور نظیر ثبوت معجزات پیش کرتے ہیں:''واتل علیهم نبا ابنی ادم بالحق۔اذقربا قربانا فتقبل من احد هما ولم یتقبل من الاخر (المائدہ:۲۷)''

اربابِ بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ آیت ہذا سے چار امر ثابت ہوئے ہیں۔

امراوّل...... آنحضرتﷺ کو حکم ہوا کہ قصہ دونوں بیٹوں آدم کا مخالفین کو سنا۔

امردوم...... یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ قصہ دونوں بیٹوں کا تھا۔

امرسوم...... یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے قربانی دی۔

امرچہارم...... یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک کی قربانی جناب الٰہی میں قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہے کہ جس کی قربانی قبول ہوئی۔اس کا وہ قبول ہونا ہی معجزہ ہے۔اوّل یہ قول منجانب اللہ ہے۔پس اس آیت ہذا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ کا رواج آدم علیہ السلام سے ہی شروع ہے۔لہٰذا آنحضرتﷺ کو مخالفین اہل کتاب اور کفار اسی قدیمہ رواج

مشہورہ کی وجہ سے معجزہ طلب کرتے تھے۔ چنانچہ پروردگار ان کا قول بیان فرماتا ہے:''قالوا لو اوتی مثل ما اوتی موسی (القصص:۴۸)﴿ کہا انہوں نے یعنی مخالفوں کیوں نہیں دیا گیا یہ پیغمبر یعنے رسول اللہﷺ مثل اس کے جو دیا گیا موسیٰ یعنے معجزہ﴾ اب قابل غور یہ بات ہے کہ انہوں نے معجزہ رسول اللہﷺ سے طلب کیا۔ اگر معجزہ پیغمبروں کا قدیمی فعل نہ ہوتا تو وہ آنحضرتﷺ کیوں طلب کرتے۔ نہیں ضرور رواج قدیم تھا۔ دیکھو ماقبل کی آیت کا جواب:''اولم یکفروابمااوتی موسیٰ من قبل (ایضاً)''﴿ کیا نہ کفر کرتے تھے ساتھ اس چیز کے کہ دیا گیا تھا موسیٰ علیہ السلام یعنے معجزہ پہلے اس سے﴾ مابعد اس کے پروردگار پہلی آیت کی تفسیر کرتا ہے۔ ان کا قول بیان کرکے:''قالو اسحران تظارھر (ایضاً)''﴿ کہتے تھے یہ دونوں جادو ہیں ایک دوسرے کا مددگار﴾ یعنی عصاء موسیٰ وید موسیٰ اس کے بعد پروردگار ان کا قول بیان فرماتا ہے جو انہوں نے موسیٰ کے دو معجزے دیکھ کر کہا تھا:''وقالوا انا بکل کفرون (ایضاً)''﴿ اور کہتے تھے ہم ساتھ ایک کے یعنی معجزہ موسیٰ کے کافر ہیں یعنی انکار کرنے والے۔﴾

ناظرین! یہاں تک آیات مذکورہ بالا میں بیان ہے جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ دیکھ کر انکار کر دیا تھا۔ اگر معجزہ کا وجود قدیم سے نہ ہوتا تو نہ وہ رسول اللہﷺ سے معجزہ طلب کرتے اور نہ یہ واقعہ موسی علیہ السلام کا جو کہ تمثیلاً بیان ہوا ہے، پروردگار بیان فرماتا۔ اب یہ امر بحث طلب ہے کہ پہلی آیت میں مخالفوں کا آنحضرتﷺ پر معجزہ دکھلانے کا سوال تھا اور معجزہ قدیم سے پیغمبروں کا شیوہ تھا۔ آنحضرتﷺ نے ان کے سوال کو پورا کیا۔ بلاشبہ آنحضرت نے بموجب حکم باری تعالیٰ ان کے سوال کو یعنے معجزہ کا دکھلانا دکھلایا۔ وہ معجزہ یہ ہے کہ آنحضرتﷺ بلاشبہ امی یعنے ان پڑھ تھے۔ اس زمانہ میں شاعروں کا زور تھا۔ چونکہ ہر زمانہ میں جو پیغمبر ہوتا رہا۔ موافق رواج قوم یا یوں کہو کہ جو اس زمانہ میں لوگ کسی ایک امر کے مدعی ہوتے تھے اور اپنے دعوے میں خدا کے ساتھ شرک کرتے تھے۔ ان کی تردید کے لئے پیغمبر کو پروردگار ان سے بڑھ کر فضیلت بخشتا ہے۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے وقت ساحروں کا زور تھا۔ پروردگار نے موسیٰ علیہ السلام کو دو معجزے عطاء کئے۔ یعنے عصاء وید بیضا۔ جن سے انہوں نے ساحروں کو مغلوب کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے یہ خواص بخشا کہ سخت بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔ بے علاج ادویہ۔ بلکہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ علیٰ ہذا زمانہ آنحضرتﷺ میں شاعروں کا زور تھا۔

ان کے عاجز کرنے کے لئے ایسے پیغمبر کی ضرورت تھی کہ بغیر پڑھے ایسا کلام سنا دے جس سے شاعر عاجز ہوں اور شرک وکفر سے نجات پائیں۔ اگرچہ دوسرے معجزے بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرتﷺ کو بخشے تھے۔ جیسا کہ شق القمر سے ظاہر ہے۔ تاہم شاعروں کا عاجز کرنا اہم معجزہ تھا۔ ناظرین بھول نہ جاویں مخالفوں کے معجزہ طلب کرنے پر آنحضرتﷺ نے قرآن بنانے کا معجزہ مخالفین کو بحکم باری تعالیٰ پیش کیا۔ دیکھو: ''قل فاتوا الکتاب من عند اللہ ھواھدی اتبعہ ان کنتم صادقین (القصص:۴۹)'' ﴿کہہ دے اے محمدﷺ مخالفوں کو پس لاؤ تم یعنی یہود ونصاریٰ سے ایک کتاب اللہ کی طرف سے جو کہ وہ کتاب بہت ہدایت کرنے والی ہو یعنی راہ مستقیم کی ان دونوں سے یعنی توریت وانجیل سے﴾

یہ کیوں کہا کہ قرآن شریف وانجیل سے اھدیٰ ہے اور وہ دونوں کتابیں بوجہ تحریف یہود ونصاریٰ اھدیٰ نہ رہی تھیں۔ پیروی کروں میں اس کی یعنے مقولہ آنحضرتﷺ اگر ہو تم سچے نبی اپنے دعوے شاعری میں۔ داؤد کو پروردگار نے تین معجزے دیئے۔ ایک پہاڑوں کا داؤد کے کہنے پر تسبیح کرنا۔ دوم جانوروں کا ان کے کہنے پر تسبیح پڑھنا۔ سوم لوہا کا داؤد کے ہاتھ میں مثل موم ہونا۔ اور پھر داؤد علیہ السلام کا زرہ بنانا۔ دیکھو: ''ولقد اٰتینا داؤد منا فضلا۔ یاجبال اوبی معہ والطیر والنالہ الحدید۔ ان اعمل سابغات وقدر فی السرد واعملوا صالحا (سبا:۱۰،۱۱)'' ﴿اور البتہ تحقیق دی ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بزرگی یعنے کہا اللہ تعالیٰ نے اے پہاڑو اور جانوروں کو تسبیح کرو ساتھ اس کے یعنے داؤد کے۔ اور نرم کیا ہم نے واسطے اس کے یعنے داؤد کے ہر طرح کا لوہا۔ اس لئے کہ بنائیں زرہیں پوری۔ اور امر کیا ہم نے داؤد کو اندازہ رکھ کر ایک دوسری کنڈی کے پرونے میں اور عمل کر اچھے﴾ ایضاً۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو تین معجزے دیئے گئے۔

اوّل! ہوا جو بموجب حکم سلیمان علیہ السلام کے ان کے تخت کو جہاں چاہیں لے جاتی تھی۔ دوم! تانبے کا پانی ہوجانا حکم سلیمان علیہ السلام سے۔ سوم! جنوں کا مطیع ہونا۔ دیکھو: ''ولسلیمان الریح غدوھا شھر وراھا شھر واسلنا لہ عین القطر ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ ومن یزغ منھم من امرنا نذقہ من عذاب السعیر (سبا:۱۲)'' ﴿اور واسطے سلیمان کے تابع کیا ہوا کو صبح کی سیر اس کی ایک مہینہ تھا اور شام کی سیر اس کی ایک مہینہ تھا اور بہایا ہم نے واسطے اسکے یعنے سلیمان کے چشمہ گلے ہوئے

تانبے کا اور تابع کیا جنوں میں سے واسطے سلیمان کے اور جو کوئی بے فرمانی کرے ان میں سے یعنے جنوں سے سلیمان کے حکم ہمارے سے چکھاویں گے ہم اس کو یعنے بے فرمان کو عذاب دوزخ سے اور سلیمان نے فرمان جنوں کو خود ہی عذاب فرمادیا کرتا تھا۔ ﴾

الغرض وجود معجزات کا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ جو لوگ ان کے منکر ہیں۔ حقیقت میں ان کو علم قرآن ہرگز نہیں۔ اعتقاد نمبر۴ میں سرسید مرحوم کے نزدیک فرشتوں کا کوئی وجود نہیں۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں بحث فرشتوں میں آخر یہ اعتقاد اپنا ظاہر کیا ہے ان سب باتوں سے یعنی مذکورہ بالا بحث سے صاف پایا جاتا ہے کہ فرشتوں کے نام یہودیوں کے مقرر کئے ہوئے ہیں جو مختلف قوائے کی تعبیر کرنے کو انہوں نے رکھ لئے تھے۔ مگر یہ اعتقاد قرآن کے رو سے ہرگز صحیح نہیں۔ خاکسار نہیں بلکہ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ بلکہ فرشتوں کے انکار سے مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ دیکھو: ’’لیس البران تولو ادجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البرمن امن باللّٰہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتاب والنبین (البقرہ:۱۷۷)‘‘

آیت ہذا سے چار امر ثابت ہوتے ہیں۔ امر اول نماز۔ صرف نماز نجات کے لئے کافی نہیں تاوقتیکہ مفصلہ ذیل اشیاء پر ایمان نہ لاویں وہ یہ ہیں۔ اول خدا کو وحدہ لاشریک سمجھیں۔ دوم قیامت۔ سوم فرشتے۔ چہارم نبی۔ پنجم آسمانی کتابیں۔ امر دوم آیت مذکورہ سے خدا تعالیٰ نے فرشتوں کا وجود ثابت کیا ہے۔ معاذ اللہ اگر فرشتوں کا وجود نہ ہوتا جیسا کہ سرسید مرحوم صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ یہ حکم نہ فرماتا جو کہ ایمان لانا آخر فرشتوں پر آیت مذکورہ میں گزرا ہے۔ امر سوم آیت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پہلے لوگوں میں سے بھی بعض ایسے تھے جو کہ فرشتوں سے انکار کرتے تھے۔ لہٰذا پروردگار نے آیت مذکورہ میں ایمان لانا فرشتوں پر فرمایا۔ امر چہارم۔ مقدس کتابیں توریت وانجیل جو کہ زمانہ حال میں بھی موجود ہیں ان میں بھی فرشتوں کا وجود ثابت ہے۔ خلاصہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ وجود فرشتوں کا کلام الٰہی سے ثابت ہے۔ بلکہ قرآن شریف میں فرشتوں کا صاحب پروں کا ثابت ہے۔ دیکھو: ’’الحمدللّٰہ فاطر السموت والارض جاعل الملئکۃ رسلااولی اجنحۃ مثنی وثلث وربع۔ یزید فی الخلق مایشاء ان اللّٰہ علی کل شی قدیر (فاطر:۱)‘‘

مذکورہ آیت سے ایضاً پانچ امر ثابت ہوتے ہیں اوّل! فرشتوں کا وجود۔ دوم! پیغام کے لئے فرشتوں کا ایلچی ہونا۔ سوم! اور فرشتوں کا صاحب پر ہونا۔ تین تین چار چار۔ چہارم! اس

سے بھی زیادہ۔ حدیثوں میں جبرائیل کے چھ سو پر بیان ہوئے ہیں۔ پنجم! سید مرحوم کی طرح پہلے بھی لوگ فرشتوں کے انکاری تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جو ’’ان اللّٰہ علی کل شی قدیر ‘‘فرمایا یہ’’ جوامع الکم ‘‘اسی مقام پر آیا کرتا ہے۔ جہاں یہ گمان مخالف کرسکتا ہے کہ یہ کام کیوں اورکس طرح ہوسکتا ہے۔ الغرض اختلافات قدیمہ سے فرشتوں کا اختلاف بھی تھا۔ بلکہ اہم امر نزول قرآن شریف کا ساتھ مسئلہ اختلافی ثبوت کرنا تھا۔ مسئلہ اوّل لوگ توحید پر قائم نہ رہے تھے۔ جیسا کہ کافربت پرست تھے۔ یہودی عزیر کو خدا کا بیٹا جانتے تھے اور نصاریٰ بعض عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور بعض تثلیث کو مانتے تھے۔

مسئلہ دوم…… مختلف فیہ بعض فرشتوں سے سید مرحوم کی طرح انکار کرتے تھے۔ اور بعض فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں جانتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا جنوں کے ساتھ اپنی بیٹیوں کے ناطہ کرتا ہے۔ معاذ اللہ چنانچہ یہی اعتقاد سورت الصفات رکوع ۴ میں اسی باطل خیال پر خدا تعالیٰ آنحضرتﷺ کو فرماتا ہے۔ دیکھو:’’ فاستفتھم الربک البنات ولھم البنون ۔ام خلقنا الملئکۃ انا ثاوھم شاھد ون (الصافات:۱۴۹،۱۵۰) الخ۔ایضاً وجعلو ابینہ وبین الجنۃ نسبا(الصافات:۱۵۸)‘‘

مسئلہ سوم…… مختلف فیہ آسمانی کتابوں پر اکثر لوگ یقین نہیں رکھتے تھے۔ جیسا کہ یہود انجیل اور قرآن کے منکر ہیں۔

مسئلہ چہارم…… مختلف فیہ پیغمبروں کی رسالت سے بھی اکثر انکار کرتے تھے۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام و محمدﷺ سے یہودی ونصاریٰ اور مشرک انکاری ہیں۔

مسئلہ پنجم…… مختلف فیہ بعض لوگ دہریہ زمانہ قدیم میں بھی موجود تھے جو کہ تدبیر کے قائل اور تقدیر کے منکر ہیں۔ چنانچہ آج کل یہی اسی اعتقاد کے دہریہ کم وبیش موجود ہیں۔ فرعون کا بھی یہی اعتقاد تھا:’’ فما بال القرون الا ولیٰ (طٰہٰ:۵۱) قال فمن ربکما یاموسیٰ (طٰہٰ:۴۹)‘‘

مسئلہ ششم…… مختلف فیہ قیامت تھا بعض یہود اعتقاد رکھتے تھے کہ عذاب قیامت چندروز ہوگا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ ان کا قول بیان فرماتا ہے:’’ وقالو الن تمسنا النار الاایامامعدودۃ (البقرہ:۸۰) ‘‘اور بعض یہود اعتقاد رکھتے تھے کہ قیامت نہ ہوگی:’’ یاایھا الذین امنوا لاتتولواقوماغضب اللّٰہ علیھم قدیئسوا من الاخرۃ کما یئس الکفارمن اصحاب القبور (سورہ ممتحنہ:۱۳)‘‘

مسئلہ ہفتم ...... مختلف فیہ کفار بعض تو بعث من القبور کے منکر تھے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہے اور بعض کفار حضورﷺ کو استہزء یا تعجباً کہا کرتے تھے کہ جب ہو جاویں گے ہم ہڈیاں گلی ہوئی کیا ہم پھر جاویں گے پہلی حالت میں۔ دیکھو یہی قول ان کا اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:

''یقولون ء انالمردودون فی الحافرہ اذاکنا عظامانخرۃ (النازعات:۱۱،۱۰)''

اور فرعون کا قصہ بھی تمثیلاً انہیں کو سناتا ہے کہ فرعون ہی تمہاری طرح اعتقاد رکھتا تھا۔ آخر اس اعتقاد کے بدلے غرق ہوا۔ ناظرین دیکھو سورت نازعات میں۔ پس یہی وجہ کامل ہے کہ ان سات مسئلہ مختلف فیہ کے یقین کرنے کو ایمان مفصل کہتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں میں ان کا جاننا اور یقین کرنا فرض ہے اور جو کوئی نہ جانے یا یقین نہ کرے اس کو بھی پہلے یہی پڑھاتے ہیں۔ اگر وہ پڑھ لے اور دل سے یقین بھی کر لے تو اسی کا نام مسلمان ہے اور وہ ایمان مفصل عربی عبارت میں یہ ہے:'' امنت باللّٰہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخروالقدر خیرہ وشرہ من اللّٰہ تعالیٰ والبعث بعد الموت '' پس نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ وجود ملائکہ کا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ گو سید مرحوم نے مخالفوں کی تردید کی ہوگی تاہم مرحوم سید کا یہ اعتقاد صحیح نہیں۔

اعتقاد نمبر۵...... سید مرحوم نے اپنی تفسیر میں ابلیس اور جنوں سے بھی انکار ظاہر کیا ہے۔ مگر یہ اعتقاد بھی قرآن شریف یسمعون سے صحیح نہیں۔ بلکہ قرآن شریف میں جنوں کا وجود ثابت ہے اور جن قرآن پڑھتے رہے اور حضرتﷺ سے سنتے رہے۔ دیکھو:'' واذ صّرفنا الیک نفرامن الجن یسمعون القران فلما حضروہ قالوا انصتو،فلما قضے ولوالی قومھم منذرین (احقاف:۲۹)'' ﴿اور جس وقت کہ پھر لائے ہم طرف تیری جماعت جنوں میں سے سنتے تھے قرآن پس جب حاضر ہوئے اس کو یعنی حضرت کہنے لگے؟ آپس میں چپ رہو۔ جب تمام ہوا پڑھنا پھر گئے طرف قوم اپنی کی ڈراتے ہوئے﴾ ایضاً پروردگار نے سورت النمل میں ایک جن کا نام بھی فرمایا ہے جو کہ سلیمان علیہ السلام کے مصاحبوں میں تھا۔ دیکھو:'' قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین (النمل:۳۹)'' ﴿کہا ایک دیو نے جنوں میں سے میں لے آؤں گا تمہارے پاس اس کو یعنے تخت بلقیس کو پہلے اس سے کہ کھڑے ہو تم جگہ اپنی سے اور بے شک اوپر اس کے یعنی تخت لانے کے البتہ قوی امین ہوں یعنی کوئی خیانت نہ کروں گا۔﴾

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

پس ثابت ہوا کہ وجود جنوں کا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اگر کوئی معترض یہ اعتراض کرے کہ وجود فرشتوں اور جنوں کا ہمیں نظر کیوں نہیں آتا۔ تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ عالم دنیا میں ایسی بہت سی اشیاء ہیں جن کا وجود بھی محسوس بالنظر نہیں ہوتا۔ مثلاً ہوا جب تیز ہوتی ہے تو درخت توڑ دیتی ہے۔ مکان گرا دیتی ہے۔ مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جسم ہوا کا اتنا لمبا ہے یا اتنا چوڑا یا سرخ یا سیاہ رنگ ہوتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اگر کوئی معترض یہ کہے کہ ہوا کا فعل تو محسوس ہوتا ہے۔ تو ہم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ فرشتوں کا فعل یا وجود کا مس کرنا پیغمبروں کا ہی خاصہ ہے۔ وہ ان کے وجود کو دیکھتے ہیں اور ان کی آواز سنتے ہیں۔ لہٰذا منزلہ کتابوں میں فرشتوں اور جنوں کا جسم اور فعل بلکہ نام موجود ہے۔ جیسا کہ ہم قرآن شریف سے ثابت کر چکے ہیں۔ اصل میں ایسے سوالات کرنے محض فضول ہیں۔ انسانی عقل محدود ہے۔ تعقل اس کا سلسلہ تمام قانون قدرت کو کیونکر سمجھ سکتا ہے۔ حالانکہ انسان کو اپنے بدن کی بھی پوری کیفیت معلوم نہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ میرے اتنے لڑکے یا لڑکیاں ہوں گی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ روح جو بول رہی ہے۔ اس کی کیا صورت یا کیا رنگ ہے۔ پس جب اپنے بدن کی کیفیت ہی معلوم نہ ہوئی تو فرشتوں اور جنوں کی کیفیت کیونکر حاصل کر سکتا ہے۔ البتہ جن کو اللہ تعالیٰ ان کے سمجھنے کا علم دے دے وہ بے شک سمجھ سکتے ہیں۔ دور نہ جایئے انسان باوجود دعویٰ عقل بعض باتوں میں حیوان سے بھی بیوقوف ہے۔ دیکھو حیوان اپنے مادہ حاملہ کو سمجھ سکتا ہے۔ پھر اس کے نزدیکی نہیں کرتا۔ مگر انسان کو یہ سمجھ اللہ تعالیٰ نے نہیں دی۔ پس ثابت ہوا کہ فرشتوں اور جنوں کا دیکھنا پیغمبروں کا خاصہ ہے۔ چونکہ ابلیس بھی فرقہ جنوں میں سے ہے لہٰذا اس کے ثبوت کے لئے علیحدہ دلیل پیش کرنی بے فائدہ ہے۔

اعتقاد نمبر ۶...... سرسید مرحوم بہشت اور دوزخ سے بھی انکاری ہیں۔ وہ اپنی تفسیر میں بحث کرتے کرتے ہوئے اخیر میں یہ لکھتے ہیں۔ ''پس یہ مسئلہ کہ بہشت اور دوزخ دونوں بالفعل مخلوق وموجود ہیں۔ قرآن سے ثابت نہیں۔''

یہ اعتقاد سید مرحوم کا قرآن کی رو سے محض غلط ہے۔ کیونکہ قرآن میں دونوں کا وجود خدا تعالیٰ ثابت کرتا ہے۔ دیکھو: '' ولمن خاف مقام ربه جنتان ۔فبای الاء ربکما تکذبن۔ ذواتا افنان فیهما عینان تجرین فیهما من کل فاکهة زوجان۔متکئین علی فرش بطائنها من استبرق۔ وجنا الجنتین دان (الرحمن:۴۶تا۵۴)'' ﴿اور واسطے

اس شخص کے ڈرتا ہے آگے پروردگار کے کھڑا ہونے سے دو بہشت ہیں۔ پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو۔ وہ نو بہشت شاخوں والے ہیں۔ بیچ ان دونوں کے چشمے چلتے ہیں۔ بیچ ان دونوں کے ہر میوہ سے دو قسمیں ہیں۔ تکیہ کئے ہوئے اوپر فرشتوں کے کہ استران کے تافتے کے ہیں۔ اور میوے دونوں بہشت کے نزدیک ہیں۔﴾ ایضاً ثبوت وجود دوزخ ناظرین کو یاد رہے۔ پہلے لوگوں میں سے بھی ایسے تھے جو کہ سرسید مرحوم کی طرح دوزخ بہشت سے انکاری تھے۔ لہٰذا پروردگار نے ''فبای الاء ربکما تکذبن '' بہشت کے منکروں کے لئے فرمایا اور دیکھیں دوزخ کے منکروں میں سے بڑا منکر اس زمانہ میں ولید بن مغیرہ تھا۔ کافروں نے مشورہ کر کے کہا کہ یہ محمدﷺ کہتا ہے کہ یہ قرآن خدا کی کلام ہے۔ تو سن اس کو پھر انصاف کر۔ کیا یہ خدا کی کلام ہے یا نہ پس جب حضرت نے سنایا تب ولید بن مغیرہ کہنے لگا۔ یہ جادو ہے نقل کیا جاتا ہے نہیں، یہ قرآن مگر قول آدمی کا یعنی خدا کا کلام نہیں۔ دیکھو خدا تعالیٰ بھی مذکورہ بالا قول بیان فرماتا ہے: ''فقال ان هذاالا سحر یوثر ان هذالا قول البشر (المدثر:۲۵،۲۴) '' اس قول ولید بن مغیرہ کے جواب پر پروردگار نے یہ فرمایا ''ساصلیہ سقر'' پھر ولید بن مغیرہ نے سقر پر بھی استہزا کی۔ لہٰذا پروردگار نے فرمایا: ''وماادراك ماسقر لایبقی ولاتذر لواحة للبشر۔ علیها تسعة عشر (المدثر:۲۹،۲۷) '' ﴿پس کہا ولید ابن مغیرہ نے نہیں یہ قرآن مگر جادو قدیمہ نہیں۔ یہ قرآن مگر قول آدمی کا، جواب باری تعالیٰ شتابی داخل کروں گا اس کو یعنے ولید بن مغیرہ کو دوزخ میں '' پھر کہا اللہ تعالیٰ نے '' اور کہا جانے تو کیا دوزخ '' پھر اللہ تعالیٰ نے خود دوزخ کی تعریف بیان فرمائی نہیں باقی رکھتی اور نہیں چھوڑتی۔ ساڑ دینے والی ہے چہرے کو۔ اوپر اس کے یعنی دوزخ کے انیس فرشتے ہیں۔ پھر ولید ابن مغیرہ نے انیس فرشتہ پر بھی استہزاء کی کہ ہم تو بہت آدمی ہیں۔ انیس فرشتے ہماری طاقت کے آگے کیا کر سکتے ہیں۔ الغرض دور تک یہی جھگڑا دوزخ کا چلا جاتا ہے۔ مگر ہماری گفتگو اس میں تھی کہ سرسید مرحوم نے جو یہ کہا کہ وجود دوزخ اور بہشت کا قرآن شریف سے ثابت نہیں۔ یہ قول ان کا ہم نے قرآن شریف کے رو سے غلط ثابت کیا۔ یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ سرسید مرحوم نے منزل آخر کو نہیں دیکھا کیونکہ انہوں نے یہ تمام بحث پہلی ہی سپارہ میں ہی کی ہے۔ یا کہ دانستہ دیدہ انہوں نے انکار کیا ہے۔ بہرحال ہم ان کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ خدا ان کو بخشے کیونکہ اکثر تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر سید مرحوم نے اپنے وہم میں مخالفین کی تردید کے لئے بنائی ہے۔

اعتقاد نمبر ۷...... سید مرحوم کے نزدیک قرآن شریف کی سورتوں کے نام نہ تو خدا تعالیٰ نے رکھے ہیں اور نہ رسول نے بلکہ علماء نے خود بنا لئے ہیں۔ مگر یہ اعتقاد سید مرحوم کا بھی صحیح نہیں۔ ہم اپنے دعوے کو آخر میں بیان کریں گے۔ پہلے ہم سید مرحوم کا اعتقاد لکھتے ہیں جو کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے۔ وہ عبارت سید مرحوم کی یہ ہے: ’’الم یعنی سورت بقر یہ سورت ان سورتوں میں سے ہے جن کو خدا نے ان کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ حروف مقطعات ان سورتوں کے نام ہیں۔ پھر لکھتے ہیں علماء اسلام نے رفع التباس کے لئے ان سورتوں کے نام کے ساتھ جن کے متحد نام تھے۔ یا جن میں حروف مقطعات زیادہ تھے۔ یا کسی سورت کے اہم مضمون پر زیادہ وضاحت سے اشارہ کرنے کی غرض سے اور نیز ان سورتوں کے لئے جو کسی نام سے موسوم نہ تھیں۔ اسے یہودی قاعدہ کے مطابق اسی سورت میں سے کوئی لفظ اس سورت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے منتخب کیا۔ جو رفتہ رفتہ بطور ان سورتوں کے نام کے مقصد ہونے لگے۔ مگر درحقیقت وہ الفاظ ہیں جو علماء نے ان سورتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اختیار کر لئے ہیں۔‘‘ پھر لکھتے ہیں ’’ا لم ‘‘ جو اس سورت کا نام ہے (یعنی بقر کا) اس سورت کا نام مبتداء ہے اور ذلک مبتداء ثانی ہے اور الکتاب اس کی خبر ہے اور یہ متبداء وخبر مل کر خبر ہیں۔ یعنی ’’ا لم ‘‘ کا مسمے ذلک الکتاب پر محمول ہے۔‘‘

ناظرین! کو سرسید مرحوم کی عبارت سے ثابت ہو گیا ہوگا کہ ان کے نزدیک سورتوں کے نام علماء نے یہودیوں کی طرح اپنی طرف سے اختیار کئے ہیں اور سید مرحوم کے نزدیک انتیس سورتیں ہیں جن پر حروف مقطعات ’’ا لم ‘‘ آیا ہے۔ وہی ’’ا لم ‘‘ ان کا نام ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ حروف مقطعات ’’ا لم ‘‘ ان سورتوں کے نام نہیں۔ اس بحث میں سید مرحوم نے سات غلطیاں کی ہیں۔

غلطی اوّل...... حروف مقطعات کو سورت کا نام لکھا۔ حالانکہ مقطعات کا لفظی معنے خود دلالت کرتا ہے کہ سورت کے ساتھ ان کو ہرگز کوئی تعلق نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو حروف مقطعات بھی کہا جاتا ہے۔ پس جب ’’ا لم ‘‘ مقطعات ہوئے تو سورت کا اسم کیوں کر بن سکتے ہیں۔

غلطی دوم...... ’’ا لم ‘‘ تین حروف ہیں۔ ہر ایک جدا حرف ہے اور ہر ایک علیحدہ اسم ہے۔ مثلاً الف ایک اسم ہے۔ لام ایک اسم ہے۔ میم ایک اسم ہے۔ پھر یہ تین اسم ہوئے۔ پھر تین اسموں کا ایک سمجھنا علانیہ غلط ہے۔

غلطی سوم...... تمام قرآن شریف میں انتیس سورتیں ہیں۔جن پرحروف مقطعات ''الـــم'' آئے ہیں۔اگرہم سید مرحوم کے لکھنے پرہی یقین کریں کہ یہ سورتوں کے نام ہیں۔تو یہ مشکل ہے کہ مخالفین کہیں گے کہ قرآن اچھی خدا کی کلام ہے کہ انتیس سورتوں کے نام ایک ہی رکھ دیا۔کیا خداتعالیٰ کوکوئی دوسرانام رکھنا بھی نہیں آتا۔معاذ اللہ

غلطی چہارم...... لفظ ذا اسم اشارہ واحد مذکر غائب ہے۔مشارالیہ اس کا ماقبل ہوتا ہے۔اپنے مابعد الکتاب کو بتایا ہے۔

غلطی پنجم...... سورتوں کے نام حضرتﷺ کے زمانہ میں ہی رکھے گئے تھے۔یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ حضرتﷺ نے خودرکھے یا وحی جبرائیل علیہ السلام نے بتلائے۔بہرحال حضرتؐ کے زمانہ میں بھی نام سورتوں کے جوکہ آج کل مشہور ہیں، لئے جاتے تھے۔اورمنزلیں بھی حضرتﷺ کے زمانہ میں ہی بنی ہیں۔دیکھو بخاری کتاب فضائل القرآن باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف عن عمرابن الخطابؓ سے حدیث مروی ہے کہ ہشام ابن حکیم نے صبح کی نماز میں سورت فرقان پڑھی۔اختلاف قرأت کے ساتھ پھراصحابوں میں جھگڑا پڑ گیا۔آخرحضرتﷺ کے پاس جھگڑا پیش کیا گیا۔حضرتﷺ نے ہشام ابن حکیم کوفرمایا کہ سورت فرقان پڑھ نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ اگر اس وقت سورتوں کے نام مقرر نہ ہوتے تو آنحضرتﷺ ہشام ابن حکیم کو کیوں فرماتے کہ سورت فرقان پڑھ۔پس ثابت ہوا کہ سورتوں کے نام زمانہ حضرتﷺ میں مقرر ہو چکے تھے۔

غلطی ششم...... سید مرحوم نے حروف مقطعات ''الـــم'' کومبتدابنایااورذلک مبتدا ثانی اور الکتاب اس کی خبرجب حروف ''الم'' مقطعات ہوئے۔یعنی ان کوعبارت سے کوئی تعلق ہی نہ ہواتو''الم''مبتداء کیوں کر بن سکتا ہےاورذلک مبتداء ثانی کیونکرہوسکتا ہے۔پھرالکتاب اس کی خبرکسی صورت میں نہیں بن سکتی۔سید مرحوم نے یہ سوچا کہ مبتداءاورخبر میں اسناد ہوتا ہے۔حالانکہ کوئی اسناد نہیں۔

غلطی ہفتم...... حروف مقطعات''الم'' حالانکہ انتیس سورتوں پرآئے ہیں مگر''ذلك الكتاب لاريب فيه''ماسوابقرکےکسی اورسورت پرانتیس سورتوں میں نہیں لکھے گئے۔پس اگریہ تمام سورتیں متحدالمضمون ہوئیں جیسا کہ سید مرحوم نے وہم کیا ہےتو''ذلك الكتاب لاريب فيه'' کالانا بھی ضروری ہوتا۔چونکہ''الم''حروف مقطعات ہی ہیں نہ اسم سورتوں کے۔لہٰذاپروردگار نے باقی سورتوں ''الم''والی میں ''ذلك الكتاب لاريب فيه''نہ فرمایا۔

اعتقاد نمبر ۷...... سید مرحوم نے حروف مقطعات ''ا لــم '' کی غرض بیان فرمائی ہے۔ہم طوالت کے لئے بعینہ عبارت نہیں لکھتے۔صرف خلاصہ ان کی عبارت کا ناظرین کو دکھلاتے ہیں۔وہ یہ ہے۔'' آپ نے (الف) سے مراد امر بالمعروف لیا ہے۔(لام) سے مراد لیل ونہار لیا ہے۔(م) سے مراد موت وحیات لیا ہے۔مگر یہ استنباط سید مرحوم کا صحیح نہیں۔کیوں کہ صورت روم، سورت لقمان، سورت عنکبوت، سورت سجدہ پر حالانکہ یہی حروف مقطعات موجود ہیں۔مگر ان میں کوئی احکام امر بالمعروف نہیں بلکہ صرف توحید کا بیان ہے۔لہٰذا سید مرحوم کا یہ استنباط بھی صحیح نہیں۔اب یہاں سورت بقر پر پانچ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

سوال اوّل...... سورت بقر پر حروف مقطعات ''ا لم'' کس غرض کے لئے آئے۔

سوال دوم...... لفظ اسم اشارہ کا مشاراًالیہ کون ہے۔

سوال سوم...... ''ذلك الكتاب لاریب فيه'' کس سے مراد ہے۔

سوال چہارم...... ''هدے للمتقين'' کس کی صفت ہے۔

سوال پنجم...... سورت بقرہ بعد فاتحہ کے کس غرض سے لائی گئی۔یعنے ان میں کیا ارتباط ہے۔

جواب سوال اوّل...... ''ا لــم '' یاد رہے کہ جن سورتوں میں یہ حروف آئے ہیں۔سب میں تین غرضیں ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ زمانہ نزول قرآن شریف میں تین گروہ تھے۔بت پرست، موسائی، عیسائی۔ پھر موسائی عزیز کو خدا کا بیٹا جانتے تھے۔اور احکام اسلام میں کئی طرح کے اختلاف کرتے تھے۔رشوت کی وجہ سے جھوٹے فتوے دیا کرتے تھے۔اور نصاریٰ بعض عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور بعض خود خدا اور بعض تثلیث پر یقین رکھتے تھے۔چونکہ یہ تینوں فریق توحید پر قائم نہ تھے۔لہٰذا محمدؐ رسول اللہ اور قرآن شریف کی ضرورت ہوئی۔چنانچہ یہی علّت پروردگار نے: ''لم يكن الذين كفروا من اهل الكتٰب والمشركين منفكين حتى تأتى هم البينة (البينة:۱) '' میں نزول قرآن شریف کے بیان فرمائی۔پس آنحضرتﷺ تینوں فریق مشرک موسائی، عیسائی کو ہدایت توحید فرمانے لگے۔تو ہر سہ فریق نے حضورﷺ کی تکذیب کی۔یہودی کہتے تھے کہ یہ قرآن پہلی کہانیاں ہیں۔بت پرست کہتے تھے کہ یہ ساحر ہے۔الغرض بت پرست ہو۔موسائی ہو۔عیسائی اپنے اپنے اعتقاد سے باز نہ آئے۔گو آہستہ آہستہ تینوں فریقوں میں سے بہت سے ایمان بھی لے آئے تاہم آج تک وہی فریق موجود ہیں۔ناظرین! کو یہ ثابت ہوگیا ہوگا کہ تین امروں کا مخالفین مذکورہ بالا کو منانا پروردگار کا اصل مقصد تھا۔وہ تین امر یہ ہیں۔

امر اوّل...... اللہ ایک ہے۔
امر دوم...... قرآن شریف منزل من اللہ ہے۔
امر سوم...... یہ پیغمبر رسول اللہ ﷺ ہے۔ پس جن سورتوں میں انہی تینوں امور مذکورہ بالا کی مخالفوں کی منانے کی ضرورت تھی۔ ان سب سورتوں میں حروف مقطعات ''الم'' آئے ہیں۔ جو کہ الف سے مراد: ''والٰھکم الہ واحد'' ہے۔ جن میں وہ تینوں فریق اختلاف کرتے تھے اور لام سے مراد ہذا کتاب ''من لدن'' ہے۔ جس کی نسبت وہ تینوں فریق اختلاف کرتے تھے۔ اور میم سے مراد ''محمد رسول اللّٰہ'' ہیں۔

خلاصہ مضمون مذکورہ بالا کا یہ ہوا۔ اللہ ایک ہے۔ قرآن شریف سچ ہے۔ محمدؐ برحق ہے۔ جو مراد حروف مقطعات ''الم'' کی ہم نے بیان کی۔ وہ بعینہ سورت بقر کی آیات مفصلہ ذیل سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں۔ دیکھو الف، کا مصداق آیت ''والھکم اله واحد'' (بقر:۱۶۳) لام، کا مصدقہ آیت: ''الکتاب لاریب فیه ایضاً ولقد انزلناالیك آیات بینا ت'' میم، کا مصدقہ آیت: ''انا ارسلنك بالحق بشیرا ونذیرا ایضاً وانك لمن المرسلین (بقر: رکوع ۲۲)''

سوال دوم...... ذاء اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ کون ہے۔
جواب...... یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ ہر ایک سورت ایک کتاب ہے۔ اور یہ بھی بلاشبہ تسلیم ہے کہ سورت فاتحہ اجمالی قرآن شریف ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سورت فاتحہ کا طرز کلام ایسا ہے کہ گویا بندہ کی کلام ہے مثلاً: ''ایاك نعبد وایاك نستعین'' سے بلاشبہ یہ شک ضرور پڑتا ہے کہ یہ کلام خدا کا نہیں بلکہ بندہ کا ہے۔ گو صاحب علم سمجھتے ہیں کہ پروردگار نے طریقہ یاد کرنے اپنے کا سکھایا ہے۔ اور قل اس میں مقدر ہے لیکن ناواقفوں اور مخالفوں کو کہ جس طرح کہ زمانہ حال میں فاتحہ کی نسبت شک پڑتے ہیں۔ اسی طرح زمانہ نزول قرآن شریف میں بھی مخالف کہا کرتے تھے۔ لہٰذا شروع سورت بقر میں پروردگار نے اسم اشارہ بیان فرمایا ہے جس کا مشارٌ الیہ وہی کتاب سورت فاتحہ ہے۔ جس میں مخالفوں کو کلام الٰہی ہونے میں شک تھا۔ اس کی تصدیق کے لئے اسم اشارہ لانا ضروری تھا تاکہ سورت فاتحہ اور سورت بقر میں ارتباط پیدا ہو لہٰذا باقی سورتوں میں حروف مقطعات ''الم'' والی پر یہ طرز اختیار نہیں کی گئی۔

سوال سوم...... ''الکتاب لاریب فیه'' کس سے معاد ہے۔

جواب...... وہی کتاب جس میں مخالفین یہود ونصاریٰ شک کرتے تھے اور اب مخالفین کلام بندہ سمجھتے ہیں۔ الغرض خداتعالیٰ اس کو قرآن فرماتا ہے۔ دیکھو: ’’ولقد اتینا سبع من المثانی والقرآن العظیم‘‘

سوال چہارم...... ’’هدی للمتقین‘‘ کس کی صفت ہے۔

جواب...... وہی کتاب سورت فاتحہ کی صفت ہے جس میں مخالفین کا اعتراض تھا۔

سوال پنجم...... سورت فاتحہ اور بقر میں کیا ارتباط ہے۔

جواب...... سورت فاتحہ میں تین گروہ کے علاوہ دلائل توحید کے بیان ہے۔ مثلاً ’’انعمت‘‘ جو پیغمبروں اور نیک لوگوں سے مراد ہے اور ’’مغضوب‘‘ جو یہودیوں یا وہ لوگ جن پر واقعی عذاب وارد ہوا تھا۔ مثل قوم تبع۔ اس ثمودی قوم سے لوط مراد ہیں۔ سوم ’’ضال‘‘ جو کہ نصاری یا فاسق فاجر عاصم معتد سے مراد ہیں۔ پس مضمون سورت فاتحہ سے چار امر ثابت ہوئے۔ ایک توحید اور تین گروہ انہیں چار امور اجمالی کی سورت بقر میں تفسیر ہے۔ دیکھو پروردگار نے اوّل رکوع میں ’’مومنون‘‘ کی تعریف فرمائی۔ اس کے بعد کافروں کی اور رکوع دوم میں منافقوں کا حال بیان کیا۔ رکوع سوئم میں اپنی الوہیت اور وحدانیت کے دلائل بیان فرمائے۔ پس اسی ارتباط کی وجہ سے سورت بقر بعد فاتحہ کے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی اور اسی وجہ سے ’’ذلك الکتاب لاریب فیه هدی للمتقین‘‘ سورت بقر پر فرمایا اور باقی تین جن حروف پر مقطعات ’’الم‘‘ آئے تھے۔ ’’ذلك الکتاب لاریب فیه‘‘ نہ فرمایا۔ مرزاقادیانی! ہم نے یہ جتنے ورق سیاہ کردیئے ہیں۔ یہ سب آپ کی خاطر ہی کئے ہیں کیونکہ آپ نے سید مرحوم کے اصولوں کو پکڑ کر اپنا دعویٰ اقرائی بنا بیٹھے۔ پس ہم اصل کتاب شروع کرتے ہیں۔

فیصلہ قرآنی تکذیب قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء والصلوة السلام علی رسوله المجتبی ۰ اما بعد!

احقر العباد وحکیم حافظ محمد الدین صانہ اللہ تعالیٰ عن المکروہات الدنیا والدین۔ ناظرین کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ حقیقت قصہ مسیح ابن مریم علیہ السلام کا موقوف ہے۔ علم نزول قرآن پر، لہٰذا ہم پہلی وجہ نزول قرآن شریف بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ زمانہ آنحضرتﷺ

میں تین فریق تھے۔ اول کافر، دوم نصاریٰ، سوم یہود۔ پھر کافر بھی مختلف اعتقاد کے تھے۔ بت پرست، کوکب پرست، حیوان پرست۔ چنانچہ یہی فریق آج کل بھی کم وبیش موجود ہیں۔ فریق دوم، نصاریٰ اس کے تین فریق تھے۔ ایک وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا سمجھتے تھے۔ دوم وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو فطر خدا کا بیٹا سمجھتے تھے۔ سوم وہ جو تثلیث کو مانتے تھے۔ فرقہ سوم یہود تھے۔ یہ نہایت ہی مختلف اعتقاد کے تھے۔ بعض عزیر کو خدا کا بیٹا جانتے تھے۔ بعض عالموں اور درویشوں کو خدا بنا بیٹھے تھے۔ بعض قیامت عذاب کو چند روز یقین کرتے تھے۔ نماز، روزہ، حج وغیرہ احکام اسلام میں کئی طرح کے افتراء کرتے تھے۔ ایک رحم کے دو بچوں کو بعض کے لئے حرام اور بعض کے لئے حلال جانتے تھے۔ شہور حرام کو بدل دیتے تھے اور رشوت لے کر جھوٹے فتوے دیتے تھے۔ حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ولد الزنا اور مریم علیہا السلام کو زانیہ یقین کرتے تھے۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام تردید اختلاف مذکورہ بالا کے واسطے خدا کی طرف سے رسول تھے: ’’ورسولا الی بنی اسرائیل ‘‘ لیکن یہود نے بجائے رسالت ماننے کے قتل کرانے اور پھانسی چڑھانے کی تدبیریں کیں۔ مگر ان کی تدبیریں کارگر نہ ہوئیں۔ نہ پھانسی دیئے گئے۔ نہ قتل کئے گئے۔ چنانچہ ہم عنقریب اس بحث کو غرض مکر یہود میں بیان کریں گے۔

وجہ نزول قرآن

الغرض ناظرین کو مذکورہ بالا مضمون سے ثابت ہوگیا ہوگا کہ ہر سہ فریق میں سے یعنی کافر۔ نصاریٰ اور یہود کوئی بھی توحید پر ثابت قدم نہ تھا۔ یہی وجہ نزول قرآن شریف کی ہوئی: ’’لم یکن الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین منفکین حتیٰ تاتی هم البینة رسول من الله یتلوا صحفا مطهره فیها کتب قیّم (البینه:۱تا۳)‘‘

پس جب آنحضرت ﷺ دعوت اسلام صراط المستقیم ہر سہ فریق مذکورہ بالا کو کرنے لگے تب حضرت علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی طرح طرح کے الزام دینے لگے۔ مثلاً مفتری۔ شاعر۔ مجنون۔ کذاب اور آنحضرت ﷺ کو یہود اور نصاریٰ طرح طرح کے سوالات بھی کرنے لگے۔ مثلاً یہود عیسیٰ علیہ السلام ناجائز فطرتی اور بعض مقتول بیان کرتے تھے۔ اور برخلاف ان کے نصاریٰ بعض عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا اور بعض تثلیث کا اعتقاد کا اظہار کرتے تھے۔ چونکہ یہ دونوں فریق افراط وتفریط میں غرق تھے۔ کیونکہ نہ تو عیسیٰ علیہ السلام ناجائز فطرتی اور نہ مصلوب اور نہ مقتول ہوئے تھے اور نہ عیسیٰ علیہ السلام خدا تھا اور نہ خدا کا بیٹا اور نہ تین خدا تھے۔ جیسا کہ بعض نصاریٰ کا اعتقاد تھا۔ معاذ اللہ منہا۔ پس یہی اختلاف مذکورہ بالا کی وجہ سے قصہ عیسیٰ علیہ السلام

قرآن شریف میں مختلف مقامات پر مختلف اغراض کے لئے خداتعالیٰ نے بیان فرمایا۔جن اغراض کی فہرست ہم ناظرین کو دکھلا چکے ہیں۔

اختلاف عقائد

الغرض چونکہ سب اعتقادات یہود اور نصاریٰ محض بہتان تھے۔لہٰذا پروردگار نے کسی جگہ اعتقاد یہود اور کسی جگہ نصاریٰ کی تردید فرمائی۔جو لوگ مذکورہ بالا اغراض کا علم نہیں رکھتے ان کو شکوک باطلہ یہودیہ یا نصاریہ پیدا ہوتے ہیں۔چنانچہ مرزا قادیانی اسی یہودی اعتقاد کو پکڑ کر کلمات ناشائستہ بہتانیہ تاویلیہ افترائیہ خود غرضیہ خیالیہ وہمیہ نسبت عیسیٰ علیہ السلام اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو شرابی، زانی، فاحشہ عورتوں کا مال کھانے والا حتیٰ کہ ناجائز فطرتی بھی اپنے قلم سے لکھتے ہیں۔نعوذ باللہ منہا۔

حصہ اوّل!اغراض قرآنی متعلقہ حضرت مریم علیہا السلام کے بیان میں فصل اوّل

غرض اوّل...... حقیقت پیدائش مریم علیہا السلام میں۔

سوال...... بجناب باری تعالیٰ والدہ مریم علیہا السلام:''اذ قالت امراۃ عمران رب انی نذرت لك مافی بطنی محررا فتقبل منی انك انت السمیع العلیم.فلما وضعتهاقالت رب انی وضعتهاانثی (آل عمران:۳۵،۳۶)''﴿جس وقت کہا بیوی عمران کی نے اے رب میرے تحقیق میں نے نذر کیا واسطے تیرے جو کچھ بیچ پیٹ میرے کے ہے۔پس قبول کر مجھ سے بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔پس جب جنا اس کو کہا اے میرے تحقیق میں نے جنا اس کو لڑکی۔﴾

جواب...... باری تعالیٰ آیت:''واللہ اعلم بما وضعت''﴿اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ جنا﴾اظہار والدہ مریم علیہا السلام آیت:''ولیس الذکر کالانثی وانی سمیتها مریم''﴿اور نہیں مرد مانند عورت کے امر تحقیق میں نے نام رکھا اس کا مریم﴾دعا والدہ مریم علیہا السلام وقت آزادگی مریم علیہا السلام:''وانی اعیذها بك وذریتها من الشیطان الرجیم''﴿اور بے شک میں نے پناہ دی اس کو ساتھ تیرے اور اولاد اس کی کو شیطان راندے ہوئے سے﴾

جواب...... باری تعالیٰ آیت:''فتقبلها ربها بقبول حسن وانبتها نباتا حسنا''﴿پس قبول کیا اس کو رب اس کے ساتھ قبول اچھے کے اور اگایا اس کو اگانا خوب اچھا۔﴾

غرض دوم...... حقیقت پرورش مریم علیہا السلام کے بیان میں:''وکفّلها زکریا''﴿اور سونپ

دی وہ زکریا علیہ السلام کو﴾

بیان حال...... احسانات باری تعالیٰ ’’وجد عندها رزقا ‘‘﴿پایا نزدیک اس کے رزق﴾خبر سوال تعجبانہ زکریا علیہ السلام: ’’قال یامریم انی لك هذا ‘‘﴿اے مریم کہاں سے آیا واسطے تیرے یہ رزق۔﴾

جواب...... مریم علیہا السلام: ’’قالت هو من عند الله ان الله یرزق من یشاء بغیر حساب (ایضاً)‘‘﴿کہا مریم علیہا السلام نے وہ نزدیک اللہ سے تحقیق اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بے شمار﴾یہی سبب ہے واسطے اولاد کے دعا مانگنا زکریا علیہ السلام کا: ’’هنا لك دعا زکریا ربه (آل عمران:۳۸)‘‘﴿اس جگہ پکارا زکریا علیہ السلام نے پروردگار کو اپنے۔﴾اے ارباب بصیرت آج کل جو لوگ مثلاً مرزا قادیانی بن باپ تولد ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا محال جانتے ہیں۔ حقیقت میں یہ قول یہود کا تھا۔ جس کو پروردگار نے زکریا علیہ السلام کی نظیر دے کر تردید فرمائی۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تندرست جوان تھی۔ لیکن یحییٰ کے والدین دونوں قابل اولاد نہ تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قول زکریا علیہ السلام کا بیان فرمایا: ’’قال رب انّٰی یکون لی غلام وقد بلغنی الکبر وامراتی عاقر (آل عمران:۴۰)‘‘﴿کہا اے رب میرے کیونکر ہوگا واسطے میرے لڑکا اور تحقیق پہنچا ہے مجھ پر بڑھاپا اور بیوی میری بانجھ ہے۔﴾

جواب...... ’’قال کذالك قال ربك هو علی هیّن وقد خلقتك من قبل ولم تك شیئا (مریم:۹)‘‘﴿کہا اسی طرح رب تیرے رب نے وہ اوپر میرے آسان ہے اور تحقیق پیدا کیا میں نے پہلے اس سے بے شک نہ تھا تو کچھ۔﴾

افسوس یحییٰ علیہ السلام بغیر قابلیت والدین خدا تعالیٰ کی قادریت سے پیدا ہوا اور مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جس کے والدہ تو صحیح المزاج تھی۔ بن باپ ہونا نہیں مانتے بلکہ حکم باری تعالیٰ: ’’یفعل مایشاء‘‘ جو کہ دعویٰ قادریت ایزدی ہے۔ چھوڑ دیتے ہیں۔ افسوس پھر افسوس آپ نے سمجھا بھی نہیں۔ یہ سب آیات مذکورہ بالا سورت آل عمران اور سورت مریم کی ہیں۔

غرض سوم تہمت یہود کے بیان میں

مرزا قادیانی کی طرح یہود بھی مریم علیہا السلام کو بدکار جانتے تھے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ یہود کا قول بیان کرتا ہے: ’’قالوا یامریم لقد جئت شیئا فریا، یااخت هرون ماکان ابوك امراء سوء وماکانت امك بغیا (مریم:۲۷،۲۸)‘‘﴿کہا انہوں نے اے مریم البتہ

تحقیق لائی تو ایک چیز عجیب اے بہن ہارون کی نہ تھا باپ تیرا برا اور نہ تھی ماں تیری بدکار﴾ ہم بریت مریم علیہا السلام دوسرے موقع پر دکھا دیں گے۔ یہاں صرف بہتان یہود اور مرزا قادیانی کا دکھانا مقصود ہے۔

غرض چہارم...... بریت مریم علیہا السلام کے بیان میں۔

یہاں مریم علیہا السلام کا قول اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے: ’’انّی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا (مریم:۲۰)‘‘ ﴿کیونکر ہوگا واسطے میرے لڑکا اور نہیں ہاتھ لگایا مجھ کو کسی آدمی نے اور نہیں میں بدکار﴾ آیت ہذا سے صاف دو امر ثابت ہوتے ہیں کہ نہ یوسف سے نکاح ہوا اور نہ کسی کے ساتھ بدکاری کی۔ معاذ اللہ! مرزا قادیانی یہود کی طرح دونوں عیب لگاتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ مذکورہ مریم علیہا السلام کی تصدیق کرتا ہے: ’’کذالک قال ربك هو علّی هیّن، ولنجعله ایة للناس ورحمة منا وکان امرا مقضیا (مریم:۲۱)‘‘ ﴿کہا اسی طرح، کہا پروردگار تیرے نے وہ اوپر میرے آسان ہے اور تاکہ کریں ہم اس کو نشان واسطے لوگوں کے اور مہربانی اپنی طرف سے اور ہے کام مقرر کیا ہوا۔﴾ آیت مذکورہ بالا سے چار امر ثابت ہوئے۔ اوّل! کسی آدمی نے مریم کو مس نہیں کیا اور نہ مریم علیہا السلام بدکار ہے۔ دوم! اللہ تعالیٰ پر بغیر باپ بیٹا پیدا کرنا آسان ہے۔ سوم! عیسیٰ علیہ السلام اس کی قادریت کا نشان ہے۔ چہارم! علم ازل میں یوں ہی ہونا تھا۔ اے ناظرین مرزا قادیانی اعتقاد میں یہودیوں سے کم نہیں۔ مذکورہ بالا آیت سورت مریم کی ہیں۔

غرض پنجم اوصاف مریم علیہا السلام کے بیان میں

’’واذ قالت الملئکة یامریم ان اللّٰه اصطفك وطهّرك واصطفك علی نساء العلمین (آل عمران:۴۲)‘‘ ﴿جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ نے برگزیدہ کیا تجھ کو اور پاک کیا تجھ کو اور برگزیدہ کیا تجھ کو اوپر عورتوں عالمین کے﴾ اے ارباب بصیرت آیت ہذا میں مریم علیہا السلام کو خدا تعالیٰ نے دو فضیلتیں بخشی ہیں۔ ایک! پاکیزگی یعنی پاک دامنی، دوم! برگزیدگی تمام عورات عالمین سے۔ یہ دونوں خطاب کسی عورت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اور انعام اور خوش خبری نہیں ملی۔ ہائے افسوس خدا تعالیٰ جس کی یہ فضیلت بیان فرما دے اور مرزا قادیانی اس پر تہمت لگا دیں۔ سوائے خلل دماغ یا بے علمی کے اور کچھ نہیں۔

غرض ششم بشارت تولد عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں

’’واذکر فی الکتاب مریم اذا نتبذت من اهلها مکانا شر

قیا، فاتخذت من دونهم حجابا فارسلنا الیها روحا فتمثل لها بشرا سویا ،قالت انی اعوذ بالرحمٰن منك ان کنت تقیّا، قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما زکیا (مریم: ۱۶تا۱۹) ’’﴿اور یاد کر بیچ کتاب کے مریم علیہا السلام کو جب جا پڑی لوگوں اپنے سے مکان شرقی میں پس پکڑ اورے ان سے وہ پس پہنچایا ہم نے طرف اس کے روح اپنے کو یعنی فرشتہ پس صورت پکڑی واسطے آدمی تندرست کے کہنے لگی تحقیق میں پناہ مانگتی ہوں تجھ سے اگرچہ تو پرہیزگار۔ کہنے لگا سوائے اس کے نہیں میں بھیجا ہوا ہوں رب تیرے کا تا کہ بخش جاؤں تجھ کو لڑکا پاکیزہ﴾ اے ناظرین! یہاں بھی بہتان مرزائیہ سے مریم علیہا السلام پاک ہیں۔

فصل دوم...... اغراض قرآنی متعلقہ عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں

غرض اوّل کیفیت تولد عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں

’’فحملته فانتبزت به مکانا قصیاء فاجاء ها المخاض الی جذع النخلة قالت یالیتنی مت قبل هذا وکنت نسیاء منسیا ۰ فنادها من تحتها الا تحزنی قد جعل ربك تحتك سریا ۰ وهزی الیك بجذع النخلة تساقط علیك رطباجنیا (مریم:۲۲تا۲۵) ’’﴿پس حاملہ ہوگئی ساتھ اس کے پس جا پڑی ساتھ اس کے مکان دور میں پس لے آیا اس کو درد زہ کی طرف رخنے درخت خرما کے کہا اے کاش کہ میں مرگئی ہوتی پہلے اس سے اور ہوتی بھولی بھولائی پس پکارا اس کو پیچھے اس کے سے یہ کہ مت غم کھا تحقیق کر دیا رب تیرے نے نیچے تیرے چشمہ اور ہلا بیخ کھجور کے کو طرف اپنی ڈالے گی اوپر تیرے کھجور تازی۔﴾

اے ارباب بصیرت ماقبل کی دو آیتوں سے آپ کو ثابت ہوگیا ہوگا کہ دو احسان یعنی تازہ خرما اور چشمہ آب بھی طاقت بشری اور مرزا قادیانی کے علم سے بعید ہیں۔ اگر خرما تازہ اور چشمہ احسان الٰہی مانا جاوے تو تولد عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ ماننے میں کیا مشکل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ اور رفع الی السماء بجسد عنصری نہ مانا جاوے تو دو مشکل پیش آتی ہیں۔ ایک تو تمام معجزوں کا انکار کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ کھجور اور چشمہ کا یہاں خداتعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ یا اور مقامات میں معجزے پیغمبروں کے بیان فرمائے ہیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا دریائے نیل سے عبور کرنا اور فرعون کا غرق ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کے عصاء کا اژدھا بننا ہاتھ مبارک کا سفید ہونا پتھر سے بارہ چشموں کا نکلنا ابراہیم علیہ السلام کے وجود کا آتش نمرودی کو سرد کرنا سلیمان علیہ السلام کے مصاحبوں سے ایک شخص کا بلقیس کو طرفۃ العین میں لانا۔ صالح کی

اونٹنی کا معہ بچہ پیدا ہونا۔ کشف سے حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کو سوراخ کرنا اورلڑکے کو قتل کرڈالنا۔ سلیمان علیہ السلام کا غیر جنس جانوروں سے کلام کرنا۔ لشکر جن طیور کا بھرتی کرنا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا شق القمر کرنا۔ معراج بجسد عنصری کرنا۔ ان تمام مذکورہ معجزوں اسے انکار کرنا پڑے گا تو پھر قرآن کا کیسا حصہ رہا۔

مشکل دوم...... اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ اور رفع الیٰ السماء بجسد عنصری اور مریم علیہا السلام کو بے عیب پاک دامن نہ سمجھاوے تو یہودیوں اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں رہتا اور نہ مباہلہ سورۃ آل عمران کا کوئی فائدہ۔

غرض دوم اوصاف عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں

’’اذقالت الملئکة یامریم ان اللّٰہ یبشرك بكلمة منه المسیح عیسیٰ ابن مریم وجیها فی الدنیا والاخرة ومن المقربین ویكلم الناس فی المهد وكهلا ومن الصالحین ویعلم الكتٰب والحكمة والتوراة والانجیل ورسولا الی بنی اسرائیل (آل عمران:۴۵تا۴۹)‘‘ ﴿جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم علیہا السلام اللہ بشارت دیتا ہے تجھ کو ساتھ ایک بیٹے کے اپنی طرف سے نام اس کا مسیح عیسیٰ علیہ السلام بیٹا مریم کا آبرووالا بیچ دنیا اور آخرت کے اور مقربوں میں سے ہے اور کلام کرے گا لوگوں سے بیچ جھولے کے یعنے طفولیت میں اور صالحین سے ہے اور سکھادے گا اس کو لکھنا اور حکمت یعنے خواص الانبیاء اور تورات اور انجیل ورسول طرف بنی اسرائیل کے۔﴾

اے ارباب بصیرت یہ اوصاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام کے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ آیات قرآنی نہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اوصاف جمیلہ نہیں؟ پس جب مرزا قادیانی ان اوصاف حمیدہ کو چھوڑ کر بہتان شراب، ناجائز فطرتی، فاحشہ عورتوں کے مال کھانے والا، یہودیوں کی طرح لگاتے ہیں۔ تو آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو قرآن شریف کے معانی سے کہاں تک واقفیت ہے۔ کیا ایسے کلمات کہنے والا دعوے اسلام میں صادق ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

غرض سوم! دعوت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں

جب عیسیٰ علیہ السلام مامور بدعوت اسلام ہوئے۔ تب بنی اسرائیل کو دعوت اسلام کرنے لگے: ’’انی قد جئتکم بایة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کهیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن اللّٰہ وابری الاکمه والابرص امی الموتی

باذن الله وانبئکم بما تاکلون وماتد خرون فی بیوتکم ان فی ذلك لاية لكم ان كنتم مومنين، ومصدقالمابين يدى من التورات ولاحل لكم بعض الذى حرم عليكم وحئتكم باية من ربكم فاتقوالله، واطيعون ،ان الله ربى وربكم فاعبدوه ،هذا صراط مستقيم (آل عمران :٤٩تا٥١)''

﴿تحقیق آیا ہوں تمہارے پاس ساتھ نشانی رب تمہارے کی، یہ کہ میں بناتا ہوں واسطے تمہارے مٹی سے مثل صورت جانور کی۔ پس پھونکتا ہوں میں بیچ اس کے پس ہوجاتا ہے جانور ساتھ اذن اللہ کے اور اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے اور سخت برص کو اور زندہ کرتا ہوں مردے کو حکم اللہ سے اور خبر دیتا ہوں تم کو ساتھ اس چیز کے جو کھاتے ہو تم جو کچھ ذخیرہ کرتے ہو تم بیچ اپنے گھروں کے تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانی ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم ایمان لانے والے۔ اور سچ کرنے والا ہوں اس چیز کو جو آگے میرے ہے تورات سے اور تاکہ حلال کروں میں واسطے تمہارے بعض وہ چیز کہ حرام کی گئی ہے اوپر تمہارے اور لایا ہوں میں پاس تمہارے نشانی رب تمہارے سے پس ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا بے شک اللہ رب میرا ہے اور رب تمہارا پس عبادت کرو اس کی یہی راہ سیدھی ہے۔﴾

اے ناظرین دعوی دعوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر غور فرماویں جو کہ خدا تعالیٰ حال دعوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن شریف میں بیان فرماتا ہے۔ پھر مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہودیوں کی طرح کلمات ناشائستہ فرماتے ہیں دیکھیں انکار قرآن نہیں تو کیا ہے؟

غرض چہارم! امداد انصار کے بیان میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہود کو دعوت راہ مستقیم کی تو یہود نے ان کی تکذیب کی تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انصار سے امداد طلب کی:''فلما احسّ عيسى منهم الكفر قال من انصارى الى الله، قال الحوا ريون نحن انصار الله، امنا بالله اشهد بانا مسلمون ،ربنا امنا بماانزلت واتبعنا الرسول فاكتبنامع شاهدين (آل عمران: ٥٢تا٥٣)'' ﴿پس جب دیکھا عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے انکار کہا کون ہے مدد دینے والا مجھ کو طرف اللہ کی کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد دینے والے اللہ کی ایمان لائے ہم ساتھ اللہ کے اور تو گواہ ہو ساتھ اس کے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اے پروردگار ہمارے ایمان لائے ہم ساتھ اس چیز کے جو اتاری تو نے اور پیروی کی ہم نے رسول کی پس لکھ ہم کو ساتھ شاہدوں کے۔﴾

آیت ہذا سے مابعد کی آیت میں اللہ تعالیٰ مکر یہود بیان فرماتا ہے جس کے معنے مرزا قادیانی کو خلل دماغ اور بے علمی کی وجہ سے منشاء قرآن شریف کے مطابق سمجھ میں نہیں آئے۔ اس بحث کو ہم دوسری جگہ مکر یہود میں دکھلاتے ہیں۔

غرض پنجم۔مکر یہود کے بیان میں

غرض ہذا میں تین امور بحث طلب ہیں۔جب تک ان کا علم نہ ہو قرآن شریف کا مطلب حل نہیں ہوسکتا۔وہ امر یہ ہیں۔

امر اوّل...... زمانہ نزول قرآن میں لوگوں کے اعتقاد عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا تھے۔

امر دوم......قرآن شریف میں قصہ عیسیٰ علیہ السلام کیوں آیا۔

امر سوم...... ذکر مکر یہود سورۂ آل عمران میں کیوں آیا۔

امر اوّل...... زمانہ نزول قرآن شریف میں لوگوں کے تین فریق تھے۔بت پرست،مویہود، عیسائی۔پھر بت پرست مختلف اعتقاد کے تھے۔جیسا کہ ہم مقدمہ میں ذکر کر چکے ہیں کہ بت پرست عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کچھ بحث نہ کرتے تھے۔دوم موسائی ان کے بھی مختلف فریق تھے۔ بعض عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا جانتے تھے۔بعض درویشوں کو خدا بنا بیٹھے تھے۔بعض اپنے آپ کو خدا کے دوست یا بیٹے سمجھتے تھے۔الغرض یہود کے بے تعداد فریق تھے۔جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے:’’ان ھذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثرالذی ھم فیہ یختلفون (النمل:۷۶)‘‘ ﴿بے شک یہ قرآن بیان فرماتا ہے اوپر بنی اسرائیل کے اکثر اس چیز کا کہ وہ بیچ اس کے اختلاف کرتے ہیں۔﴾ اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تہمت فطرت ناجائز و بدکاری لگاتے تھے۔جس کو ہم غرض سوم تہمت یہود میں بیان کر چکے ہیں۔اور بعض مقتول اور بعض مصلوب ہوا بھی یقین کرتے تھے۔سوم عیسائی ان کے بھی بہت فریق تھے۔ایک وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا جانتے تھے۔دوسرے وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ہی مانتے تھے۔تیسرے وہ جو تثلیث کے قائل تھے۔چوتھے وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف بن یعقوب کا بیٹا سمجھتے تھے۔پانچویں وہ جو مریم علیہا السلام کا باپ ہیلی سمجھتے تھے۔چھٹے وہ جو مریم علیہا السلام کا باپ عمران سمجھتے تھے۔لیکن قرآن مجید عمران ہی کو ثابت کرتا ہے۔پس ناظرین کو دو امر ثابت ہوگئے ہوں گے۔اول یہ کہ ہر سہ فریق مشرک، یہود، نصاریٰ توحید پر کوئی بھی ثابت قدم نہ تھا۔دوم اصل واقعہ عیسیٰ علیہ السلام میں کئی طرح کے اختلافات کئے ہوئے تھے۔جن کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کی

اصلیت بیان فرماوے۔یہی وجہ نزول قرآن شریف ہے۔:’’لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین، منفکین حتی تاتیھم البینہ، رسول من اللہ یتلو اصحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمہ (البیّنہ:۱تا۳)‘‘ ﴿نہ تھے وہ لوگ جو کافر ہوئے اہل کتاب سے اور مشرک باز رہنے والے یہاں تک کہ سوائے اس کے پاس دلیل روشن پیغمبر خدا کی طرف سے پڑھتا ہو صحیفہ پاکیزہ بیچ ان کے کتابیں قائم کرنے والی دین کو۔﴾

اب رہا امر دوم۔قصہ عیسیٰ علیہ السلام قرآن مجید میں کیوں آیا۔اس کی وجہ اختلاف مذکورہ بالا ہے۔امر سوم ذکر مکر یہود سورۂ آل عمران میں کیوں آیا ہے۔اس کی وجہ یہی کہ تمام اعتقادات باطلہ یہود ونصاریٰ جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی نسبت رکھتے تھے۔سورۂ آل عمران میں صفت حی القیوم اپنی بیان کی جو یہ صفت نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام کو اور نہ ہی مریم علیہا السلام کو حاصل تھی۔پس ثابت ہوگیا کہ ہر سہ اشخاص بندگان خدا میں سے تھے۔اس کے بعد قرآن شریف کی تعریف فرمائی کہ یہ مصدق ہے تورات اور انجیل کا اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہ فرقان ہے۔یعنی فرق کرنے والا تحریفوں کا جو یہود ونصاریٰ نے تورات اور انجیل میں کی ہوئی تھی۔اس کے بعد فرمایا بے شک جو لوگ منکر ہوئے ساتھ حکم اللہ کے ان کے لئے عذاب سخت ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی بات آسمان زمین کی مخفی نہیں۔اس کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو تمہاری صورتیں بناتا ہے بیچ رحم کے۔جس طرح چاہتا ہے۔یہ اشارہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف۔یہ دونوں قومیں یہود ونصاریٰ افراط اور تفریط کرتی تھیں۔یعنے یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناجائز فطرتی اور مریم علیہا السلام کو بدکار سمجھتے تھے اور بعض نصاریٰ بہ خلاف ان کے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور کوئی خدا کا بیٹا۔کوئی تثلیث کو مانتا تھا۔نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے رحم میں صورت دے دیتا ہے بن باپ یا باپ ہر طرح سے قادر ہے نہ عیسیٰ علیہ السلام ناجائز فطرتی ہے اور نہ اس کا باپ یوسف ہے۔علیٰ ہذا تین رکوع آل عمران تک مختلف طرح پر تردید یہود اور نصاریٰ بیان فرمائی ہے اور رکوع چہارم میں پروردگار نے اصل واقعہ عیسیٰ علیہ السلام ومریم شروع فرمایا۔اس پر جس طرح تاریخ بیان کی جاتی۔فرمایا کہ بے شک اللہ نے آدم علیہ السلام اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام لوگوں پر برگزیدہ کیا۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ اول آدم علیہ السلام جد پیغمبران تھے۔اس کے بعد نوح علیہ السلام اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام بعدہ جتنے پیغمبر ہورہے آل ابراہیم سے ہوئے اور اس

کے بعد آل عمران کو بیان فرمایا۔عمران نام ہے والد مریم علیہ السلام کا جس کو بعض یہودی ونصاریٰ ہیلی بھی سمجھتے ہیں جو آج کل بھی مریم علیہا السلام کے باپ کا نام ہیلی مشہور ہے۔ایک اختلاف تو اللہ تعالیٰ نے نام والد مریم عمران کے نام سے رد کیا۔اس کے بعد والدہ مریم علیہا السلام کا قول فرمایا اوراس میں تمام کیفیت نذر ماننے والدہ مریم کی جو کچھ کہ جواب وسوال اس وقت ہوئے تھے۔معہ قبول نذر بیان فرمائی۔اس کے بعد مریم علیہا السلام کی پرورش کا حال جو کہ ذکریا علیہ السلام کفیل ہوا تھا۔بیان فرمایا۔نیز تولد یحییٰ کی بھی پوری کیفیت بیان فرمائی جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے کم نہیں۔اس کے بعد رکوع پنجم میں مریم علیہا السلام کی تعریف شروع فرمائی اس کے بعد اپنے مامور آنحضرتﷺ کی تصدیق بیان فرمائی:’’ذالك من انباء الغيب نوحيه اليك (آل عمران:٤٤)‘‘

اس کے بعد وہ زمانہ بیان فرمایا جس وقت مریم علیہا السلام کو بذریعہ وحی تولد عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی گئی تھی۔اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف بیان فرمائے۔اس کے بعد دعوت بنی اسرائیل کی تکذیب دیکھو تو انصار سے مدد طلب کی۔نیز انصار کی مدد کا حال بیان کیا۔آخر اس آیت کے بیان فرمایا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرانے کی تدبیریں کیں مگر میں بہتر تدبیریں کرنے والا ہوں۔اس کے بعد رکوع ششم آل عمران میں وہ خبر دی جو کہ مکر یہود کے وقت پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام کو فرمائی تھی جس سے رفع الی السماء بجسد عنصری ثابت ہوتا ہے۔جو عنقریب ہم انشاء اللہ ناظرین کو دکھائیں گے۔اس کے بعد پھر مامور آنحضرتﷺ کی تصدیق فرمائی:’’ذٰلك نتلوه عليك من الايات والذكر الحكيم (آل عمران:۵۸)‘‘اس کے بعد بیان فرمایا کہ پیدائش عیسیٰ علیہ السلام میرے نزدیک مثل بابا آدم علیہ السلام کے ہے۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ بعض لوگوں نے آدم علیہ السلام کے معنے عام انسان کے لئے ہیں۔مگر وہ صحیح نہیں۔اس لئے کہ جہاں ذکر انسان کا قرآن میں آتا ہے۔وہاں لفظ انسان سے پروردگار یاد فرماتا ہے۔یہ لفظ آدم علیہ السلام سے:’’فاما الانسان اذا ما ابتلاه (الفجر:١٥) يايها الانسان ماغرك (انفطار:٦) هل اتى على الانسان حين من الدهر انا خلقنا الانسان من نطفة (الدهر:٢،١) ان الانسان لفى خسر (عصر:٢) ان الانسان لربه لكنود (عاديات:٦)‘‘

الغرض تمام قرآن میں پروردگار نے انسان کا لفظ عام آدمی کے واسطے بیان فرمایا اور لفظ آدم تمام قرآن میں بابا آدم کے واسطے استعمال کیا۔ اب ہم اس دعوے کو قرآن شریف سے ثابت کر کے دکھاتے ہیں کہ لفظ آدم علیہ السلام مخصوص ہی ساتھ بابا آدم علیہ السلام کے ہے۔ دیکھو قول اللہ تعالیٰ کا: ''ان اللہ اصطفیٰ آدم ''اسی صورت اسی قصہ عیسیٰ علیہ السلام میں بیان فرماتا ہے۔ سورۂ آل عمران: ''وعلّم ادم الاسماء ایضاً قال یادم ایضاً واذاقلنا للملئکة اسجدوا لادم فسجدوا۰ ایضاً وقلنا یادم اسکن ایضاً فتلقی ادم من ربه ایضاً یابنی ادم قدانزلنا علیکم ایضاً یابنی ادم لایفتننکم الشیطان ایضاً یابنی ادم خدوا ازینتکم ایضاً یابنی ادم اما یاتینکم ایضاً ولقد عهد نا الی ادم ایضاً یادم ان هذا''

یہ تمام مثالیں اسم آدم علیہ السلام کی جو قرآن شریف میں اللہ نے بیان کی ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ خدا نے لفظ آدم کے لئے مذکورہ بالا مقامات میں بیان نہیں فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے: ''ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم '' سے عام آدمی یا انسان نطفی خلقت سے مراد لیا ہے انہوں نے علانیہ غلطی ہی نہیں کی بلکہ تکفیر کی۔ کیونکہ ان کو اس غلطی پر یہ بھی کہنا پڑا کہ عیسیٰ علیہ السلام بن باپ نہیں بلکہ یوسف کا بیٹا ہے۔ معاذ اللہ۔ اب ہم پھر بحث وہی پہلی ناظرین کو دکھاتے ہیں: ''ان مثل عیسیٰ '' کے بعد پروردگار نے فرمایا: ''الحق من ربك فلا تکوننّ من الممترین (آل عمران:۶۰)''

ناظرین! الحق کا الف لام جنس کا ہے جس سے مراد تمام قصہ عیسیٰ علیہ السلام جو بیان ہوا ہے حق اور سچ ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر بن باپ پیغمبروں کے دکھانے والا نہ مقتول ہوا نہ مصلوب ہوا۔ لیکن یہود نے بھی مرزا قادیانی کی طرح انکار کیا۔ لہٰذا اس آیت کے بعد حکم مباہلہ ہوا۔ لیکن انہوں نے مباہلہ نہ مانا۔ پھر اس کے بعد پروردگار نے آنحضرت ﷺ کو حکم فرمایا کہ کہہ دے مخالفوں کو کہ اگر اصل واقعہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں مانتے اور اپنے اختلاف کو نہیں چھوڑتے اور مباہلہ کی طرف نہ آئے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں جھگڑنے لگے۔ کیونکہ یہود اپنے آپ کو ابراہیمی مذہب پر سمجھتے تھے۔ علی ہذا عیسائی۔ اس کے جواب میں پروردگار نے فرمایا کہ ابراہیم نہ مذہب یہودی پر ہے نہ نصاریٰ پر۔ اس کے بعد جھگڑا کئی طرح ہوتا ہوتا۔ دس رکوع آل عمران تک چلا جاتا ہے۔ اس کے پروردگار مسلمانوں کو مخاطب کر کے احکام بیان فرماتا

ہے۔الغرض منجملہ اختلافات یہود ونصاریٰ میں مقتول ومصلوب ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو کہ فی الحقیقت خلاف اصل بلکہ جھوٹ تھا۔خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا۔اب ہم پہلے ثبوت دینے اختلاف جھوٹ یہود نصاریٰ کی قرآن شریف کا خلاصہ مضمون جو کہ ماقبل مکر یہود کے ہے۔ بیان کرتے ہیں پروردگار قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت جو کہ وہ یہود کو کرتے تھے۔اسی طرح بیان فرمائی ہے۔بے شک میں لایا ہوں تمہارے پاس نشان پیغمبری کی رب تمہارے سے۔ وہ نشان ہے۔بے شک میں پیدا کرتا ہوں واسطے تمہارے مٹی سے مثل صورت جانور کی پس پھونکتا ہوں میں بیچ اس کے یعنی روح پس جب ہوجائے گا جانور خدا کے حکم سے (نشانی یعنی معجزہ) اوراچھا کرتا ہوں۔ مادرزاد اندھوں کو اور سخت برص کو۔ بے شک زندہ کرتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے اور خبر دیتا ہوں تم کو تمہاری اور جو کچھ کہ ذخیرہ کرتے ہو تم گھروں میں۔ آخر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بے شک بیچ مذکورہ معجزوں کے ضرور نشانی ہے واسطے تمہارے (یعنی نشانی پیغمبری میری کی) اگر تم ایمان لانے والے یعنی میری پیغمبری پر۔اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے کہا بے شک میں تصدیق کرنے والا ہوں۔ تورات کا اور میں پیغمبر اس لئے ہوا ہوں تا کہ حلال کروں واسطے تمہارے بعض اس چیز کا جو حرام کی گئی ہیں اوپر تمہارے یعنی یہودی شریعت میں بوجہ بے فرمانی۔ ان کی کے خدا تعالیٰ نے احکام سخت کئے ہوئے تھے۔

جیسا کہ سورۂ الانعام میں خدا فرماتا ہے:''ذلك جزينا هم ببغيم وانا لصاد قون (الانعام:۱۴۶)''اسی طرح سورۂ نساء میں:''واخذ نامنهم ميثاقاغليظا۔ فبما لقضهم ميثاقهم وكفرهم بايات الله (النساء:۱۵۵،۱۵۴)''

اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے کہا میں لایا ہوں تمہارے پاس حکم رب تمہارے کے پس ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو۔اس واسطے بے شک اللہ میرا اور رب تمہارا ہے۔یعنی عبادت اس کی کرو عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کیوں نہ کہا کہ بعض یہود عزیر کو خدا کا بیٹا بعض درویشوں کو خدا بناتے تھے۔اس کے بعد کہا یہی صراط مستقیم ہے۔ ناظرین یہ جو مذکور ہوا ہے پروردگار نے حال دعوت عیسیٰ علیہ السلام بیان فرمایا۔اس کے بعد خدا تعالیٰ وہ خبر بیان فرماتا ہے جو یہود کے انکار کی تھی:

''فلما احسّ عيسى منهم الكفر (آل عمران:۵۲)''

یعنی انکار پیغمبری عیسیٰ علیہ السلام اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے کہا انصار کو کون مدد دینے والا ہے مجھ کو طرف اللہ کی۔ الغرض انصار نے اقرار کیا کہ ہم مددگار ہیں اور ایمان لانے

والے ہیں خدا پر اور تیری پیغمبری پر۔ اس کے بعد پروردگار وہ خبر بیان فرماتا ہے کہ جو یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرانے کے لئے تجویز کی تھی۔ اب ہم تجویز یہود بیان کرتے ہیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہدایت راہ مستقیم سے یہود نے انکار کیا۔ تب علماء یہود نے اس وقت کے بادشاہ کو کہا عیسیٰ علیہ السلام ناجائز فطرتی، کذاب دعویٰ پیغمبری کرتا ہے اور احکام تورات کو چھوڑتا ہے۔ پس بادشاہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کا حکم دیا۔ لیکن پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے شبہ میں ایک اور شخص پکڑا گیا اور وہ سولی بھی دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بعض نصاریٰ بھی عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیئے جانے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کی انجیلوں میں لکھا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ اختلاف بھی لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر فوت نہیں ہوئے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر بے ہوش ہوگئے اور میعاد مقررہ پر سولی سے اتار لئے گئے۔ تب ان کو دفن کیا گیا حسب حکم بادشاہ کے پھر حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو رات کے وقت قبر سے نکال لیا۔ پھر وہ اپنی طبعی موت سے مرے۔ مگر اس اعتقاد نصاریٰ پر تین اعتراض ہیں۔ اول اگر فی الواقع عیسیٰ علیہ السلام سولی دیئے گئے ہوتے تو خدا تعالیٰ: ’’وماصلبوہ‘‘ کیوں فرماتا۔ دوم ذکر مکر یہود میں کیوں فرمایا اور مرجانے اور دفن کا کیوں نہ فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی ومرشد (سرسید احمد علی گڑھی) مرزا قادیانی جس کی کتابوں سے مرزا قادیانی نے اپنا مذہب خود تراش کیا ہے۔ غرض قصہ عیسیٰ علیہ السلام سے بلکہ قرآن شریف سے یقیناً ناواقف ہیں۔ اب ہم دلائل نہ مرنے والے عیسیٰ علیہ السلام کے اور بجسد عنصری آسمان پر چڑھائے جانے کے ناظرین کو دکھلاتے ہیں۔ وہ دلائل یہ ہیں۔

دلیل اوّل...... رکوع چہارم آل عمران جس میں قصہ عیسیٰ علیہ السلام شروع ہوتا ہے رکوع چھ تک جہاں قصہ عیسیٰ علیہ السلام کا ختم ہوتا ہے تمام وقف کافی ہیں۔ کافی وہ وقف ہوتا ہے جس کے ماقبل اور مابعد کا مضمون ملتا ہو۔ علیٰ ہذا وقف: ’’ومکروا ومکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین (آل عمران:۵۴)‘‘ پر وقف کافی ہے۔

دلیل دوم...... مکر یہود کے بعد اللہ تعالیٰ دعویٰ خیر الماکرین کا فرماتا ہے: ’’واللّٰہ خیر الماکرین‘‘ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیئے جانے یا مرجانے کا یقین کیا جائے تو دعویٰ ایزدی واللہ خیر الماکرین کا کوئی معنی نہیں۔ (کیونکہ دشمنوں کی مراد تو خدا کے مارنے سے برآئی۔ دشمنوں نے نہ مارا تو۔ نعوذ باللہ!)

دلیل سوم...... جہاں آیت:’’واللہ خیر الماکرین‘‘ختم ہوتی ہےاور آیت:’’اذقال اللّٰہ‘‘ شروع ہوتی ہے۔کوئی عطف نہیں بلکہ اذ(کیونکہ دشمنوں کی مراد تو خدا کے کارنے سے برآئی۔ دشمنوں نے نہ مارا تو۔نعوذ اللہ! ظرفیہ ہے۔جس کا ظرف وہ وقت ہے جب اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مکر یہود سے بچالیا۔

دلیل چہارم...... آیت:’’اذقال اللّٰہ یاعیسیٰ‘‘میں آنحضرتﷺ کو مکر یہود کی خبر دی ہے۔یعنی ہذا:’’واللہ خیرالماکرین‘‘ کی تفسیر ہے۔

دلیل پنجم...... :’’انی متوفیک‘‘جوایک جملہ خبریہ ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معنے اس کے اٹھانے کے ہیں۔کیونکہ خدانے آگے کسی پیغمبر کے مرنے کی اطلاع نہیں دی۔

دلیل ششم...... :’’ورافعک‘‘میں واو عطف تفسیری ہے۔جس کے معنی یہ ہیں۔یعنی اٹھالینے والا تجھ کو۔

دلیل ہفتم...... ’’ورافعک‘‘میں کاف خطاب کا ہے۔خطاب جسم مع الروح کو ہوتا ہے نہ صرف روح کو دیکھو مثال قرآنی والدہ عیسیٰ علیہ السلام:’’یامریم ان اللّٰہ اصطفک وطھرک واصطفک(آل عمران:۴۲)اسی طرح:’’اذاوحینا الی امک مایوحی‘‘

دلیل ہشتم...... کلمہ الی سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ خداتعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لئے ورنہ الی کی ضرورت نہ تھی۔

دلیل نہم...... ومطہرک اس میں دو دلیلیں ہیں۔اٹھالینے کی اول مطہرک کے اس مقام پر بچالینے کے ہیں۔نہ پلیدی سے پاک کرنے کے۔دوم کاف خطاب کا ہے۔جسم مع الروح کے واسطے ہوتا ہے۔

دلیل دہم...... :’’من الذین کفروا‘‘میں من نسبتیہ ہے الذی موصولہ ہے کفروا سے۔وہ یہود مراد ہیں جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر یعنی تدبیر پھانسی کی کرائی تھی۔ ایضاً دیکھو:

’’وجاعل الذین اتبعوک ،فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ(آل عمران:۵۵)‘‘

آیت ہذا سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہی آسمانوں پر ہیں اور پھر آئیں گے۔کیونکہ آیت ہذا میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو خوشخبری دیتا ہے کہ تیری پیروی کرنے والے لوگ تیرے مخالفوں پر قیامت تک غالب رہیں گے۔اگر زندہ آسمان پر نہ چڑھائے جاتے تو آیت ہذا سے خوشخبری دینے کا کوئی معنے نہیں ضرور ہی آویں گے۔تصدیق آیت ہذا

دیکھو:’’وانہ لعلم للساعۃ، فلا تمترن بھا واتبعون (الزخرف۶۱)‘‘لہٰذا پروردگار نے پہلی آیت میں قیامت کا لفظ فرمایا۔

دلیل یازدھم...... عطف ثم۔ یہ عطف تراخی کا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پروردگار نے خبر مکر یہود اور دعویٰ:’’اللہ خیر الماکرین‘‘ سے ختم فرمایا اور وہ یہود جو آنحضرتﷺ کے ساتھ دربارہ مقتول ومصلوب عیسیٰ علیہ السلام کے جھگڑا کرتے تھے۔ ان کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:’’ثم الیٰ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون (آل عمران:۵۵)‘‘آیت ہذا میں سب ضمیر مخاطب کے ہیں۔ اس سے ذرہ بھی شبہ نہیں ہوسکتا کہ آیت جس میں ہم بحث کررہے ہیں۔ وہ یہودی مخاطب ہیں جو آنحضرتﷺ کے ساتھ مقتول یا مصلوب ہونے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں جھگرا کرتے تھے۔

دلیل دوازدھم...... :’’فیماکنتم فیہ تختلفون‘‘آیت ھذا میں فیہ جو ضمیر ہے مرجع اس کا مکر یہود ہے اور تختلفون سے صاف ثابت ہے کہ یہود نے اپنا اختلاف جو کہ وہ بعض مقتول ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا اور بعض مصلوب ہونا یقینی امر جانتے تھے۔ اس اعتقاد سے باز نہ آئے۔

دلیل سیزدھم...... ’’فاما الذین کفروا‘‘سے صاف ثابت ہے کہ جو لوگ بعد سمجھانے آنحضرتﷺ کے اپنے اعتقاد سے باز نہ آئے۔ ان کے لئے وعدہ عذاب کا پروردگار نے فرمایا۔ جیسے کہ آیت ہذا’’فاعذبھم عذاباشدید‘‘

دلیل چھاردھم...... ’’واماالذین امنوا‘‘سے مراد ایمان لانا اس بات پر کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ مقتول ہوئے نہ مصلوب۔

دلیل پانزدھم...... :’’فمن حاجك فیہ الخ‘‘آیت ہذا میں کوئی فرق نہیں اور نہ کوئی آیت ہذا کا فائدہ ہے۔(معاذ اللہ)

دلیل شانزدھم...... :’’فمن حاجك فیہ‘‘آیت ہذا مباہلہ کی آیت ہے اور فیہ کا ضمیر کا مرجع وہی اختلاف مکر یہود وغیرہ ہے۔ اگر یہود اپنے اعتقاد مقتول اور مصلوب سے باز آتے اور عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ سمجھتے تو مباہلہ کی ضرورت نہ تھی۔

دلیل ہفدھم...... :’’ان ھذا لھو القصص الحق‘‘﴿اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ وہ سچے قصے ہیں﴾

آیت ہذا مابعد تمام واقعات تردید اختلاف یہود ونصاریٰ جو کہ نسبت عیسیٰ علیہ السلام

اورمریم علیہا السلام کرتے تھے۔ بطور فیصلہ کلی مقولہ منجانب باری تعالیٰ بیان ہوا ہے۔ یعنے عیسیٰ علیہ السلام بن باپ اور مریم علیہا السلام مس شیطان سے پاک ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب۔ بلکہ بجسد عنصری آسمان پر چڑھائے گئے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیا جانا یا قتل کیا جانا یا یوسف بن یعقوب کا بیٹا قرار دینا صحیح ہوتا تو آیت: ’’ان ھذا القصص الحق‘‘ کا کوئی معنے نہ ہوتا۔ کیونکہ ہذا کا مشارالیہ اور ھو کا مرجع وہی بیان جو رکوع سوم سورۂ آل عمران سے شروع ہوکر رکوع ششم تک یعنے آیت ہذا جس میں ہم بحث کررہے ہیں۔ ختم ہوا ہے۔ حق اور سچ ہے۔

دلیل ھیژدھم...... :’’وماقتلوہ وماصلبوہ الخ‘‘ پروردگار فرماتا۔

دلیل نوزدھم...... ’’بل رفعہ اللّٰہ‘‘ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بجسد عنصری’’ رفع الی السماء‘‘ نہ سمجھا جاوے تو آیت ہذا کا کوئی معنے نہیں۔

دلیل بستم...... :’’وان من اھل الکتاب الالیؤمنن بہ من قبل موتہ (النساء:۱۵۹)‘‘ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر نہ سمجھا جاوے تو آیت ہذا کا کوئی معنے نہیں۔

دلیل بست دھم...... :’’واذکففت بنی اسرائیل عنك (المائدہ:۱۱۰)‘‘ آیت ہذا میں دو دلیلیں ہیں۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام مکر یہود سے بچ گئے۔ دوم زندہ ہیں۔ کیونکہ خدا’’عنک‘‘ فرماتا ہے۔ کاف خطاب۔ جسم مع الروح کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔ نہ صرف روح کے۔

دلیل بست ودوم...... :’’وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترون بہا واتبعون (الزخرف:۶۱)‘‘ آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر ہیں۔ دوم ان کا پھر آنا قیامت کی نشانی ہے۔ سوم زمانہ آنحضرت ﷺ کے یہود عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اور پھر آنے پر مرزا قادیانی کی طرح انکار کرتے تھے۔ لہٰذا پروردگار نے’’فلا تمترون بہا‘‘ فرمایا۔ ضمیر بہا کا مرجع علامت ہے نہ نفس عیسیٰ علیہ السلام۔

دلیل بست سوم...... :’’وجعلنہا وابنہا اٰیۃ للعالمین (الانبیاء:۹۱)‘‘ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بن باپ پیدا ہوا۔ اور زندہ آسمانوں پر ہے ورنہ آیت ہذا کا کوئی معنی نہیں۔

توفی کی بحث

اب ہم لفظ’’متوفی‘‘ پر بحث کرتے ہیں جس کے معنے مرزا قادیانی فوت ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا سمجھتے ہیں۔ لفظ’’متوفی‘‘ کے بہت معنے ہیں۔ جیسا کہ:’’قل یتوفکم ملك الموت الذی الخ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا (البقرہ:۲۳۴)‘‘ ان دونوں مقامات پر

صاف موت کا معنے ہے۔ ایضاً: ’’وهو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنهار (الانعام:۶۰)‘‘ آیت ہذا سے ثابت ہے کہ لفظ یتوفی نیند کے معنے پر آیا ہے۔ ایضاً: ’’فان شهدوا فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت (النساء:۱۵)‘‘ آیت ہذا میں صاف ثابت ہوتا ہے کہ لفظ ’’یتوفی‘‘ پورا لینے پر بولا گیا ہے جو حقیقی معنے ہیں۔ اگر موت کا معنی لیا جاوے تو لفظ موت لفظاً موجود ہے اور اگر ایک ہی معنی دونوں کا سمجھا جاوے تو بلاغت کے برخلاف ہے کیونکہ تکرار آتا ہے۔ الغرض توفی کے تین معنی ثابت ہوئے۔ پورا لینا حقیقتاً، موت مجازاً، نیند مجازاً۔ اب ہم آیت مکر یہود بیان کرتے ہیں۔ ’’ومکروا‘‘ معنی اس کے یہ ہیں اور تدبیر کی انہوں نے یعنی یہود نے قتل کرانے یا سولی چڑھانے عیسیٰ علیہ السلام کی۔: ’’ومکراللہ‘‘ اس کا معنے یہ ہے اور تدبیر کی اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بچاؤ کی۔: ’’واللّٰه خیر الماکرین‘‘ اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ اس کے بعد آیت یہ ہے۔ ’’اذ قال اللّٰه یاعیسے انی متوفیك ورافعك الیّ ومطهرك …… الخ‘‘

چونکہ متوفی کا معنے مارنے والا بھی ہے۔ لہٰذا پروردگار نے اس ابہام کو واو عطف تفسیری سے رفع کیا۔ جس کے یہ معنے ہیں یعنے اٹھانے والا ہوں تجھ کو۔ اور ’’ومطهرك‘‘ کے معنے اس مقام پر پہنچانے کے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’واذ کففت بنی اسرائیل ایضاً من الذین کفروا (المائدہ:۱۱۰)‘‘ اس سے ثابت ہوا کہ حقیقت میں آیت: ’’اذ قال اللّٰه یاعیسی‘‘ تفسیر ہے آیت قبل: ’’ومکروا ومکراللّٰه، واللّٰه خیر الماکرین‘‘ کی۔ یادرہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریروں میں لفظ ’’توفی‘‘ پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ صحیح بخاری میں ابن عباسؓ کا مذہب متوفی بمعنے ممتیک ہے۔ بے شک یہ ٹھیک ہے۔ مگر گفتگو اس میں ہے کہ اپنی تفسیر میں انہوں نے لکھا ہے کہ: ’’متوفیك ورافعك‘‘ میں تقدیم وتاخیر ہے۔ کیونکہ حرف واؤ مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔ ترتیب کے لئے نہیں۔ چنانچہ مختصر معانی ومطول وغیرہ کتب میں لکھا گیا ہے۔ پس ابن عباسؓ کا مذہب متوفیک بمعنی ممتیک درست ہوا کیونکہ خدا مسیح کو آسمان پر سے نازل کر کے وفات دے گا۔ ابن عباسؓ کا مذہب دربارہ نزول مسیح از آسمان مرزا قادیانی کی تمام قلعی کو کھول دیتا ہے جس سے ان کی تمام شیخی کرکری ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی جاہل یوں بکنے لگے کہ خدا کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ تقدیم وتاخیر سے دھوکہ دیا جاتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ دھوکہ صرف انہیں ہوتا ہے جو اصول عربیت سے ناواقف ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں اس کی کئی مثالیں ہیں۔ دیکھو مریم

علیہا السلام کو حکم ہوتا ہے: ’’واسجدی وارکعی ‘‘ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے: ’’نموت ونحییٰ ‘‘ حالانکہ قیاس ہر دو مثالوں میں برخلاف تھا۔ واضح رہے کہ اس قسم کا تقدم وتاخر بھی کئی فوائد پر مشتمل ہوتا ہے۔ علم بلاغت والے جانیں۔ مرزا قادیانی کو کیا خبر لیکن مرزا قادیانی بوجہ بے علمی اپنی کے لفظ ’متوفی‘ ‘ کا معنے مارنے والا عیسیٰ علیہ السلام کا لے کر دعویٰ مسیح موعود کا بنا بیٹھے۔ تب اس میں مرزا قادیانی کو یہ مشکل درپیش ہوئی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بھی کہیں تلاش کی جاوے تو بہتر ہے۔ عرصہ دراز تک آپ کو یہ تلاش دامن گیر رہی آخر آپ کو کہیں سے سراغ ملا کہ کشمیر میں ایک قبر بنام یوزآسف یعنی بگمان مرزا قادیانی یسوع مشہور ہے۔ اس پر آپ کو موقع مل گیا کہ اسی قبر کو عیسیٰ علیہ السلام کی قبر مشتہر کیا جائے۔ چنانچہ اس بہتان کو شائع بھی کر دیا۔ افسوس جب کوئی انسان جھوٹا دعویٰ عدالت میں دائر کرتا ہے تب اس کو کئی جھوٹی شہادتیں اور مواقع بنانے ہی پڑتے ہیں۔ مرزا قادیانی آپ کی تحریک ایک میری نظر سے گزری ہے۔ جس میں ایک شخص مخاطب تھا۔ اس تحریر میں آپ نے اس کو لکھا ہے کہ اگر تم عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ قرآن شریف سے ثابت کر دو تو میرے سب دعوے باطل ہو جائیں گے۔ لہٰذا خاکسار عرض کرتا ہے کہ اب آپ مشتہر کر دیں کہ میرے سب دعوے باطل ہیں۔ دیکھو مرزا قادیانی: ’’ویل لکل افاك اثیم یسمع ایات اللّٰہ تتلی علیهم ثم یصر مستکبرا کان لم یسمعها فبشره بعذاب الیم (الجاثیہ:۷،۸)

ہم اب حواریوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے حواریوں میں حکیم مولوی نور الدین صاحب ہیں۔ انہوں نے دعوئے حواریت مرزا قادیانی میں دو غلطیاں کی ہیں۔ اوّل لفظ ’’حواری‘‘ عبرانی ہے۔ معنی اس کا دھوبی ہے۔ بے شک دھوبی نہیں۔ لہٰذا حکیم صاحب کا یہ دعویٰ صحیح نہیں۔ دوم مرزا قادیانی عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نہیں جو حکیم صاحب ان کے حواری بن سکیں۔ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ ثبوت نہیں۔ کیا کوئی آج کل عیسائی مذہب اختیار کرے تو حواری بن سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ جو لوگ زمانہ موجودگی عیسیٰ علیہ السلام میں ان پر ایمان لائے تھے۔ ان کو بھی حواری نہیں کہا جاتا تھا۔ بلکہ حواری وہی دھوبی تھے جو پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور عیسیٰ علیہ السلام کو اسلام میں مدد دی ان کا خطاب ہے۔ ہم اس خطاب کو قرآن شریف سے ثابت کرتے ہیں۔ دو حواری عیسیٰ علیہ السلام نے شہر انطاکیہ میں توحید پھیلانے کے لئے بھیجے: ’’اذارسلنا الیهم اثنین فکذبوهما (یٰسین:۱۴)‘‘ لیکن شہر والوں نے اس کی تکذیب کی۔ پھر تیسرا حواری بھیجا گیا۔: ’’فعززنا بثالث‘‘ خلاصہ بحث ہذا کا یہ ہے کہ ایک آدمی اس شہر

میں اول اول حواریوں کی تلقین سے خدا پر ایمان لایا جس کی خبر اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں بیان فرمائی ہے۔ دیکھو آیت ہذا: ’’وجاء من اقصا المدینۃ رجل یسعی قال یقوم اتبعوا المرسلین الخ (یٰسین:۲۰)‘‘ مگر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ایمان لانے والے پر بھی لفظ حواری استعمال نہیں کیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حواری وہی دھوبی تھے نہ پچھلے جو اول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور توحید پھیلانے میں مدد دی۔ پس ثابت ہوا کہ نہ مرزا قادیانی عیسیٰ علیہ السلام ہیں نہ حکیم صاحب حواریت کا کوئی استحقاق رکھتے ہیں۔ بلکہ بخیال خود وہ مسیح ہیں اور حکیم صاحب حواری نیز حکیم صاحب بخیال خود گروپ انصار مرزا قادیانی اور مہاجرین بھی ہیں لیکن مرزا قادیانی اور انصار کی برکت سے اسلام کو یہ فائدہ تو بے شک ہوا کہ پنڈتوں اور عیسائیوں نے اسلام اور بزرگان اسلام کی اپنی تصانیف میں سخت ہجو لکھیں اور گالیاں دیں۔ میرے محسن حکیم صاحب دیکھو خدا تعالیٰ کیا فرماتا ہے: ’’ومن اظلم فمن افتریٰ علی اللّٰہ کذبا۔ اوقال اوحی الی ولم یوح الیہ شئ ومن قال سانزل مثل ماانزل اللّٰہ (الانعام:۹۳)‘‘ میرے محسن حکیم صاحب دعویٰ حواریت تو آپ کسی طرح کر ہی نہیں سکتے۔ رہا دعوے انصاریت لیکن وہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ لفظ انصار جہاں قرآن شریف میں آتا ہے وہاں مراد ان لوگوں سے ہوتی ہے جو کہ وہ پہلے کافر تھے پھر وہ ایمان لائے۔ خدا اور رسول پر پھر انہوں نے پیغمبر صاحب کو مدد دی توحید پھیلانے میں۔ کس طرح کی مدد یا تو تلوار سے مخالفوں کو مارا یا مالی مدد دی۔ پھر کب جبکہ حضرت ﷺ پر نہایت تنگی کا وقت تھا۔ دیکھئے آیت: ’’لقد تاب اللّٰہ علی النبی والمهاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ماکاد یزیغ قلوب فریق منهم ثم تاب علیهم (التوبہ:۱۱۷)‘‘ چونکہ آپ مسلمان ہی پیدا ہوئے ہیں ۔کیونکہ آپ کے والدین مسلمان خاندانی تھے۔ پھر آپ نے کوئی مدد فی سبیل اللہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ کو مالی یا بدنی نہیں دی۔ پس ثابت ہوا کہ آپ کا دعوے انصاریت بھی غلط ہے۔ حکیم صاحب نے دعوی مہاجریت میں بھی دو غلطیاں کی ہیں۔ اوّل مہاجر اصطلاح اسلام یا یوں کہو کہ قرآن شریف میں ان شخصوں پر بولا جاتا ہے جنہوں نے پیغمبر صاحب ﷺ کے ساتھ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی تھی۔ غلطی دوم جنہوں نے ہجرت آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکہ معظّمہ سے مدینہ کی طرف کی ان کو اصحاب بھی بولا جاتا ہے۔ نہ تو حکیم صاحب نے حضرت کے ساتھ ہجرت کی۔ نہ اصحابی کا خطاب پایا نہ پہلے سے مکہ معظّمہ کے رہنے والوں کی طرح کافر تھے۔ بلکہ قدیمی مسلمان خاندان

شہر بھیرہ کے باشندے نہ مکہ کے پرجموں سے قادیاں میں آنا پہلا ہجرت اصحاب کے ساتھ کیا مشابہت رکھتا ہے۔ دیکھو تعریف مہاجروں کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''والذین امنوا من بعد حاجروا وجاھد وامعکم فاولئك منکم (الانفال:۷۵)'' کیا کوئی بوالہوس اپنا نام احمد یا محمد مشہور کرے تو وہ پیغمبر ہوسکتا ہے۔ کیا حکیم نام رکھنے سے حکمت آسکتی ہے۔ کیا مولوی نام رکھنے سے علم پڑھا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ نہ حکیم صاحب معانی قرآن شریف سمجھتے ہیں اور نہ آپ کے پیر مرشد اور دیکھئے شروع قرآن میں پروردگار فرماتا ہے:''ایاك نعبدو ایاك نستعین'' اگر ہر دو صاحب''ایاك نعبد وایاك نستعین'' کے معانی سمجھے تو مرزا قادیانی دعاوی افتراء کرتے اور نہ حکیم دعوے حواریت انصاریت، مہاجریت۔''تعالیٰ عمایقولون'' کوئی شک نہیں کہ آیات ہذا حکیم صاحب ومرزا قادیانی کے حسب حال ہیں:''اتامرون الناس بالبروتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون (البقرہ:۴۴)'' ایضاً:''ولاتلبسوالحق بالباطل وتکتموالحق انتم تعلمون (البقرہ:۴۲)''

نوٹ: یادرہے کہ ہم نے اس غرض کے متعلق آیات بلکہ تمام اغراض کے متعلقہ آیات کل بیان نہیں کئے۔ صرف بطور نمونہ دکھائے ہیں۔ اگر ایک غرض کی تمام آیات اور تفصیل بھی پوری کی جائے بموجب منشاء قرآن شریف کے تو ایک غرض سے ہی کتاب بنتی ہے۔

غرض ششم اختلافات یہودی القتل والصلب کے بیان میں

ناظرین! گو غرض پنجم مکر یہود میں عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء بجسد عنصری ثابت کر چکے ہیں۔ مگر یہ نہیں دکھلایا کہ دوسری جگہ قرآن شریف میں پارہ ۶ سورۂ نساء رکوع اوّل میں:''وما قتلوہ وماصلبوہ'' خداتعالیٰ نے کیوں فرمایا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ زمانہ آنحضرتﷺ یہود مختلف اعتقاد رکھتے تھے۔ بعض یقین رکھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ہوئے اور اور بعض یقین رکھتے تھے کہ مصلوب ہوئے ہیں۔ شروع رکوع میں اللہ تعالیٰ آنحضرتﷺ کو متنبہ کرتا ہے کہ یہود تجھ کو سوال کرتے ہیں یہ کہ اتارے تو کتاب آسمان سے پس تحقیق سوال کیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام تیرے سوال سے زیادہ۔ یعنی یہودیوں سوال کرتے تھے کہ دکھاؤ ہم کو اللہ روبرو:''یسئلون اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتابامن السماء فقد سالوا موسیٰ اکبر من ذلك...... الخ (النساء:۱۵۳)''

اب ناظرین کو خلاصہ مضمون رکوع ہذا دکھاتے ہیں تاکہ:’’ وماقتلوہ وماصلبوہ ‘‘ کا مطلب حل ہوجاوے۔ وہ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوال کرتے تھے کہ تو خدا ہم کو ظاہر دکھادے تو پھر ہم ایمان لائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سوال کو قبول کیا اور چند آدمی یہودیوں کے منتخب کر لئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خدا کے دیکھنے کے لئے کوہ طور پر گئے۔ یہ مفصل قصہ سورۃ اعراف میں ہے۔ پھر وہ تجلی باری تعالیٰ سے بے ہوش ہوگئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ہوش میں آئے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پھر بھی ایمان نہ لائے۔ پھر خدا تعالیٰ نے ان پر پہاڑ طور کو اٹھا کر گرانے لگا۔ تب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی کہ اگر یہ پہاڑ رک جاوے تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔ علی ہذا کئی ایک عہد شکنیاں اسی قسم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہودیوں نے کی تھیں۔ پس اسی واسطے اس رکوع میں پروردگار نے علت بیان فرمائی ہے کہ یہودی بیوفا قوم ہے۔ اس واسطے ان پر احکام شرعی سخت کئے گئے۔ پھر ان کی بے وفائیاں اور عیوب متعدد میں سے وہ عیب عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بیان فرمائے۔

عیب اوّل…… :’’وبکفرھم وقولھم علے مریم بھتاناعظیما (النساء:۱۵۶)‘‘ اے ناظرین آپ کو یاد رہے کہ یہودیوں کے عیبوں میں اے اللہ تعالیٰ نے ایک عیب بیان فرمایا ہے جس کو مرزا قادیانی نے یہودیوں کی طرح قائم رکھا ہوا ہے۔

عیب دوم…… یہود کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہم نے قتل کرایا۔ چنانچہ یہی اعتقاد ان کا اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:’’ وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ (النساء:۱۵۷)‘‘ یہ اعتقاد یہود کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں تھا۔ چونکہ یہ اعتقاد صحیح نہ تھا لہٰذا پروردگار نے رد اعتقاد مذکورہ بالا پر یہ آیت فرمادی:’’ وماقتلوہ وماصلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ، مالھم بہ من علم الاتباع الظن وماقتلو ہ یقینا بل رفعہ الیہ وکان اللّٰہ عزیزاحکیما(النسا:۱۵۸)‘‘

آیت ہذا سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں۔ اوّل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مارا نہیں گیا۔ دوم مصلوب بھی نہیں ہوا۔ سوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شک میں کوئی اور شخص پکڑا گیا۔ چہارم جو لوگ مارے جانے یا قتل ہوجانے کا یقین کرتے ہیں۔ وہ تابع ظن کے ہیں یعنے ان کے پاس کوئی سند نہیں اگر ہے تو وہ غلط ہے۔ پنجم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ ششم:’’ وکان اللّٰہ عزیزا حکیما‘‘ یہ آیت جوامع الکلم اس مقام پر آیا کرتی ہے

جہاں انسان یہ گمان کرسکتا ہے کہ خداتعالیٰ نے ایسا حکم کس واسطے بھیجا ہے۔ یا ایسا کیوں کیا ہے۔ یہی اعتراض بل رفعہ اللہ میں ہوسکتا ہے کہ خداتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ کیوں اٹھالیا تو اس کے جواب میں یہ جوامع الکلم آیا ہے کہ خداتعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ چڑھانے یا اٹھانے کی وہی حکمت جانتا ہے۔ اے ناظرین! اب آپ کو ثابت ہوگیا ہوگا کہ واقعی اعتقاد مرزا قادیانی اور یہود میں کوئی فرق نہیں: ’’ویل یومئذ للمکذبین‘‘

غرض ہفتم مباہلہ مخالفین کے بیان میں

ایک امر بحث طلب ہے جب تک اس امر کا بیان نہ کیا جاوے تب تک غرض مباہلہ معلوم نہیں ہوسکتی۔ وہ یہ ہے مباہلہ کیوں ہوا۔ اس لئے کہ یہود بعض کہتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب اور بعض کہتے تھے مقتول ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ناجائز فطرتی ہونے پر کامل یقین تھا۔ برخلاف یہود کے نصاریٰ بعض حضرات عیسیٰ علیہ السلام کو خود خدا اور بعض خدا کا بیٹا اور بعض تثلیث کو مانتے تھے۔ علے ہذا یہود بعض عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا جانتے تھے اور بعض درویشوں کو ارباب بنا بیٹھے تھے۔ چونکہ غایۃ الغایۃ کتاب الہامی کا توحید سے ثابت کرنا تھا اور یہ دونوں قومیں کفر پر ثابت قدم نہیں لہٰذا پروردگار نے حضرت محمد ﷺ کو مامور کر کے دونوں قوموں کی تردید اعتقاد کے لئے مبعوث کیا۔ لیکن انہوں نے اپنے اپنے اعتقادات باطلہ کو نہ چھوڑا بلکہ کذاب مفتری شاعر مجنوں کا خطاب دیا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ امی تھے۔ لہٰذا علماء یہود اور نصاریٰ نے اپنا اپنا اعتقاد مذکورہ بالا اظہار کیا۔ چونکہ یہ سب اعتقادات برخلاف اصلیت اور برخلاف توحید تھے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ نے ان کے اعتقاد کو رد کیا۔ تب یہود اور نصاریٰ عالموں نے مشورہ کر کے اصلیت قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بحث کی۔ جو سوالات دونوں قوموں نے آنحضرت ﷺ پر جس جس بارہ میں کئے۔ ان کے جواب میں پروردگار نے بذریعہ وحی جبرائیل علیہ السلام نازل فرمائے۔ مگر پھر بھی انہوں نے حق کو اختیار نہ کیا۔ یعنے یہود بہتان سے باز نہ آئے اور نصاریٰ اپنے اعتقاد سے باز نہ آئے۔ ہر دو فریق اپنے اعتقاد افراط اور تفریط میں قائم رہے۔ لہٰذا پروردگار نے حکم مباہلہ کا آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرمایا: ’’فمن حاجک فیہ من بعد ماجاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونسآءنا ونسآءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین (آل عمران:۶۱)‘‘ لیکن مخالفین نے مباہلہ کو بھی اختیار نہ کیا اور ساتھ ہی پروردگار نے قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق فرمائی اور معبود واحد کی تصدیق کی۔ چنانچہ میرے مضمون مذکورہ بالا کی آیت ہذا مصدق ہے: ’’ان ہذا لہو القصص

الحق ومامن اله الاالله ،وان الله لهو العزيز الحكيم، فان تولوا فان الله عليم بالمفسدين (آل عمران:۶۲،۶۳)'' جب دونوں قوموں نے مباہلہ کو اختیار نہ کیا اور اپنے اعتقادات باطلہ سے بھی باز نہ آئے۔ تب اللہ نے یہ فرمایا:''قل یااهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الانعبدالاالله ولانشرك به شیئا ولایتخذ بعضنابعضا اربابا من دون الله، فان تولوا فقولوااشهد وابانا مسلمون(آل عمران:۶۴)'' یہی جھگڑا مختلف صورتوں میں دور تک چلا جاتا ہے۔ پس نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ دونوں قومیں یہود اور نصاریٰ نے اپنے اپنے اعتقادات باطلہ کو نہ چھوڑا۔ جس طرح مرزا قادیانی اب یہودیوں کی طرح اعتقاد نہیں چھوڑتے۔

غرض ہشتم اختلافات اعتقادات نصاریٰ بحق عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں

اے ناظرین! یہاں آیت میں اعتقاد و نصاریٰ ورد اعتقاد بیان کئے جاتے ہیں۔

اوّل...... وہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا جانتے تھے:''وقالت النصاری المسیح ابن الله(التوبہ:۳۰)'' جواب:''ذلك قولهم بافواههم''

دوم...... جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا جانتے ہیں:''لقد کفر الذین قالوان الله هو المسیح ابن مریم (المائدہ:۷۲)'' جواب:''ماالمسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبل الرسل(المائدہ:۷۵)''

سوم...... اعتقاد تثلیث:''لقد کفر الذین قالوا ان الله ثالث ثلثة(المائدہ:۷۳)'' جواب:''لاتقولوا ثلثة''

غرض نہم احسان باری تعالیٰ کے بیان میں

''اذقال الله یاعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیك وعلٰے والدتك اذا ایدتك بروح القدس ،یکلم الناس فی المهد وکهلا واذعلمتك الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل واذتخلق من الطین کهیّة الطیرباذنی فتنفح فیها فتکون طیرا باذنی وتبری الاکمه والابرص باذنی، واذاتخرج الموتی باذنی واذکففت بنی اسرائیل عنك اذجئتهم بالبینات فقال الذین کفروا منهم ما هذا الا سحرمبین (المائدہ:۱۱۰)''

اے ارباب بصیرت مذکورہ بالا آیات سے آپ کو ثابت ہوگیا ہوگا کہ تمام معجزے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح ہیں۔ کیونکہ اس موقع پر بطور احسان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نیز ایک ان احسانوں میں سے احسان بندر کھنے بنی اسرائیل کا بیان فرمایا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ مصلوب ہوئے اور نہ مقتول ہوئے: ’’واذاکففت بنی اسرائیل عنك اذجئتهم بالبینات فقال الذین کفروا منهم ان هذا الا سحر مبین ‘‘ آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوئے اوّل مکر یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے بچایا۔ دوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو معجزے دکھائے۔ سوم یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کو سحر کہا۔ یہی عقیدہ تمام تصنیفات مرزا قادیانی میں پایا جاتا ہے۔ پھر ناظرین غور فرماسکتے ہیں کیا اعتقاد مرزا قادیانی اور یہود میں کچھ فرق ہے؟ بے شک مرزا قادیانی کو اگر علم ہوتا تو یہ دعوے ہرگز نہ کرتے۔

غرض دہم ...... سوال باری تعالیٰ بروز قیامت

’’واذاقال الله یاعیسی ابن مریم أنت قلت للناس اتخذونی وامی الهین ‘‘ ﴿اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو پکڑ و مجھ کو اور ماں میری کو دو معبود﴾: ’’من دون الله، قال سبحنك مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق، ان کنت قلته ‘‘ ﴿سوا اللہ کے کہے گا پاکی تجھ کو نہیں واسطے میرے یہ کہ کہوں میں وہ چیز کہ نہیں واسطے میرے لائق﴾: ’’فقد علمته، تعلم مافی نفسی ولااعلم مافی نفسك انك انت علّم الغیوب ‘‘ ﴿اگر میں نے کہا ہوگا یہ ان کو بس تحقیق جانتا ہوگا تو اس کو جانتا ہے تو جو کچھ بیچ خیال میرے کے اور﴾: ’’مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شی شهید (المائدہ:۱۱۷،۱۱۶) ‘‘ ﴿اس کے یہ کہ عبادت کرو اللہ کو پروردگار میرے کو اور پروردگار اپنے کو اور نہیں اوپر ان کے شاہد جب تک رہا میں بیچ ان کے جب اٹھا لیا تو نے مجھ کو تو ہے نگہبان اوپر ان کے۔﴾

ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ مذکورہ بالا آیات جو کہ بطرز سوال و جواب یعنی سوال باری تعالیٰ اور جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مذکور ہوئے ہیں۔ ان میں تین امر بحث طلب ہیں۔

امر اوّل ...... اسی رکوع سورۂ مائدہ میں یہ سوال جواب کیوں ہوئے۔

امر دوم ...... پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام کو شروع میں یہ کیوں فرمایا تو نے کہا تھا لوگوں کو پکڑ و مجھ کو اور والدہ میری کو دو معبود سوا اللہ کے۔

امر سوم ...... مضمون سوال جواب باری تعالیٰ کی غرض کیا ہے۔ اگر ہم ان کو مفصلاً بیان کریں تو یہ بھی ایک کتاب بن جائے گی۔ لہٰذا صرف لفظ ’’توفیتنی‘‘ کا مطلب ناظرین کو دکھلاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ

معنے ’’توفیتنی‘‘ کا اگر اس جگہ میں اٹھالینا عیسیٰ علیہ السلام کا بجسد عنصری نہ ہوتا تو ضرور لفظ موت کا بیان استعمال ہوتا۔ اس لئے کہ یہ لفظ مشتبہ المعنے تھا۔ جیسا کہ ہم اسی لفظ کو بہت معنوں کے لئے قرآن شریف میں غرض پنجم مکر یہود میں مفصلاً دکھا چکے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ’’توفیتنی‘‘ کا معنے قصہ عیسیٰ علیہ السلام میں فوت ہونے کا نہیں۔ معاذ اللہ فوت ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا یہودیوں کا اعتقاد تھا۔ نہ اہل اسلام کا۔ دوم رکوع ۱۶ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں اور رکوع ۱۵ جو ماقبل ۱۶ کے ہے۔ اس میں پروردگار نے اپنے تمام احسانات جو عیسیٰ علیہ السلام پر کئے ہوئے تھے۔ بیان فرمائے۔ منجملہ احسانات میں سے ایک احسان عیسیٰ علیہ السلام کا مکر یہود سے بچنا ہے: ’’اذ کففت بنی اسرائیل عنك‘‘ پس آیت ہذا سے بھی ثابت ہوا کہ توفیتنی کا معنے اٹھالینے کے ہیں۔ کیونکہ رکوع ۱۵ جہاں ختم ہوتا ہے اور رکوع ۱۶ شروع ہوتا ہے۔ وہاں وقف کافی ہے۔ یعنی مضمون ماقبل اور مابعد کا ملتا ہے۔

حصہ دوم تکذیب قادیانی

فصل اوّل ...... مسیح موعود بننے کی خودغرضیوں میں

خودغرضی اول دعوے مسیحیت میں۔ مرزاقادیانی نے دعوے مسیحیت میں چار غلطیاں کی ہیں۔

غلطی اول ...... مسیح کا لفظ عبرانی ہے۔ معنے اس کا جس کے ہاتھ لگانے سے لاعلاج مریض اچھے ہوں یا مردے زندہ ہوں۔ یہ اوصاف عیسیٰ علیہ السلام کے قرآن شریف سے ثابت ہوتے ہیں: ’’وابری الاکمہ والابرص واحیی الموتی باذن اللہ (آل عمران:۴۹)‘‘ پس قرآن شریف سے مسیح کا صحیح معنے یہی ثابت ہوا جو ہم نے بیان کیا ہے۔ نہ سیاحت جو کہ مرزاقادیانی نے سمجھے ہیں۔ قرآن شریف سے ثابت نہیں اور نہ ہی سیاحت موصوف کے لئے صفت ہے۔ جبکہ مرزاقادیانی میں مسیحیت کے اوصاف نہیں تو دعوے کیونکر کر سکتے ہیں۔ اب ہم اسم مسیح کی غرض بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے زمانہ مسیح میں طبیبوں کا بڑا زور تھا۔ اور اپنے علم وتجربات کا ان کو نہایت گھمنڈ تھا۔ حتیٰ کہ صفات الوہیت کو دعوے طلب سے چھوڑتے جاتے تھے۔ چونکہ پروردگار کو اپنی قدرت کاملہ کا اظہار اور طبیبوں کو عاجز کرنا منظور تھا لہٰذا خدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو دو خواص برخلاف فطرت انسانی کے بخشے۔ اول بن باپ پیدا ہونا۔ دوم شفا بے علاج ادویہ ہونا۔ یہ دونوں خواص طبیبوں کے نزدیک غیرممکن تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فطرت میں ممکن کیا اور فرمایا کہ یہ میری قادریت کا نشان ہے۔ جیسا کہ: ’’وجعلنها وابنها اية للعالمين (الانبیاء:۹۱)‘‘ سے ثابت ہے۔

علی ہذا موافق ضرورت زمانہ کے ہر پیغمبر کو خواص جدا جدا دیئے گئے۔ جیسا کہ زمانہ موسیٰ میں ساحروں کا زور تھا۔ ان کے عاجز کرنے کے لئے خواص ید بیضا اور عصا حضرت موسیٰ کو خداتعالیٰ نے عطاء فرمایا اور ساحران کو عاجز کیا۔ دیکھو: ’’فغلبوه هنالك وانقلبوصاغرين والقى السحرة ساجدين قالوامنا برب العالمين۔رب موسىٰ وهارون (الاعراف:۱۱۹،۱۲۲)‘‘ اور زمانہ آنحضرت ﷺ میں شاعروں کا زور تھا اور ان کے عاجز کرنے کے لئے حضرت رسول اللہ ﷺ امی خدا نے پیدا کئے جو ایک بڑے تعجب کی بات تھی۔ اس پر بھی مخالف شک کرنے لگے۔ جیسا کہ آیت ہذا سے ثابت ہوتا ہے: ’’وقال الذين كفروا ان هذا الاافك ن افتراه واعانه عليه قوم اخرون (الفرقان:۴)‘‘ فرمان واضح ہو کہ یہ قول اللہ تعالیٰ نے کفار کا بیان فرمایا ہے۔ یہودی برخلاف کفار کے کہتے تھے کہ یہ قرآن کہانیاں ہیں پہلوں کی۔ جیسا کہ پروردگار یہود کا قول بیان فرماتا ہے: ’’واذا تتلى عليهم ايا تنا قالوا قد سمعنا لونشاء لقلنا مثل هذاان هذاالااساطيرالاوّلين (الانفال:۳۱)‘‘ لیکن یہود کے رد میں پروردگار نے قرآن شریف میں بہت جگہ فرمایا ہے کہ ایک سورت لاؤ مثل اس کی۔ دس سورتیں لاؤ مثل اس کے۔ آخر یہ فرمایا کہ کہہ دے اے محمد ﷺ یہود کو کہ اگر اکٹھے ہوئیں تمام آدمی اور تمام جن اس غرض سے کہ بناویں مثل اس قرآن کی۔ نہ بناسکیں گے مثل اس قرآن کے۔ بے شک اگرچہ ہوویں بعض ان کے واسطے بعض کے پروردگار۔ پھر کفار اور یہود تہمت شاعری کی آنحضرت ﷺ کو دینے لگے۔ اس کے جواب میں پروردگار نے تردید فرمائی کہ ہم نے اس محمد ﷺ کو شعر نہیں سکھایا اور نہ لائق ہے واسطے اس کے شعر کرے۔ نہیں وہ قرآن مگر نصیحت ظاہر: ’’وماعلّمناه الشعرو ماينبغى له ان هو الاذكر وقرآن مبين (یٰس:۶۹)‘‘ ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ معجزہ اور خواص میں صرف لفظی فرق ہے۔ مثلاً اگر امر غیرممکن یعنی خارق عادت پیغمبر سے صادر ہو تو اس کا نام معجزہ ہے۔ اور اگر وہی کسی ولی اللہ سے ظاہر ہو تو اس کا نام کرامت ہے۔ اگر یہی فعل حکیم سے صادر ہو تو اس کا نام حکمت ہے۔ اگر یہی فعل عام آدمی سے صادر ہو تو اس کا نام دانائی ہے۔ اگر یہی فعل کسی مخالف شرع سے صادر ہو تو اس کا نام استدراج ہے یا سحر۔ پس جو لوگ معجزوں کے منکر ہیں۔ حقیقت میں ان کو علم خواص الاشیاء کا نہیں۔ جب اختلاف فطرت ہم مشاہدہ سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر معجزہ سے انکار کرنا علانیہ غلطی ہے۔ اب ہم اختلاف فطرتی بالمشاہدہ بیان کرتے ہیں مثلاً سنگ مقناطیس کا حدید کو جذب کرنا بوٹی لاجونتی کا سیاہ مرد سے

مرجھانا۔ مچھلی کا خشکی میں مرنا۔ سم الفار کا حیوانات کے لئے قاتل ہونا۔ تریاق کا رفع سم کے لئے مفید ہونا۔ تمباکو ہر میٹھ کا معطس ہونا۔ حب الملوک کا مسہل ہونا۔ افیون کا قابض ہونا۔ پانیکا مبرو آتش کا محرق ہونا۔ افیتموں کا بغیر بیج کے نمو کرنا۔ طوطا مینا کا کلام کرنا۔ عورت کا بے ریش مرد کا ریش دار ہونا۔ حیوان مذکور کا اپنے مادہ حاملہ کا تمیز کرنا۔ انسان کا تمیز نہ کرنا یہ سب بدیہی دلائل تفاوت فطرتی ہیں۔ اسی کا نام ہے۔: ''خاصة الشئی لوجد فیه ولا یوجد فی غیره'' پس ثابت ہوا کہ مردوں کا زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاصہ تھا اور اژدھا عصا کا بنانا ید بیضا کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاصہ تھا۔ اور شق القمر و معراج بجسد عنصری کرنا حضرت محمد ﷺ کا خاصہ تھا۔ بے شک اللہ قادر ہے۔: ''ان اللّٰه علے کل شی قدیر۔''

غلطی دوم...... مرزا قادیانی مسیح اسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قبل از تولد خدا تعالیٰ کی طرف سے عطاء ہوا ہے۔ دیکھو آیت ہذا: ''یامریم ان اللّٰه یبشرك بکلمة منه سمه المسیح عیسی ابن مریم (آل عمران:۴۵)''

اور ساتھ ہی یہ صفات بھی خدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بیان فرمائے ہیں۔ عزت والا دنیا و آخرت میں۔ مقرب تولد کے روز ہی باتیں کرنے والا۔ نیکو کار واقف خواص الاشیاء۔ تورات اور انجیل کو بغیر پڑھے پڑھنے والا پیغمبر بنی اسرائیل کا۔ خدا کے اذن سے جانور پیدا کرنے والا۔ مادرزاد اندھوں کو اچھا کرنے والا۔ سخت برص کو اچھا کرنے والا۔ بفضل اللہ مردوں کو زندہ کرنے والا۔ بفضلہ کھائی گئی چیزوں کا بتانے والا۔ بفضلہ پوشیدہ چیزوں کو بتانے والا۔ مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے یہ صفات عطاء فرمائی ہیں۔ اسی واسطے نام مسیح رکھا ہے۔ جو اسم بامسمے ہونے کی دلیل ہے۔ آپ کا نام غلام احمد ہے۔ کیا آپ کے نام کوئی سورۃ ہے۔ کیا آپ کی والدہ کے نام کوئی سورۃ ہے۔ کیا آپ کی والدہ ماجدہ کی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے۔ ہم اس لئے پوچھتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کی خدا تعالیٰ نے تعریف کی ہے۔ تعریف بھی ایسی کی کہ کسی اور پیغمبر کی والدہ یا بیوی کی نہیں کی۔ دیکھئے آیت ہذا: ''واذا قالت الملئکة یامریم ان اللّٰه اصطفك وطهرك علے نساء العالمین (آل عمران:۴۲)'' پس ثابت ہوا کہ آپ ہی اپنا نام رکھنے والے ہو۔ لیکن اپنے آپ نام رکھنے سے صفات نام کا مدعی نہیں ہوسکتا۔ ہم اس مسئلہ کو تمثیلاً سمجھتے ہیں۔ مثلاً ایک بوالہوس اپنا نام وائسرائے مشہور کرتا ہے۔ مگر نام وائسرائے سے اختیار اصل وائسرائے کے ہرگز حاصل نہیں کرسکتا۔ علی

ہذا! مرزا قادیانی دعوے مسیح سے صفات کے مدعی مسیح نہیں ہو سکتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں خداتعالیٰ فرماتا ہے: ’’ورسولا الی بنی اسرائیل (آل عمران:۴۹)‘‘ بلکہ مسلمانوں کو خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ کہو ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور جو کچھ اتاری گئی طرف ہمارے اور جو کچھ اتاری گئی طرف ابراہیم علیہ السلام کے اور اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور اولاد اس کی کے اور جو کچھ دے گئے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور جو کچھ دی گئی پیغمبروں کو پروردگار اپنے سے اور کہو نہیں جدائی ڈالتے درمیان کسی کے ان میں سے اور کہو ہم واسطے ان کے فرمانبردار ہیں۔ دیکھو آیت ہذا: ’’قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم واسمعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (البقرہ:۱۳۶)‘‘

خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ ایمان اللہ کے ساتھ لایا جاوے پھر قرآن شریف کے ساتھ۔ پھر جو کچھ دے گئے تمام پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام اور کسی پیغمبر میں فرق بھی نہ کیا جاوے۔ سب کی اطاعت یکساں کی جاوے۔ مرزا قادیانی کیا اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام پر بہتان لگانے کا حکم ہے جو آپ لگاتے ہیں؟

غلطی سوم...... مرزا قادیانی کو کوئی مشابہت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ نہیں یعنے نہ تو آپ قوم یہود میں سے ہیں۔ نہ آپ کا نام خدا کی طرف سے مسیح عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہے۔ بلکہ نام غلام احمد ہے۔ غرض آپ کا دعویٰ قرآن شریف سے ہرگز سچا نہیں لہٰذا آیت ہذا کے آپ مصداق ہیں۔: ’’ویل یومئذ للمکذبین‘‘

غلطی چہارم...... مرزا قادیانی! عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں خداتعالیٰ فرمایا ہے۔ دیکھو آیت ہذا: ’’ان ھو الا عبد انعمنا وجعلناہ مثلا لبنی اسرائیل، ولو نشاء لجعلنا منکم ملائکۃ فی الارض یخلفون۔ وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترون۔ بھا اتبعون ھذا صراط مستقیم (الزخرف:۵۹،۶۱)‘‘ آیت ہذا سے پانچ امور ثابت ہوتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان۔ یادگار بنی اسرائیل۔ صفات ملائکہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھر آنا نشان قیامت ہے۔ اس زمانہ کے یہود پیغمبری کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پھر آنے کی نسبت مرزا قادیانی کی طرح منکر تھے۔ لہٰذا پروردگار نے: ’’وانہ لعلم للساعۃ‘‘ کے ساتھ: ’’فلا تمترون بھا‘‘ بھی فرمایا۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے

پر یقین رکھتے تھے۔لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھر آنا ضمیر بہا سے ثابت ہوتا ہے۔ناظرین کو مطلع رہے کہ ضمیر بہا کا مرجع علامت ہے نہ نفس عیسیٰ۔ یہی دلیل قوی ہے۔ پھر آنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لہٰذا پروردگار نے بعد اس کے:''ھذا صراط مستقیم''فرمایا۔ناظرین غور کرو پھر غور کرو۔مرزا قادیانی کے حق میں نہ تو خدا تعالیٰ نے انعام کا وعدہ کیا۔نہ نمونہ واسطے بنی اسرائیل کے ہوئے اور نہ فرشتوں کی سی صفات دیئے گئے۔نہ آپ کا آنا قیامت کا نشان ہوا اور نہ عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی طرح خطاب کلمۃ اللہ وروح اللہ ومسیح عطاء ہوئے۔تو پھر آپ کا دعویٰ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ ایضاً عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے نہیں کوئی اہل کتاب مگر ضرور ایمان لاوے گا۔عیسیٰ علیہ السلام سے قبل مرنے اس کے کے:''وان من اھل الکتاب الالیومنن بہ قبل موتہ (النساء:۱۵۹)''

مرزا قادیانی اپنے گریبان میں منہ ڈالو۔آپ کے دعویٰ مسیحیت پر ابھی تک کوئی اہل کتاب بلکہ مسلمان بھی ایمان نہیں لائے۔تقریباً آپ کی عمر ۶۰یا ۷۰سال کی ہوگی۔نہ تو قیامت آئی نہ آپ پر کوئی ایمان لایا۔ بلکہ جب سے جناب کا دعویٰ مسیح موعود ہوا ہے تب سے طاعون آپ کی برکت کا نشان ہے۔اور جو آپ کے الہاموں نے مسلمانوں کو فائدہ دیا ہے۔خصوصاً الہام عبداللہ آتھم ولیکھرام وہ تو اظہر من الشمس ہے۔ ناظرین کو مفصلاً سمجھایا جاتا ہے کہ جس روز عبداللہ آتھم تاریخ الہامی مرزا قادیانی فوت نہ ہوا۔ ہر شہر میں پادریوں اور پنڈتوں نے اسلام پر سخت ناجائز الفاظ استعمال کئے۔خصوصاً گوجرانوالہ میں تو ایک ممثل مرزا قادیانی بنا کر منہ سیاہ کیا اور اس کی پیشانی پر سفید حروف میں مرزا قادیانی تحریر کیا۔پھر اس کو گدھے پر الٹے منہ چڑھا کر تمام بازاروں میں باجوں کے ساتھ پھرایا۔ دوسرا الہام مرزا قادیانی لیکھرام کی بابت اس الہام کا مسلمانوں کو یہ فائدہ ہوا کہ ہزاروں مسلمان بعوض لیکھرام ناحق شہید ہوگئے اور مسلمان اور پیغمبر صاحب واہل پیغمبر صاحب پر سخت ناجائز ہجو کی گئی اور ہندوؤں اور عیسائیوں اور مسلمانوں میں سخت تفرقہ پڑ گیا جس کی بناء روز بروز ترقی پر ہے۔دیکھو تصنیف امہات المومنین اور تکذیب احمدیہ مؤلفہ لیکھرام۔ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ بطفیل مرزا قادیانی اسلام اور مسلمانوں کو اس قدر ضعف پہنچا ہے جس کو قلم تحریر نہیں کر سکتا۔لیکن پادریوں اور پنڈتوں کو واضح رہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا یہ ہرگز منشاء نہیں جو مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔اگر قصور ہے تو مرزا قادیانی کا نہ مسلمانوں اور اسلام کا۔ کیونکہ مسلمان مولویوں نے تو مرزا قادیانی پر کفر کے فتوے دیئے ہوئے ہیں۔مرزا قادیانی جی! اپنے گریبان میں منہ ڈالو۔آپ کو کیا استحقاق ہے مسیحیت سے؟ آپ کے

دوست اور امان پر مرید حتیٰ کہ رشتہ دار جو کئی سال سے آپ کے جان فدا دو مرضوں میں مبتلا ہیں۔ایک تو ان کا پاؤں نہیں چلتا۔دوسرا ایک آنکھ کی بصارت نہیں۔ جناب سے اتنے عرصہ میں ایک مرض بھی رفع نہ ہوئی۔ پھر افسوس ہے آپ کے دعویٰ مسیحیت پر اب آپ کو مناسب ہے کہ نفس امارہ کے برخلاف چلیں اور اپنی غلطیوں کا اقرار کر کے مشتہر کریں۔ میں صرف آپ کے دوزخ کے بچاؤ کے لئے کہتا ہوں۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے حق میں کیا فرماتا ہے۔’’ویل لکل افاك اثیم ۰ یسمع ایات اللّٰہ تتلیٰ علیه ثم یصر مستکبرا کأن لم یسمعها فبشره بعذاب الیم (الجاثیہ:۷،۸)‘‘’’ویل یومئذ للمکذبین‘‘

خودغرضی دوم...... دعویٰ مہدویت مرزا قادیانی میں تین سوال پیدا ہوئے ہیں۔اوّل اس وقت تین مدعی مہدی اور بھی سنے جاتے ہیں۔مہدی سوڈان۔مہدی کابل۔مہدی کوئٹہ۔ چوتھا دعویٰ جناب کا ہے۔نہ معلوم آپ سچے ہیں یا وہ۔دوم۔مرزا قادیانی کے معاً چار دعوے ہیں۔مسیحیت۔ مہدویت ۔امامیت۔مجددیت۔لیکن اس سے پہلے کسی نبی اور رسول نے نہیں کئے۔سوم مرزا قادیانی کا بروزی طور پر رسولی دعوے بھی ہے اور ساتھ ہی قرآن شریف کا حوالہ دیتے ہیں۔ دیکھو:’’ومبشرا برسول یاتی من بعد اسمه احمد ‘‘اسم احمد سے مرزا قادیانی اپنا اسم مبارک نکالتے ہیں۔لیکن اس میں مرزا قادیانی نے تین غلطیاں کی ہیں۔اوّل یہ کہ مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ہے نہ کہ احمد۔دوم مرزا قادیانی نے ماقبل اور مابعد آیت کا چھوڑ دیا اس لئے کہ دعویٰ میں نقص آتا تھا۔ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ یہ بحث جو ہم بیان کر رہے ہیں۔سورۃ الصّف پارہ۔۲۸ میں مذکور ہے۔شروع سورۃ ہذا میں پروردگار مسلمانوں کو فرماتا ہے کہ جو بات تم نہیں جانتے اس کا دعویٰ نہ کرو۔دعویٰ کرنا بہت بری بات ہے نزدیک اللہ کے۔اور بعد اس کے پروردگار نے قوم موسیٰ علیہ السلام کا حال تمثیلاً بیان فرمایا کہ قوم موسیٰ علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو ایذاء دینی شروع کی تھی۔بعوض اس ایذاء کے پروردگار نے قوم موسیٰ کو ایذاء دی۔یہ مفصل قصہ سورۃ اعراف ومائدہ وبقرہ میں ہے۔ پھر اس کے بعد پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام کی تمثیل بیان فرمائی کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو سمجھا رہے تھے کہ میں رسول اللہ کا ہوں۔طرف تمہارے، ماننے والا ہوں واسطے اس چیز کے جو آگے میرے ہے تورات سے اور خوشخبری دینے والا ہوں ساتھ اس پیغمبر کے جو آوے گا پیچھے میرے جو نام اس کا احمد ہے۔پس جب آیا ان کے پاس پیغمبر ساتھ ظاہر دلیلوں کے کہا انہوں نے یہ جادو ظاہر ہے۔دیکھو آیت ہذا:’’ واذ قال عیسی ابن مریم یابنی اسرائیل انی رسول

اللّٰہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (الصّف:۶)‘‘

ناظرین! یہ آیت خداتعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کا قول بیان کررہا ہے کہ اس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا۔ لیکن انکار عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کا سورۂ مائدہ میں بیان ہے۔ یہ صرف مسلمانوں کو تہذیب سکھانے کے لئے خداتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے پیغمبر کا انکار اور دعویٰ بے جا جس کا علم نہ ہو نہ کیا کریں۔ مابعد کی آیت میں پروردگار یہودیوں کو جو عیسائی مذہب رکھتے تھے۔ ضمیر غائب کے ساتھ تنبیہاً یاد دلاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ میرے بعد پیغمبر احمدؐ آئے گا جو کہ وہ محمد رسول ﷺ سے مراد ہے اور مابعد کی آیت کے حصہ میں اللہ تعالیٰ نصاریوں کو فرماتا ہے کہ جب پیغمبر احمد صلعم ان کے پاس احکام قرآن شریف لایا تو انہوں نے کہا کہ یہ سحر ظاہر ہے۔ یہ کیوں کہا۔ اس لئے کہ محمد ﷺ اُمی تھے۔ باوجود اُمی ہونے کے احکام قرآن شریف سناتے تھے۔ تو بوجہ انکار پیغمبری آنحضرت ﷺ کو تہمت سحر کی دیتے تھے۔ دیکھو آیت ہذا:’’فلما جاء ھم بالبینات قالوا ھذا سحر مبین ‘‘ آیت ہذا کی مابعد کی آیات پروردگار نے اس تہمت سحر کی تردید فرمائی اور اپنے مامور محمد ﷺ کی تصدیق فرمائی کئی ایک مثالوں میں۔ پس ثابت ہوا کہ اسم احمد سے مراد غلام احمد قادیانی نہیں ہے۔:’’ویل یومئذ للمکذبین ‘‘

غلطی سوم...... مرزاقادیانی اسم احمد، یس، طہ، مزمل، مدثر حضرت ﷺ کے خدا کی طرف سے اسم خطابی ہیں۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے ہیں۔ روح اللہ۔ کلمۃ اللہ۔ روح القدس۔ مسیح۔ فرماویں آپ غلام احمد کو اڑا کر احمد کے مدعی بن بیٹھے۔ ایسے جھوٹے دعوے یہودی عالم کرتے تھے۔ دیکھو آیت ہذا:’’ویقولون ومن عنداللّٰہ وماھو من عنداللّٰہ، ویقولون علی اللّٰہ الکذب وھم یعلمون (آل عمران:۷۸)‘‘

خودغرضی سوم دعوے امامت میں

مرزاقادیانی نے دعویٰ امامیت تو کیا مگر غلط، کیونکہ امام کا معنے قرآن بھی ہے۔ جیسا کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے:’’فی امام مبین ‘‘ پھر مرزاقادیانی قرآن کس طرح بن سکتے ہیں۔ دوم امام بمعنے پیغمبر بھی آیا ہے جیسا کہ:’’یوم فلایدعو کل اناس بامامھم ‘‘ سے پیغمبر مراد ہے۔ بے شک مرزاقادیانی نے پیغمبری کا دعویٰ کیا مگر کوئی کتاب الہامی یعنی اسلامی کتاب نہیں لائے۔ لہٰذا دعوی صحیح نہیں۔ سوم بے شک نماز پڑھانے والے کو بھی امام کہا جاتا ہے۔ اگر ان معنوں سے مرزاقادیانی امام ہیں تو بھی صحیح نہیں کیونکہ مرزاقادیانی تو کبھی جماعت کراتے ہی نہیں تھے۔ بلکہ

مرزا قادیانی کا امام مولوی عبدالکریم ہے لہٰذا بہت مناسب ہے کہ دعوے امامیت کو مولوی عبدالکریم کے حوالے کریں۔ چہارم ایک امام اور بھی ہوتا ہے جس کو مجتہد بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ امام اعظمؒ۔ امام ابوحنیفہؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ۔ چونکہ مرزا قادیانی نے بجز فساد کے شریعت محمدی میں کوئی اجتہاد نہیں کیا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تمام دعوے مرزا قادیانی کے جھوٹے ہیں۔ دعویٰ سچا وہ ہوتا ہے جس کو خدا سچا فرماوے۔ آؤ سچا مدعی دکھائیں:

''یٰسین ۰ والقرآن الحکیم ۰ انك لمن المرسلین (یٰسین:۱تا۳)''

خودغرضی چہارم الہام دعائے بد میں

اے ناظرین! دشمن کی بددعا سے اگر خدا تعالیٰ اپنا قانون قدرت بدلنے لگتا تو جہاں فنا ہوجاتا۔ یہ مرزا قادیانی کے خلل دماغی کا نتیجہ ہے جو کہ وہ اپنے ناصح کو بددعائیں دیتے ہیں۔ افسوس کہ مرزا قادیانی خودغرضی کی وجہ سے حکم قرآن شریف کو بھول جاتے ہیں:''والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللّٰہ یحب المحسنین (آل عمران:۱۳۴)''مرزا قادیانی کا فریب باطل لغوالہاموں سے اپنا اعمال نامہ کیوں خراب کررہے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنا قانون قدرت نہیں بدلتا:

''ویدع الانسان بالبشر دعاء ہ بالخیر وکان الانسان عجولا (بنی اسرائیل:۱۱)''

خودغرنی پنجم طاعون میں

مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ طاعون اس لئے ہندوستان پنجاب میں پڑا کہ لوگ مجھے مسیح موعود نہیں مانتے۔ اس دعویٰ میں مرزا قادیانی نے تین، چار غلطیاں کی ہیں۔

غلطی اوّل...... مرزا قادیانی کا دعویٰ قرآن شریف سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ وحی خود حکم: ''واطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول'' کے برخلاف کررہے ہیں۔

غلطی دوم...... ہر بیماری کے لئے اسباب قدرتی ہوتے ہیں۔ جبکہ وہ دیہات ہندوستان پنجاب میں ایسے ہیں جہاں طاعون کا نام ونشان بھی ابھی تک نہیں ہوا اور انشاء اللہ بعض گاؤں ایسے محفوظ رہیں گے جو وہاں طاعون نہ ہوگا۔

غلطی سوم...... مرزا قادیانی ہندوستان اور پنجاب میں ہزاروں گاؤں ایسے بھی موجود ہیں جو مرزا قادیانی کے نام ونشان سے بھی واقف نہیں لیکن طاعون سے تباہ اور ویران ہوگئے ہیں۔ مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ ان کی کیا خطا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی تحریروں میں اپنے مریدوں کے محفوظ رہنے کی پیشگوئی کی ہے۔ حالانکہ ہر ایک شہر میں جہاں طاعون پڑا ہے۔ مرزائی لوگ بھی اس کا شکار ہوچکے ہیں۔ غالباً مرزا قادیانی اس کی وجہ بتلاویں گے کہ وہ لوگ خالص الایمان نہیں

تھے۔ جیسا کہ وہ خود اس پیش گوئی میں بطور حفظ ماتقدم لکھ چکے ہیں۔ افسوس الغرض بیماری طاعون کے اصل اسباب سماوی اورارضی ہیں گو بعد اس کے کرم پیدا ہوجاتے ہیں۔ مرزا قادیانی کی بددعا کا کوئی اثر نہیں۔ افسوس مرزا قادیانی خودغرضی کی وجہ سے دعوے قادریت خدا تعالیٰ کو بھی بھول گئے: ’’ان اللّٰہ یفعل مایرید۔ انہ فعال لمایرید‘‘

خودغرضی ششم وجہ تسمیہ دارالامان قادیان کے بیان میں

افسوس مرزا قادیانی نے یہ نہ سوچا کہ دارالامان کن معنوں میں بن سکتا ہے۔ موت حیات اورتکلیفات کا سلسلہ بدستور ہے۔ الغرض دارالامان اسم باسمی نہیں۔ اے مرزا قادیانی اور دارالحرم ہے۔ وہ جس کو پروردگار نے دارالامان کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ دیکھو: ’’واذجعلنا البیت مشابہ للناس وامنا (البقرہ:۱۲۵)‘‘ ایضاً: ’’ولاآمین البیت الحرام۔‘‘

خودغرضی ہفتم اشاعت اشتہارات کے بیان میں

ہم اس کی تفصیل نہیں کرتے ناظرین خودغور فرما سکتے ہیں کہ اشاعت اشتہارات سوائے شہرت مرزا قادیانی کے مخلوق کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟

خودغرضی ہشتم چندہ مینار کے بیان میں

اے ارباب بصیرت مرزا قادیانی نے مسیح موعود کی تصدیق من گھڑت میں صرف اپنے آپ کو مصداق دوزخ کا نہیں بتایا۔ بلکہ مینار دینے والوں کو بھی ساتھ ہی زمرہ مبذین سے بنایا: ’’وات ذالقربیٰ حقہ والمسکین وابن لسبیل ولاتبذرتبذیرا ان المبذرین۔ کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا (بنی اسرائیل:۲۶،۲۴)‘‘ اے مرزا قادیانی خدا کا حکم اوّل قرابتوں بعد مسکینوں بعد مسافروں کو خرچ کرنا فرماتا ہے۔ جناب کے قرابتیوں کی زمین بلکہ مکان بھی ان کے ڈپٹی مرزا عظیم بیگ مرحوم کے پاس رہن وبیع ہیں۔ اگر آپ خودغرض نہ ہوتے تو پہلے آپ قربتیوں پر احسان اورمروت فرماتے۔ یعنی آپ کے کذب ودعویٰ پر دلیل کافی ہے۔

خودغرضی نہم تصانیف کے بیان میں

اے ارباب بصیرت جائے غور ہے کہ احکام شرعی کے لئے مسلمانوں کو قرآن شریف حدیث فقہ کافی نہیں؟ پھر مرزا قادیانی کی تصنیف کی غرض وجہ معاش نہیں تو کیا ہے؟ بلکہ مرزا قادیانی بوجہ تصنیف خود حکم آیت کے مصداق ہیں: ’’ومن لم یحکم ماانزل اللّٰہ فالئک ہم الکافرون (المائدہ:۴۴)‘‘

خودغرضی دہم تجارت تصاویر کے بیان میں

اے مسلمانو! پروردگار نے قرآن مجید کو رفع شرک کے واسطے نزول فرمایا ہے۔ جابجا قرآن شریف رفع شرک پر زور دیتا ہے۔ بلکہ سب گناہوں سے بڑا گناہ شرک ہے۔ کیا تصویر مرزا قادیانی بت۔ سواع یغوث۔ نسر سے آپ لوگ کم سمجھتے ہیں۔ مرزا قادیانی اور مرزا کے تصاویر پرستوں سے پوچھتا ہوں کہ سوائے مشرک بنانے کے تصویر مرزا قادیانی کیا فائدہ دیتی ہے؟ افسوس اگر مرزا قادیانی کو علم قرآن شریف ہوتا تو بذریعہ تصویر اپنی کے لوگوں کو مشرک نہ کرتے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے: ''یایھا الناس ضرب مثل فاستمعو اله ان الذین تدعون من دون اللّٰہ لن یخلقو اذبابا ولواجتمعوله، وان یسلبھم الذباب شیئا لایستنقذوہ منه ضعف الطالب والمطلوب (الحج:۷۳)'' اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کو خلوص دل سے ایک جانو۔ خود مرزا قادیانی یا تصویر مرزا قادیانی نہ ایک مکھی پیدا کر سکتے ہیں اور نہ وہ مکھی خدا کی پیدا کی ہوئی کوئی ان کی چیز لے جاوے تو چھڑا سکتے ہیں۔

خودغرضی یازدھم کالج کاویانی کے بیان میں

صاحب بصیرت پر کیفیت کالج قادیانی مخفی نہیں۔ علاوہ تشہیر مذہب اختراعیہ۔ افترائیہ۔ مرزائیہ کی تخم ریزی کی بناء ہے۔ اے اہل اسلام خودغرض عالم اور درویش خدا کیوں کہوں؟ کیونکہ یہ دونوں لوگوں کا مال کئی باطل طریقوں سے کھاتے ہیں۔ دیکھو خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: ''یایھا الذین امنو ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیا کلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللّٰہ (التوبہ:۳۴)''

خودغرضی دوازدہم اتہام مریم علیہا السلام کے بیان میں

مرزا قادیانی مریم علیہا السلام کو اپنی قلم سے یہودیوں کی طرح لکھتے ہیں کہ: ''مس شیطان سے پاک نہیں۔'' دیکھو مقدر خلاصہ تکذیب میں۔ اور خدا تعالیٰ مریم علیہا السام کے حق میں فرمایا ہے برگزیدہ کیا تم کو اور پاک کیا تم کو جہان کی عورتوں پر۔ دیکھو آیت ہذا ''واذ قالة الملائکة یامریم ان اللّٰہ اصطفك ومطھرك واصطفاك علیٰ نساء العالمین (آل عمران:۴۲)'' ناظرین! کیا مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے جس طرح مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں؟

خودغرضی سیزدھم الہام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مرزا قادیانی پیغمبر نہیں مانتے۔ ایک راست باز آدمی لکھتے

ہیں وہ بھی نیک باطنی کے لفظ سے نہ دلی اعتقاد سے، اپنے رسالہ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوراس کی والدہ مس شیطان سے پاک نہیں۔اوررفع السماءنہیں مانتے۔بلکہ فوت ہوکر کشمیر میں مدفون قرار دیتے ہیں۔یہی تمام اعتقادات یہود کے تھے۔ان کی تردید ہم غرض پنجم، ششم حصہ اول میں بیان کر چکے ہیں۔یہ اعتقادتو مرزا قادیانی کا ہےاور خداتعالیٰ:''وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین (آل عمران:۴۵)''ایضاً''ورسولا الی بنی اسرائیل (آل عمران:۴۹)''فرماتا ہے۔

فصل دوم...... مسیح موعود کی بے علمی کے بیان میں

مرزا قادیانی رسالہ دافع البلاورق اخیر جس پر کوئی نمبر نہیں دیا۔متضاد کلمات اوصاف نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان فرماتے ہیں۔جس کے پڑھنے سے ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو علاوہ بے علمی کے خلل دماغ بھی ہے۔وہ متضاد کلمات یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں راست بازآدمی ہے۔مگر راست بازی بھی ظنی طور پر نہ یقینی۔شرابی۔فاحشہ عورتوں کا مال کھانے والا۔بے تعلق عورتوں سے تعلق رکھتا تھا۔الغرض مش شیطان سے خالی نہیں۔یہ کلمات تمام مرزا قادیانی کی عبارت رسالہ دافع البلاء کا خلاصہ ہےاور ساتھ ان بہتانوں کے یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:''وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین (آل عمران:۴۵)''ارباب بصیرت غور فرماویں افراط اور تفریط عبارت مرزا قادیانی سے خلل دماغ اور بے علمی آپ کو ثابت ہوگی۔ایک طرف تو بہتانات مرزا قادیانی ہیں اوردوسری طرف شہادت باری تعالیٰ کی ہے۔جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔وہ:''وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن مقربین''فرماتا ہے۔اگر مرزا قادیانی کو وجیھا اور مقرب کے معنے آتے ہیں تو بہتان مذکورہ بالا نہ لگاتے۔اے مرزا قادیانی مقرب کے معنے رسول کے ہیں۔جیسا کہ شروع سورۂ واقعہ میں:''اصحاب المیمنۃ واصحاب المشئمۃ (الواقعہ:۸،۹)''اورمقربوں کی تقسیم سے صاف پیغمبری کے معنے ثابت ہوتے ہیں۔ایضاً:''ورسولا الی بنی اسرائیل''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔مضمون بندے کی غلطی سے دوسرے نمبر میں دکھاتے ہیں۔

بے علمی دوم مسیح موعود از مضمون بندی قرآن شریف

ناظرین!کوہم مرزا قادیانی کے متضاد تحریری بے علمی اول اور خلاصہ ترکیب میں دکھا

چکے ہیں۔ جس آیت کے حوالہ سے مرزا قادیانی کے تلفظ میں بے علمی ثابت کر چکے ہیں۔ اسی آیت سے پھر ہم مضمون بندی میں غلطی پکڑتے ہیں۔ وہ آیت یہ ہے: ’’وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین ‘‘ختم آیت ہذا پر آیۃ گول (ۂ) دائرہ کا نشان اور اس پر لا کا نشان ہے۔ یہ ’’لا‘‘ کا نشان دلالت کرتا ہے نہ ختم ہونے معنوں پر۔ اگر مرزا قادیانی کو علم ہوتا تو باقی صفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے تھے اور باقی صفات یہ ہے: ’’یکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصالحین (آل عمران:۴۶)‘‘ ایضاً ’’ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتورات والانجیل ورسولا الی بنی اسرائیل (آل عمران:۴۸،۴۹)‘‘ یہاں تمام صفات ختم ہوتے ہیں۔

بے علمی سوم مسیح موعود از قوائد قرأت

جس آیت میں ہم پہلے دو قسم کی بحث کر چکے ہیں۔ اسی آیت میں پھر مرزا قادیانی کی بے علمی قرأت میں دکھاتے ہیں۔ وہ آیت یہ ہے: ’’وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین ‘‘ختم آیت پر جو نشان گول ’’ۃ‘‘ دائرے کا ہے۔ جس نشان کو نشان آیت اور وقف بھی کہتے ہیں۔ یہ وقف اور اس کے مابعد کے وقف کافی دور تک چلے جاتے ہیں۔ کافی وہ وقت ہوتا ہے جہاں معنی ختم نہیں ہوتے۔ اگر مرزا قادیانی کو علم قرأت ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات جو کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی تھیں۔ تحریر کرتے۔ حضرت مرزا قادیانی کو مناسب ہے کہ پہلے دعویٰ مسیحیت کے علم قرآن سیکھیں۔ بعد اس کے استحقاق مسیحیت قرآن سے بیان کریں۔ ورنہ حیف ہے ایسے کذب دعوے پر کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ’’فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین (آل عمران:۶۱)‘‘

فائدہ: رفع شکوک عوام الناس کے بیان میں

عام لوگوں کا خیال ہے کہ مرزا قادیانی کے کئی عالم مرید ہیں۔ اگر فی الواقع مرزا قادیانی مسیح موعود نہ ہوتا تو مولوی مرید کیوں ہوتے۔

جواب...... مولویوں کے مرید ہونے سے دعوے مسیح موعود کوئی قرآنی ثبوت نہیں۔

ناظرین! دیکھ رہے ہیں کہ آج کل بعض مسلمان خود غرض عیسائی وآریہ ہوجاتے ہیں اور بعض ہندو عیسائی ہورہے ہیں۔ علے ہذا کئی ایک مولوی خود غرض اور کئی بے علم اپنی بے علمی کی وجہ سے مرید مرزا قادیانی ہورہے ہیں۔ لیکن جائے غور یہ ہے کہ دعویٰ مذکورہ بالا کی ہم قرآن شریف

سے تردید کر چکے ہیں اور ایسے عالموں کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:''یایھا الذین امنو ان کثیرا من الاحبار والربیان بکا لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ (التوابہ:۳۴)''پس خود غرض مولویوں اور بے علم لوگوں کا مرید ہونا دعویٰ مسیحیت کا کوئی ثبوت نہیں۔ دیکھو حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی جو کہ بڑے حواری مرزاقادیانی کے ہیں۔خاکسار نے ان کو سوال کیا کہ آپ مرزاقادیانی کو کس ثبوت سے مسیح موعود سمجھتے ہیں۔

جواب حکیم صاحب...... مرزاقادیانی کو اہلام ہوتے ہیں۔

خاکسار...... الہام مسیحیت کی کوئی دلیل نہیں؟ اکثر لوگوں کی خوابیں بعض سچی اور بعض جھوٹی ہوتی ہیں۔ کئی الہام مرزاقادیانی کا ہم سنتے ہیں۔کوئی اور دلیل جناب مسیحیت کی فرماویں۔حکیم صاحب مجھ کو قرآن شریف نہ آتا تھا۔خصوصاً سورۂ نجم۔اگر ہم اب سورت نجم کو ۱۰۰ عالم میں بیان کریں تو دنگ ہو جاویں۔

خاکسار...... حضرت یہ تو کوئی مسیحیت نہیں۔واقف قرآن ہندو ہو یا عیسائی سمجھا سکتا ہے جناب کوئی اور دلیل فرماویں۔حکیم صاحب کسوف اور خسوف رمضان شریف میں مہدویت مرزاقادیانی کا نشان ہے۔

خاکسار...... ممکن ہے کہ خدا کی زمین پر کوئی اور مہدی پیدا ہو گیا ہو۔جناب کوئی اور دلیل فرمادیں۔

حکیم صاحب...... میں مرزاقادیانی کا عاشق ہوں۔

خاکسار...... حضرت میں نے اپنا اور آپ کا وقت ضائع کیا۔عشق تو مرض ہے۔میں دلیل مسیحیت پوچھتا ہوں۔

پس خاکسار یہ عرض کر کے رخصت ہوا۔پس ناظرین کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ مولوی مرید مرزاقادیانی کے بھی دعوے مسیحیت اور مہدویت کا کوئی ثبوت نہیں رکھتے۔

اعلان

چونکہ ہم دعاوی مرزاغلام احمد قادیانی کی تکذیب قرآن شریف سے ثابت کر چکے ہیں لہٰذا مرزاقادیانی کو مناسب ہے کہ دلائل استحقاق دعاوی قرآن شریف سے بیان کریں ورنہ عقیدہ یہودیہ، خیالیہ، وہمیہ، افترائیہ اختراعیہ، خودغرضیہ، بہتانیہ سے توبہ کریں:''وماھو فی القرآن حق ۰ وماعلینا الاالبلاغ'' فقط!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حقیقت مرزا

حضرت مولانا محمد یعسوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادران اسلام! صدمہ اورافسوس کی جگہ ہے کہ دشمنان اسلام آج اسلام کی بیخ کنی کے لئے کس طرح اورکیسی کیسی ان تھک اوربلیغ کوششیں کررہے ہیں۔اس کے خلاف ہمارے بھائی مسلمان ہیں کہ خواب غفلت کی گہری نیندسورہے ہیں۔نہ ان کواس کا خیال ہے کہ کتنے یتیم بچے ہمارے عیسائیوں کے شکار ہوئے اورکتنے جاہل مسلمان آریہ کے دام تزویر میں پھنسے۔کتنے بے خبرمسلمان قادیانیوں کے پرفریب جال میں آکر محمد ﷺ کی غلامی کو چھوڑ کر مرزا قادیانی کے غلام بنے۔

مسلمانو! خواب غفلت سے بیدا ہواور کمر باندھواور اسلام کی خدمت کرو متعدد انجمن دارالتبلیغ قائم کرو۔اور مبلغین ایسے علماء ربانی رکھے جائیں جو مذاہب باطلہ کا تقریراً وتحریراً کریں اورمختلف زبانوں میں اسی کی اشاعت کریں اوراسلام کی سچی تعلیم پیش کریں۔

ان دشمنانان اسلام کی سعی کوملاحظہ فرمایئے۔عیسائیوں کودیکھے کہ لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے صرف کر کے طمع اورلالچ دے کر جاہل اور مفلس مسلمان اوران بچوں کے اورعورتوں کو عیسائی بنا رہے ہیں۔ حالانکہ جن کے مذہب کا اصل اصول تثلیث (یعنی تین خدا)اورکفارہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود معصوم اور نبی ہونے کے اپنی گناہ گارامت کے عوض صلیب دیئے جائیں۔جس سے ان کی امت ہمیشہ کے لئے جہنم سے آزاد ہوکر جوچاہے کرے۔نہ قیامت کا بازپرس۔نہ جہنم کا ڈر)ہوایسے عقیدے کے لوگ اسلام اور مسلمانوں اورخالص توحید پرستوں پر حملہ کریں۔یہ ہمارے اسلام کی سچی تعلیم سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح ہمارے پڑوسی آریہ ہیں جن کی بے انتہاء شرانگیزی نظر کیجئے۔کہیں اپنا کالج بنا کرفن مناظرہ کی تعلیم دیتے ہیں اوراس کے ساتھ قرآن مجید پراعتراض کرنا سکھاتے ہیں۔ اورروپے صرف کر کے تبلیغ کے ذریعہ سے جاہل مسلمانوں کوشدھی کرتے ہیں۔خدا کی شان نظر آتی ہے کہ جن کے مذہب کا بانی دیانند سرستی اپنی معتمد کتاب ستیارتھ پرکاش میں یہ لکھا ’’۴سوال ایشوراپنے بھگتون کے پاپ معاف کرتاہے یانہیں؟جواب نہیں۔کیونکہ اگروہ پاپ معاف کرے تواس کاانصاف جاتارہےاورتمام انسان سخت پاپی ہوجائیں۔‘‘

(ستیارتھ پرکاش باب ساتواں ص۲۴۹مطبوعہ متجانب شریمتی آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب)

اس مذہب کے پیرودوسروں کوشدھی کریں۔نہایت افسوس جن کا ایشوراپنے بھگتون

یعنی بزرگوں کے پاپ کو معاف نہیں کرسکتا اور معاف کرنے سے بے انصاف ہو جاتا ہے۔ یعنی پاپی ہو جاتا ہے۔ وہ دوسروں کو سدھی کر کے اس کے پہلے پاپ یعنی گناہ کو ایشور سے معاف کرا کر ایشور ہی کو پاپی ٹھہراتا ہے۔

پھر تھوڑی دیر کے لئے مرزائیوں پر نظر ڈالئے اور ان کے جوش اور سرگرم کوششوں کو دیکھئے۔ اپنا کالج قائم کر کے انگریزی تعلیم کے ساتھ اپنے جدید مذہب کی تعلیم دیتے ہیں۔ قرآن مجید کا اپنے خیال خام کے مواقف انگریزی ترجمہ کر کے اس کی اشاعت کرتے ہیں اور صرف کثیر کر کے یورپ وغیرہ میں اپنے جال پھیلاتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دے کر تبلیغ اسلام کے بہانے سے روپے وصول کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے جدید نبی مرزا قادیانی کے ایسے عقیدے اور اقوال ہیں۔ جو ہرگز کسی مسلمان کے نہیں ہوسکتے۔ اس جگہ میں مختصراً مرزا قادیانی کے اقوال ان کی کتابوں کے حوالہ سے لکھتا ہوں۔

۱...... مرزا قادیانی خدا بھی ہیں اور اس کے بیٹے بھی اور انہوں نے نیا آسمان اور نئی زمین بنائی۔

’’خدا قادیان میں نازل ہوگا۔‘‘ (تذکرہ ص۴۳۷ طبع سوم)

اسمع ولدی (اے میرے بیٹے سن) (البشریٰ حصہ اول ص۴۹)

’’میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہ اللہ ہوں۔ میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔ اسی حال میں (جبکہ میں بعینہ خدا تھا) میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم کوئی نیا نظام دنیا کا بناویں۔ یعنی نیا آسمان اور نئی زمین بناویں۔ پس میں نے پہلے آسمان اور زمین اجمالی شکل میں بنائی۔ جن میں کوئی تفریق اور ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے اس میں جدائی کر دی اور جو ترتیب درست تھی۔ اس کے موافق ان کو مرتب کر دیا اور اس وقت اپنے آپ کو ایسا پاتا تھا۔ گویا میں ایسا کرنے پر قادر ہوں۔ پھر میں نے درلا (یعنی ادھر والا) آسمان بنایا اور میں نے کہا: ’’انا زینا السماء الدنیا بمصابیح‘‘ پھر میں نے کہا ہم انسان کو مٹی سے بنادیں گے۔‘‘

(’’آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴،۵۶۵، خزائن ج۵ ص۵۶۵)

۲...... ’’مرزا قادیانی نے اہل دنیا کی نیکی وبدی لکھی اور خدا سے اس پر سرخ روشنائی سے دستخط بھی کرا ہی لیا۔‘‘

’’ایک میرے مخلص عبداللہ نام پٹواری غوث گڈھ ریاست پٹیالہ کے دیکھتے ہوئے اور ان کی نظر کے سامنے یہ نشان الٰہی ظاہر ہوا کہ اول مجھ کو کشفی طور پر دکھلایا گیا کہ میں نے بہت سے احکام قضاء وقدر کے اہل دنیا کی نیکی وبدی کے متعلق اور نیز اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے

لئے لکھے ہیں۔اور پھر تمثیل کے طور پر میں نے خدائے تعالیٰ کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری کے آگے رکھ دیا کہ اس پر دستخط کر دیں۔ مطلب یہ تھا کہ سب باتیں جن کے ہونے کے لئے میں نے ارادہ کیا ہے۔ ہو جائیں۔ سو خدائے تعالیٰ نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیئے اور قلم کے نوک پر جو سرخی زیادہ تھی اس کو جھاڑا۔اور معاً چھاڑنے کے ساتھ ہی اس سرخی کے قطرے میرے کپڑوں اور عبداللہ کے کپڑوں پر پڑے اور چونکہ کشفی حالت میں انسان بیداری سے حصہ رکھتا ہے اس لئے مجھے جبکہ ان قطروں سے جو خدائے تعالیٰ کے ہاتھ سے گرے۔اطلاع ہوئی۔ساتھ ہی میں نے بچشم خود ان قطروں کو بھی دیکھا اور میں رقت دل کے ساتھ اس قصے کو میاں عبداللہ کے پاس بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں اس نے بھی وہ تر بتر قطرے کپڑوں پر پڑے ہوئے دیکھ لئے اور کوئی ایسی چیز ہمارے پاس موجود نہ تھی جس سے اس سرخی کے گرنے کا کوئی احتمال ہوتا اور یہ وہی سرخی تھی جو خدائے تعالیٰ نے اپنے قلم سے جھاڑی تھی۔اب تک بعض کپڑے میاں عبداللہ کے پاس موجود ہیں جن پر وہ بہت سی سرخی پڑی تھی اور میاں عبداللہ زندہ موجود ہیں۔ وہ اس کیفیت کو حلفاً بیان کر سکتے ہیں کہ کیونکر خارق عادت اور اعجازی طور پر امر تھا۔'' (تریاق القلوب ص۳۴، خزائن ج۱۵ ص۱۹۷)

ناظرین! یہ ہے مرزائیوں کے جدید نبی کا معجزہ اور ان کے خدا کے مضحکہ خیز کرشمہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی بارگاہ بھی کسی کلکٹر وغیرہ کا اجلاس تھا جس میں پیشکار بن کر مرزا قادیانی درخواست ساتھ لیکر منظوری کے دستخط کرانے کو تشریف لے گئے اور حاکم بھی معاذ اللہ! ایسے تمیز دار کہ قلم جھاڑ کر سرخی سے اس کے کپڑے تر بتر کر دیئے پھر پیش کار پر جلدی سے دستخط کرانے کا رنج ہو امگر عبداللہ بے چارے کا کیا قصور تھا۔''تعالیٰ اللّٰه عن ذالك علوا كبيرا'' خدا تعالیٰ ایسے خرافات سے بہت برتر ہے۔

اس پر بھی مولوی ثناء اللہ نے جب عبداللہ سے حلفاً پوچھا تو اس نے حلف سے انکار کر دیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔''۲۷ر نومبر ۱۹۱۶ء کو اس میاں عبداللہ گواہ نے ہمارے سامنے اس کشف پر قسم کھانے سے انکار کر دیا۔'' (حاشیہ عقائد مرزا ص۵)

۳...... مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت ورسالت

''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ اور مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت وکیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیشین گوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔ ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نسان اس کے صدق کے گواہی دے چکے ہیں۔اس

لئے ہم نبی ہیں۔‘‘ (اخبار بدر قادیان مورخہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء ص۲ کالم)

۴…… جو مرزا قادیانی کو نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو نہیں مانتا

اس لئے وہ مومن نہیں ہے: ’’جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔ یعنی رسول کریم ﷺ نے خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں میری امت میں بھی مسیح موعود آئے گا اور خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے۔ اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کی نشانیوں کو رد کرتا ہے۔ تو وہ مومن کیونکر ہوسکتا ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۶۴،۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۸)

مرزائیو ٹھنڈے دل سے سوچو اور بتاؤ کہ وہ کون سی آیت کلام مجید کی مسیح موعود کے بارہ میں ہے کہ جس کی تکذیب سے مسلمان کافر ہو جائے اور جو مرزا قادیانی نے کسی آیت کو کھینچ تان کر اپنے اوپر منطبق کیا ہو تو ان کے من گھڑت معنی کے انکار سے کوئی کیونکر کافر ہوسکتا ہے۔ اور دکھاؤ کہ کون سی صحیح حدیث آنحضرت ﷺ کی ہے جس میں یہ پیش گوئی ہے کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام موعود اپنی امت میں آئے گا اور پھر وہ حدیث بھی متواتر ہونی چاہئے۔ جس کا منکر کافر ہو۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم اسے ہرگز نہیں دکھا سکتے اور اسے بھی دیکھو کہ تمہاری تاویل ظلی وبروزی وامتی نبی کیسی بے معنی ہے۔ جبکہ مرزا قادیانی مستقل نبوۃ اور رسالت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ مسلمانوں متوجہ ہوکر سنو۔ معجزات انبیاء علیہم السلام کے دعویٰ کے گواہ ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے معجزات جو لوگوں نے جمع کئے ہیں۔ وہ بمشکل تین ہزار ہوتے ہیں اور جدید نبی اپنی زبان سے اپنے نشان یعنی معجزات کا تین لاکھ سے زیادہ ہونا بیان کرتے ہیں۔ زیادتی کو چھوڑ کر صرف تین لاکھ کو لو تو مرزا قادیانی آنحضرت ﷺ سے سو گنا بڑھ گئے۔ مرزائیو کیا اب بھی امتی نبی کہو گے؟ ہرگز نہیں۔

مرزا قادیانی اور قرآن

مرزا قادیانی اور قرآن کے معنی صحابہ اور تمام امت محمدیہ کے خلاف بیان کئے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ پیش گوئی کی تھی: ’’مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد‘‘ ﴿میں بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی کہ جو میرے بعد آنے والا ہے نام اس کا احمد ہوگا۔﴾

صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے آج چودہ سو برس تک تمام مسلمان یہ سمجھتے آئے اور لکھتے

آئے ہیں کہ یہ پیش گوئی آنحضرتﷺ پر پوری ہوئی اور آپ کا نام احمد ہے لیکن مرزا قادیانی غلام احمد ہوکر یہ لکھتے ہیں کہ: ’’وہ احمد میں ہوں۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے حق میں بشارت دی تھی۔‘‘ (ازالۃ الاوہام ص۶۷۳، خزائن ج۳ ص۴۶۳)

ناظرین! انصاف سے دیکھیں کہ کس قدر گستاخی مرزا قادیانی نے کی کہ غلامی کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنے آقا کی جگہ پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہا: ’’ان ھذا لشئی عجیب۔‘‘

اس جگہ میں نے صرف پانچ عقیدے مرزا قادیانی کے ان کی کتابوں سے دکھائے اور ایسے سینکڑوں عقیدے ان کے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ اس کے علاوہ انبیاء کی تنقیص اور توہین ان کا شیوہ ہے۔ دافع البلا میں عیسائیوں سے مخاطب ہوکر مرزا قادیانی یوں کہتے ہیں۔

: ’’اے عیسائی مشنریو! ربنا المسیح مت کہو۔ دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

اور مرزا قادیانی نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ سید المرسلین خاتم النبیین کی شان میں گستاخی کی اور ان کے عظیم الشان معجزہ قرآن مجید کی تحدی (بے مثل اور بے نظیر ہونے) کو توڑنا چاہا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام اعجاز احمدی رکھا ہے اور اس میں ایک قصیدہ پیش کیا ہے۔ جس کا نام قصیدہ اعجازیہ ہے۔ اس میں شعر معہ مرزا قادیانی کے ترجمہ یہ ہے:

خسف القمر المنیر وان لی
غسا القمران المشرقان اتنکر

اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا۔ (اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳)

ناظرین! انصاف سے دیکھے کہ مرزا قادیانی نے آنحضرتﷺ کے لئے چاند گرہن کا معجزہ لکھا اور اپنے لئے چاند گرہن اور سورج گرہن کا معجزہ تجویز کرتے ہوئے اپنے مخاطب یعنی مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ اب بھی تو انکار کرے گا۔ اب میں یہاں یہ دکھانا نہیں چاہتا کہ حقیقت میں خسوف آنحضرتﷺ کا معجزہ تھا یا نہیں۔ صرف یہ دکھاتا ہوں کہ مرزا قادیانی حضورﷺ کی

شان میں کیسی بے ادبی اور گستاخی کرتے ہیں۔ ترجمہ میں آپؐ کے لئے ’’ان کے لئے‘‘ نہیں لکھتے بلکہ ’’اس کے لئے‘‘ لکھتے ہیں اور آپؐ کی شان پر اپنی شان کو بڑھا کر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ جس کا ایک نشان ظاہر ہوا اس پر تو ایمان لاتے ہو اور اس کے دو نشان یکے بادیگرے ظاہر ہوئے ہوں اس سے انکار کرتے ہو۔

اب اس کو بھی دیکھئے کہ مرزا قادیانی قرآن مجید کی تحدی کو کس طرح نعوذ باللہ باطل کرتے ہیں۔ ذیل میں معہ ان کے ترجمہ کے لکھتا ہو۔

وکان کلام معجزا یة لہ
کذلك لی قول علی الکل یبھر

اور اس کے معجزات میں سے معجزانہ کلام بھی تھا۔ اسی طرح مجھے وہ کلام دیا گیا جو سب پر غالب ہے۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳)

ناظرین! مرزا قادیانی کی گستاخی کو دیکھئے۔ پھر حضورؐ کی شان میں ’’اس کے‘‘ لکھا اور کہتے ہیں کہ جس طرح حضورﷺ کے معجزانہ کلام قرآن مجید تھا۔ اسی طرح میرے لئے یہ قصیدہ اعجازیہ ہے۔

قرآن کیا بلکہ تمام انبیاء کے معجزانہ کلام ہوں تو مرزا قادیانی کا معجزانہ کلام سب پر غالب ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك الھفوات۔ ہمارے محترم جناب مولانا غنیمت حسین صاحب مخدوم چکی مونگیری (جو علاوہ فضل علمی کے بڑے ادیب ہیں۔ جن کی ادبی قابلیت تمام صوبہ بہار میں مسلم ہے۔ عربی کے مستند شاعر ہیں) آپ کا کلام بلاغت نظام فصحائے عرب کی یاد دلاتا ہے۔ چنانچہ مولانا ممدوح نے مرزا قادیانی کے اس مصنوعی اعجاز کو دو طرح پر باطل کیا ہے اور دونوں کو دو حصوں میں لکھا ہے۔ پہلے حصہ کا نام ابطال اعجاز مرزا حصہ اول ہے۔ اس میں تھوڑی تمہید ہے جس میں قرآن مجید کا سچا اور دائمی معجزہ دکھاتے ہوئے مرزا قادیانی کا عجز ظاہر کر کے پھر اس کے قصیدہ اعجازیہ کی تنقید کی ہے اور اچھی طرح پر ان کے اعجاز کی قلعی کھول دی اور اس کی صرفی نحوی، ادبی، عروضی اور قوافی کی غلطیاں دکھائی ہیں اور سرقات مزید برآں ہیں۔

چنانچہ مرزا قادیانی کے قصیدے کے پانچ سو بتیس (۵۳۲) اشعار ہیں اور غلطیوں کی تعداد بھی پانچ سو بتیس (۵۳۲) ہی ہے۔ تقریباً کوئی شعر ان کا غلطی سے خالی نہیں ہے۔ قصیدہ کیا ہے چونٹی بھرا کباب ہے اور یہ حصہ اوّل ابطال اعجاز مرزا اس کا ۱۳۳۳ھ میں شائع ہوا ہے۔ اسے رجسٹری کر کے خلیفہ قادیان مرزا محمود کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اب ۱۳۴۲ھ ہے کسی نے مرزا قادیانی کے اشعار سے ایک غلطی کو بھی نہ اٹھایا۔ دوسرے حصہ ابطال اعجاز کی تمہید میں

مرزا قادیانی کے تینتیس (۳۳) جھوٹ گنائے ہیں اور یہ دکھایا گیا ہے کہ کن وجوہ سے مولانا کا قصیدہ مرزا قادیانی کے مصنوعی معجزہ پر فائق ہے۔ اس کے بعد چھ سوسترہ (۶۱۷) اشعار کا قصیدہ عربیہ مع ترجمہ کے پیش کیا گیا ہے۔ جو ۱۳۳۷ھ میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ اسے بھی مرزا محمود خلیفہ قادیان کے پاس بھیجا گیا۔ اب تقریباً چھ سال ہوئے۔ اس پر بھی کسی نے کچھ نہ لکھا۔ چونکہ یہ دونوں حصے ضخیم ہوگئے اور لوگ پورا دیکھنے سے گھبراتے ہیں اور ان لوگوں کی ہمتیں بھی قاصر ہیں۔ اس لئے میں یہاں پہلے چند موٹی موٹی غلطیاں مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کی دکھاتا ہوں۔ پھر چند اشعار مرزا قادیانی کے اور اپنے معہ ترجمہ مقابلہ سے لکھتا ہوں۔ حضرات علماء کرام اور ناظرین عظام انصاف سے اسے دیکھیں اور مرزا قادیانی کے اعجاز کی داد دیں مرزائی بھائیوں سے گزارش ہے کہ میری دردمندی اور بہی خواہی پر نظر فرما کر ٹھنڈے دل سے اسے دیکھیں اور غور کریں:

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ میں نحوی ادبی غلطی

۱...... مرزا قادیانی پیر مہر علی شاہ صاحب ساکن گولڑہ علاقہ پنجاب پر اپنے قصیدہ میں اظہار رنج وعتاب کرتے ہوئے گولڑہ کی زمین پر لعنت کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی کا شعر معہ ان کے ترجمہ کے یہ ہے: ’’ فقلت لك الویلات یاارض جولر پس میں نے کہا اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت ہو۔‘‘

’’لعنت بملعون فانت تدمر (اعجاز احمدی ص۷۵، خزائن ج۱۹ص۱۸۸) تو ملعون کے سبب سے ملعون ہوگئی۔ پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی۔‘‘

عربی زبان میں ارض کا لفظ مونث ہے دیکھو۔ سورۂ ق (والارض مددناھاوالقینا فیھا رواسی وانبتنا فیھا من کل زوج بھیج) اور مرزا قادیانی ارض کے لئے صیغہ تدمر مذکر لائے ہیں۔ تو اس کی مثال یہ ہوئی اور اس کی باری آئی اور مان گیا۔

ناظرین! یہ ہے نئے نبی کا انوکھا معجزہ

۲......۳۸ ’’ھناك دعوار باکریما مؤیدا وقالو احللنا ارض رجز فنصبر‘‘

(اعجاز احمدی ص۴۲، خزائن ج۱۹ص۱۵۴)

ارض رجز اضافت موصوف کی صفت کی طرف ہے اور یہ فصیح کلام میں نہیں آتا اور ممنوع ہے۔ البتہ کوفیوں نے اسے جائز کہا ہے۔ جیسے صلوٰۃ الاولیٰ مگر اس جگہ یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ صفت موصوف میں مطابقت چاہئے۔ ارض مونث ہے اور خبر مذکر اس لئے کوفیوں کے

موافق بھی ارض رجز غلط ہے۔گویا’’یوں ہوا ناشپاتی کی درخت۔‘‘

۳…… ۲۸ ’’فصاروا ابمدللرماح دریه ۰ ویعلمها احمد علے المدبر‘‘

(اعجاز احمدی ص ۴۱، خزائن ج۱۹ ص ۱۵۳)

یعلمہا میں ضمیر مونث مفعول ہے۔اس کا مرجع کیا ہے اور جو پہلے مضمون کی طرف پھرتی ہو تو مذکر چاہئے۔قائدہ یہی ہے اس لئے یہ غلط ہے۔

۴…… ۵۰ وقیل لاملاء الکتاب کمثله (اعجاز احمدی ص ۴۳، خزائن ج۱۹ ص ۱۵۵)

قول کا صلہ لام کے ساتھ آتا ہے۔لیکن لام مقولہ پر نہیں لاتے بلکہ جس کو کہتے ہیں۔اس پر لاتے ہیں۔دیکھو قرآن مجید:’’ واذقلنا للملئكة اسجد وا وقلنا لهم كونوا قردة خاسیئن ‘‘اس لئے غلط ہوا مرزا قادیانی یوں ہی کہہ دیتے:’’ وقیل له امل الکتاب کمثله ‘‘ایسی غلطیاں مرزا قادیانی کے قصدے میں سینکڑوں ہیں۔نمونہ کے طور پر میں نے صرف چار دکھائے۔جسے دیکھنا ہو وہ ابطال اعجاز حصہ اول دیکھے۔

مرزا قادیانی کے قصیدے میں قافیے کی غلطیاں

عیب اجارہ

۱۶۹…… ولاتحسب الدنیا کناطف ناطفی اتدری بلیل مسیرة کیف تصبح

(اعجاز احمدی ص ۵۴، خزائن ج۱۹ ص ۱۶۶)

مرزا قادیانی کے قصیدے کا قافیہ تحمر مدثر وغیرہ ہے۔اور آخر حرف’’را‘‘ ہے۔اس شعر میں’’را‘‘ کو حرف بعید المخرج سے بدل کر حا کر دیا۔اس غلطی اور عیب کو علم القوافی میں عیب اجارہ کہتے ہیں۔اس سے تجنب اور پرہیز کرنا شعراء کے لئے ضروری اور فرض ہے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے حالی کی مشہور مناجات ہے۔جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

اس کا قافیہ دعا، پڑا، سدا، گلا، ہے۔اب اگر شاعر کسی شعر میں آتے ہیں، جاتے ہیں، کہہ دے تو کس قدر برا معلوم ہوگا۔

عیب اصراف

یعنی شعر کے آخر حرف کو جو پیش ہے وہ زبر سے بدل دیا۔جیسے تحمر مذکر ہے۔اسے مجرا

تحمر اندکرا کہہ دیا۔ شعراء اس عیب کو بھی ضروری اور فرض کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے قصیدہ میں یہ عیوب بھی متعدد اور بہت ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۱۱۰...... وانکان شان الامرارفع عندکم۔ فاین بھذاالوقت من شان جولر

(اعجاز احمدیص۴۹، خزائن ج۱۹ص۱۶۱)

حالانکہ یہاں جوسرا چاہئے۔

۱۵۰...... ترکت طریق کرام قوم وخلقھم ۔جرت بمدعامد التحقر

(اعجاز احمدی ص۵۳، خزائن ج۱۹ص۱۶۴)

قاعدے سے تحقرا چاہئے۔ اس شعر کے پہلے مصرعہ کا وزن فاسد یعنی بے وزن ہے اور دوسرے مصرعہ میں عیب اصراف ہے۔ کہاں تک گناؤں قصیدے کے اشعار کا۔ چند نمبر شماری لکھ دیتا ہوں۔ نمبر۱۸۳، نمبر۴۹۲، نمبر۴۹۷، نمبر۵۱۳ وغیرہ وغیرہ۔

عیب سناد التاسیس

۱۵...... وکان جدال یطرد القوم الضحٰی الی خطة اوصی الیھا المعشر

(اعجاز احمدیص۴۰، خزائن ج۱۹ص۱۵۱)

اگر دوسرے مصرعہ میں معاشر پڑھیں تو وزن صحیح ۔مگر عیب سناد التاسیس ہے اور معشر پڑھیں تو وزن فاسد ہے۔ ملاحظہ ہو۔ نمبر۷۵، نمبر۱۷۶ وغیرہ وغیرہ۔

قصیدے میں اشعار بے وزن ہونا یعنی وزن فاسد

نمبر۸، نمبر۱۳، نمبر۲۷، نمبر۲۸، نمبر۳۶، نمبر۴۷، نمبر۱۰۸ وغیرہ وغیرہ کہاں تک لکھوں۔ اکثر اشعار بے وزن ہیں۔ مثلاً نمبر۸: ’’وارضی اللیام اذا دنامن ارضھم (اعجاز احمدی ص۴۰، خزائن ج۱۹ص۱۵۱) تقطیع وارض فولن لیام اذامقاعلتن دنامن فعولن ارضھم فاعلن‘‘ ایک مصرعہ میں دوجگہ فسادوزن ہے۔

سرقات: مرزا قادیانی نے اپنے قصیدہ میں چند مشہور اور مقتدین شعراء کے اشعار کو کہیں پورا شعر کہیں پورا مصرعہ چرا کر اپنا کرلیا۔

۳۱...... وان لسان المرء مالم یکن لہ ۔اصاة علے عور اتہ ھومشعر

(اعجاز احمدی ص۴۲، خزائن ج۱۹ص۱۵۳)

یہ حماسہ (ادب کی مشہور کتاب ہے) میں طرفہ ابن العبد (صاحب معلقہ ثانیہ) کا ہے اور یوں ہے۔وان لسان المرء مالم یکن لہ۔ حصاة علی عوراتہ لدلیل !

مرزا قادیانی نے صرف وھو مشعر کہہ کر اپنا بنالیا۔ اور یہ بھی عربی میں شعر کا صلہ علیٰ نہیں آتا۔ بلکہ با کے ساتھ آتا ہے۔ شعراء یہ کہتے ہیں۔ سچ ہے عیب راہنر باید!

۲۰...... وکان طوی کشحا علی مستکنة۔ (اعجاز احمدی ص۴۱، خزائن ج۱۹ ص۱۵۲)

افسوس مرزا قادیانی نے کہاں کہاں اپنا دست دراز کیا۔ ''لسان العرب'' (یہ لغت کی مشہور کتاب ہے) میں مستکنہ کی لغت میں عبدہ بن الطبیب کا شعر اس طرح نقل کیا ہے۔

وکان طوی کشحا علی مستکنة۔ فلا ھوابداھاولم یتحمجم۔

مرزا قادیانی نے مصرعہ اولیٰ پورا چرالیا۔ شاباش! مرزا چنین کند۔

۱۵۴...... بلیل کموج البحر ارخی سدوله تجلی وادری کل من کان یبصر

(اعجاز احمدی ص۵۶، خزائن ج۱۹ ص۱۶۷)

امراء القیس صاحب معلقہ والے کا شعر اس طرح ہے:

ولیل کموج البحر ارخی سدوله۔ علی بانواع الھموم لیبتلی !

مرزا قادیانی نے ''وٴ'' کی جگہ ''با'' لکھ کر ایک حرف بدل کر رأس المال کی صورت مسخ کردی۔ اس پر بھی با لگانے سے کلام مہمل ہوگیا۔ بلیل اگر مصرعہ سابقہ (فجاء تکمیل الوری لبغرز) کے جاء کے متعلق ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ قرآن مجید نعوذ باللہ تاریکی کو لایا۔ یہ ہے مرزا قادیانی کا معجزہ اور اسی عجز پر دعویٰ ہے کہ قرآن کے اعجاز پر ان کا معجزہ غالب ہے۔ شرم، شرم، شرم۔ ناظرین کل قیامت میں مرزا قادیانی کا دامن ہوگا اور ان شعراء کا ہاتھ اور بھی سرقے ہیں۔ اس مختصر تحریر میں کہاں تک لکھوں۔

مرزا قادیانی کا جھوٹ

۱...... ۳۸۳ ولوکنت کذاباکماھوزعمھم لقد کنت من دھراموت واقبر

(اعجاز احمدی ص۶۵، خزائن ج۱۹ ص۱۷۷)

ترجمہ مرزا قادیانی: ''اور اگر میں جھوٹا ہوتا۔ جیسا کہ ان کا گمان ہے۔ تو میں ایک مدت سے مرا ہوتا اور قبر میں داخل ہوتا۔''

ناظرین! انصاف سے بتایئے کہ آج دنیا میں جھوٹوں کو عیش وآرام ہے۔ یا فوراً ہی تباہ وہلاک ہوجاتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے تو نبوت کا دعویٰ کیا۔ ملاحدہ یورپ خدا کا انکار کرتے ہیں اور پھر بھی دنیا میں چین کرتے ہیں اور قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو حکم ہوتا ہے: ''امھلھم ان کیدی میتن'' کافروں کو مہلت دیجئے۔ میں جلد باز نہیں۔ میرا داؤ گہرا ہے۔

ناظرین! غور فرمائیں کہ جب کافروں کو مہلت ملی تو جھوٹے اگر جھوٹ بول کر کچھ دن زندہ رہیں تو کیا تعجب ہے۔

۱......۶۹۲ فان اک کذابا فکذبی یلبیدی نی وان اک من ربی فمالك تهجر

(اعجاز احمدی ص۶۶، خزائن ج۱۹ ص۱۷۸)

ترجمہ مرزا قادیانی: ''اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میرا جھوٹ مجھے ہلاک کرے گا اور اگر میں خدا کی طرف سے ہوں پس کیوں تو بے ہودہ گوئی کرتا ہے۔''

کس کو جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔ یہ مرزا قادیانی نے لوگوں کی چشم بصیرت پر خاک ڈالنا چاہا ہے۔ اگر جھوٹے ہلاک ہوا کرتے تو آج دنیا میں جھوٹ کا وجود نہ ہوتا۔ یہ مرزا قادیانی تو طبعی عمر کو بھی نہیں پہنچے تھے۔ جو مرے بہت جھوٹے دنیا میں موجود ہیں اور ہوئے جو اپنی پوری عمر گزار کر یہاں سے رخصت ہوئے۔ ناظرین یہ ہے جدید نبی کا سیاہ جھوٹ۔

۳......۲۹۸ تهام قتالی واجتنب ماصنعته وانااذااجلنا فانك مدبر

(اعجاز احمدی ص۶۶، خزائن ج۱۹ ص۱۷۸)

ترجمہ مرزا قادیانی: ''میری جنگ سے تو پرہیز کر اور اپنے بد کاموں سے الگ ہوجا اور جب ہم میدان میں آئے تو بھاگ جائے گا۔''

ناظرین! مرزا قادیانی مناظرہ میں ہمیشہ بھاگتے رہے۔ لاہور میں جب پیر مہر علی شاہ (جن کا ذکر اوپر ہوا ہے) نے مرزا قادیانی کو دعوت مناظرہ دیا اور فریقین نے تاریخ وغیرہ مقرر کی۔ جب تاریخ مقررہ پر شاہ صاحب لاہور پہنچے تو مرزا قادیانی ندارد، تار دیا گیا۔ مرزا قادیانی کے مریدین نے منت سماجت کی لیکن مرزا قادیانی ایسی چپکی لگائی کہ ''باید و شاید۔'' ملاحظہ ہو اخبار النجم مورخہ ۳۱ رمضان ۱۳۱۳ھ اور ایسا ایک ہی مرتبہ نہیں ہوا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب بھی حسب وعدہ مرزا قادیانی قادیان تشریف لے گئے۔ مرزا قادیانی کو بلایا گیا مگر یہ کب آنے والے تھے۔ حیلہ وحوالہ کر کے نکل گئے اور اپنی چار دیواری سے باہر تشریف نہ لائے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ (الہامات مرزا ص۱۲۳ تا ۱۲۹)

یہ ہیں مرزا قادیانی کے فرار اور بدبودار جھوٹ تعجب تو اس جرأت پر ہوتا ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی ہی میں مرزا قادیانی جھوٹ کی اشاعت کر کے چلتے ہوئے۔ سچ ہے ''دروغ گوید بروئے ایشان۔'' اور مرزا قادیانی نے بقول خود اپنی موت سے ثابت کر دیا کہ جھوٹے سچے کی زندگی میں اس طرح مرتے ہیں۔

۴۰۰......۴ وقد قیل منکم یاتین امامکم وذلك فی القرآن نبأ مکرر

(اعجاز احمدی ص۷۵، خزائن ج۱۹ ص۱۸۸)

ترجمہ مرزا قادیانی: ''اور تم سن چکے کہ تمہارا امام تم میں سے ہی آئے گا اور یہ خبر تو قرآن میں کئی مرتبہ آچکی ہے۔ مرزائی صاحبان بتائیں کہ یہ آیت قرآن میں کہاں ہے: ''یاتین امامکم منکم '' اور دعویٰ بھی مکرر ہے اور اگر نہیں ہے اور ضرور نہیں ہے تو میں آپ کو از روئے خیر خواہی کہتا ہوں کہ ایسے مفتری علی اللہ پر ایمان لانے سے توبہ کیجئے: ''اللهم اهد قومی فاتهم لا یعلمون ''

ناظرین! یہ ہیں چودھویں صدی کے مسیح موعود کے سیاہ اور بدبودار جھوٹ اور خدا پر افتراء نعوذ باللہ من ہذا الخرافات! صرف قصیدے میں مرزا قادیانی کے اور بہت جھوٹ ہیں۔ لیکن اس مختصر میں کہاں تک گنواؤں اور آپ کے قیمتی وقت کو برباد کروں۔: ''ابطال اعجاز مرزا حصہ دوم''

''ناظرین کرام! میں نے اس کی تمہید میں سولہ وجوہات لکھے ہیں۔ جن کی بناء پر ہمارا قصیدہ مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ پر فائق ہے۔ اس سے پہلے مرزا قادیانی کا وہ شعر لکھ چکا ہوں کہ جس میں مرزا قادیانی نے اپنے معجزانہ کلام یعنی قصیدہ کو تمام کلام معجز نظام پر غالب کہا ہے اور اسی پر بس نہیں کیا۔ (ضمیمہ نزول المسیح ص۳۶، خزائن ج۱۹ ص۱۴۶) میں لکھتے ہیں: ''سو میں نے دعا کی کہ اے خدائے قدیر مجھے نشان کے طور پر توفیق دے کہ ایسا قصیدہ بناؤں اور وہ دعا میری منظور ہو گئی اور روح القدس سے ایک خارق عادت کی مجھے تائید ملی اور وہ قصیدہ پانچ دن میں ہی میں نے ختم کر لیا۔''

ناظرین مرزا قادیانی کے اقوال سے یہاں چند باتیں معلوم ہوئیں۔

۱...... مرزا قادیانی کا قصیدہ تمام معجزانہ کلام پر غالب ہے۔

۲...... مرزا قادیانی نے خدا سے دعا کی اور دعا ان کی مقبول ہوئی اور روح القدس سے خارق عادت کی تائید بھی ملی۔

۳...... ان کے دعویٰ نبوت کی صداقت کے لئے یہ قصیدہ عظیم الشان ہے۔

ناظرین اب آپ کو تعجب ہوگا کہ: ''بدان شورا شوری این بے نمکی۔'' پھر اس قصیدے میں سینکڑوں غلطیاں اس کے سوا سرقات اور جھوٹ کیوں لکھے گئے۔ مگر مجھے کچھ تعجب نہیں کیونکہ یہ انوکھا اعجاز ہے۔ چودھویں صدی کے مسیح موعود اور مہدی مسعود (معجون مرکب کا) جیسی ان کے کرایہ کی نبوت ویسا عاریت کا خدا اور بھاڑے روح القدس تھے۔ ویسا ہی معجزہ بھی: ''ماقدر اللہ حق قدرہ۔''

مرزا قادیانی نے اپنے قصیدہ میں حسن مطلع کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ حالانکہ عرب کی

عادت قدیم اور جدید بھی تھیں اور ہے کہ وہ ابتداء سے قصیدہ کو مرغوب اور خوش کن اور میٹھے الفاظ اور مضامین دلربا سے مزین کرتے ہیں اور علم بیان میں اس کو حسن مطلع کہا جاتا ہے۔ جس میں تغزل ہوتا ہے اور عشق وفراق کی دل فریب باتیں ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے مخاطب کو اس کی طرف رغبت ہوتی ہے اور ہمہ تن گوش بن کر اس کے سننے کا بغایت مشتاق ہوتا ہے۔ عربی کے تمام مشہور قصیدے اسی طرز پر لکھے گئے ہیں۔ اہل عرب اس کو کمال عظیم شمار کرتے ہیں۔ عرب عربا سے لے کر مولدین کی قصاید ملاحظہ فرمائیں جس قدر اعلیٰ درجہ کے قصیدے ہیں۔ کوئی اس سے خالی نہیں۔ مرزا قادیانی نے اس کا خیال ہی نہ کیا اور صدر قصیدے میں واقعہ کو الفاظ شنیعہ سے لکھ مارا۔ جس سے فطرت سلیمہ نفرت کرتی ہے۔ مثلاً مرزا قادیانی نے اپنے قصیدہ کو ان الفاظ سے شروع کیا:

’’دفا مدمروار داك خليل واغراكموغر‘‘ (اعجاز احمدی ص۳۹، خزائن ج۱۹ ص۱۵۰)

جس کے معنے ہوئے زخمی کو مارا۔ ہلاک شدہ ہلاک کیا۔ برانگیختہ کیا۔ غصہ دلانے والا۔

ناظرین دیکھئے اور غور فرمائیے کہ جب قصیدے کے اول شعر میں چھ الفاظ شنیعہ موجود ہیں تو حسن مطلع کا کیا ذکر اور اسی پر مرزا قادیانی کی بدزبانی کو تمام قصیدہ میں قیاس کیجئے:

قیاس کن ز گلستان او بہار اورا۔ اور صدر قصیدہ میں اس قسم کے الفاظ معیوب شمار کئے جاتے ہیں۔ کما بين فے موضعه

بخلاف اس کے بحمداللہ ہمارا قصیدہ نہایت دلچسپ اور تغزل پر مبنی ہے۔ جن حضرات کو ادب کا مذاق اور اشعار عربیہ کا ذوق سلیم ہے۔ وہ اس کے دلفریب مضامین کی داد دیتے ہوئے ہمارے قصیدہ کو مرزا قادیانی کے مصنوعی معجزہ پر فوقیت دیں گے۔ ناظرین ترجمہ کی طرف بھی توجہ مبذول رہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے قصیدہ کا ترجمہ لفظی کیا ہے اور ہمارے قصیدہ کا مطلب سلیس اردو میں ہے۔ اب میں دونوں قصیدوں کو معہ ترجمہ کے پیش کرتا ہوں۔

مرزا قادیانی کے اشعار	مولوی صاحب کے اشعار
(۱)ایا ارض مدقد دفاك مدمر وارداك ضليل واغراك موغر زمین ایک ہلاک شدہ نے تیری خستگی کی حالت میں تجھے ہلاک کیا اور سخت گمراہ کرنے والے نے تجھے مارا اور ایک غصہ دلانے والے نے تجھے برانگیختہ کیا۔ (اعجاز احمدی ص۳۹، خزائن ج۱۹ ص۱۵۰)	الاهل رسول من سعاد يبشر بانجاز وعدكا دباليا س ينذر کیا محبوبہ کا کوئی ایسا قاصد ہے جو اس کی وعدہ کی مسرت بخش خبر دے۔ جس کی ناکامی کا خوف ڈراتا ہے

(۲)دعوت کذوبا مسدودا صیدی الذی کحوت غدیراخذالایعذر تونے ایک جھوٹے مفسد میرے شکار کو بلالیا جس کا پکڑنا ڈھاب کی مچھلی کی طرح بڑا کام نہیں۔(ایضاً)	الاھل لبانات المتیم تنقصی وھل تنجلی عنہ الخطوب وتدحر کیا بندہ عشق کی حاجتیں کبھی پوری ہوں گی اور کیا اس کی مصیبتیں کبھی دور ہوں گی۔
(۳)وجاءك وصجی ناصحین کا خوۃ یقولون لاتبغوا ھوی وتصبروا اور میرے دوست تیرے پاس آئے جو بھائیوں کی طرح نصیحت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہوا وہوس کی طرف میل مت کرو اور صبر کرو۔(ایضاً)	امالتاریخ الغرام نھایت ومالدیاحی الصبب صح فلسفر کیا محبت کی مصیبوتوں کی کوئی انتہا ہے اور کیا عاشق کی تیرہ جبی کے لئے صبح ہے۔
(۴)افظل اسراکم اساری تعصب یریدون یعوی کذئب ویختر فجافابذئب بعد جھداذ ابھم ولغنی ثناء اللہ منہ تظھر یعنی تم میں سے وہ لوگ جو تعصب کے قیدی ہے۔انہوں نے چاہا کہ ایسا شخص تلاش کریں جو بھیڑیے کی طرح چیخے اور فریب کرے پھر بہت کوشش کے بعد ایک بھیڑیے کو لائے اور مراد ہماری اس سے ثناء اللہ ہے اور ہم ظاہر کرتے ہیں۔(اعجاز احمدی ص۳۹، خزائن ج۱۹ص۱۵۰،۱۵۱)	فوادت مالھا نعم الیہ بالھا معنی وقلبی لم یزل یتفطر اعلل نفسی بالرسول وانثی لاعلم حقاانہ متعذر محبوبہ کے فراق سے سخت مصیبت میں ہوں اور ہمیشہ شکستہ خاطر رہتا ہوں۔معشوقہ کے قاصد کی آمد سے میں اپنے جی کو بہلاتا ہوں۔حالانکہ مجھے یقین ہے کہ یہ امر دشوار ہے یعنی کہ محبوبہ قاصد بھیجے۔

ناظرین میں نے مشتے نمونہ ازخروارے دونوں قصیدے کے پانچ پانچ شعر مقابلہ سے نقل کر کے آپ کو دکھائے ہیں۔اب آپ خود غور کریں اور انصاف سے دیکھیں کہ ہمارا قصیدہ کس قدر مرزا قادیانی کے مصنوعی اعجاز سے بلند اور بالاتر ہے۔اور چونکہ مرزا قادیانی کے قصیدے میں تشبیب (صدر قصیدے کو میٹھے الفاظ سے فراق ووصال کے مضامین سے مزید کرنا) نہیں ہے تو

محسن تخلص تشبیب سے مطلب کی طرف گریز کرنا کہاں سے آئے اور محاسن شعریہ میں سے ہے۔ اس کے خلاف ہمارے قصیدے میں حسن تخلص اس خوبی سے آیا ہے جسے ماہرین فن ادب سمجھ کر داد دیں گے۔ ناظرین کرام چلتے چلاتے چار شعر اور سن لیجئے۔

۱...... عجبت لها تدری بحالی وباللقا ۔ معشوقہ سے تعجب ہے کہ وہ میرے حال سے واقف ہے اور وصل۔

تواعد نی تتری وفی الحال تعذر ۔ کے وعدے بار بار کرتی ہے اور فوراً مکر جاتی ہے۔

۲...... وتزعم ان الوصل عیب یشیها اور کہتی ہے کہ اصل اسے بدنام کردے گا

وتوصل غیری خفیة ثم تنکر اور اغیار سے پوشیدہ ملتی ہے۔ پھر انکار کر جاتی ہے۔

۳...... واعجب من هذا نبوة شاعر اور اس سے بھی عجیب تر اس شاعر کی نبوت ہے

یری الشعر اعجاز او بالنظم یفخر جس کو شعر اور ظلم پر فخر ہے اور اس کو معجزہ سمجھتا ہے۔

۴...... الم یدران الله نزه رسله کیا اس احمق کو اس کی بھی خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو۔

عن الشعر فی التنزیل جاء یکرر شعر گوئی کی آلودگی سے پاک اور صاف رکھا ہے۔ علم تو قرآن میں کئی جگہ ہے۔

اب آخر میں التماس ہے کہ ہلکا عیب بھی قصیدہ کو اعلیٰ پایہ سے گرا دیتا ہے۔ چہ جائیکہ معجزہ اس کی تو بڑی شان ہے اور کسی عیب کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ الخ!

(نوٹ) مولانا سید غنیمت حسین مونگیریؒ کے مرزا قادیانی کے جواب میں قصیدہ کے دونوں حصے (ابطال اعجاز مرزا، حصہ اوّل، حصہ دوم) انشاء اللہ العزیز! عنقریب احتساب قادیانیت کی کسی آنے والی جلد میں یکجا شائع ہوں گے۔ ثم انشاء اللہ! (مرتب)

☆..............................☆

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

الکلام الفصیح

فی تحقیق الحیات المسیح

(الملقب بہ اسم تاریخی)

ابواب تردید غلام احمد قادیانی ۱۹۳۰ء

حضرت مولانا سید محمد عرب مکی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی اشرف خلائقه خاتم النبیین سیدنا محمد ﷺ وعلی اله واصحابه اجمعین ۰ امابعد!

اہل اسلام پر مخفی نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کو اس فرقہ قادیانیہ سے جس قدر مضرتیں پہنچیں ہیں وہ عرصہ تیرہ سو سال میں کسی فرقہ سے نہیں پہنچیں۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے بھیس میں غلامان محمد ﷺ کو کفر وگمراہی کی تبلیغ کرتے ہیں اور صراط المستقیم سے بہکا کے قعر مذلت میں لے جانے کی سعی کرتے ہیں۔ اس لئے ہر ذی علم فرقہ اہل سنت والجماعت کا فرض ہے کہ وہ ہر پہلو سے اور ہر کوشش سے اپنے سیدھے سادھے مسلمان بھائیوں کو اس فرقہ احمدیہ، مرزائیہ، قادیانیہ کے پھندے سے بچائے اور ان کے تزویر سے رہائی دینے کی سعی وکوشش کرے اور اس فرقے کے پوست کندہ حالات مسلمانوں کے سامنے رکھ کر بتلا دے کہ اہل اسلام کے عقائد وخیالات ایسے نہیں ہو سکتے اور اسلامی دلائل کے تحت جو شبہات انہوں نے پیدا کئے ہیں۔ ان کے منصفانہ جوابات سے بھولے بھالے اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو مطلع کر دے۔ اسی فرض کو محسوس کرتے ہوئے یہ تصنیف عمل میں آئی ہے۔ امید ہے کہ اہل انصاف اس رسالہ کو نظر غور سے ملاحظہ کریں گے۔ وماتوفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه انیب!

العاجز محمد المکی غفی عنہ تنزیل دارجلنگ

مورخہ یکم رجمادی الاخر ۱۳۴۹ھ

مرزا غلام احمد کے الہامات کاذبہ ومذہب قادیان کے مختصر حالات

رہبر قادیان مرزا غلام احمد قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔ مولوی گل علی شاہ سے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ حاصل کیا اور اپنے والد مرزا غلام مرتضیٰ کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے مقدمات میں مشغول رہے اور زمینداری کی نگرانی میں لگے رہے اور ان چند سال انگریزی ملازمت میں بھی بسر ہوئے۔ ان کے والد کے مرنے سے قبل ان کو تھوڑی سی غنودگی ہوکر یہ الہام ہوا: ”والسماء والطارق“ یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضاء قدر کا مبدأ ہے اور قسم ہے اس حادثے کی جو غروب کے بعد نازل ہوگا۔“ (حقیقت الوحی ص ۲۰۹، خزائن ج ۲۲ ص ۲۱۸)

اوران کو سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا کی طرف وحی ہوا اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارے والد غروب آفتاب کے بعد فوت ہو جائیں گے جب ان کو اپنے والد کی وفات کے نسبت یہ الہام ہوا اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بعض وجوہ آمدنی والد کی زندگی سے وابستہ ہیں۔ پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلاء پیش آئے۔ اس وقت یہ دوسرا الہام مرزا قادیانی کو ہوا۔ (حقیقت الوحی ص۲۱۰، خزائن ج۲۲ص۲۱۰) ''الیس اللّٰہ بکاف عبدہ'' یعنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔ پھر جب چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا نے ان کو الہام کے ذریعہ سے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا: ''الرحمٰن علم القران لتنذر قوما ماانذر اباء ھم، لتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اول المومنین'' (حقیقت الوحی ص۳۴۵،۳۴۴، خزائن ج۲۲ص۳۵۸،۳۵۷)

''یعنی خدا نے تجھے قرآن سکھایا اور اس کے صحیح معنی تجھ پر کھول دیئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تو ان لوگوں کو برے انجام سے ڈرائے۔ جو بباعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متوجہ کئے جانے کی غلطیوں میں پڑ گئے۔ اور تا کہ ان مجرموں کی راہ کھل جائے جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ ان کو کہہ دے کہ میں مامور من اللہ اور اوّل المومنین ہوں۔ گویا آپ سب سے پہلے مومن ہیں۔''

مگر الہامات میں جناب مرزا قادیانی کے والد و دادا کے مومن ہونے کا کہیں ثبوت نہیں پایا جاتا ہے لہٰذا معلوم نہیں وہ کیا تھے۔ جب کہ مرزا قادیانی اول المومنین بنے تو کیا ان سے قبل اور کوئی مومن نہ تھا؟ اس کے بعد مرزا قادیانی نے مسیحیت کا دعویٰ کیا اور اللہ پاک نے الہام میں اس کا نام عیسیٰ اور مسیح موعود رکھا جیسا کہ عبارت (حقیقت الوحی، ازالہ اوہام ص۶۳۴، خزائن ج۳ص۴۴۲) عبارت الہام یہ ہے: ''جعلناك المسیح ابن مریم'' ہم نے تجھے مسیح بن مریم بنایا اور پھر یہ الہام ہوا: ''الحمدللّٰہ الذی جعلك مسیح بن مریم'' (حقیقت الوحی ص۸۸، خزائن ج۲۲ص۹۱) ''انت شیخ المسیح الذی لایضاع وقتہ کمثلك درلا یضاع''

(حقیقت الوحی ص۹۰، خزائن ج۲۲ص۹۳)

''یعنی خدا کی سب حمد ہے جس نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا۔ تو وہ شیخ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ تیرے جیسا موتی ضائع نہیں جاتا۔'' (اقول) مرزا قادیانی کے معتقدین ان کے نام کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لفظ بھی کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

میرے دل میں اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں۔ بلکہ قرآن اور وحی ہے جو مجھ پر نازل ہوئی۔اقول کیا نبی آخرالزمان خاتم النبیین محمد ﷺ کا یہ مسلمہ اہل اسلام کے نزدیک معجزہ نہیں کہ قرآن کریم عربی زبان میں ان پر اترا اور ملک عرب میں اور وہ بھی عرب تھے۔اگر یہ امر معلوم ہے تو پھر یہی قرآن مجید عربی اور عجمی النسل پر کیونکر اتر سکتا ہے؟ جن کی تعلیم بھی ہر طرح سے محدود ہو اور دوسرے حضرات اہل علم کو ہر طرح محتاج ہوں۔قرآن مجید تو اس اُمی نبی کا معجزہ ہے جس نے بشر سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ پھر مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میرے وحی کی معارض نہیں۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۳۰، خزائن ج۱۹ص۱۴۰)

اقول لازم تو یہ تھا کہ ان پر وحی ان کی زبان میں ہوتی جس کو وہ جانتے تھے۔یعنی پنجابی زبان میں۔حالانکہ مرزا قادیانی کی کتاب (حقیقت الوحی ص۳۰۳، خزائن ج۲۲ص۳۱۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو انگریزی میں بھی وحی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے:

I love you. I am with you. yes, i am happy life of pain. I shall help you. I can, what i will do. We can, what we will do. God is coming by His army. He is with you to kill enemy. The days shall come when God shall help you. Glory be to the Lord. God maker of earth and heaven.

ترجمہ: وحی انگریزی (حقیقت الوحی ص۳۰۴، خزائن ج۲۲ص۳۱۷) ’’میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ہاں میں خوش ہوں۔ زندگی دکھ کی (یعنی موجودہ زندگی تمہاری تکالیف کی زندگی ہے) میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے۔خدا تمہاری طرف ایک لشکر کے ساتھ چلا آتا ہے۔وہ دشمن کو ہلاک کرنے کے لئے تمہارے ساتھ ہے۔ وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔خدائے ذوالجلال آفرینندۂ زمین وآسمان ہے۔‘‘ حضرات ناظرین مقام غور ہے کہ مرزا قادیانی کس قدر لغو وافتراء باری تعالیٰ کی طرف منسوب کر رہے ہیں ’’اللہم احفظنا من شرور انفسنا‘‘

(اقول) جتنے نبی ورسول تشریف لائے ہر ایک پر خدائے تعالیٰ نے ان کی زبان میں

کتاب یا صحیفے اتارے تا کہ وہ کسی بشر کے محتاج نہ ہوں۔ مگر مرزا قادیانی کی وحی باوجود ادعائے نبوت اس کے برعکس ہے۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھالئے گئے اور وہ زندہ ہیں۔ وہ اپنے قول کی تائید میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز اور قرآن مجید میں ان کو متوفیوں کی جماعت میں داخل کر چکا ہے اور سارے قرآن مجید میں ایک دفعہ بھی ان کی خارق عادت زندگی اور ان کے دوبارہ آنے کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ان کو صرف فوت شدہ کہہ کر چپ ہو گیا۔ لہٰذا ان کا زندہ بجسدہ العنصری ہونا اور پھر دوبارہ کسی وقت دنیا میں آنا نہ صرف اپنے ہی الہام کی رو سے خلاف واقع سمجھتا ہوں بلکہ اس خیال حیات مسیح کو نصوص بینہ قطعیہ قرآن مجید کی رو سے لغو اور باطل جانتا ہوں اور نہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل موجود ہے جس نے متوفی کے لفظ کی کوئی مخالفانہ تفسیر کر کے مسیح کی حیات جسمانی پر گواہی دی ہو۔ بلکہ بخاری میں بجائے ان باتوں کے: ''امامکم منکم'' لکھا ہے اور حضرت مسیح کی وفات کی شہادت دی ہے۔ اس زمانہ میں باری تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سرے پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیشین گوئی کی معقولیت کو بھی کھول دیا اور ظاہر ہے جیسا کہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا گیا تھا۔ پس میں جو نزول مسیح کے معنی کرتا ہوں۔ وہ نئے معنی نہیں ہیں بلکہ وہی معنی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے پہلے نکل چکے ہیں۔ کیونکہ نزول مسیح ابن مریم علیہ السلام کا مقدمہ نزول ایلیا نبی کے مقدمے سے بالکل ہم شکل ہے۔ پس جس حالت میں آج تک یہودیوں کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی کہ ایلیا نبی آسمان سے اترے اور اسی وجہ سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منکر رہے۔ تو مولویان اسلام کی تمنا کیونکر پوری ہو سکتی ہے۔ ہمارے مخالف اپنی جہالت سے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو حقیقی طور پر انتظار کرتے ہیں اور ہم بروزی طور پر۔ ہم مانتے ہیں کہ نزول مسیح کی پیشین گوئی ہوگئی۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گیا ہے۔ تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ جب خدا نے مجھ پر اصل حقیقت کھول دی تو میں اس عقیدہ سے باز آیا۔ میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل میں محیط ہو گیا اور مجھے نور سے بھر دیا۔ اسی رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا۔ حالانکہ اسی براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا تھا اور مجھے خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا تھا اور میری نسبت کہا گیا تھا کہ تو ہی کسر صلیب کرے گا اور مجھ سے بتلایا تھا کہ تیری خبر قرآن

اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کے مصداق ہے: ’’ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ‘‘ تاہم یہ الہام جو براہین احمدیہ میں کھلے طرز پر درج تھا۔ خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی کتاب میں عیسیٰ علیہ السلام کے آمد ثانی کا عقیدہ لکھ دیا اور قریباً بارہ برس تک اس رسمی عقیدہ پر جمارہا۔ جب وہ وقت آ گیا کہ مجھ پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے اور مجھے حکم ہوا: ’’فاصدع بماتوء مر‘‘ یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول کر لوگوں کو سنا دے اور یہ بھی کہ مہدی آخرالزمان میں ہی ہوں۔

ابن مریم ہوں مگر آیا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

انتہٰی ملتقطاً من تصانیف القادیانی

(اقول) مرزا قادیانی نے اپنے مقابلہ کے لئے دجال کی بھی ایجاد کی۔ ان کا بیان ہے کہ حدیثوں میں دو قسم کے صفات دجال معہود کے بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور دوسرا یہ کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ ان دونوں باتوں میں اگر حقیقت پر عمل کیا جائے تو کسی طرح تطبیق ممکن نہیں۔ کیونکہ نبوت کا دعویٰ اس بات کو مستلزم ہے کہ شخص مدعی آپ ہی خدا کا قائل ہو اور خدائی کا دعوی اس بات کو چاہتا ہے کہ شخص مدعی آپ ہی خدا بن بیٹھے اور کسی دوسرے خدا کا قائل نہ ہو۔ پس یہ دونوں دعوے ایک شخص سے کیونکر ہو سکتے ہیں؟ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ دجال ایک شخص کا نام نہیں۔ بلکہ وہ دجال کے معنی دجل سے اس طرح لیتے ہیں کہ لغت عرب کی رو سے دجال اس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے تئیں امین اور متدین ظاہر کرے اور دراصل نہ امین ہو نہ متدین۔ بلکہ اس کی ہر ایک بات میں دھوکہ اور فریب دہی ہو۔ سو یہ صفت عیسائیوں کی اس گروہ میں ہے جو پادری کہلاتے ہیں۔ یہ گروہ چونکہ اصل آسمانی انجیل کو گم کر کے محرف اور مغشوش مضمون بنام نیا ترجمہ انجیل کے دنیا میں پھیلاتا ہے۔ یہ فعل امر دوسرے لفظوں میں گویا نبوت کا دعویٰ ہے۔ کیونکہ انہوں نے جعل سازی سے نبوت کے منصب کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ جو چاہتے ہیں ترجمہ کے بہانے سے لکھ دیتے ہیں اور پھر اس کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ طریق ان کا نبوت کے دعویٰ کے مشابہ ہے اور اس دام میں عیسائی گرفتار ہیں اور دجال کا دوسرا گروہ جن کے افعال خدائی کا دعویٰ سے مشابہ ہیں۔ یورپ کے فلاسفروں اور کلوں

کے ایجاد کرنے والوں کا گروہ ہے جنہوں نے اسباب وعلل کے پیدا کرنے کے لئے اپنی کوششوں کو انتہاء تک پہنچا دیا ہے اور بہت سی کامیابیوں کی وجہ سے آخر اس ردی اعتقاد تک پہنچ گئے ہیں کہ خدا کی قدرت اور اس پر ایمان رکھنا کچھ چیز نہیں ہے اور وہ رات دن اس تلاش میں لگے ہوئے ہیں کہ خود ہی کسی طرح اس راز کے مالک ہو جائیں کہ جب چاہیں پانی برسائیں اور جب چاہیں کسی کے گھر میں اولاد پیدا کر دیں اور جب چاہیں کسی کو عقیمہ بنا دیں۔ پس کچھ شک نہیں کہ یہ طریق دوسرے لفظوں میں خدائی کا دعویٰ ہے اور اس گروہ کے تابع اکثر یورپ کے خواص عیسائی ہیں۔ غرضیکہ دراصل یہی لوگ دجال ہیں۔

(اقول) مرزا قادیانی نے جب نبی ہونے کا دعوی کیا اور اپنے آپ کو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام قرار دیا تو اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنے مقابلہ میں دجال کا آنا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا دجال کے لئے بھی تاویلیں بنالیں اور پھر ایک دجال نہیں بلکہ کئی ایک دجال ٹھہرائے۔ وہ خود کہیں مصنوعی عیسیٰ علیہ السلام بن رہے ہیں اور کہیں موسیٰ علیہ السلام اور کہیں تمام انبیاء عظام کا اپنے آپ کو مظہر اتم قرار دے رہے ہیں۔ جو رسالہ کتاب (حقیقت الوحی ص۷۳، خزائن ج۲۲ ص۷۶ حاشیہ) سے معلوم ہوتا ہے۔

گاہ عیسیٰ گاہ موسیٰ گاہ فخر الانبیا
گاہ ابن اللہ گاہے خود خدا خواہد شدن
نسبت فخر غلامی مرنیامد مرترا
میرزا اینک غلام بیوفا خواہد شدگان

افسوس کہ دنیا سے علم واہل انصاف اٹھ گئے ان کے متبعین معتقدین اور ان پر ایمان لانے والوں میں کوئی ایسا نہیں کہ کم سے کم ان کے اقوال پر غور کرتا۔

دجال کی آمد اور اس کے کوائف

ہم مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے قریب دجال خروج کرے گا۔ اس کا نکلنا اور آنا حق ہے۔ سنی وشیعہ کی تمام کتب عقائد میں دجال کا آنا تسلیم کیا گیا ہے۔ دجال ایک آدمی عجیب الخلقت ہے۔ ایک آنکھ سے کانا۔ سرخ چشم۔ اس کے بال کثرت سے اور گھونگھر والے ہوں گے۔ جیسا کہ بخاری ومسلم وابوداؤد وغیرہ نے مختلف صحابہ سے روایتیں کی ہیں اور ابوداؤد نے عبادہ ابن صامتؓ سے جو دجال کا پست قد ہونا روایت کیا ہے۔ یہ عظیم الخلقت ہونے کے منافی نہیں ہو

سکتا ہے کہ ٹھگنا بھی ہو اور موٹا تازہ بھی ہو اور اس کی سواری میں سفید گدھا ہوگا۔ جیسا کہ بیقہی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ مشکوٰۃ میں اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہے کہ دجال کے نکلنے سے تین برس پہلے لوگ قحط میں مبتلا ہوں گے۔ پہلے سال تہائی حصہ مینہ اور روئیدگی ہوگی اور دوسرے سال دو تہائی کم ہوگی اور تیسرے سال کچھ بھی مینہ نہیں برسے گا اور کچھ روئیدگی نہیں ہوگی۔ اور تمام حیوانات اور چوپائے ہلاک ہو جائیں گے۔ اس وقت دجال خراسان سے ظاہر ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے روایت کی ہے کہ سحر اور شعبدے اس کے ساتھ ہوں گے۔ اس کے حکم میں ہوں گے حتیٰ کہ جب ایک شخص کو کہے گا کہ اگر تو چاہے تو میں تیرے والدین کو زندہ کردوں تو تو اس وقت مجھ کو رب جانے گا؟ اس وقت شیاطین اس کے ماں باپ کی صورت بن جائیں گے اور اس کو کہیں گے کہ اے فرزند! اس کی متابعت کر کہ یہ پیدا کرنے والا ہے۔ اس سبب سے بہت خلق اس کی متابعت کر کے کافر ہو جائے گی۔ مگر جن کو اللہ تعالیٰ بچائے۔ بخاری ومسلم نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک بہشت اور ایک دوزخ یا ایک پانی اور ایک آگ ہوگی جس کو وہ بہشت یا پانی دکھائے گا۔ وہ حقیقت میں دوزخ یا آگ ہوگی اور جس کو وہ دوزخ یا آگ دکھائے گا وہ بہشت یا شیریں پانی ہوگا۔ انتہیٰ

اگر کوئی مومن گرفتار اس کا ہوگا تو جانے گا کہ وہ کافر ہے خدا نہیں ہے۔ اس لئے کہ خدا بشر کا سا جسم نہیں رکھتا اور کانا نہیں۔ بخاری ومسلم نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ اسی انکار پر دجال ایک مومن برگزیدہ کو قتل کر کے پھر زندہ کرے گا۔ مگر وہ مردہ باخدا اس کی خدائی کا اعتراف نہ کرے گا۔ یہی کہتا رہے گا کہ تو وہی مسیح کذاب ہے جس کی خبر ہم کو محمد ﷺ نے دی ہے اور یہ بھی بخاری ومسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ دجال مشرق کی طرف سے خروج کر کے مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوگا اور کوہ احد کے پیچھے اترے گا۔ ملائکہ اس کو شام کی طرف متوجہ کریں گے اور شام ہی کی طرف روانہ ہوگا۔ نواس بن سمعانؓ سے مسلم نے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ ہنوز دجال بدمآل اپنے شغل میں مصروف ہوگا کہ دفعتہً اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا اور وہ نزدیک منارہ سفید جانب شرقی دمشق کے اتریں گے اور پھر دجال کی طلب میں روانہ ہوں گے۔ باب لد (جو ایک موضع ہے ولایت شام سے) میں پہنچ کر اس کو قتل کریں گے اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں اتریں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اردن میں اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے کیمپ میں اتریں گے۔ ان روایات

میں کوئی منافات نہیں۔ اس لئے کہ بیت المقدس دمشق کی شرقی جانب ہے اور مسلمانوں کا کیمپ وہیں ہوگا اور اردن نواح بیت المقدس کا نام ہے۔ کمافی الصحاح وغیرہ اور بیت المقدس اس میں داخل ہے اور بیت المقدس میں اگرچہ منارہ نہیں ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے سے پہلے بنے گا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ وہ بعد میں اترنے ان کے زمین پر سات برس ٹھہریں گے اور ابن جوزیؒ نے عبداللہ بن عمرؓ سے کتاب الوفا میں روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے اور ۴۵ برس تک زندہ رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور قبر مبارک رسول اللہ ﷺ میں دفن ہوں گے۔

علماء نے دونوں روایتوں کی تطبیق میں گفتگو کی ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کے اس قول میں: ''الا انہ لا نبی بعدی'' کی دلیل ہے۔ اس مطلب پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اتریں گے تو امت محمدیہ میں سے ایک حاکم ہوکر اتریں گے۔ لوگوں کو شریعت محمدی کی طرف بلائیں گے۔ نبی صاحب شریعت ہوکر نہیں اتریں گے۔ میرے نزدیک اس میں کوئی منافات نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوکر اتریں اور محمد رسول ﷺ کی شرع کے احکام بیان کرنے میں ان کے تابع ہوں۔ گویا احکام ان کی وحی کے ذریعہ سے پہنچیں اور: ''الا انہ لا نبی بعدی'' کے معنی یوں کئے جائیں گے کہ نیا کوئی نبی ﷺ کے بعد پیدا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ خاتم پیغمبران ہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس موقع پر اپنے رسالہ الخطاب الملیح میں بہت اچھی تقریر فرمائی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تابع شرع محمدی ہوکر تشریف لانا یقینی ہے۔ اس میں نہ ختم نبوت میں قدح لازم آتا ہے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نبوت سے معزول ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت نبی بھی ہوں گے اور تابع دوسرے نبی یعنی ہمارے حضور ﷺ کے بھی ہوں گے۔ جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام خود بھی نبی تھے اور شریعت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے۔ پھر بھی تابع ہونے سے معزول ہونا لازم نہیں آیا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت صاحب شریعت مستقلہ ہوتے تو حضور ﷺ کو اسی وقت نبوت عطاء ہوتی۔ پہلے زمانہ میں نبوت نہ مل چکتی تو حضور ﷺ پر نبوت کا ختم نہ ہونا بے شک لازم آتا۔ مگر جب ایسا نہیں ہے بلکہ ایک ایسے نبی جن کو حضور ﷺ کے زمانے سے پہلے نبوت مل چکی ہے۔ حضور ﷺ کے تابع شرع ہوکر آئیں گے تو اس صورت میں نہ حضور ﷺ کی ابدیت شرعیت میں کوئی خلل ہوا اور نہ ختم نبوت میں کوئی قدح ہوا۔ اگر صرف اتباع کا نام معزولی ہے تو

حدیث صاف تصریح ہے: ''لوکان موسیٰ حیالماوسعه الااتباعی ''اس بناء پر معنی حدیث کے یہ ہونا چاہئے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام میرے وقت میں زندہ ہوتے تو نبوت سے معزول ہو جاتے۔ پس یہی سوال ہم کرتے ہیں کہ اس صورت میں موسیٰ علیہ السلام کی کیا خطا تھی جو وہ نبوت سے معزول کر دیئے جاتے۔ انتہیٰ۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ: ''میں مسیح ابن مریم ہوں۔''

(حقیقت الوحی ص۸۸،۸۹، خزائن ج۲۲ ص۹۲،۹۱)

اصل عبارت یہ ہے: ''الحمدلله الذی جعلك المسیح ابن مریم لا یسئل عمایفعل وهم یسئلون یعنی اس خدا کی تعریف ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔ وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا اور لوگ پوچھے جاتے ہیں۔''

اہل اسلام پر مخفی نہ رہے کہ یہاں مرزا قادیانی مسیح ابن مریم ہونے کا صریح دعویٰ کر رہے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے: ''من امر ربی ''جو دلیل قطعی سے ثابت ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی علیہ ماعلیہ ابن غلام مرتضیٰ کسی نامعلوم نطفے سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ باپ غلام مرتضیٰ سے صریح انکار کرتے ہوئے دعویٰ مسیح ابن مریم ہونے کا رکھتے ہیں۔ چونکہ شاید مرزا قادیانی بن غلام مرتضیٰ کو یہ معلوم نہ تھا کہ عرب کا یہ مقولہ ہے کہ: ''من ادعی الی اب غیره فهو ابن حرام ''یعنی جو اپنے باپ سے انکار کرے وہ ابن حرام ہے۔ یعنی حرام زادہ ہے: ''او من انکر نسب ابیه فهو بن لقطة ''یہ دونوں مقولے عرب میں حرامی النسل کے لئے ضرب المثل ہیں۔ اس بارے میں چند احادیث بھی کتب احادیث میں وارد ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اپنے کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے وہ ملعون جہنمی ہے۔

الغرض مرزا غلام احمد قادیانی کتاب حقیقت الوحی وغیرہ میں کہتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے اور وہ زندہ ہیں اور پھر لوٹ کر دنیا میں آئیں گے۔ کیونکہ اس زمانہ میں خدائے تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیشین گوئی کی معقولیت کو کھول دیا اور ظاہر فرمایا کہ مسیح ابن مریم یعنی مسیح موعود تو ہی ہے۔

پھر مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں کہ ہرگز رفع جسمانی مسیح ابن مریم کا نہیں ہوا۔ ہاں ایک سو بیس برس کے بعد رفع روحانی ہوئی اور نہ صلیب کے دنوں میں رفع روحانی ہوئی۔ کیونکہ پیلاطوس گورنر قیصر کے ہاتھ میں عیسیٰ علیہ السلام کے مار ڈالنے کی کارروائی تھی۔ اس کی بیوی نے

خواب دیکھا کہ اگر یہ شخص مرگیا تو پھر اس میں تمہاری تباہی ہے۔ اس لئے اس نے اندرونی طور پر کوشش کر کے مسیح کو صلیبی موت سے بچالیا اور اس زمانہ میں صلیب پر چڑھانے کا یہ دستور تھا کہ صلیب سے ملا کر ہاتھوں میں لوہے کی میخیں ٹھونک دیتے تھے اور تین دن تک اسی طرح لٹکا ہوا رہنے دیتے تھے۔ اس عرصہ بھوک اور پیاس کے صدمہ سے وہ شخص مرجاتا تھا۔ جس دن مسیح علیہ السلام کو صلیب کی سزا دی گئی۔ اس کے دوسرے دن یہودیوں کی عید تھی۔ تین گھڑی کے بعد گورنر کے اشارے پر مریدوں نے مسیح کو مرنے کے قبل صلیب سے اتارلیا اور چالیس دن تک علاج کئے جانے سے انہوں نے صلیب کے زخموں سے شفاء پائی اور ۸۷ برس زندہ رہے اور اپنے وطن سے پوشیدہ طور پر نکل کر ملکوں کی سیر کرتے ہوئے نصیبین میں آئے اور وہاں سے افغانستان پہنچے۔ اس کے بعد پنجاب میں آئے اور وہاں سے کشمیر چلے گئے اور بقیہ عمر سری نگر میں گزاری اور ایک سو پچیس برس کی عمر میں وہیں فوت ہوئے۔ محلّہ خان یار کے قریب دفن کئے گئے اور اب تک قبر یوز آسف نبی کی قبر اور شہزادہ نبی کی قبر اور عیسیٰ نبی کی قبر مشہور ہے۔

فرقہ مرزائیہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی دلیل یہ آیت کریمہ ہے

’’اذقال اللہ یاعیسی انی متوفیك ورافعك الیّ ومطهرك من الذین کفروا............الخ‘‘

یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو لینے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں۔ تجھ کو اپنی طرف اور تجھ کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو کافر ہوئے۔ یہ آیت صریح اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ موت کے بعد ان کا رفع ہوگا۔ پس دو امر قابل تصریح ہیں۔ اول رفع، دوسرا واقعہ وفات۔ اللہ تعالیٰ کے بیان سے بخوبی ثابت ہے کہ موت اول ہے اور رفع بعد میں۔ اس صورت عام محاورۂ قرآن کے لحاظ سے رفع روحانی مراد ہے نہ کہ جسمانی اور لفظ توفی قرآن کے محاورہ میں جب اس طرح مستعمل ہو کہ اس کا فاعل خدا یا ملائکہ ہوں تو صرف قبض روح کا فائدہ بخشتا ہے اور باستقراء قرآن ۲۳ مواقعوں سے ثابت ہے۔ اس لئے سوائے موت کے دوسرے معنی مراد لینا قرآن کے خلاف ہے اور موافق روایت بخاری کے جو ابن عباسؓ سے ’’متوفیك‘‘ کے معنی ممیتک کے ثابت ہیں اور دوسرے مفسرین مثلاً صاحب کشاف ومدارک وغیرہ سے اسی کی تائید ہوتی ہے اور بعض علماء نے متوفیک کے معنی ممیتک کے لے کر عبارت قرآن میں تقدیم وتاخیر مانی ہے۔ یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ تقدیم وتاخیر ماننے کی صورت میں حکم خداوندی

کے خلاف لازم آتا ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ’’اتبعوا ما انزل الیکم ‘‘یعنی جو کچھ تمہاری طرف اترا ہے اس کی اتباع کرو اور تقدیم وتاخیر کی حالت میں جو کچھ اللہ نے بھیجا ہے اس کی اتباع نہ ہوگی۔ بلکہ قرآن کو اپنی رائے کا متبع بنانا ٹھہرے گا اور موت کا حصر ذات باری تعالیٰ کے ساتھ لفظ انی سے ثابت ہے اور یہ لفظ اس پر گواہی دیتا ہے کہ یہود عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مار سکتے۔ اس جگہ موت کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے مراد موت طبعی ہے۔ جس کی اسناد غیر کی طرف نہیں ہوسکتی۔ انتہیٰ کلام المرز اغلام احمد علیه ماعلیه!

الجواب ...... مرزائیوں کی پہلی دلیل کا جواب قاطع

اقول...... فرقہ مرزائیہ نے اس بحث میں دو باتیں پیش کی ہیں۔ اول لفظ رفع دوسرے توفی۔ پچھلے لفظ کے معنی حقیقی پورا لینے کے ہیں اور مجازاً موت اور نیند کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جو لوگ اس کو موت کے معنی میں سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ’’توفی‘‘ اگرچہ باعتبار ترتیب ذکر کے رفع سے مقدم ہے۔ لیکن ترتیب وقوعی کے لحاظ سے مؤخر ہے اور واو عطف کے لئے ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ ترتیب وقوعی کو بیان کرے۔ جیسے اس جگہ: ’’یا مریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی ‘‘سجدہ کو رکوع سے پہلے بیان کیا۔ مگر وقوع کے لحاظ سے مقدم نہیں ہے اور جو نیند کے معنی میں لیتے ہیں۔ وہ متوفیک کے معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ میں تجھ کو سوتے میں اٹھانے والا ہوں تاکہ تجھ کو خوف پیدا نہ ہو اور تو ایسی حالت میں بیدار ہو کہ آسمان پر امن وتقرب کے ساتھ موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اکثر ایسے بندوں کو جن کو زمانہ آئندہ میں آنے کے لئے محفوظ رکھتا ہے۔ نیند کے ذریعہ سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں یہ ثابت ہے کہ اصحاب کہف تین سو نو برس تک غار میں نیند کی وجہ سے محفوظ رہے: ’’ولبثوا فی کھفھم ثلث مائة سنین وازدادوا تسعا ‘‘اور حقیقی معنے کی تقدیر پر متوفیک سے یہ مراد ہوگی کہ تجھ کو روح اور جسد کے ساتھ آسمان پر اٹھا لوں گا۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ مرزائیوں کا استدلال آیت سے درست ہوسکتا ہے یا نہیں۔ یعنی موت اور قبض روح کے معنی اس آیت سے ثابت ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ اہل دانش جانتے ہیں کہ معانی نصوص کے لگانے میں دو باتوں کا لحاظ ضرور ہوتا ہے اور موارد نصوص کا لحاظ کرنا پھر معانی کے ساتھ الفاظ کی مناسبت کا لحاظ کرنا ضرور ہے۔

پس ’’انی متوفیك ‘‘سے موت کے معنی بغیر تقدیم وتاخیر کے لیں گے تو مناسب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو اس آیت کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی دیتا ہے اور ظاہر

ہے کہ موت کی خبر دینے سے کسی کو تسلی حاصل نہیں ہوسکتی۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر کسی کے دوست کو اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے ہلاک کا خوف ہو اور وہ شخص اپنے دوست سے کہے کہ تم مت گھبراؤ میں تم کو مار کر تمہاری روح کو اپنے پاس بلند کرلوں گا۔ تو ایسی بات کہنے سے اس کو کیسے تسلی ہوسکتی ہے۔ بلکہ پریشانی اور بھی بڑھ جائے گی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ توفی کے معنی موت کے لے کر رفع کو روحانی قرار دینا بالکل سیاق کے مخالف ہے۔ کیونکہ آیت مذکور تسلی واطمینان کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اس لئے مقتضائے مقام یہ ہے کہ اس رفع سے ایسا رفع مراد لیا جائے جو باقی ابنائے جنس میں عموماً نہ پایا جاتا ہو اور رفع روحانی تو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور شہداء اولیاء اللہ میں پایا جاتا ہے۔ اس بناء پر ضرور ہے کہ توفی کے معنی موت کے سوا کوئی دوسرے لئے جائیں اور رفع کو رفع جسمانی قرار دیا جائے تاکہ امتنان خداوندی کے لئے وجہ معقول پیدا ہو جائے۔ الفاظ قرآن کی ترکیب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں رفع سے رفع روحانی مراد نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یا عیسیٰ اس قول میں خطاب عیسیٰ علیہ السلام سے ہے اور عیسیٰ روح مع الجسد کا نام ہے نہ صرف روح کا۔ نا صرف جسد کا۔ بعد اس کے فرمایا ہے: ''انی متوفیك'' یہاں بھی کاف خطاب سے روح مع الجسد مراد ہے۔ بعد اس کے فرمایا: ''رافعك الیّ ......'' روح مع الجسد مراد ہے۔ ورنہ یوں فرماتا۔ رافع روحك الی اور ك کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اس سے بھی رفع مع الجسد ہی سمجھا جاتا ہے اور جہاں رفع سے رفع روحانی مراد ہے۔ وہاں قرینہ پایا جاتا ہے۔ جیسے: ''یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوالعلم درجات۔'' اللہ اونچا کرتا ہے ان کے درجے کو جو تم میں ایمان رکھتے ہیں اور جان کہ وہاں قرائن رفع روحانی کے خلاف موجود ہیں اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف خطاب ہے نہ روح کی طرف۔

اسی طرح اکابر علماء کرام جیسے امام فخر الدین رازیؒ اور جلال الدین سیوطیؒ وغیرہ نے نہایت تحقیق سے لفظ ''توفی'' کے معنی صاف کئے ہیں اور اس سے رفع جسمانی ثابت کیا ہے اور بعض مفسرین جیسے ابوالسعود اور خازن وغیرہ نے رفع روحانی کو نصاریٰ کے مزعومات سے بیان کیا ہے اور ابوالسعود نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع بغیر موت اور نیند کے ثابت ہے اور یہی قول حسن اور زید کا ہے اور طبرانی نے بھی اس کو اختیار کیا ہے اور یہی ابن عباسؓ سے صحت کو پہنچا ہے اور کاف خطاب وغیرہ ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ یہی معنی مراد لئے جائیں اور یہی توفی کے معنی لغوی کے مناسب ہیں۔ جو پورا لینے کے معنی میں آیا ہے اور پورا لینا ضرور اسی میں ہے کہ

رفع جسمانی قرار دیا جائے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ: ’’انی متوفیك ‘‘ سے مراد موت ہی ہے تو یہ بھی رفع جسمانی کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں ہم یہ کہیں گے کہ آیت میں تقدیم وتاخیر ہے اور بے شمار قرآن کی آیتیں ہیں جن میں معنی کی تقدیم وتاخیر الفاظ کے برخلاف ہے اور مخالفین کا کہنا کہ تقدیم وتاخیر کے ماننے میں قرآن کو غلط کرنا ہے۔ اس لئے کہ خدا موافق واقعہ کے بیان کرتا ہے۔ درست نہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’یمریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی ‘‘ اس میں سجدہ کا ذکر پہلے ہے۔ حالانکہ پہلے رکوع مقصود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ الفاظ کی تقدیم وتاخیر میں فصاحت وبلاغت کے خلاف نہیں۔ پس یہاں بھی رفع مقدمۃ المعنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اکثر جگہ الفاظ کی تقدیم وتاخیر کی ہے اور موافق واقعہ کے الفاظ کو بیان نہیں کیا ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں ہے: ’’وادخلوا الباب سجداوقولوا حطة نغفرلکم ‘‘ یعنی دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو گناہ اترے اور سورۂ اعراف میں ہے: ’’ وقولوا حطة وادخلوا الباب سجدا ‘‘ پچھلی آیت کی ترتیب کے خلاف ہے اور واقعہ ایک ہی ہے۔

پس جب کہ ’’متوفیك ‘‘ کے معنی ’’ممیتك ‘‘ کے لیں گے تو اسی کی یہی توجیہ ہو سکتی ہے کہ الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہے اور اب رفع کے بعد موت قرار دی جائے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واقعہ صلیب سے قبل جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیا۔ پھر قرب قیامت میں ان کو زمین پر نازل کر کے مارے گا اور ابن عباسؓ نے متوفیك ‘‘ کے معنی ممیتک لئے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ تصریح نہیں کی کہ اول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الہ نے مارا پھر رفع روحانی کی۔ حالانکہ ابو نعیم کی روایت کتاب الفتن میں اور اسحاق ابن بشیر کی روایت درمنثور میں ہمارے مدعا کے موافق ہے اور فتح الباری اور قسطلانی شرح صحیح بخاری میں آیت: ’’وان من اھل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته ‘‘ میں سند صحیح سے ابن عباسؓ سے ’’ہ‘‘ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے اور اس کے خلاف پھیرنے کی تضعیف کی ہے۔ یعنی اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کے مرنے سے قبل ان پر ایمان لائیں گے اور یہ ذکر اس وقت کے ایمان کا ہے جب کہ زمانہ آخر میں مسیح علیہ السلام دنیا میں نزول فرمائیں گے اور مرزائی یہ جو کہتے ہیں کہ ’’توفی ‘‘ قرآن میں استقرا کے ساتھ قبض روح کے معنی میں ۲۳ مواقع سے ثابت ہوتا ہے۔

پس بموجب اس استقرا کے موت کے معنی میں لینا چاہئے اور دوسرے معنی میں لینا

قرآن کے خلاف ہے۔(اقول) جواب اس کا یہ ہے کہ معنی مجازی ہے جو بغیر قرینہ کے مستعمل نہیں ہوتا۔ ’’توفی‘‘ اس معنی میں قرآن میں کہیں نہیں آیا۔اس لئے اسے استقراء نہیں کہہ سکتے۔ قرینے کی مجبوری ہے اور اس آیت میں چونکہ قرینہ نہیں ہے۔اس لئے حقیقی معنی میں لیا جائے گا اور یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں۔

مرزائیوں کی دوسری دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے

اللہ تعالیٰ سورۂ النساء میں فرماتا ہے: ’’وقولهم انا قتلنا المسيح ابن مريم رسول الله وماقتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاحكيما‘‘

یعنی یہودیوں کا قول ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو پیغمبر اللہ کا تھا مار ڈالا اور نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا ہے۔لیکن مشتبہ کر دیا گیا۔اس کے لئے جن لوگوں نے اختلاف کیا۔اس معاملہ میں وہ اس جگہ شک میں پڑ گئے ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں صرف گمان کرتے ہیں اور ان کو بے شک قتل نہیں بلکہ اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔

مرزائی کہتے ہیں کہ جب کہ تمام عوارض بشری مسیح میں پائے جاتے ہیں۔تو پھر کون سا امر ان کو موت طبعی سے روک کر رفع روحانی سے رفع جسمی کی طرف منتقل کرتا ہے۔یہود حضرت مسیح علیہ السلام کے مخالف ہوگئے تھے۔خود تو ان کو قتل نہیں کر سکتے تھے اور روم کی سلطنت ان کے اختیار میں نہ تھی۔اس لئے ان پر یہ الزام لگایا کہ بغاوت اور بادشاہی کا دعویٰ کرتا ہے اور اس الزام کا ثبوت دیا تاکہ ان کو صلیب کے ذریعہ سزا دی جائے۔مارا جانا یہودیوں کے خیال میں بروے توریت مدعی کاذب اور ملعون کے لئے مقرر تھا ورنہ قتل انبیاء اور اولیاء کے لئے علو مدارج اور درجات شہادت کا باعث ہے۔اس لئے خدا نے مسیح علیہ السلام کی تنزیہ صلیب کی موت سے کی۔تاکہ یہودیوں کا زعم باطل ہو جائے اور یہ مراد نہ تھی کہ مسیح علیہ السلام کو کسی قسم کی موت واقع نہ ہوگی۔صرف لعنت کی موت سے مسیح علیہ السلام کو بری کرنا مقصود تھا اور لفظ ’’شبه لهم‘‘ یہاں صرف یہ جتانے کیلئے ہے کہ حضرت مسیح مقتول اور مصلوب کی طرح ہوگئے اور اصلی طور پر مصلوب اور مقتول نہیں ہوئے اور اس کلام سے خدا کی دو اغراض تھیں۔ایک تو نصاریٰ کے کفارہ کا خیال باطل کرنا۔دوسرے یہودیوں کا یہ فاسد عقیدہ باطل کرنا کہ جو مصلوب ہوتا ہے وہ ملعون ہوتا ہے۔

پس ’’شبہ لھم‘‘ کہہ کر دونوں گروہ کے خیالات کی تردید کردی: ’’وما قتلوہ وماصلبوہ‘‘ میں یہ بات جتلانا ہے کہ صلیب پر چڑھانے کا تو واقعہ ظہور میں آیا قتل واقع نہیں ہوا۔ پچھلا ’’ماقتلوہ‘‘ تاکید کرتا ہے کہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے مگر مرنے سے بچ گئے۔ لیکن اس واقعہ صلیب کی نفی ثابت نہیں ہوتی غرض اس سے یہودیوں کے خیال کا باطل کرنا تھا کہ نبی کاذب مقتول ہوتا ہے اور: ’’رفعہ اللّٰہ الیہ‘‘ اس لئے بیان کیا کہ یہود کہا کرتے تھے کہ اس قسم کے مقتول کی روح شیطان کے پاس چلی جاتی ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ واقعہ صلیب کے بعد مسیح علیہ السلام کی روح میرے پاس چلی آئی تو اس سے رفع روحانی ثابت ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک علو درجہ کا موجب ہے۔ چونکہ قرآن کو اہل کتاب کے خیالات فاسد کی تردید منظور تھی۔ اس لئے لفظ لفظ سے ان کے خیالات کو باطل کیا: ’’الی ھناتم کلام المرزائیۃ نقلاً من کتاب حقیقت الوحی وغیرہ!

الجواب ...... مرزائیوں کی دوسری دلیل کا جواب

اوّل: جواب اس کا یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ صریحاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم کے اٹھالئے گئے۔ اس آیت میں مرزائیوں کی تاویل کا میدان بالکل کوتاہ ہے۔ اس آیت سے اتنے امور ثابت ہوتے ہیں: (اوّلاً)...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقتول ومصلوب نہ ہونا۔ (ثانیاً)...... یہودیوں کو اس واقعہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل وشناخت کی بابت شبہ پیدا ہوجانا اور ان کا شک میں پڑ جانا۔ (ثالثاً)...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مع جسد کے آسمان پر اٹھالیا جانا۔

مرزائیوں کو پہلے امر سے انکار ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سولی چڑھائے گئے اور تین ساعت تک وہ اس پر آویزاں رہے۔ چونکہ سولی پر مرے تو نہیں بلکہ غش آ گیا تھا۔ معالجہ کے بعد صحت پاکر یہودیوں سے چھپ کر رہنے لگے اور پھر ہندوستان کی طرف چلے آئے۔ مگر قرآن مجید سے یہ مطلب کسی طرح سے ثابت نہیں ہوسکتا جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو مسیح کا صلیب پر چڑھنا مقبول نہ ہوگا اور نہ ایسا کسی مسلمان کو عقیدہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے۔ ان کا یہ کہنا کہ صلیب دیا جانا یہودیوں کے نزدیک طعن کا موجب تھا۔ بالکل غلط اور لغو ہے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ انبیاء کا مقتول ہونا عار کا باعث نہیں ہے۔ کیونکہ توریت کے زمانہ میں بھی اکثر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مقتول ہوئے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بدتر طور پر انبیاء کو بنی اسرائیل نے قتل کیا ہے اور یوں تو یہودیوں کے طعن سے اب تک حضرت مسیح علیہ السلام سبکدوش

نہیں ہوئے۔ حالانکہ آیت:’’انی متوفیک ‘‘ان کی تطہیر کے باب میں نازل ہوئی ہے اور تطہیر سوائے رفع جسمانی کے ممکن نہیں۔ مرزا قادیانی اپنی کتابوں میں یہ جو تحریر کرتے ہیں کہ مسیح صلیبی موت سے بچ کر اور صلیب کے زخموں سے شفاء پا کر ۸۷ برس زندہ رہے اور اپنے وطن سے پوشیدہ طور پر نکل کر ملکوں کی سیر کرتے ہوئے نصیبین میں آئے اور وہاں سے افغانستان پہنچے اور ایک مدت تک اس جگہ جو کوہ نعمان کہلاتا ہے اس کے قریب سکونت پذیر رہے۔ اس کے بعد پنجاب میں آئے اور ہندوستان کا بھی سفر کیا اور غالباً بنارس اور نیپال میں بھی پہنچے۔ پھر پنجاب کی طرف لوٹ کر کشمیر کا قصد کیا اور کوہ سلیمان پر ایک مدت تک عبادت کرتے رہے اور وہیں رہے۔

اقول: یہ باتیں کسی طرح نقل صریح اور شرع سے ثابت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے معاملے میں عزیز وحکیم فرمایا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح کو اتنی مصیبت اور تکلیف جھیلنی پڑی کہ بے چارے دار پر چڑھے۔ زخموں کی تکلیف اٹھائی اور وطن چھوڑنا پڑا۔ اس سے موت ہزار درجہ بہتر واولیٰ ہے اور چالیس دن تک جراحات کی تکلیف اٹھانا موت سے سخت تر ہے۔ کیونکہ جان تھوڑی سی دیر میں نکل جاتی ہے اور یہ عجیب ہے کہ مرزا قادیانی پوری پیروی نہ تو قرآن کی کرتے ہیں نہ اناجیل کی اور نہ احادیث کی۔ کچھ واقعات اناجیل سے، کچھ قرآن سے اور کچھ احادیث سے لے کر اپنی رائے ومرضی کے موافق ایک فرضی سانچے میں ڈھال لیتے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے نہ وہ تمام وکمال اناجیل سے ملتا ہے۔ نہ قرآن واحادیث سے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کچھ ادھر سے لیتے ہیں۔ کچھ ادھر سے اس طرح اپنی تاویلات کو پھیلاتے ہیں۔ قرآن نے تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مقتول اور مصلوب ہونے کی نفی کی ہے۔ واقعہ صلیب کا قرآن سے ثبوت کب پہنچتا ہے۔ خداوند کریم اس آیت سے دو چیزوں کی نفی کرتا ہے۔ ایک حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل ہونے کی۔ دوسرے ان کو مصلوب ہونے کی۔ قتل عام ہے جو ہر طرح کی موت کو شامل ہے۔

پس قتل نے ہر طرح کی موت کی نفی کی۔ چونکہ پھر بھی شک باقی تھا کہ مقتول نہ ہوئے ہوں۔ مصلوب ہوئے ہوں اور ان کو صلیب پر چڑھانے کی سزا ملی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی ان کی بریت ثابت کی:’’ماصلبوہ ‘‘صاف پکار کر کہتا ہے کہ وہ صلیب کے صدمے سے ہر طرح امن میں رہے۔ سولی دینے کے لئے مرنا شرط نہیں۔ پس مرزا کا یہ کہنا کہ’’ما صلبوہ ‘‘سے سولی پر چڑھنے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ مرنے کی نفی ہوتی ہے۔ یہ کہنا بالکل لغت کے خلاف ہے۔ اگر ایسا ہوتا کہ دار چڑھا کر مرنے سے قبل اتار لئے جاتے اور’’ماصلبوہ ‘‘سے صرف اس بات کی نفی مقصود

ہوتی کہ وہ دار پر مرنے نہیں پائے تو’’ ماقتلو‘‘ کا لفظ بے جا ہوتا۔ کیونکہ دوسری قسم پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے کا شبہ اہل کتاب کے عقائد میں ہرگز نہیں اور اﷲتعالیٰ نے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت:’’ وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ‘‘فرمایا ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ان کو دار پر نہیں چڑھایا گیا۔ اگر صرف دار پر چڑھائے جاتے تب بھی ان کی وجاہت جاتی رہتی اور جھوٹے الزام سے وجاہت میں فرق نہیں آسکتا۔

ہاں! الزام صحیح البتہ ذلت کا سبب ہے اور یہ کتنے بڑے گناہ کی بات ہے کہ نبی کو غیر وجیہ جانا جائے یا غلط طور پر خدا اس کو وجیہ فرمائے۔ اور فرمایا:’’ مطھرک من الذین کفروا ‘‘یعنی تجھ کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو کافر ہوئے یہ بھی اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ کفار کے نجس ہاتھ ان تک نہ پہنچے ورنہ تطہیر نہیں ہوسکتی اور تطہیر سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کو کفار کے الزام سے پاک کیا۔ کیونکہ الزامات کفار سے ان کو جھولے میں بولنے اور مردوں کو زندہ کرنے سے پاک کردیا ہے۔ بلکہ یہاں تطہیر سے مراد یہودیوں کے مکروکید سے حفاظت جان کے موقع پر بچایا جاتا ہے اور یہ مراد نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے خیالات فاسدانہ سے قرآن پاک نے تطہیر کی۔ کیونکہ قرآن شریف کی تطہیر کو یہود نہیں مانتے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طہارت قرآن سے کیسے ثابت ہوسکتی ہے۔ بلکہ ماننا پڑے گا کہ تطہیر سے مراد قتل اور صلیب کے حادثے سے بچانے کا دوسرا امر یعنی یہود کے شبہ میں پڑ جانے کی نسبت جو تفصیل مرزائیوں نے لکھی ہے۔ اس پر دلائل اسلام سے کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ انجیل اور اس کی تفاسیر کی باتیں درج کردی ہیں اور’’ شبہ لھم ‘‘سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہودیوں کے سامنے کوئی دوسرا آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر ہوگیا تھا اور انہوں نے اس کو سولی پر چڑھایا۔ کیونکہ اگر یہ جائز ٹھہرے کہ اﷲتعالیٰ ایک انسان کو دوسرے انسان کی صورت پر کردیتا ہے تو اس سے سفسطے کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس لئے کہ ہم نے زید کو دیکھا۔

پس یہ خیال ہوسکتا ہے کہ شاید زید نہ ہو کوئی اور شخص ہو کہ اس کی صورت زید کی سی ہو۔ اس صورت میں نہ طلاق کا نہ نکاح کا نہ ملکیت کا اعتبار رہے گا۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ اس سے تواتر میں نقصان لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ خبر متواتر سے علم کا فائدہ اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ وہ محسوس پر منتہی ہو اور جب کہ محسوسات میں یہ شبہ پڑ گیا تو متواترات پر بھی اعتبار نہ رہے گا اور اس سے تمام شرائع میں خرابی واقع ہو جائے گی اور اس سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر طعن لازم آتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صورت کے بدلنے سے اصول بگڑتا ہے۔تو یہ صحیح نہیں۔اس امر میں جو طریق بہت متکلمین کا مختار ہے یہ ہے کہ یہودیوں نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔سرداران یہود کو عوام میں فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہوا۔اس لئے ایک آدمی کو پکڑ کر قتل کیا اور سولی دے دی اور لوگوں پر ظاہر کردیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی ہے۔لوگ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چہرہ شناس نہ تھے۔صرف نام ان کا سنتے تھے۔کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے میل جول کم رکھتے تھے۔اس لئے ان کو یقین آ گیا اور نصاریٰ کی طرف سے اگر اس بات کا دعویٰ پیش ہو کہ ہم کو اپنے بزرگوں سے تواتر کے ساتھ معلوم ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالضرور مصلوب ہوئے تو یہ خبر متواتر ان کی اس لئے نامعتبر ہے کہ اس کا تواتر تھوڑے سے آدمیوں پر منتہی ہوتا ہے۔جن کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ عجب نہیں۔انہوں نے کذب پر اتفاق کرلیا ہو۔نتیجہ یہ نکلا کہ ''شبہ لھم'' سے یہ مراد نہیں کہ کسی اور شخص کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہوگئی۔بلکہ مطلب یہ ہے کہ شبہ ڈالا گیا ان کے لئے۔وہ شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھا لئے گئے تو سرداران یہود نے دانستہ طور سے ایک غیر آدمی کو عوام کے دھوکا دہی کی غرض سے سولی دے دی۔تیسری بات یعنی رفع جسمانی کے ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔اگر یہ مراد نہ لی جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا ہے تو غور کرنا چاہئے کہ نہ صرف روح قتل ہوتی ہے نہ محض جسم بلکہ دونوں مقتول ہوتے ہیں اور اس کے بعد فرمایا کہ نہ ان کو صلیب دی ہے اور صلیب بھی روح مع الجسم کو دی جاتی ہے۔ نہ دونوں میں سے ایک ایک کو۔بعد اس کے فرمایا: '' وماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ '' یہاں بھی قتل کا محتاج روح وجسم کا مجموعہ ہے ان میں سے ہر ایک تنہا اور ضمائر ماقتلوہ وماصلبوہ بل رفع اللہ کا مرجع ایک ہے۔ پس از روئے علم وانصاف ماننا پڑے گا مسیح علیہ السلام کو یہودیوں کے قتل کرنے اور صلیب دینے سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔فصاحت وبلاغت اور قواعد عربی اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔کیونکہ کلمہ بل کے اول میں جو کلام متضاد ہوتا ہے۔وہ تحقق میں کبھی جمع نہیں ہوسکتا۔

مرزائیوں کی تیسری دلیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں

''اذقال اللہ یٰعیسیٰ ابن مریم أانت قلت للناس اتخذونی وامیّ

الهین من دون الله۔ قال سبحانك مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق۔ان کنت قلته فقد علمته تعلم مافی نفسی ولااعلم مافی نفسك۔ انك انت علام الغیوب۔ماقلت لهم الاماامرتنی به ان اعبدوالله ربی وربکم وکنت علیهم شهیداما دمت فیهم فلماتوفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شی شهید ’’جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا تو آدمیوں سے کہتا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا، سوائے خدا کے سمجھو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:۔تیری ذات پاک ہے مجھ کو یہ لائق نہیں کہ وہ بات کہوں جو میرے لائق نہیں ہے۔اگر میں نے کہا کہ تو۔تو وہ چیز جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے۔اور میں وہ نہیں جانتا ہوں جو تیرے نفس میں ہے۔تحقیق تو غیب کا جاننے والا ہے۔ان سے میں نے وہی کہا ہے جس کا تو نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جو میرا اور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے اور ان پر میں گواہ تھا جب تک ان میں تھا اور جب کہ تو نے مجھ کو موت دی تو تو ان پر نگہبان ہے اور تو ہی سب پر گواہ ہے۔

اقول:’’آیت کریمہ میں لفظ’’توفیتنی‘‘ واقع ہے مرزائی اس کے معنی موت کے لیتے ہیں اور تائید اس کی بخاری شریف کی حدیث جو ابن عباسؓ سے حشر کے بارے میں مروی ہے۔ کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:’’فاقول کماقال البعد الصالح وکنت علیهم شهیدا مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم‘‘یعنی میں کہوں گا جیسا کہ بندہ صالح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جب تک میں ان میں تھا۔ان کے حال سے واقف تھا اور جب تو نے مجھ کو ان میں سے اٹھا لیا تو تو ان کا نگہبان اور ان کے حال سے واقف ہے۔مرزائی کہتے ہیں کہ یہ سوال وجواب عالم برزخ میں واقع ہوئے۔اگر حشر میں ان کا واقع ہونا مانا جائے گا تو درست نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارے حضرت محمد ﷺ نے تو اپنا جواب لفظ مضارع کے ساتھ دیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لفظ ماضی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے اول حساب لے کر اس کے بعد سرور کائناتؐ بلائے جائیں گے تاکہ مسیح علیہ السلام کے مطابق جواب دیں اور ایسا کسی عالم نے نہیں کہا ہے اور نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔(انتهى كلام المرزائية)

الجواب مرزائیوں کی تیسری دلیل کا جواب

اقول: مرزائیوں نے اس آیت سے استدلال غلط طور پر وجہ کیا ہے اور اس کے معنی موت کے لئے ہیں۔ جو نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ اور آئمہ سلف وخلف کے خلاف ہے۔ یہاں

بھی ’’توفیتنی ‘‘ کے لغوی معنی مراد ہے۔ پورا لینا اور غرض اس سے آسمان پر اٹھالینا ہے اور جو کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے: ’’قال العبدالصالح ‘‘صیغہ ماضی کے ساتھ آیا ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ ’’قال ‘‘ کے ماضی ہونے سے استدلال کرنا محض ضعیف ہے۔ اول تو اس لئے کہ ماضی بمعنی مضارع بکثرت قرآن پاک میں وارد ہے۔: ’’ونفخ فی الصور۔ واشرقت الارض۔وضع الکتاب۔ جی بالنبیین ۔قضی بینھم وغیرذلک ‘‘

پس قال بمعنی یقول یعنی مضارع کے معنی میں ہے۔ چنانچہ شواہد اس کے صحیح بخاری میں بھی موجود ہیں۔ رہا یہ امر کہ ماضی سے کیوں تعبیر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے جو اپنی حکایت بیان فرمائی کہ میں قیامت میں اس طرح کہوں گا۔ اس بیان سے پہلے صحابہؓ آیت سن چکے تھے: ’’ان تعذبھم فانھم عبادك ‘‘ پس مقتضی بلاغت کا ہوا کہ حکایت کے ماضی ہونے کا بمنزلہ محکی عنہ کے ماضی ہونے کے ٹھہرا کر صیغہ ماضی استعمال فرمایا۔ یا یوں کہا جائے کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پہلے ہو چکے گا۔ پھر ہمارے حضور ﷺ کا یہ قول صادر ہوگا تو حضورؐ کے قول کے وقت چونکہ وہ قول ماضی ہو چکا ہے اس لئے صیغہ ماضی سے تعبیر فرمایا۔ اگر آیت مذکور میں: ’’توفیتنی ‘‘ کے معنی موت کے لئے جائیں گے۔ تو بڑی غلطی وخرابی پڑ جائے گی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کا عقیدہ نصاریٰ میں مسیح کے مصلوب ہونے کے بعد پیدا ہوا ہے۔ اور یہ عقیدہ یہود سے نکلا ہے اور مرزا قادیانی کے زعم کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب سے ۸۷ سال کے بعد مرے ہیں۔ کیونکہ ۳۰ برس کی عمر میں ان کو نبوت اور کار تبلیغ رسالت عنایت ہوا۔ تین برس تک تبلیغ فرمائی تھی کہ واقعہ صلیب پیش آیا۔ تو مرزائیوں کے عقیدہ کے موافق ’’توفیتنی ‘‘ کے معنی ہوں گے کہ جب کہ تو نے مجھے واقعہ صلیب سے مار ڈالا تو تو ان پر نگہبان تھا۔ گویا حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے واقعہ سے مرے ہیں۔ ۸۷ برس کے بعد نہیں مرے ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا عقیدہ ان آدمیوں میں پیدا ہوا تھا۔ جو قبل واقعہ صلیب کے مسیح سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ مسیح علیہ السلام ملک شام سے نکل کر افغانستان اور پنجاب اور ہندوستان اور شہر بنارس اور نیپال اور کشمیر میں آکر تبلیغ کرنے لگے تو یہاں کے رہنے والوں میں تو ذرا بھی نصرانیت کے آثار زمانہ قدیم میں نہیں تھے اور نہ اب تک نصرانیت کے آثار کچھ زیادہ ہیں۔ بلکہ ہندو مذہب کا غلبہ ہے اور نہ الوہیت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ بلکہ بعد میں ہوئے تاکہ یہ سمجھ لیا جائے کہ مسیح کی موت کے بعد یہ لوگ الوہیت مسیح علیہ السلام کے

معتقد ہوگئے۔ یہ عقیدہ تو بلاد شام کے آدمیوں میں تھا: ’’مادمت فیهم‘‘ اور ’’فلما توفیتنی‘‘ بالکل باہم متصل ہیں۔ پس جب حضرت مسیح علیہ السلام ان میں تھے۔ وہ زمانہ صلیب کے واقعہ کا تھا۔ اس کے بعد مسیح علیہ السلام ان میں سے چلے آئے۔ پس یا تو موت کو صلیب کے ساتھ ہی ماننا پڑے گا یا: ’’توفیتنی‘‘ کے معنی موت کے نہ لئے جائیں گے۔

فرقہ مرزائیہ کی چوتھی دلیل کہ توفی موت کے معنی میں ہے

مرزائی اپنے زعم باطل کے لئے احادیث ولغات سے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن سعدؓ سے مروی ہے: ’’ماتوفی الله نبیا الادفن حیث یقبض روحه‘‘ یعنی انبیاء جس مقام پر مرتے ہیں، وہیں دفن ہوتے ہیں۔‘‘ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے: ’’ان النبی ﷺ بکی وبکی اصحابه حین توفی سعد بن معاذ‘‘ یعنی سعد بن معاذؓ جب مرے تو حضرتؐ اور آپؐ کے اصحاب روئے۔

الجواب ...... مرزائیوں کی چوتھی دلیل کا جواب

جواب اس کا یہ ہے کہ ’’توفی‘‘ جب موت کے معنی میں آتا ہے۔ تو اس کے ساتھ قرینہ معنی موت کے لئے موجود ہوتا ہے۔ جیسا کہ احادیث مستدلہ مرزائیہ میں بعد لفظ ’’توفی‘‘ کے لفظ ’’دفن‘‘ اور لفظ ’’بکیٰ‘‘ کا قرینہ موجود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے۔ وہاں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں ہے۔ اس لئے حقیقی معنی لینا ضرور ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح مع الجسد کے اٹھائے گئے اور وفات نہیں پائی۔ اگر ’’توفی‘‘ بمعنی اخذ الشی بالتمام کے ہو۔ جیسا کہ بہت سے مفسرین اس طرف گئے ہیں اور اس بناء پر ’’توفی‘‘ عین مفہوم رفع عیسیٰ مع الجسد والروح ہوگا۔ تب تو ظاہر ہے کہ کوئی اشکال نہیں اور اگر بمعنی وفات ہی لیا جائے تو ممکن ہے کہ قبل رفع تھوڑی دیر کے لئے آپ کو وفات دی گئی ہو اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لئے گئے ہوں۔ جیسا کہ بعض سلف اس کے بھی قائل ہوئے ہیں۔ چنانچہ: ’’الثانی متوفیك ای ممیتك وهومروی عن ابن عباس ومحمد بن اسحٰق قالوا والمقصود ان لایصل اعداء ه من الیهود الی قتله ثم انه بعد ذلك اکرمه بان رفعه الی السماء ثم اختلفو اعلیٰ ثلثة اوجه احد هاقال وهب توفی ثلث ساعات ثم رفع، ثانیهاقال محمد بن اسحاق توفی سبع ساعات ثم احیاه الله تعالیٰ ورفعه الثالث قال الربیع بن انس انه تعالیٰ توفاه حین رفعه الی السماء‘‘ بہر حال ممیتک کے ساتھ تفسیر کرنا بھی کسی طرح منکر رفع کو مفید نہیں اور نہ رفع جسمانی کے منافی ہے۔

قبر یوز آسف کی تحقیق

اور مرزا قادیانی یہ کہتے ہیں کہ کشمیر میں ایک قبر ہے جسے یوز آسف نبی اور شہزادہ نبی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کہتے ہیں۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شہزادہ نہ تھے۔ پھر کس طرح شہزادہ مشہور ہو سکتے ہیں اور نہ یوز آسف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ یوز آسف تہمورس بن دیو جہاں بن ہوشنگ پسر سیانک بن گیومرز بن آدم اور بقولے ہوشنگ بن قرداء بن سیاملک بن میش بن گیومرز بن آدم کا ہم عصر تھا اور اعلیٰ درجہ کے حکماء ایران سے ہوا ہے۔ اسی نے کواکب پرستی کا رواج دیا تھا اور کواکب پرستی کو معبود حقیقی کی عبادت سمجھتا تھا۔ جیسا کہ آثار الباقیہ اور دوسری کتب تواریخ میں مذکور ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسرائیلی تھے نہ ایرانی اور اس سے زمانہ دراز کے بعد گزرے ہیں: ''کما لا یخفی علیٰ من بطالع کتب التواریخ'' دوسری بات یہ ہے، یوز آسف یوسف کا تغیر بلفظ عیسیٰ یا یسوع کا متغیر تلفظ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ عجب نہیں کہ کوئی صاحب یوسف ہوں ان کی قبر ہو۔ جس کو یوز آسف بھی کہنے لگے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد و الہامات و پیشین گوئیوں پر نظر غور

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقیدے سے انبیاء کی شان میں تنقیص لازم آتی ہے۔ ختم نبوت کا ابطال اور ضروریات دین کا انکار ہوتا ہے۔ جو درود سلام قرآن مجید حضور انور ﷺ کے واسطے خاص کرتا ہے۔ وہ مرزا قادیانی کے نام کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور آپ کے دوست رضی اللہ عنہم لکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۶۹۱، خزائن ج۳ ص۴۷۳) میں لکھ بیٹھے ہیں کہ: ''جو حقائق قرآن و حدیث (یاجوج ماجوج ابن مریم، دابۃ الارض، دجال، خر دجال وغیرہ) کا علم مجھے دیا گیا ہے وہ رسول خدا ﷺ کو نہیں تھا۔'' اور مرزا قادیانی یہ بھی کہتے ہیں کہ: ''میں حضرت امام حسینؓ سے بہتر ہوں۔'' (دافع البلاص ۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے برتر ہوں۔'' (دافع البلاص ۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

ان کی جماعت والوں کی تو یہاں تک تحریر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے باورچی خانہ اور پائخانہ بھی بنانا پڑا ہوگا۔ اس سے ان کی بہشت ہی میں بھیج دیا ہوتا کہ نجار ہی کا کام کرتے۔

حضرات ناظرین! یہ سوء ادبیاں مرزائیہ جماعت کی اللہ تبارک وتعالیٰ اوراس کے رسولؐ کی شان میں ہیں۔ مرزا قادیانی اپنے تئیں کسر صلیب کی پیشین گوئی کا مورد اس استدلال کی بناء پر قرار دیتے تھے کہ انہوں نے وفات مسیح کے مسئلہ پر روشنی ڈال کر عیسائیوں کے خدا کو مردہ ثابت کر دیا ہے۔

اقول…… اگر یہی وجہ مرزا کے مامور من اللہ ہونے کی ہے تو پھر سرسید احمد خان کو اس پیشین گوئی کا مصداق کیوں نہ سمجھا جائے جو مرزا قادیانی سے بہت پہلے اس مسئلہ پر اپنی فطری قابلیت سے روشنی ڈال چکے ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنے خیال میں یورپ کی صلیب بھی توڑ دی ہے اور اسلام کا پورا غلبہ کر دیا ہے اور قرآنی احکام یورپ کی عدالتوں میں نافذ کر دیئے ہیں۔ حالانکہ غور کیا جائے تو اس کے برعکس رہا سہا اقتدار بھی مسلمانوں کا یورپ ہضم کر کے اپنا مشن عیسائیت پھیلانے کا قائم کر چکا ہے اور صرف یورپ ہی نہیں بلکہ شاید ہی دنیا میں کوئی علاقہ ایسا ہوگا جس میں عیسائی مشینری نہ پہنچی ہو۔ برخلاف اس کے اسلام کا یورپ بھر میں باقاعدہ ایک مشن اب تک نہیں۔ پھر غلبہ کیسا۔ یورپ میں اس وقت جو کچھ اسلام پھیلا ہے۔ اول تو وہاں قبل ہی سے تبلیغی آثار اسلامی باقی تھے۔ اس کے علاوہ مسٹر امیر علی صاحب مرحوم کی چند معرکۃ الآراء کتب تواریخ نے زیادہ توحید اسلام کو روشن کیا۔ جس کے باعث کچھ اور مسلمان ہوئے۔ مرزائیوں کا یہ دعویٰ کہ ان کے مشن نے یورپ میں تبلیغ اسلام کیا۔ اول تو حقیقی معنی میں ان کی یہ تبلیغ تبلیغ اسلام نہیں ہے۔ بلکہ یہ فرقہ بندی، نفاق و گمراہی کی شاخ ہے۔ کیونکہ اوّل اصول اسلام نبوت کا ماننا ہے۔ مگر مرزائی سرے سے نبوت وخاتم پیغمبران حضرت محمد ﷺ کے منکر ہیں۔

لہٰذا ان کی تبلیغ دیگر اقوام دہر سے زیادہ وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھی جاسکتی اور نہ ہی اس کو تبلیغ اسلام کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان کا مشن مرزا قادیانی کو نبی ماننا ہے۔ خاتم النبیین محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ماننا یہ اعتقاد کو فہ اہل اسلام کے نزدیک باعث انکار ختم نبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ کمال الدین وغیرہ نے مرزائیت کو چھپا کر خالص اہل سنت والجماعت کے مسلک ومشرب کی تبلیغ یورپ میں شروع کر دی ہے۔ لندن وغیرہ میں مرزائیت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ جو باخبر حضرات پر مخفی نہیں۔ اقول مرزا قادیانی اور ان کے متبعین نے صرف ایک مسئلہ وفات مسیح اور آمد مسیح پر زور خرچ کر دیا ہے اور اس ایک مسئلے کے متعلق کتابوں پر کتابیں، رسالوں پر رسالے

لکھے چلے جاتے ہیں اور باقی اجزاء اسلام کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اگر انصاف پذیر دل لے کر غور کیا جائے تو سر سید قانون فطرت و نیچر کی حمایت میں مسیح علیہ السلام کو مارتے ہیں۔ مرزا قادیانی اس لئے ان کی ہلاکت کے در پے تھے کہ اسامی خالی ہو اور ہمیں ملے۔ مرزا قادیانی کو معلوم نہیں کیا لعل لگ گئے ہوئے تھے کہ اسلام کی حیات کا دارومدار صرف ان کی ذات پر منحصر تھا جو آج تیرہ سو سال کے بعد پیدا ہوئے اور بقول مرزا قادیانی کے اللہ نے ان سے فرمایا کہ جس طرف تیرا منہ ہے اسی طرف میرا منہ ہے اور تو میری مراد ہے۔ (کتاب البریہ ص۷۶،۷۷، خزائن ج۱۳ ص۱۰۱،۱۰۲) یہ نہایت گستاخانہ کلمات ہیں جو حقیقت الوحی وغیرہ میں موجود ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تو قرآن مجید کو نور اور حیات بخش فرماتا ہے اور مرزائی اس کو مردہ تعلیمات اور بے اثر کلام قرار دیتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر قرآن مجید کی اور توہین نہیں ہوسکتی۔ یہ مسئلہ کہ مرزا قادیانی کے ماننے پر نجات منحصر ہے۔ ایسا خبیث ہے کہ اس سے ساری خدائی باطل ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ ربوبیت باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ جس قدر کسی شے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اسی قدر رب العالمین نے وہ چیز زیادہ عام کی ہے۔ تمام قوانین رحمت ومغفرت ایک مرزا ہی کے تابع ہوئے۔ خداوند عالم اور اسلام کی توہین اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے قرآن اور اسلام کی ہدایت کے مطابق عمل صالح کرنا اور بدی سے بچنا موجب نجات نہیں ہوسکتی ہے۔ تاوقتیکہ مرزا کو ساتھ ساتھ نبی نہ مانا جائے۔ مرزا قادیانی نے اہل اسلام پر سب سے زیادہ بڑھ کر ظلم یہ کیا ہے کہ انہوں نے اپنے مریدوں کو حکم عام دے دیا ہے اور تحریر کر گئے ہیں کہ وہ باقی تمام مسلمانوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور نہ ان کے جنازے اور نماز وغیرہ میں شامل ہوں اور نہ انہیں السلام علیکم کہیں۔

جیسا کہ حقیقت الوحی اور ان کے خلیفہ کی کتاب انوار خلافت ص۹۲ میں ہے۔ مرزا قادیانی کا الہام یہ ہے کہ: ''خدا مجھ سے ہے اور میں خدا سے ہوں۔'' (حقیقت الوحی ص۷۴، خزائن ج۲۲ ص۷۷) ''اور اگر خدا مجھے پیدا نہ کرتا تو آسمان وزمین کو نہ پیدا کرتا۔''

(حقیقت الوحی ص۹۹، خزائن ج۲۲ ص۱۰۲)

حالانکہ خاتم النبیین سرور کائنات محمد ﷺ کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا اور یہ جو مشہور ہے: ''لولاک لما خلقت الافلاک'' یہ حدیث موضوع ہے۔ اسے حدیث قدسی

قرار دینا اور آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں۔ گو معناً صحیح ہے۔ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے تحفہ اثناء عشریہ وغیرہ میں تصریح کی ہے۔ پادریوں کی پہلی ایک میں تین اور تین میں ایک کے حل کرنے میں اتنی دقت نہیں جتنی مشکل مرزاقادیانی کے معماد ار الہام: ''انت منی وانامنك'' کے سلجھانے میں پیش آتی ہے۔ امور ان الٰہی مبعوث ہوکر ایک ہی مرکز پر ٹھہرتے ہیں اور لوگوں کو دائرہ ہدایت میں لاتے ہیں۔ کوئی ان میں سے اپنے نصب العین کو چھوڑتا ہوا نہیں دیکھا گیا۔

مرزاقادیانی کہیں عیسیٰ ہیں اور کہیں مثیل مسیح۔ کہیں مہدی ہیں کہیں کرشن، مرزائی اسلام نے لوگوں کے دلوں سے رہے سہے ایمان کی جڑ کھوکھلی کرنی شروع کردی لاحول ولا قوة الا باللہ اس لئے کہ مرزاقادیانی کی پیشین گوئیاں اور الہامات پڑھ پڑھ کر غور پسند دل میں کیا یہ نہیں گزرتا ہوگا کہ جب اس ہوشیاری اور روشنی کے زمانہ میں اچھے اچھے نوجوانوں کی عقل مار کر معتقد بنانے والے اور کلمہ پڑھانے والے چالاک آدمی ہوگئے تو حضرت محمد ﷺ کے زمانے کے سیدھے سادے لوگوں کا پھندے میں لے آنا کیا ہی مشکل ہوگا۔ ان کے معجزات وپیشین گوئیاں بھی ایسے وزن اور حقیقت کی ہوں گی۔

مرزاقادیانی نے بڑے شدومد سے دعویٰ کیا تھا کہ میرا ایک عورت (محمدی بیگم) سے نکاح ہونا ضرور ہے۔ جو آسمان پر ان سے پڑھا جاچکا ہے۔ مگر وہ بی بی باوجود ہزار کوششوں کے ان کے نکاح میں نہ آئیں۔ بلکہ اسی زمانہ میں ایک دوسرے شریف انسان کی بی بی ہوئیں۔ مرزاقادیانی نے جب دیکھا کہ اب آسمانی منکوحہ کے ملنے کی کوئی امید نہیں تب انہوں نے حقیقت الوحی میں لکھ دیا کہ خدا جس خبر اور وعدے کو چاہے پورا کرے اور جس کو چاہے باطل کردے۔ اس پیشین گوئی کے پورا ہونے سے قبل مرزاقادیانی نے ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو لاہور میں عارضہ ہیضہ یا درد گردہ سے انتقال کیا۔

(ازالہ اوہام واربعین نمبر۳ ص۳۲، خزائن ج۱۷ ص۴۲۲) میں مرزاقادیانی کا الہام یہ ہے کہ میری عمر ۸۰ سال کی ہے۔ مرزاقادیانی کی سوانح عمری جوان کے خاص مرید نے (عسل مصفی ج۲ ص۶۳۶) میں لکھی ہے۔ اس میں سال پیدائش ۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰ء لکھا ہے۔ اس حساب سے مرزاقادیانی کی عمر ۶۹ یا ۶۸ سال ہوتی ہے اور قاضی فضل احمد نے اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی میں

قرآن کی آیت:’’الا فی الفتنة سقطوا ‘‘کے اعداد جمل سے ۱۶۵۹ھ سال پیدائش نکالا ہے۔اس حساب سے مرزا قادیانی کی عمر صرف ۶۷ سال کے قریب ہوتی ہے۔جس پر مرزا قادیانی کو بھی اعتبار ہے۔(برکات الدعا ٹائٹل پیج ص۲،خزائن ج۶ ص۴) پر بھی مرزا قادیانی نے اپنی عمر ۵۲ سال تحریر کی ہے۔جو کہ ۱۸۹۳ء میں چھپی تھی۔اس طرح سے بھی ان کی عمر ۶۷ سال کی بنتی ہے اور مرزا قادیانی کے الہام سے جو رجسٹری جائیداد مندرجہ کتاب فضل رحمانی میں مندرج ہے۔ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی عمر ۹۵ سال کی بڑی جدوجہد و تکرار و اصرار سے ہاتھ پائی کر کے ایک صاحب قبر کی دعا سے منظور کرائی تھی۔مگر یہ سب باتیں لغو ثابت ہوئیں اور بہت سی پیشین گوئیاں مرزا قادیانی کی موت سے باطل ہوگئیں۔مثلاً:

۱...... ’’مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں فوت نہ ہوا تو میں دجال اور کذاب ہوں۔‘‘

(اشتہار مرزا قادیانی مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۷۸)

۲...... ’’ڈاکٹر عبدالحکیم میری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح بیست و نابود ہو جائے گا۔‘‘ (تبصرہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۹۱)

۳...... ’’عالم کباب کی پیدائش جس کے پیدا ہوتے ہی تمام عالم کے لئے تباہ ہو جانا تھا اور پھر مرزائیوں کی فتح اور خوشی ہونی تھی۔‘‘ (الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۸)

۴...... ’’دو خواتین مبارکہ تیری نکاح میں آئیں گی۔جن کو تو نصرت جہاں بیگم کے بعد پائے گا اور ان سے تیری نسل بکثرت ہوگی۔‘‘

(اشتہار مرزا قادیانی مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۰۲)

ان پیشین گوئیوں کے وقوع میں آنے سے پیشتر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو چل دیئے۔مرزا قادیانی کے ادلہ و الہامات و پیشین گوئیاں بقدر ضرورت ان کے مصنفہ کتب سے نقل کئے گئے ہیں۔

نظر غور فرمائیں کہ مرزا نے علمائے اہل سنت والجماعت کو جن الفاظ میں اپنی زبان و تصانیف میں یاد کیا ہے۔اس سے زیادہ گندے الفاظ سے کسی انسان کو میسر نہیں آسکتے۔چنانچہ ملاحظہ فرمایئے۔ اعجاز احمدی وغیرہ میں (۱)خبیث (۲)شیطان (۳)مضل (۴)کذاب (۵)ناری (۶)غوی (۷)اجہل (۸)احمق (۹)شقی (۱۰)ذیب (۱۱)ملاعین (۱۲)اشرار لئام (۱۳)فتان (۱۴)دجال مفتری (۱۶)اوباش بے ایمان (۱۷)بے حیا (۱۸)کلب وغیرہ وغیرہ جس کی انتہا نہیں۔

مرزا قادیانی کے کشفی حالات از کتاب حقیقت الوحی وغیرہ

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ’’ایک رات کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا۔ مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے۔ اس نے مجھ کو ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالیں اور صاف کیں اور میل وکدورت ان میں سے پھینک دی اور ہر ایک بیماری اور کوتہ بینی کا مادہ نکال دیا اور مصفا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا۔ مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارے کی طرح بنادیا ہے اور یہ عمل کر کے پھر فرشتہ غائب ہوگیا۔‘‘

(تریاق القلوب ص۹۵، خزائن ج۱۵ ص۳۵۲)

اور مرزا قادیانی اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہوگئے اور کہتے ہیں کہ ایک بار مجھ پر کشفی طور پر دکھایا گیا کہ: ’’میں نے بہت سے احکام قضاء وقدر کے اہل دنیا کی نیکی وبدی کے متعلق اور نیز اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے لکھے ہیں اور پھر تمثیل کے طور پر میں نے خدا کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری تعالیٰ کے آگے رکھ دیا کہ وہ اس پر دستخط کر دے۔ سو خدا نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیئے اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی۔ اس کو جھاڑ دیا۔ اس کے قطرے میرے کپڑوں پر پڑے جن کو میں نے بچشم خود دیکھا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۲۵۵، خزائن ج۲۲ ص۲۶۷)

دیگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ’’میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ میں نے بشمیر داس کھتری کے نوشتہ قضا وقدر کی نصف قید کو اپنے قلم سے کاٹ دیا۔ مگر بری نہیں کیا۔‘‘

(سراج منیر ص۳۲،۳۱، خزائن ج۱۲ ص۳۷)

’’ایک بار کشف میں دیکھا کہ تو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔‘‘ (تذکرہ ص۷۶ طبع سوم) ایک نبی کی شان اور یہ گندی نسبت ’’لاحول ولا قوۃ الا باللہ‘‘

دیگر قول مرزا کشفی الہام ’’ایک بار حالت کشف میں اللہ کی روح ان پر غالب ہوگئی اور اس نے اپنے وجود میں مرزا قادیانی کو پنہاں کرلیا اور انہوں نے اس حالت میں دیکھا کہ وہ نئے نظام اور نئے آسمان اور نئی زمین کے پیدا کرنے پر قادر نہیں پھر انہوں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا۔ الیٰ آخرہ‘‘ (تذکرہ ص۱۹۰،۱۸۹ طبع سوم)

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ ایک بار مجھ کو خدا نے مخاطب کر کے فرمایا: ’’یلاش‘‘ خدا کا نام ہے۔ یہ ایک نیا الہامی نام ہے اور لفظ ہے کہ اب تک میں نے اس کو اس صورت پر قرآن وحدیث میں نہیں پایا اور نہ کسی لغت کی کتاب میں دیکھا۔ اس کے معنی مجھ پر یہ کھولے گئے کہ: ’’یالاشریك‘‘ (تذکرہ ص۷۹۳ طبع سوم) ’’الہام میں بار بار میرا نام ابراہیم رکھا ہے۔‘‘ جیسا کہ (براہین احمدیہ کے ص۵۶۱، خزائن ج۱ ص۶۷۰ حاشیہ در حاشیہ) میں الہام ہے: ’’سلام علے ابراھیم صافیناہ ...... الخ‘‘

مرزا قادیانی کے لغو خیالات و بے معنی دعویٰ

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ’’قرآن کریم میں مسیح کے جو معجزات ہیں وہ مسمریزم ہیں۔‘‘ (ازالہ ص۷۵۰، خزائن ج۳ ص۵۰۴ ملخص) مرزا قادیانی اپنی دعا کے ضمن میں خدا سے خطاب کرتے ہیں۔ ’’تو نے ہی اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ اٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی صداقت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اسلام کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا ہے اور تو نے ہی مجھ سے کہا کہ تو میری نظر میں منظور ہے۔ میں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں تو نے ہی مجھے فرمایا کہ تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا اور تو نے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید اور تو نے ہی مجھ سے فرمایا کہ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ (حقیقت الوحی ص۸۰، خزائن ج۲۲ ص۷۰۶) میں نے اپنے لئے تجھے اختیار کر لیا۔ (حقیقت الوحی ص۸۲، خزائن ۲۲ ص۷۰۹)

اقول خلاصہ کلام یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اول اول دعویٰ مجددیت کا کیا۔ پھر ظلی طور پر مسیح موعود ہوئے۔ پھر بروزی مسیح موعود بن گئے۔ جب ترقی ہوئی تو حضور اقدس ﷺ کے ظل ہو گئے۔ اسی اثناء میں مہدی، حکم، کاسر الصلیب، امام الزمان وغیرہ وغیرہ بنتے رہے۔ حتیٰ کہ کرشن ہونے سے بھی نہ چکے۔ شدہ شدہ ان کے لئے یہاں تک بڑھی کہ اصلی مسیح موعود ہو گئے۔ جب کہ دعویٰ بھی فیاضی کے ساتھ ان کی جماعت نے تسلیم کر لیا تو پھر حضرت مسیح سے بھی افضل ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

مرزا قادیانی کا شعر ملاحظہ ہو:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

جب خوش اعتقادوں نے اس پر بھی اف نہ کی تو مرزا قادیانی تھے آدمی ہوشیار۔ انہوں نے خیال کیا کہ جب مصدقین اس بری طرح اپنی عقلوں کو ہم اور ہمارے کلام پر نثار کر رہے ہیں تو اب کوئی کسر اٹھا رکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ چنانچہ انہوں ان کی ضرورت کے مطابق ان کو فوراً الہام ہوا:

’’انت منی بمنزلة ولدی‘‘ (حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹)

لڑکے بننے کے بعد اب خدائے تعالیٰ کے ہاں بے تکلف دوستی ہوتی ہے۔ چنانچہ اپنے رسالہ (ضرورت الامام ص۱۳، خزائن ج۱۳ ص۴۸۳) میں لکھ دیا ہے کہ: ’’خدا تعالیٰ اس عاجز سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے روشن چہرہ سے اتار دیتا ہے اور میں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ گویا مجھ سے ٹھٹھا کر رہا ہے۔‘‘

اقول...... جب ٹھٹھے بازی کی نوبت پہنچ گئی تو اب برابر کی دوستی میں کیا شبہ رہا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی عین خدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ الحکم مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء میں مرزا قادیانی کا الہام لکھا ہے: ’’انما امرك اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون‘‘ اور (حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ ص۱۰۸) میں بھی ہے۔

اقول: مرتبہ: ’’کن فیکون‘‘ حاصل ہونے کے بعد ان میں اور خدائے تعالیٰ میں کیا فرق رہا؟ نعوذ باللہ!

دیکھئے پیارے ناظرین سلسلہ کہاں سے شروع ہوا اور اس کا خاتمہ کہاں ہوا۔ پھر لطف یہ ہے کہ اس کے بعد مجددیت کے پردے کی آڑ لیتے رہے اور مثیل مسیح موعود اور مثیل مصطفیٰ ﷺ اپنے کو لکھتے رہے۔ غرض کہ مرزا قادیانی اپنی تحریرات کے بموجب خدا بھی تھے۔ خدا کی اولاد بھی تھے اور خدا کے دوست بھی تھے۔ کرشن بھی تھے۔ مہدی بھی تھے۔ مجدد بھی تھے۔ مسیح بھی تھے اور ظلی نبی بھی تھے اور نا معلوم کیا کیا تھے۔ ان پر ایمان لانا بھی فرض تھا۔ کیونکہ نبی تھے اور بالکل فرض نہ تھا۔ کیونکہ صرف مجدد تھے۔ غرض کہ مرزا قادیانی سب کچھ تھے اور کچھ نہ تھے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ!

خاتم پیغمبران صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

خاتم پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام باعتقاد اہل ملت اسلام ایک سے زیادہ نہیں اور نہ

ہوسکتا ہے اور وہ صرف ذات پاک حضرت احمد مجتبیٰ محمد ﷺ کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول بحیثیت نبی یا رسالت نہ آیا اور نہ قیامت تک آئے گا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اور پہلے انبیاء کی مثال ایک ایسے محل کی ہے کہ تمام مکان تیار ہوا۔ صرف اس میں ایک اینٹ کی کمی تھی۔ پھر اس محل کے گرد دیکھنے والے پھرنے لگے اور وہ اس دیوار کی خوبی سے تعجب کرتے تھے۔ مگر اس اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ سو میں نے اس اینٹ کی جگہ جو خالی تھی بند کردی۔ میرے ساتھ دیوار ختم ہوگئی اور میرے ساتھ رسول ختم کئے گئے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں ہی نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں اور بہت سی حدیثیں اس باب میں آئی ہیں۔

علامہ محدث قاضی عیاض (شفا شریف میں انہیں نقل کیا ہے بوجہ خوف تطویل صرف حوالہ پر اکتفا کیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو نازل ہوں گے۔ وہ بھی بعنوان رسالت نازل نہ ہوں گے۔ بلکہ دین محمدی ﷺ کے تابع ہوں گے اور اسی دین محمدیؐ کو رواج دیں گے۔ باوجودیکہ وہ نبی ہیں اور اپنی نبوت پر باقی ہیں اور اس سے کچھ نقصان نہیں ہوا اور نہ کوئی شریک آنحضرت ﷺ کا نبوت و رسالت میں ان کے زمانہ میں تھا اور آئندہ کوئی نیا نبی مبعوث ہوسکتا ہے اور یہ بات قرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورۂ احزاب میں ہے: ''ماکان محمد ابااحد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین''

''اقول والخاتم اسم الة لما یختم به کالطابع لمایطبع به فمعنی خاتم النبیین الذی ختم النبیون به وما له اخرالنبیین وقال المبردخاتم فعل مامن علے فاعل وهوفی معنی ختم النبیین فالنبیین منصوب علی انه مفعول به ولیس بذاك وقرأء الجمهور وخاتم بکسرالتاء علی انه اسم فاعل ای الذی ختم النبیین والمرادبه اخرهم۔ ایضاً و فی حرف ابن مسعود ولکن نبیاختم النبیین والمرادبالنبی ماهوأعم من الرسول فیلزم من کونه صلے اللّٰه علیه واله وسلم ختم النبیین والمراد بکونه علیه اصلوٰه والسلام ختمهم انقطاع حدوث وصف النبوة فی احد من الثقلین بعد تحلیه علیه الصلوة والسلام بها فی هذه النشأة ولایقدح فی ذلك مااجتمعت الامة علیه

واشتهرت فيه الاخبار ولعلها بلغت مبلغ التواتر المعنوى ونطق به الكتاب علے قول ووجب الايمان به واكفر منكر كالفلاسفة من نزول عيسىٰ عليه السلام اخر الزمان لانه كان نبيا قبل تحلى نبيناﷺ بالنبوة فى هذا النشأة ومثل هذا يقال فى بقاء الخضر عليه السلام علے القول بنبوته وبقاء ه ثم انه عليه السلام حين ينزل باق على نبوته السابقة لم يعزل عنها بحال لكنه لايتعبدبها لنسخها فى حقه وحق غيره وتكليفه باحكام هذه الشريعة اصلا وفرعا فلا يكون اليه عليه السلام وحى ولا نصب احكام بل يكون خليفة لرسول اللهﷺ وحاكما من حكام ملته بين امته بما علمه فى السماء قبل نزوله من شريعة عليه الصلوه والسلام كما فى بعض الاثار اوينظر فى الكتاب والسنة وهو عليه السلام لا يقصر عن رتبة الاجتهاد المؤدى الى استبناط مايحتاج اليه ايام مكثه فى الارض من الاحكام وكسره الصليب وقتله الخنزير ووضعه الجزية وعدم قبولها مما علم من شريعتنا صوابيته فى قولهﷺ ان عيسىٰ ينزل حكما عدلا يكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية، كمافى الصحاح فتروله عليه السلام غاية لاقرارالكفار ببذل الجزية علے تلك الاحوال ثم لايقبل الاالاسلام لانسخ الها قاله شيخ الاسلام ابراهيم اللقانى فى هداية المريد الجوهرة التوحيد وقوله انه عليه السلام حين ينزل باق على نبوة السابقة لم يعزل عنها بحال لكنه لايتعبدبها الخ احسن من قول الخفاجى الظاهر ان المراد من كونه علے دين نبينا عليه الصلوة والسلام وكذالم يتقدم لامام الصلوة مع المهدى ولااظنه غنى بالانسلاخ عن وصف النبوة والرسالة عزله عن ذلك بحيث لا يصح اطلاق الرسول والنبى عليه السلام فمعاذالله ان يعزل رسول اونبى عن الرسالة اوالنبوة بلاكادلاتعقل ذلك لعله ارادانه لايبقى له وصفاتبليغ الاحكام عن وحى كما كان له قبل الرفع فهوعليه السلام نبى رسول قبل الرفع وفى السماء وبعد النزول وبعد الموت ايضاًوبقاء النبوة والرسالة بعد الموت فى

حقه وحق غيره من الانبياء والمرسلين عليهم السلام حقيقة مماذهب اليه غيرواحد فان المتصف بهماوكذاباالايمان هوالروح وهى باقية لاتتغير بموت البدن نعم ذهب الاشعرى كماقال النسفى الى انهما بعد الموت باقيان حكماومافاده كلام اللقانى من انه عليه السلام يحكم بماعلم فى السماء قبل نزوله من الشريعة قدافاده السفارنبى فى البحور الزاخرة وهوالذى اميل له واماانه يجتهد ناظرافى الكتاب والسنة فبعيد وان كان عليه السلام قد اوتى فوق ماأوتى مجتهدوالامم مما يتوقف عليه الا جتهادبكثيراذقدذهب معظم اهل العلم الى انه حين ينزل يصلى وراء المهدىؓ صلاة الفجر وذلك الوقت بضيق عن استنباط ماتضمنته تلك الصلوة من والاقوال والافعال من الكتاب والسنة علے الوجه المعروف نعم لا يبعدان يكون عليه السلام قد علم فى السماء بصفا ووكل الىٰ الاجتهاد والاخذ من الكتاب والسنة فى بعض اخرو قبل انه عليه السلام ياخذالاحكام من نبيناﷺ شفاهابعدنزوله وهوفى قبره الشريف عليه الصلوة والسلام وايدبحديث ابى يعلى والذى نفسى بيده لينزلن عيسىٰ ابن مريم ثم لئن قام على قبرى وقال يامحمد لاجيبّنه وجوز ان يكون ذلك بالاجتماع معه عليه الصلوة والسلام روحانية ولابدع فى ذلك فقدوقعت رؤيتهﷺ بعدوفاته بغيرواحدمن الكاملين من هذه الامة والاخذمنه يقظة قال الشيخ سراج الدين بن الملقن فى طبقات الاولياء قال الشيخ عبدالقادر الكيلانى قدس سره رايت رسول اللهﷺ قبل الظهر فقال لى يابنى لم لاتتكلم الخ والرواية طويلة“

یعنی محمدﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ لیکن وہ خداوند تعالیٰ کے رسول اور سب نبیوں کی مہر ہیں کہ ان پر پیغمبری ختم ہوئی۔ ان کے بعد اور کوئی پیغمبر نہ ہوگا اور بہت سے احادیث بھی اس پر شاہد ہیں۔ مرزا قادیانی نے لاہور کے وعظ میں اپنے انتقال کے دن سے قبل اپنی نبوت کے ثبوت میں کہا تھا کہ کیا خدا بوڑھا ہو گیا ہے؟ مر گیا ہے؟ یا اس کے قویٰ معطل ہو گئے ہیں کہ وہ

اب حسب عادت سابق نبی پیدا نہیں کرسکتا؟ اقول بالفرض والتقدیر جیسا کہ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ نبوت کا سلسلہ بند نہیں ہوا یا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوگا۔ تو ان کے پہلے کتنے مجدد آئے اور ان کے نام کیا ہیں؟ یا نبی آئے تو مرزا قادیانی کے پہلے کتنے نبی آئے اگر نہیں آئے اور یقیناً نہیں آئے تو آج تیرہ سو برس کے بعد مرزا قادیانی قادیان میں کہاں سے نبی پیدا ہوئے۔ اگر مرزا قادیانی کا استدلال برائے چندے صحیح مان لیا جائے تو آخر اس عرصہ طویل میں کیوں کوئی نبی پیدا نہیں ہوا؟: ''ھا برھانکم ان کنتم صادقین والا انما الوبال علیکم من الملك المتعال واللّٰہ علی ماأقول وکیل ''مرزا قادیانی کی یہ گستاخانہ تقریر وکفریہ کلمات ہیں۔ خداوند تعالیٰ بقول ان کے نہ مرا ہے نہ اس کے قویٰ معطل ہوئے ہیں۔ مگر وہ وعدہ کر چکا ہے کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ بھیجے گا۔ اس لئے اب اگر نبی پیدا کرے تو اللہ کے کلام میں کذب لازم آئے گا اور یہ محال ہے: ''وماعلینا الا البلاغ۔''

مرزا غلام احمد قادیانی علیہ مایستحقہ کے عقائد واباطیل

ہم یہاں مرزا قادیانی کی کتابوں سے ان کے اقوال، اباطیل اور عقائد مشتے نمونہ ازخروارے نقل کرتے ہیں۔ جو وہ عوام الناس میں چھوڑ گئے ہیں۔ جس سے مرزا قادیانی کا گمراہ ہونا روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا۔ نیز اس امر کی بھی توضیح وتشریح ہو جائے گی کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ صرف نبوت کا ہی نہیں بلکہ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ میں تمام انبیاء ورسل کے افضل ہوں۔ یہ اقوال ایسے بدیہی الابطال ہیں۔ جس پر رد وقدح کی ضرورت نہیں۔ اس لئے صرف ان کے الفاظ نقل کر دینے پر اکتفا کیا گیا۔

۱…… مرزا قادیانی کا اپنی وحی پر قرآن شریف کی طرح ایمان لانا: ''جبکہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور قرآن کریم پر، تو کیا انہیں مجھ سے یہ توقع ہوسکتی ہے کہ میں ان کی ظنیات بلکہ موضوعات کے ذخیرے کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں، جس کی حق الیقین پر بنا ہے۔''

(اربعین نمبر۴ ص۱۹، خزائن ج۱۷ ص۴۵۴)

۲…… مرزا قادیانی کا اپنے الہامات پر قرآن شریف کی طرح ایمان لانا: ''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن کریم کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں، اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۲۱۱، خزائن ج۲۲ ص۲۲۰)

۳...... دعویٰ نبوت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت کا دعویٰ: ’’خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور ان کا نام غلام احمد رکھا۔‘‘ (دافع البلاص ۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳) ’’خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں، وہ ہرگز نہیں کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ پر ظاہر ہورہے ہیں، وہ ہرگز نہ دکھلاسکتا۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۴۸، خزائن ج۲۲ ص۱۵۲)

۴...... کھلے کھلے الفاظ میں نبوت کا دعویٰ: ’’میں نبی ہوں اور اس امت میں نبی کا نام میرے لئے مخصوص ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاص ۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

۵...... دیگر انبیاء پر فضیلت کا دعویٰ: ’’کہ اس نے میرا دعوی ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھلائے ہوں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کردیا ہے کہ باستثنا ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۶، خزائن ج۲۲ ص۵۷۴)

۶...... مرزا قادیانی کا خدائی دعویٰ: ’’میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہو اللہ ہوگیا ہوں، اور میں نے یقین کرلیا کہ میں اللہ ہی ہوں۔ پھر میں نے زمین وآسمان پیدا کیا۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴،۵۶۵، خزائن ج۵ ص۵۶۴،۵۶۵)

۷...... مرزا قادیانی کا حیض آنا: ’’بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے، تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہوگیا ہے، اور ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴۳، خزائن ج۲۲ ص۵۸۱)

۸...... مرزا قادیانی کا اہل بیت پر حملہ: ’’پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو، اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم میں موجود ہے۔ اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔‘‘

(اخبار الحکم نمبر۴ جلد۴ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۰ء، ملفوظات ج۱ ص۴۰۰ طبع جدید)

کربلائیست سیر ہر آنم صد حسین است درگریبانم

(الحکم جون ۱۹۰۴ء، نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

۹...... توہین انبیائے کرام: ’’بلکہ اکثر پیشین گوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آ سکتے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۴۰، خزائن ج۳ ص۱۷۱)

۱۰...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ناپاک حملہ اور آپ کے اجداد وجدات کی سخت توہین: ’’آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا، آپ کا کنجریوں سے میلان شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ ان کے سر پر ناپاک ہاتھ لگائے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔‘‘ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۵،۶،۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

۱۱...... حضور سرور عالم ﷺ کے معراج جسمانی سے انکار: ’’نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ پس اس جسم کا کرۂ ماہتاب وآفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔‘‘ (ازالہ ص۴۷، خزائن ج۳ ص۱۲۶)

۱۲...... قرآن شریف میں سخت زبانی: ’’قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریقے استعمال کر رہا ہے، ایک نہایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۵، خزائن ج۳ ص۱۱۵ حاشیہ)

۱۳...... قرآن شریف کا نزول قادیان میں: ’’انا انزلناہ قریبا من القادیان۔‘‘

(حاشیہ ازالہ اوہام ص۷۳ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۱۳۸)

۱۴...... قرآن شریف کے معجزات مسمریزم ہیں: ’’قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض مردے زندہ ہو گئے تھے۔ جیسے وہ مردے زندہ ہو گئے تھے۔ جیسے وہ مردہ جس کا خون نبی اسرائیل نے چھپا لیا تھا۔ جس کا ذکر ’’واذاقتلتم‘‘ کی آیت میں ہے کہ اس گائے کے گوشت کی بوٹیوں سے جس کے ہاتھ سے مقتول کے جسم پر لگنے سے زیادہ ہو گیا تھا یا ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ اس قصہ سے واقعی طور پر زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف دھمکی تھی تاکہ چور بے دل ہو کر اپنے تئیں ظاہر کر دے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۷۴۸ تا ۷۵۰، خزائن ج۳ ص۵۰۳،۵۰۴)

۱۵...... حضرت مہدی علیہ السلام نہیں آئیں گے: ’’محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۴۵۷، خزائن ج۳ ص۳۴۴)

۱۶...... دجال سے مراد پادری ہیں: ’’مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی۔ یہی پادریوں کا گروہ ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۴۹۵،۴۹۶، خزائن ج۳ ص۳۶۵)

۱۷...... ریل گاڑی دجال کی سواری یا گدھا ہے: ’’وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنایا ہوا ہوگا، پھر اگر وہ ریل نہیں تو اور کیا ہے۔‘‘ (ازالہ صفحہ ۶۸۵، خزائن ج۳ ص۴۷۰)

۱۸...... یاجوج ماجوج درحقیقت کوئی چیز نہیں: ’’یاجوج وماجوج سے دو قوتیں انگریز وروس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔‘‘ (ازالہ ص۵۰۲، ۵۰۸، خزائن ج۳ ص۳۷۳)

۱۹...... آفتاب قرب قیامت میں مغرب سے نہیں نکلے گا: ’’مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔‘‘ (ازالہ ص۵۱۵، خزائن ج۳ ص۳۷۶،۳۷۷)

۲۰...... مرزا قادیانی کا فتویٰ، مرزائیوں کی نماز دوسرے مسلمانوں کے پیچھے صحیح نہیں: ’’اس لئے کہ وہ اس لائق نہیں کہ میری جماعت سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پس یاد رکھو جیسا کہ خداتعالیٰ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارے اوپر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب اور متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ وہی تمہارا امام ہو جو تم میں سے ہو۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص۸۱، اربعین نمبر۳ ص۲۸ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۴۱۷)

۲۱...... غیرمرزائیوں سے مناکحت حرام ہے۔: ’’میرے مرید کسی غیر مرید سے لڑکی نہ بیاہا کریں۔‘‘ (فتاویٰ احمدیہ ص۷، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷)

۲۲...... مرزا قادیانی کا منکر کافر ہے: ’’میرا منکر کافر ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷)

خاتمہ مفیدہ درمہدی ومسیح علیہما السلام

جو شخص خالی الذہن ہوکر ان احادیث کو جو حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد ہیں۔ یا اگر اصل احادیث نہ سمجھ سکے تو ترجمہ فارسی یا اردو مشکوٰۃ شریف میں ان ابواب کو فہرست میں صفحہ دیکھ کو نکال کر ترجمہ ان کا دیکھے گا۔ وہ یقین کے ساتھ سمجھ لے گا اور اس کے نزدیک کا معائنہ متیقین ہو جائے گا کہ ابھی تک ان صفات وعلامات کا مصداق ظاہر نہیں ہوا اور کھینچ تان کر کسی کا مصداق بن جانا یا بنا دینا تو تمام شریعت مطہرہ سے امن واطمینان اٹھا دیتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے احتمالات تو نصوص صلوٰۃ وزکوٰۃ میں بھی پیدا ہوسکتے ہیں اور ملاحدہ نے نکالی بھی ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اعمال میں تو ان احتمالات کو فاسد وباطل قرار دیا جائے اور عقاید میں

ان کو صحیح وحقا سمجھا جائے۔ مقتضیٰ تدین وتقویٰ کا تو یہ ہے کہ غرض نفسانی وہوا پرستی کو چھوڑ کر نظر حق طلبی سے کتاب وسنت کو دیکھ کر عقاید واعمال میں ان کا اتباع کیا جائے۔ ورنہ غلبہ ہوائے نفسانی سے حق ہرگز واضح نہیں ہوتا۔

باقی رہا مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ اگر کاذب ہوتا تو میں اب تک ہلاک کر دیا جاتا اور اس باب میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: ''ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین ، فمامنکم من احد عنہ حاجزین (المعارج:۴۴تا۴۷)'' میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں اگر مراد مطلق ''تقول'' ہے تو تمام کفار اپنے کفر وشرک میں متقول علی اللہ ہیں۔

چنانچہ ظاہر ہے اور قرآن مجید میں بھی ان کو متقول علی اللہ کہا گیا ہے: ''واذا افعلو افاحشۃ قالوا وجدنا علیہا اباء نا ۰ واللہ امرنا بہاقل ان اللہ لا یامر بالفحشأ اتقولون علی اللہ مالا تعلمون (الاعراف:۲۸)'' (وغیر ذلک) حالانکہ بہتیرے ان کے ہلاک نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی شان میں جابجا اس قسم کی آیتیں فرمائی گئی ہیں: ''سنستدرجھم من حیث لا یعلمون ، واملی لھم ان کیدی متین (الاعراف:۱۸۳،۱۸۲) قل من کان فی الضللۃ فلیمددلہ الرحمٰن (مریم:۷۵)''

پس یہ تو یقیناً ثابت ہوگیا کہ مطلق تقول مراد نہیں۔ کوئی خاص تقول ہے۔ پھر یہ کہ وہ خاص کیا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ جس دعویٰ کے باب میں یہ آیت آئی ہے۔ یعنی نبوت کے دعویٰ جو حضورﷺ نے کیا اور جس حالت میں یہ نازل ہوئی ہے۔ یعنی اس وقت شریعت کی تکمیل نہ ہوئی تھی اور اس لئے دلائل شرعیہ سے ایسے امور میں اتمام حجت نہ ہوسکتی تھی۔ ویسا ہی دعویٰ اور اسی حالت کی مراد ہے۔ پس حاصل آیت کا یہ ہوا کہ جو شخص ایسے وقت میں کہ اور حجج شرعیہ سے لوگوں کا التباس رفع نہ ہوسکے۔ نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ بمقتضائے حکمت ورحمت خداوندی کے خلق گمراہ نہ ہو ضرور ہلاک کیا جائے گا۔ سو اگر اب کوئی شخص تقول کرے اول تو وہ نبوت کا دعویٰ اگر بالفرض کوئی ایسا بھی کرے جیسا کہ مرزا قادیانی نے، تو بوجہ تکمیل اصول وفروغ شرعیہ کے اس پر بھی احتجاج ہوسکتا ہے اور لوگوں کو بھی بوجہ وضوح دلائل شرعیہ کے التباس واشتباہ واقع نہیں ہوسکتا۔ پس ایسا ''تقول''، ''مستلزم اہلاک نہیں ہے۔ جب اہلاک لازم ہی نہیں تو اس کی نفی میں ''تقول'' کی نفی پر استدلال کرنا باطل ہے۔ پس یہ دلیل بھی گاؤ خورد وباطل ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم!

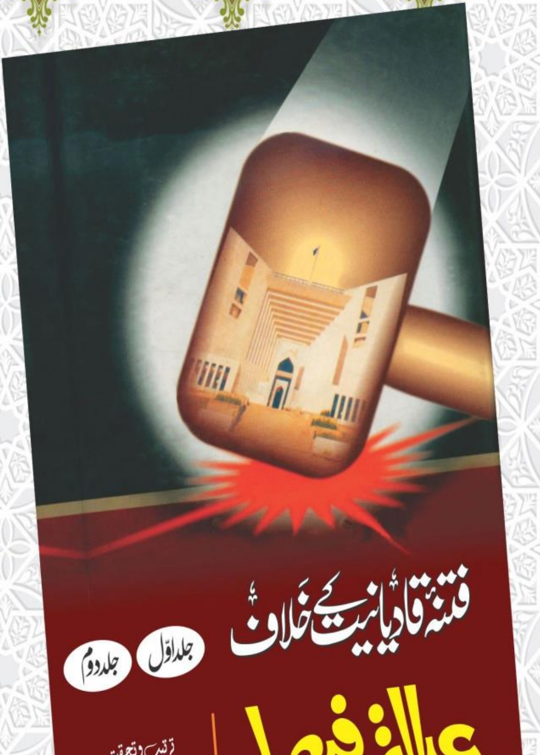
فتنہ قادیانیت کے خلاف
جلد اوّل
جلد دوم
عدالتی فیصلے
ترتیب وتحقیق
محمد متین خالد
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486